خواتین کے لیے میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک نایاب تحفہ

انمول

خواتین کی محفلِ میلاد

مؤلفہ

زوجہ محمد

حافظہ محمد ظفر اقبال نظامی

سابر پبلی کیشنز لاہور

1

خواتین کے لیے میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے موضوع پر ایک نایاب تحفہ

انمول

خواتین کی محفلِ میلاد

مؤلفہ زوجہ محترمہ حافظ محمد ظفر اقبال نظامی

اِس کتاب میں آپ پڑھیں گے

- آمدِ مصطفیٰ ﷺ
- برکاتِ مصطفیٰ ﷺ
- اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ
- بچپنِ مصطفیٰ ﷺ
- روضۂ مصطفیٰ ﷺ
- صبرِ مصطفیٰ ﷺ
- میلادِ مصطفیٰ ﷺ
- شہرِ مصطفیٰ ﷺ
- پردہ اور تعلیمِ مصطفیٰ ﷺ
- الف۔ جمالِ مصطفیٰ ﷺ
- حیاتِ مصطفیٰ ﷺ
- ب۔ جمالِ مصطفیٰ ﷺ

شاکر پبلی کیشنز
اردو بازار لاہور

الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

انمول

خواتینؒ کی محفلِ میلادؐ

باہتمام	ملک محمد شاکر
سن اشاعت	محرم / نومبر 2014
طابع	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
قیمت	-/400 روپے

ملنے کا پتہ:

نظامیہ کتاب گھر
نیو سنٹر ۴۰، اردو بازار لاہور 0301-4377808

شبیر برادرز
۴۰۔ اردو بازار لاہور فون: 042-7246006

احمد بک کارپوریشن
اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی
051-5558320

اسلامک بک کارپوریشن
اقبال روڈ نزد کمیٹی چوک راولپنڈی
051-5536111

ضروری التماس

قارئین کرام! ہم نے اپنی بساط کے مطابق اس کتاب کی صحت کی تصحیح میں پوری کوشش کی ہے۔ تاہم پھر بھی اگر آپ اس میں کوئی غلطی پائیں تو ادارہ کو آگاہ ضرور کریں تاکہ وہ درست کر دی جائے۔ ادارہ آپ کا بے حد شکر گزار ہوگا۔

الانتساب

بحضور

سید السادات، سند السادات، سید الکونین،

خواجۂ کونین، صاحب قاب قوسین، شہنشاہ

معظم، شفیع اعظم، شاہ مرسلین، محبوب کبریا،

مجسم ضیاء، سید الانبیاء، مطلوب خدا،

حضرت **محمد مصطفیٰ**

صلی اللہ علیہ وسلم

الاھداء

بحضور

طیبہ، طاہرہ، راشدہ، مشفقہ، محسنہ، منزہ، مقدسہ

ناصرہ، سعیدہ، جمیلہ، جلیلہ، مبارکہ، محمودہ

وارثہ، پارسا، صابرہ، شاکرہ

سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا

کنیزِ درِ فاطمہ

مسز حافظ ظفر اقبال عفی عنہا

21-10-2014

فہرست عناوین

فہرست مضامین

عنوان	صفحہ	عنوان	صفحہ

عنوان	صفحہ

پیش لفظ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ۝

اَمَّا بَعْدُ!

جب سے اللہ کریم نے اپنے نبی کے نور کو تخلیق فرمایا ہے تو محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف کا آغاز کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توصیف کرنا سنت اللہ ہے۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم السلام بھی توصیف مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں رطب اللسان تھے۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی اس میدان میں پیچھے نہ رہے۔ تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کی۔ کسی نے نثر میں نذرانہ عقیدت پیش کیا، کسی نے نظم میں تعریف کی، کسی نے خطبے میں اوصاف بیان کیے، کسی نے تصنیف میں طبع آزمائی کی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف مختلف انداز میں بیان کیے گئے۔ تحریر میں ...... تقریر میں ...... تفسیر میں تعریف مصطفیٰ بیان کی جاتی ہے۔ اس سلسلے کی ایک کڑی تصنیف بھی ہے۔ میں نے کوشش کی کہ آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف اللہ کی توفیق کے مطابق اس کتاب میں بیان کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح اور نعت خوانی میں [illegible] سعادت ہے۔ کتاب "خواتین کی محفل میلاد" میں کوشش کی [illegible] رسول صلی اللہ علیہ [illegible]

[illegible]

مقدمۃ الکتاب

از قلم: حافظ محمد ظفر اقبال چشتی نظامی عفی عنہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ۔ اَمَّا بَعْدُ!

کائنات میں اللہ رب العزت کی سب سے بڑی نعمت حضور نبی اکرم، شاہ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ جب سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں تشریف آوری ہوئی تو غیر معمولی خوشی اور سرور و انبساط کا اظہار کیا گیا۔ ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا پورا سال نادر الوقوع مظاہر اور محیر العقول واقعات کا سال تھا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں کا نزول جاری رہا یہاں تک کہ وہ سعید ساعتیں جن کا صدیوں سے انتظار تھا گردش ماہ و سال کی کروٹیں بدلتے بدلتے اس لمحۂ منتظر میں سمٹ آئیں جس میں خالق کائنات کے بہترین شاہکار کا منصۂ شہود پر بالآخر اپنے سرمدی حسن و جمال کے ساتھ جلوہ گر ہونا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں آمد کے موقع پر اس قدر چراغاں کیا کہ شرق تا غرب سارے آفاق روشن ہو گئے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ؕ

"اور اپنے رب کی نعمتوں کا (خوب) تذکرہ کریں۔ (پ ۳۰، الضحیٰ: ۱۱)

سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑی نعمت الٰہیہ ہیں۔ اس آیت کریمہ میں اللہ کریم کی نعمتوں کو یاد رکھنے کا اور زبان سے ذکر کرنے کا حکم ہے [illegible] میلاد کا انعقاد کیا جاتا ہے۔ ان محافل میں حضور نبی اکرم [illegible] کمالات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جو [illegible]

[illegible]

انعقاد کرنا اور کھانے کا اہتمام کرنا اللہ تعالیٰ کے حضور شکر گزاری اور نعمتوں کے تذکرے کے سب سے نمایاں مظاہر میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے لیے مبعوث فرما کر ہمیں اپنے بے پایاں احسانات و عنایات اور نوازشات کا مستحق ٹھہرایا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس احسان عظیم کو جتلایا ہے۔

جس طرح ماہ رمضان المبارک کو اللہ رب العزت نے قرآن حکیم کی عظمت و شان کے طفیل دیگر تمام مہینوں پر امتیاز عطا فرمایا ہے۔ اسی طرح ماہ ربیع الاول کے امتیاز اور انفرادیت کی وجہ بھی اس میں صاحب قرآن کی تشریف آوری ہے۔ یہ ماہ مبارک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے صدقے جملہ مہینوں پر نمایاں فضیلت اور امتیاز کا حامل ہے۔

شب میلاد رسول صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے۔ لیلۃ القدر میں نزول قرآن ہوا تو شب میلاد میں صاحب قرآن کی آمد ہوئی۔ لیلۃ القدر کی فضیلت اس لیے ہے کہ وہ نزول قرآن اور نزول ملائکہ کی رات ہے اور نزول قرآن قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا ہے۔ اگر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نہ ہوتے تو نہ قرآن ہوتا، نہ شب قدر ہوتی، نہ کوئی اور رات ہوتی۔ یہ ساری فضیلتیں اور عظمتیں میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہیں۔ پس شب میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم شب قدر سے بھی افضل ہے۔

زیر نظر کتاب "**خواتین کی محفل میلاد**" میں وہ عنوانات شامل کیے گئے ہیں جن کی محفل میلاد میں اکثر ضرورت ہوتی ہے۔ اور جو انتہائی اہم سمجھے جاتے ہیں۔ ہر جگہ باحوالہ بیان کیا گیا ہے۔ عبارت میں سادگی اور سلاست پائی جاتی ہے۔ اللہ کریم اس کتاب کو مؤلفہ اور پوری امت مسلمہ کے لیے باعث مغفرت بنائے۔ آمین ثم آمین

طالب دعا

حافظ محمد ظفر اقبال چشتی نظامی

21-10-2014

کتاب کی خصوصیات

از قلم: مسز فاخرہ تحسین

ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ شعبہ اسلامیات (ایم اے اسلامیات، ایم فل) گورنمنٹ کالج برائے خواتین سیالکوٹ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ○

اَمَّا بَعْدُ!

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے پُرمسرت موقع پر محافل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، محافل نعت، مجالس ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں درود و سلام پیش کرنے کے لیے خصوصی اجتماعات منعقد کیے جاتے ہیں۔ لوگ ان محافل میں انتہائی عقیدت و احترام اور جوش و خروش سے شریک ہوتے ہیں اور اپنے قلوب و اذہان کو محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر جمیل سے معطر کرتے ہیں۔

مؤلفہ مسز حافظ محمد ظفر اقبال چشتی نظامی کی کتاب "نور التبیین فی محفل میلاد" میں وہ عنوانات شامل ہیں جن کا ان محافل میں ذکر کیا جاتا ہے۔ اس کتاب کی چند ایک خصوصیات درج ذیل ہیں۔

☆..... عبارت میں سادگی، روانی اور [illegible] ہے۔

☆..... عبارت [illegible] ہے۔

☆..... [illegible]

☆..... [illegible]

☆..... دورِ حاضر کی ضرورت کے مطابق مدنی پھول پیش کیے گئے ہیں۔

☆..... اہم موضوعات شامل کیے گئے ہیں۔

☆..... عبارت عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے لبریز ہے۔

یہ کتاب ملفوظات، مقررات، مدرسات، واعظات، معلمات غرض ہر شعبہ سے وابستہ خواتین کے لیے نایاب تحفہ ہے۔ اور ہر ایک کے لیے یکساں مفید ہے۔ اللہ کریم اس کتاب کو پوری امتِ مسلمہ کے لیے بخشش کا ذریعہ بنائے اور ہر ایک کو اس سے استفادہ کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

مسز فاخرہ تحسین
ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ شعبہ اسلامیات
M.A. Islamiat M.Phil
گورنمنٹ ویمن یونیورسٹی سیالکوٹ

21-10-2014

آمدِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِی الرَّحْمَۃِ وَالْغُفْرَانِ ○ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ○ فَاتِحِ بَابِ الرَّحْمَۃِ وَالرِّضْوَانِ ○ یُنَوِّرُ الْقَلْبَ بِنُوْرِ الْعِرْفَانِ ○ اَلرَّحْمٰنُ ○ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَہُ الْبَیَانَ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْہُمْ یَتْلُوْا عَلَیْہِمْ اٰیٰتِکَ وَ یُعَلِّمُہُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَ یُزَکِّیْہِمْ ؕ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمِ

مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ

وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمٍ

نعت رسولِ مقبول ﷺ

اللہ اللہ اللہ ہو لا الٰہ الا ہو

بارہ ربیع الاول کو وہ آیا در یتیم

ماہ نبوت مہر رسالت صاحب خلق عظیم

نبی جی اللہ اللہ اللہ ہو لا الٰہ الا ہو

آمنہ بی بی کے گلشن میں آئی ہے تازہ بہار

پڑھتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم آج درو دیوار

نبی جی اللہ اللہ اللہ ہو لا الٰہ الا ہو

حامد و محمود اور محمد دو جگ کا سردار

جان سے پیارا راج دلارا قدرت کا شاہکار

نبی جی اللہ اللہ اللہ ہو لا الٰہ الا ہو

پیاری صورت ہنستا چہرہ منہ سے جھڑتے پھول

نور کا پتلا چاند سا مکھڑا حق کا پیارا رسول

نبی جی اللہ اللہ اللہ ہو لا الٰہ الا ہو

کفر و شرکت کی کالی گھٹائیں ہو گئیں ساری دور

مشرق و مغرب دنیا کے اندر ہو گیا نور ہی نور

نبی جی اللہ اللہ اللہ ہو لا الٰہ الا ہو

[illegible]

[illegible]

[illegible] اللہ اللہ ہو لا الٰہ الا ہو

دنیا میں ہر طرف	ظلم ہو رہا تھا
غریب	طاقتور سے چھپ رہا تھا
عدل کا	نام و نشان تک نہیں تھا
ظلم کی	ہر طرف آبیاری ہو رہی تھی
عزت	منہ چھپا رہی تھی
ذلت	انسان کا مقدر بن چکی تھی
عورتوں کو	زندہ در گور کیا جا رہا تھا
انسان	حیوانوں سے بھی بدتر زندگی بسر کر رہا تھا
حالات	بہت مایوس کن تھے
ظلمت کے پردے	ہر طرف چھائے ہوئے تھے
حالات	بہت بگڑے ہوئے تھے
زندگی	آخری سانس لے رہی تھی
انسانیت	سسک رہی تھی

ایسے میں [illegible]

رسول ہماری طرف بھیجا

یا اللہ

دنیا کی نجات کے لیے تشریف لائے

[illegible]

[illegible]

غریبوں کو — غریب نواز مل گیا

بے سہاروں کو — سہارا مل گیا

غلاموں کو — عزت مل گئی

یتیموں کو — محافظ مل گیا

غمزدوں کو — مسکراہٹ مل گئی

انسانوں کو — فریاد رس مل گیا

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

اے امتی پنہاں آ جاؤ سرکار کے دامن رحمت میں

اس چارہ گر ہستی کے سوا انسان کا کوئی بھی چارہ نہیں

خلیل اللہ کے خوابوں کی تعبیر

آج ختم المرسلین صلِ علیٰ پیدا ہوئے

آج شانِ کبریا نورِ خدا پیدا ہوئے

نور چشم آمنہ، درِ یتیم ہاشمی

تاجدار یثرب، لعل بے بہا پیدا ہوئے

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ایک ایسے جلیل القدر رسول کی بعثت کے لیے دعا کی جس کا دامن رحمت اتنا کشادہ اور خوان کرم اتنا وسیع ہو کہ ہر خاص و عام اس سے مستفید ہو سکے۔ انہوں نے دعا کی کہ الٰہی ان کی اولاد میں سے ایک رسول مبعوث فرما۔

قرآن کریم اس کا شاہد ہے

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ ۚ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ

[illegible] ان میں سے تا کر

[illegible] آپ [illegible] کی

باتیں اور پاک صاف کردے انہیں بے شک تو ہی بہت زبردست (اور) حکمت والا ہے۔ (پ:۱، البقرہ:۱۲۹)

یہ دعا ہے جو خانہ کعبہ کی تعمیر کے وقت حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام نے فرمائی اور یہ دعا کیا ہے؟ امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مژدۂ جاں فزا ہے۔ جس کے ایک ایک لفظ میں امت محمدیہ کے لیے رحمت کے دریا بہہ رہے ہیں۔ یہ دعا پڑھ کر غلامان رسول کے سینے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے فرط عقیدت و محبت سے لبریز ہو جاتے ہیں۔ (بینات القرآن:۱/۵۶۰)

دعائے ابراہیمی کا اصل مقصد

یہ دعا حقیقت میں تعمیر کعبہ کا اصلی مقصد ظاہر کر رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اس بے آب و گیاہ ویرانے میں اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو لا کر بسانا پھر یہاں کعبۃ اللہ بنانا حقیقت میں خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی یہاں آمد کی تیاریوں کا حصہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام گویا دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ کعبہ بنا کر ہم نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ اب جس رسول معظم کی تشریف آوری کے لیے یہ کعبہ بنایا گیا ہے اسے یہاں مبعوث فرما۔

دوسرا یہ سبب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ۝ میرا عہد ظالموں کو نہیں ملے گا۔ (پ:۱، البقرہ:۱۲۴) کہہ کر بتا دیا گیا تھا کہ اس سرزمین میں بسنے والی آپ کی اولاد میں ظالمین بھی آئیں گے اور ممکن ہے آپ کو ان ظالموں کے کرتوت بھی بتا دیے گئے ہوں کہ وہ کعبۃ اللہ کو تین سو ساٹھ بتوں سے بھر دیں گے اور خانہ خدا معاذ اللہ بت خانہ بن جائے گا کیونکہ شرک سے بڑا کون سا ظلم ہے؟ اسی لیے آپ دعا فرما رہے ہیں کہ اے اللہ اس عظیم الرحمت رسول کو یہاں مبعوث فرما جو تیرے کعبہ کو ان ظالموں کے ظلم سے پاک کرے گا اور [illegible] دے گا۔ (ایضاً)

میں دعوت ابراہیم ہوں

حضرت عرباض ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّیْ عِنْدَ اللّٰہِ فِیْ اُمِّ الْکِتَابِ لَخَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِیْ طِیْنَتِہٖ

بے شک میں اللہ تعالیٰ کے ہاں لوح محفوظ میں اس وقت بھی خاتم الانبیاء تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی اپنی مٹی میں گندھے ہوئے تھے۔

وَسَاُحَدِّثُکُمْ تَاْوِیْلَ ذَالِکَ: دَعْوَۃُ اَبِیْ اِبْرَاھِیْمَ، دَعَا (وَابْعَثْ فِیْھِمْ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ)

میں تمہیں ان کی تاویل بتاتا ہوں کہ جب میرے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی: "اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے (وہ آخری اور برگزیدہ) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) مبعوث فرما۔"

(پ:۱، البقرۃ:۱۲۹)(مستدرک حاکم:۲/۶۵۶، الرقم:۴۱۷۴، دلائل النبوۃ:۱/۱۷، الطبقات الکبریٰ:۱/۱۴۹)

ے محمد مصطفیٰ آئے فضاواں مسکرا پیاں
گھٹاواں نور برساون ہواواں مسکرا پیاں

ولادت ہندیاں سوہنے نے جد سجدے چہ سر رکھیا
خطا کاراں نوں بخشن آیا خطاواں مسکرا پیاں

جتھوں جتھوں دی لنگدی جاندی ڈاچی حلیمہ دی
اوہ راہواں بن گیاں جنت اوہ تھاواں مسکرا پیاں

تبسم آمنہ دے لال نے جس وقت فرمایا
حسن دی ساری رنگین اداواں مسکرا پیاں

[illegible] اللہ دے خواباں دی تعبیر ہوئی اج پوری
[illegible] ہو گیاں نے دعاواں مسکرا پیاں

دعا دے واسطے صاتم جدوں سوہنے ہتھ چائے
خدا دیاں رحمتاں بن بن گھٹاواں مسکرا پیاں

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی بشارتیں

(i) یہود..... حضور کے وسیلے سے دعائیں مانگا کرتے تھے

کتب سابقہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت وشان اس حد تک بیان کی گئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے پہلے یہود اپنے حریف مشرکین عرب پر فتح پانے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے بارگاہ رب العزت میں دعا کرتے جس کے نتیجے میں فتح سے ہمکنار ہوتے۔ قرآن کریم میں اس بات کی گواہی موجود ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ۝

”اور جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے وہ کتاب (قرآن) آئی جو اس کتاب (توراۃ) کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے جو ان کے پاس موجود تھی۔ حالانکہ اس سے پہلے وہ خود (نبی آخر الزمان حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے) کافروں پر فتح یابی (کی دعا) مانگتے تھے۔ سو جب ان کے پاس وہی نبی (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لے آیا جسے وہ (پہلے ہی سے) پہچانتے تھے تو اس کے منکر ہو گئے۔ پس انکار کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔“ (پ:۱، البقرہ:۸۹)

اس آیت کریمہ میں یہی بیان ہو رہا ہے کہ وہ رسول جن کے وسیلۂ جلیلہ سے یہود مشرکین عرب پر فتح پانے کے لیے بارگاہ الٰہی میں دعا مانگا کرتے تھے جب وہ بزم

آرائے ہستی ہوئے تو وہ محض حسد اور اپنے تعصب و عناد کی بنا پر آنے والے رسول کا انکار کر بیٹھے اور وادئ کفر میں سرگرداں ہو گئے۔ باوجود اس کے کہ وہ انہیں ان کی علامات سے بخوبی جانتے اور پہچانتے تھے۔

(ii) مصطفےٰ کریم کی بشارت......موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کی زبانی

وہ تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے کہ

جن کا غلغلہ	آسمانوں اور زمینوں میں تھا
جن کا چرچہ	آسمانی کتابوں اور صحیفوں میں تھا
جو غریبوں کے	غم خوار ہیں
جو مظلوموں کے	ہمدرد و غمگسار ہیں

تاجدارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری اللہ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم بنی اسرائیل کو ان الفاظ میں دی۔

He shone forth from mount paran.

"وہ کوہ فاران سے جلوہ گر ہوا۔" (استثناء:۳۳/۲، Deuteronomy,33/2)

آؤ مل کر کہتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا
مکی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا
مدنی صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا
سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا
لجپال صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا
مختار صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا
اول صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا
آخر صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا

(iii) میں بشارت عیسیٰ ہوں

قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے۔

ذرا غور کریں کہ

قوم — حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے

دور — حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہے

امت — حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ہے

مگر میلاد — میرے کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو رہا ہے

بشارت — میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی جارہی ہے

تذکرے — میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے کیے جارہے ہیں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو یوں بشارت سنارہے ہیں۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّأْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ أَحْمَدُ ط

''اور اس رسول (معظم صلی اللہ علیہ وسلم) کی (آمد آمد کی) بشارت سنانے والا ہوں جو میرے بعد تشریف لارہے ہیں جن کا نام (آسمانوں میں اس وقت) احمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے۔'' (پ:۲۸، الصف:۶)

اس آیت مقدسہ میں غور کریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام بشارت سنارہے ہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ میں خبر دے رہا ہوں بلکہ فرمایا میں بشارت سنانے والا ہوں...... کیونکہ خبر کی تو بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔

خبر — خوشی کی بھی ہوتی ہے

خبر — غمی کی بھی ہوتی ہے

خبر — حادثات کی بھی ہوتی ہے

خبر — حالات کی بھی آتی ہے

خبر　　　پریشانی کی بھی ہوتی ہے

خبر　　　پشیمانی کی بھی ہوتی ہے

مگر قربان جائیں...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو بشارت سنا رہے ہیں اور بشارت ہمیشہ خوشی کی ہوتی ہے۔ گویا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر خوش ہو رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا:

Nevertheless I tell you the truth. It is to your advantage that I go away, the counsellor will not come to you: but if i go, i will send him to you. And when he comes, he will convince the world concerning sin, and righteousness and judgment. (John, 16/7,8)

"لیکن میں تم سے سچ بیان کرتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو مددگار (فارقلیط، تسلی دینے والا) تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔ اور وہ آ کر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدل کے بارے میں بتائے گا"

(یوحنا، باب:۱۶/۸،۹)

And he preached, saying. "After me comes he who is mightier than, i, the thong of whose sandals i am not worthy to stoop down and untie. (saint mark,1/7)

"اور یہ منادی کرتا تھا کہ میرے بعد وہ شخص آنے والا ہے جو مجھ سے زور

آور ہے۔ میں اس لائق نہیں کہ جھک کر اس کی جوتیوں کا تسمہ کھولوں۔"

(مرقس، باب:۱/۷)

(iv) نجاشی کا قبول اسلام

علمائے سیرت بیان کرتے ہیں کہ وہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے آغاز اسلام میں کفار قریش سے اپنے دین کے تحفظ کی خاطر بھاگ کر حبشہ کی طرف ہجرت کی نجاشی کی پناہ میں بڑے عزت واحترام اور آرام سے رہ رہے تھے تو قریش نے ان کے تعاقب میں عمرو بن العاص جو ابھی تک مشرف بہ اسلام نہ ہوئے تھے اور عمارہ بن ولید کو بھیجا، قریش مکہ نے ان کے ہمراہ نجاشی کی خدمت میں ایک گھوڑا اور ایک ریشمی جبہ بطور ہدیہ ارسال کیا۔ ان کے حبشہ آنے کی غرض وغایت یہ تھی کہ وہ مکہ سے ہجرت کر کے آنے والوں کو واپس بھیج دیں۔

وہ جب نجاشی کے دربار میں داخل ہوئے تو انہوں نے بادشاہ کو سجدہ کیا بادشاہ نے ان میں سے ایک کو دائیں طرف اور دوسرے کو بائیں طرف بٹھا لیا اور ان کا ہدیہ قبول کیا۔ انہوں نے عرض کیا ہمارے قبیلے کے کچھ لوگ آپ کے ملک میں آئے ہیں انہوں نے ہم سے منہ موڑ لیا ہے اور اپنے معبودوں کو چھوڑ دیا ہے مگر وہ آپ کے دین میں داخل نہیں ہوئے بلکہ انہوں نے ایک نیا دین پیش کیا ہے۔ جس سے ہم آگاہ ہیں نہ آپ۔ ہمیں جو کہ قریش کے سردار ہیں بادشاہ کی خدمت میں اسی لیے بھیجا گیا کہ ہم ان لوگوں کو واپس لے جائیں۔

بادشاہ نے پوچھا وہ لوگ کہاں ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ کے ملک میں ہیں۔ چنانچہ بادشاہ نے انہیں اپنے دربار میں طلب کیا، عمائدین حبشہ نے کہا کہ ان لوگوں کو اس وفد کے حوالے کر دیا جائے کہ وہ ان کے حالات سے زیادہ واقف ہیں۔ بادشاہ نے کہا: نہیں، اللہ کی قسم! انہیں ان کے حوالے نہیں کروں گا جب تک یہ معلوم نہ کر لوں کہ ان کا دین کیا ہے؟ عمرو بن العاص نے کہا: یہ جب دربار میں آئیں گے تو وہ آپ کے طریقے

اور دین سے اعراض کر کے آپ کو سجدہ نہیں کریں گے۔

پس جب وہ نجاشی کے پاس آئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: آج میں تمہارا خطیب بنوں گا اور میں وہ کچھ کہہ دوں گا جس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں تعلیم دی ہے اور جس کے کرنے کا ہمیں حکم دیا ہے خواہ کچھ بھی ہو جائے۔ ادھر نجاشی نے اپنے پادریوں کو بلا کر یہ حکم دے رکھا تھا کہ وہ مصاحف کھول کر اس کے ارد گرد بیٹھ جائیں۔

پس جب حضرت جعفر رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ آئے تو حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے بلند آواز سے کہا: جناب عالی! جعفر دروازے پر اجازت کا طلب گار ہے اور اس کے ساتھ خدائی جماعت بھی ہے۔ نجاشی نے کہا: ہاں اللہ کی امان و ذمہ کے ساتھ اندر آنے کی اجازت ہے۔ تو جعفر رضی اللہ عنہ اندر داخل ہوئے۔ ان کے پیچھے ان کے ساتھی بھی اندر آئے۔ اور السلام علیکم کہا: اور سجدہ نہ کیا۔ نجاشی نے پوچھا: تم نے سجدہ کیوں نہیں کیا؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہم بجز اللہ کے کسی اور کو سجدہ نہیں کرتے۔

نجاشی نے پوچھا: کیوں؟

حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے درمیان ایک رسول مبعوث فرمایا اور ہمیں حکم دیا کہ ہم اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہ کریں۔ اور یہ بتایا ہے کہ اہل جنت کا تحیہ سلام ہوگا۔ لہٰذا ہم نے آپ کو وہی سلام دیا ہے جو ہم آپس میں ایک دوسرے کو دیتے ہیں۔ اللہ نے ہمیں نماز اور زکوٰۃ کا بھی حکم دیا ہے۔

عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا: یہ لوگ عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کے بارے میں بھی آپ کی مخالفت کرتے ہیں اور وہ انہیں ابن اللہ نہیں کہتے۔

نجاشی نے پوچھا تم ابن مریم اور ان کی ماں کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہم اسی طرح کہتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے انہیں روح اللہ

اور کلمۃ اللہ کہا جسے اس نے مریم علیہا السلام کی طرف القا کیا۔ یہ سن کر نجاشی نے اپنے دربار کے قسیسین اور راہبوں سے کہا: میں تمہیں اس اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں جس نے عیسیٰ علیہ السلام پر انجیل نازل فرمائی۔ کیا انجیل میں کسی ایسے نبی کا تذکرہ ہے جو عیسیٰ علیہ السلام اور قیامت کے درمیان ہوگا؟ جیسا کہ ان لوگوں نے بیان کیا ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ بے شک اس پیغمبر کی عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے اور فرمایا کہ جو اس پر ایمان لایا وہ مجھ پر ایمان لایا ہے۔ اور جس نے اس کا انکار کیا اس نے میرے ساتھ کفر کیا۔ اس مرحلہ پر نجاشی نے یہ کہا: میں شہادت دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں اور وہ وہی ہیں جن کی عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں بشارت دی ہے۔ اگر میں یہاں حکمران نہ ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتا، آپ کی کفش برداری کرتا اور آپ کے ہاتھ دھلاتا۔ (حجۃ اللہ علی العالمین (اردو): ۱/ ۲۸۶-۲۸۷ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز لاہور)

آیئے ایسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر سے اپنے دلوں کو منور کریں۔ مل کر کہیں

خلیفۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا
حضرۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا
حجۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا
رحمۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا
نور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا
نعمۃ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا
نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا
حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد	مرحبا

(۷) ایک راہب کا دلچسپ واقعہ

خالق کائنات نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے [illegible]

دی تھیں۔ ہر کوئی یہ جانتا تھا کہ

آفتاب کی نور افشانیاں...... بعد میں ہوئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے...... پہلے تھے۔

کلیوں کی تبسم آرائیاں...... بعد میں ہوئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے...... پہلے تھے۔

ماہتاب کی ضیاء باریاں...... بعد میں ہوئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے...... پہلے تھے۔

پھولوں کی مہکتی رعنائیاں...... بعد میں ہوئیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے...... پہلے تھے۔

شگفتہ غنچوں کی کیاریاں...... بعد میں سجیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے...... پہلے تھے۔

سب دریاؤں میں روانی...... بعد میں آئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے...... پہلے تھے۔

یہ قلزم میں جولانی...... بعد میں آئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے...... پہلے تھے۔

آبشاروں میں ترنم...... بعد میں آیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے...... پہلے تھے۔

فضاؤں میں تبسم...... بعد میں آیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے...... پہلے تھے۔

یہ چلتی ہوائیں...... بعد میں چلیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے...... پہلے تھے۔

[illegible]...... بعد میں آ گیا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چرچے...... پہلے تھے۔

ایک روایت میں ہے کہ جب ابو طالب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمراہ لے کر قریشی قافلے میں شام کی طرف نکلے جب بحیرہ راہب کے سامنے پہنچے تو وہ باہر نکل کر قافلے کے بیچ آیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اقدس تھام لیا حالانکہ یہ تجارتی قافلے بھی اس کے پاس سے گزرتے تھے تو وہ ان کے لیے باہر نہ نکلتا اور نہ ان کی طرف التفات کرتا تھا۔ پھر اس نے کہا:

هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ ۔

یہ سردار کل جہاں ہیں، یہ رسول رب العالمین ہیں، یہ وہ ہیں جنہیں اللہ رحمۃ اللعالمین بنا کر مبعوث فرمائے گا۔

تو عرب شیوخ نے پوچھا: تمہیں کیا پتہ ہے؟ اس نے کہا: جب تم گھاٹی سے اتر رہے تھے تو کوئی ایسا درخت اور پتھر نہ تھا جو سجدہ ریز نہ ہوا اور وہ سوائے نبی کے کسی کو سجدہ نہیں کرتے۔ اور ایک بادل صرف انہیں پر سایہ کناں تھا۔ میں انہیں مہر نبوت سے بھی پہچانتا ہوں جو سیب کی مانند ان کے دونوں شانوں کے درمیان ہے۔

پھر واپس جا کر اس نے دعوت کا اہتمام کیا جب اس نے کھانا پیش کیا تو اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹوں کی نگرانی پر مامور تھے۔ انہوں نے آپ کو بلا بھیجا تو آپ تشریف لائے اور بادل آپ پر سایہ کیے ہوئے تھے۔ آپ جب لوگوں کے قریب پہنچے تو وہ پہلے ہی درخت کے سایہ میں پہنچ چکے تھے۔ آپ بیٹھے تو درخت کا سایہ آپ کی طرف ہو گیا۔

اس راہب نے کہا: دیکھئے درخت کا سایہ ان کی طرف ہو گیا ہے۔ پھر کھڑے ہو کر ان پر زور دینے لگا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارض روم میں نہ لے جائیں۔ کیونکہ اگر رومیوں نے آپ کو پہچان لیا تو وہ آپ کو قتل کر دیں گے۔ اس نے لاش کر دیکھا تو

سات رومی آتے ہوئے نظر آئے۔ آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا تو پوچھا تمہارے آنے کا مقصد کیا ہے؟

انہوں نے بتایا ہم اس نبی کے پاس آئے ہیں۔ جو اس شہر میں مسافر ہیں۔ ہر طرف لوگ ان کی طلب میں بھیجے گئے ہیں۔ ہمیں آپ کے راستے پر اس کے ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ اس نے کہا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اللہ جس مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کا ارادہ رکھتا ہے کیا لوگوں میں سے کوئی اس کو ختم کر سکتا ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں ہرگز نہیں چنانچہ انہوں نے بحیرہ کے ہاتھ پر بیعت کر لی کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صلح کرتے ہیں اور آپ کو گرفتار نہیں کریں گے نہ ہی آپ کو اذیت دیں گے۔

(امام علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی 'حجۃ اللہ علی العالمین (اردو): ۱/۲۹۲-۲۹۳ 'مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز 'لاہور)

(vi) ابو عامر...... تیری قسمت پہ لاکھوں سلام

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ابو عامر راہب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے آپ کے اوصاف بیان کیا کرتا تھا۔ کیونکہ ابو عامر شرک سے بیزار ہو کر اللہ تعالیٰ کی توحید کا قائل تھا۔ اور ابراہیم علیہ السلام کے دین حنیف کا متلاشی تھا۔ اس نے علماء اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے دین حنیف کے بارے میں پوچھنے کے لیے اطراف و اکناف میں کئی بار سفر کیے ان علماء نے اسے بتایا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ملت ابراہیم کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف بھی بیان کیے۔

خزیمہ کہتے ہیں کہ ابو عامر ایک دن سردار اوس و خزرج کی مجلس میں بیٹھا تھا تو وہاں اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کیا اور آپ کی بعثت و ہجرت کے وقت کی تعیین کی۔ پھر آپ کے خوبصورت اوصاف بیان کیے تو بنی عبدالاشہل کے ایک حلیف ابوالہیثم بن التیہان اٹھ کھڑے ہوئے جو کہ خود موحد تھا اور دین حنیف کی تلاش میں تھا کہا اے ابا عامر! تو

اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بچشم خود مشاہدہ بھی کرے تو ان اوصاف سے زیادہ بیان نہیں کر سکے گا۔ ابو عامر نے کہا ہاں اللہ کی قسم! محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ اوصاف مجھ سے انسانوں اور جنوں نے بیان کیے ہیں تو ابو الہیثم نے کہا: یہ انسان تو آپ سے اوصاف بیان کر سکتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں موجود ہیں لیکن جنوں نے یہ کیونکر بتائے۔

ابو عامر نے جواب دیا مجھے یمن کے ایک کاہن کے بارے میں بتایا گیا کہ وہ آئندہ آنے والے واقعات بتانے کا بڑا شوقین ہے۔ تو میں نے اس کی طرف تنہا عزم سفر اختیار کیا اور مسلسل چلتا رہا میں ایک چاندنی رات میں چل رہا تھا کہ نیند کا غلبہ ہوا جب نیند کا اثر زائل ہوا تو دیکھا کہ میری سواری راستہ سے ہٹ چکی ہے۔ جس سے مجھے بڑی پریشانی ہوئی اور میں انتہائی خوفزدہ ہوا کہ اسی اثناء میں مجھے ستاروں کی مانند روشنیاں نظر پڑیں، میں گرتا پڑتا ان روشنیوں کی طرف بڑھا یہاں تک کہ ان کے قریب آ گیا۔

کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آگ ہے۔ جسے تاپنے والوں نے گھیر رکھا ہے مگر وہ انسانوں سے مشابہت نہیں رکھتے اور وہ شور وغل کر رہے ہیں مگر مجھے ان کے گھر اور جانور نظر نہ آئے۔ جس سے میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ میری سواری رک گئی پھر وہ بدک اور بھڑک اٹھی جس کی وجہ سے میں گر گیا تو وہ شکلیں گروہ در گروہ میری طرف بڑھنے لگیں۔ میں نے بلند آواز میں چیخ ماری کہ میں ان گروہوں کے سردار کی پناہ میں آتا ہوں۔ اور دیکھا کہ ان میں سے ایک پکارنے والا انہیں قول وفعل سے پکار رہا ہے تو وہ پیچھے ہٹ گئے۔

ان میں سے چار میرے پاس آئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے وہ انتہائی بدصورت اور کریہہ المنظر تھے۔ ان میں سے ایک نے مجھ سے پوچھا: تم انسانوں کے کس گروہ سے تعلق رکھتے ہو۔ میں نے کہا: غسان کے [illegible] قبیلے سے ہوں [illegible] میں نے کہا: کیا میں پناہ نہیں لے چکا ہوں۔ اس نے کہا: ہاں [illegible]

پہنچایا جائے گا تو میں نے انہیں بتایا کہ میں کاہن کے پاس جا رہا ہوں ہم انسان کاہنوں پر بڑا اعتماد کرتے ہیں جو تم سے علم حاصل کرتے ہیں۔

تو تینوں نے چوتھے کی طرف اشارہ کیا اور کہا تو جاننے والے پر گرا ہے۔ لہٰذا تو نے اس کو سوال اور رغبت سے مختص کیا ہے اس نے پوچھا: تم کس کے باپ ہو؟ میں نے کہا: عامر کا۔ اس نے کہا: ہاں! اے عامر! اور پھر ایک مسجع کلام بیان کیا جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت تھی۔ ابو عامر نے کہا: کیا تم اس نبی کے اوصاف بیان کرو گے۔ اس نے جواب دیا: ہاں! آپ کا چہرۂ انور صاف اور روشن ہے نہ آپ لمبے تڑنگے ہیں نہ پست قد، جب دیکھتے ہیں تو ٹکٹکی باندھ کر غور سے دیکھتے ہیں اور اگر آپ کو اذیت دی جاتی ہے تو چشم پوشی فرماتے ہیں۔ گویا انجان ہیں۔ آپ کی آنکھوں میں کشادگی ہے اور سرخی ہے۔ دونوں کاندھوں کے درمیان مہر نبوت ہے۔

آپ ایک آسان و سیدھی شریعت لے کر آئیں گے لہٰذا جو چاہے آپ کے نقش قدم پر چل کر سعادت مند ہو جائے۔ پھر وہ اٹھا اور دوسرے تینوں بھی اس کے پیچھے ہو لیے مگر میں ساری رات اپنی جگہ پر ٹھہرا رہا۔ جب صبح ہوئی تو اپنے کام کی طرف واپس ہوا پھر میں حجر کی مجلس میں بیٹھا یہ قصبہ یمامہ میں ہے تو ایک شخص نے بتایا کہ ایک دن میں ہوذہ صاحب تاج کے دربار میں بیٹھا تھا کہ اس کا پہرے دار اندر داخل ہوا اور عرض کیا کہ دمشق کا ایک راہب اذن باریابی کا طلب گار ہے۔

ہوذہ نے اسے اندر آنے کی اجازت دی۔ چنانچہ جب وہ اندر داخل ہوا تو اس نے راہب کو خوش آمدید کہا پھر ان کے مابین گفتگو ہوئی۔ راہب نے ہوذہ سے کہا: بادشاہ معظم کا ملک کتنا پاکیزہ اور عمدہ ہے۔ ہوذہ نے کہا: ہاں! یہ عرب کی زینت اور اس کا بہترین ملک ہے۔

راہب نے پوچھا: حجر کی ولادت کہاں ہوگی جو بادشاہ کے اہالیان سلطنت کو اپنے [illegible] ہو گا۔ ہوذہ نے جواب دیا۔ وہ شہر ہمارے قریب ہے یعنی

یثرب۔ میرے پاس اس کا دعوتی خط آیا ہے۔ مگر میں نے اس کا اسلام لانے کا مطالبہ پورا نہیں کیا۔ راہب نے پوچھا: کیوں؟ اس نے جواب دیا: اگر میں اس کی پیروی اختیار کرلوں تو مجھے اپنے ملک کے چھن جانے کا خوف ہے۔ تو راہب نے کہا: اگر آپ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کر لیتے تو آپ کی حکومت کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں آپ کی بھلائی تھی، کیونکہ آپ وہ نبی ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی ہے۔ اور انجیل میں آپ کے اوصاف بیان کیے ہیں۔

ہوذہ نے راہب سے پوچھا: تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کیوں نہیں کرتے؟ اس نے جواب دیا: میرے دل میں ان کے خلاف حسد ہے دوسری بات یہ ہے کہ میں شراب کا رسیا ہوں مگر وہ شراب کو حرام ٹھہراتے ہیں۔ ہوذہ نے کہا: میرا خیال ہے کہ میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرلوں اور آپ سے یہ درخواست کروں کہ آپ مجھے میرے ملک پر برقرار رکھیں۔ آپ کے قاصد نے مجھے اس بات کا وعدہ بھی دیا ہے۔

اس کے بعد ہوذہ نے اپنے کاتب کو حکم دیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خط تحریر کرے۔ چنانچہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عریضہ تحریر کیا اور ایک ایلچی کے ہاتھ ارسال کیا اور ہدیہ بھی بارگاہ رسالت میں پیش کیا۔ اس کی قوم کو جب اس بات کا علم ہوا تو وہ اس کے پاس آئے اور کہا کہ اگر آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں گے تو ہم آپ کو معزول کر دیں گے۔ دھمکی سن کر اس نے اپنا ایلچی واپس بلوا لیا اور اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

وہ راہب اس کے دربار میں عزت و کرامت سے رہا اور پھر ہر سال اس کے پاس حاضر ہوتا پھر شام کی طرف کوچ کرتا۔ دم رخصت میری اس سے ملاقات ہوئی۔ تو میں نے اس سے پوچھا: تم نے ہوذہ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو بات کی کیا وہ

سچی ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں! بالکل سچی ہے۔ لہٰذا تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اختیار کرو۔ ابو عامر بیان کرتے ہیں میں راہب کی بات سن کر گھر لوٹ آیا اور تیاری کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور جو کچھ راہب سے سنا تھا اس کی خبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور دولت ایمان سے مشرف ہو گیا۔

(امام علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی، حجۃ اللہ علی العالمین (اردو): ۱/۳۰۲-۳۰۰، مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور)

(vii) تبع کا انتہائی دلچسپ اور قابل عبرت واقعہ: (شہر مصطفےٰ میں پڑھیے)

(viii) یقیناً..... مبارک ہستی کا ظہور ہوگا

ایک رات حضرت سیّدنا عبد المطلب رضی اللہ عنہ وادیٔ ابطح میں محو آرام تھے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے خواب میں اپنے جسم اطہر سے ایک سفید زنجیر نکلتی دیکھی، اس کے چار کنارے تھے۔ ایک کنارہ مشرق میں جا پہنچا، دوسرا مغرب میں، تیسرا آسمان تک اور چوتھا کنارہ واپس لوٹ آیا یہاں تک کہ وہ ایک سبز درخت بن گیا۔ جب صبح ہوئی اور آپ رضی اللہ عنہ نے اس کی تعبیر معلوم کی تو بتانے والوں نے بتایا: اگر آپ کا خواب سچا ہے تو یقیناً آپ کی مبارک پشت سے ایک ایسی ہستی کا ظہور ہوگا جس پر تمام زمین و آسمان والے ایمان لائیں گے۔ (السیرۃ النبویہ لابن کثیر، کتاب مبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر اخبار غریبۃ: ۱/۳۱۰)

اسی لیے تو دنیا کہتی ہے۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ، کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ، صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

وہی دو جہاں کا ہے آسرا وہی ہر نظر کا سرور ہے
وہی چشمِ موسیٰ کی آرزو وہی طور ہے وہی نور ہے

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ، کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ، صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

کبھی عرش پر کبھی فرش پر کبھی پھر زمیں سے ہیں عرش پر
کبھی تر لہو سے ہیں ایڑیاں کبھی لامکاں بھی ہے رہگذر

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ، کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ، صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

ولادت رسول......اور......صبح نور

ربیع الاول کا مہینہ تھا......دوشنبہ کا دن تھا......اور صبح صادق کی ضیاء بار سہانی گھڑی تھی......رات کی بھیانک سیاہی چھٹ رہی تھی......دن کا اجالا پھیلنے لگا تھا......جب مکہ کے سردار حضرت عبدالمطلب کی جواں سال بیوہ بہو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے حسرت و یاس کی تاریکیوں میں ڈوبے ہوئے سادہ سے مکان میں ازلی سعادتوں اور ابدی مسرتوں کا نور چمکا۔

ایسا مولود مسعود تولد ہوا جس کے من موہنے مکھڑے نے صرف اپنی غمزدہ ماں کو ہی سچی خوشیوں سے مسرور نہیں کیا...... بلکہ ہر درد کے مارے کے لبوں پر مسکراہٹیں کھیلنے لگیں...... اس نورانی پیکر کے جلوہ فرمانے سے صرف حضرت عبداللہ کا کلبۂ احزان جگمگانے نہیں لگا بلکہ جہاں کہیں بھی مایوسیوں اور حرماں نصیبیوں نے اپنے پنجے گاڑ رکھے تھے وہاں امید کی کرنیں روشنی پھیلانے لگیں......اور ٹوٹے دلوں کو بہلانے لگیں۔

صرف جزیرۂ عرب کا بخت خفتہ ہی بیدار نہیں ہوا بلکہ انسانیت، جو صدیوں سے ہوا و ہوس کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی تھی اور ظلم و ستم کے آہنی شکنجوں میں کسی ہوئی کراہ رہی تھی اس کو ہر قسم کی ذہنی، معاشی اور سیاسی غلامی سے رہائی کا مژدہ جاں فزا ملا۔

فقط مکہ و حجاز کے خدا فراموش باشندے خدا شناسی اور خود شناسی کی نعمت سے نہیں بلکہ عرب و عجم کے ہر مکین کے لیے میخانۂ معرفت کے دروازے کھول دیئے گئے اور سارے نوع انسانی کو دعوت دی گئی کہ جس کا جی چاہے آگے آئے اور اس [illegible]

جاں کرنے کی ہمت رکھتا ہے اٹھائے اور اپنے لبوں سے لگالے۔

طیور خوش نواز مزمہ سنج ہوئے کہ خزاں کی چیرہ دستیوں سے تباہ حال گلشن انسانیت کو سرمدی بہاروں سے آشنا کرنے والا آ گیا...... سر بگریباں غنچے خوشی سے پھولے نہیں سما رہے تھے کہ انہیں جگانے والا آیا...... اور جگا کر انہیں شگفتہ پھول بنانے والا آیا...... افسردہ کلیاں مسکرانے لگی تھیں...... کہ ان کے دامن کو رنگ و نکہت سے فردوس بداماں کرنے والا آیا...... علم وآگہی کے سمندروں میں حکمت کے جو آبدار موتی آغوش صدف میں صدیوں سے بے مصرف پڑے تھے ان میں شوق نمود انگڑائیاں لینے لگا۔

اللہ عزوجل نے احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نوری وجود سے کفر کی تاریکیاں دور فرمادیں...... آسمان ایمان پر ستاروں کو چمکایا...... اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار وتجلیات سے تاریک راتوں کو روشن کر دیا...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر ایران کا شعلہ زن آتش کدہ بجھادیا...... شاہ ایران کو اس کے سلطنت کے زوال سے ڈرتے ہوئے اس کے محل ''کسریٰ'' میں شگاف ڈال دیئے...... شاہ روم قیصر نے اپنی ہلاکت پر دلالت کرنے والا خواب دیکھ لیا۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے۔

؎ صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا
صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
صبح کر دی کفر کی سچا تھا مژدہ نور کا
شام ہی سے تھا شب تیرہ کو دھڑکا نور کا

کائنات کی...... سب سے بڑی خبر

یہ ایک حقیقت ہے کہ کائنات کی سب سے بڑی اور سب سے بنیادی خبر ایک ہے [illegible] کیا [illegible] وہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کی خبر۔ جب تک

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف نہیں لائے تھے۔ یہی شور تھا۔

وہ آئیں گے — ضرور آئیں گے
ایک نہ ایک دن آجائیں گے — انہیں ہر حال میں آنا ہے
آنے والے ہیں — بس آہی رہے ہیں
انبیاء کا یہی ترانہ تھا — ملائکہ کا یہی نغمہ تھا

حوروں کے لب پر یہی گیت تھا...... علم وعرفان خوشخبری سنا رہے تھے...... وجدان اسی سرور میں کھویا ہوا تھا...... زمین کا ذرہ ذرہ محویت کے عالم میں منتظر تھا...... درختوں کا پتہ پتہ جھوم جھوم کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہا تھا...... دریاؤں کی لہریں اس جوش عشق میں ساحل سے ٹکرا رہی تھیں...... کعبہ کی فضائیں اسی محبوب کے ظہور کے لیے بدست دعا تھیں...... صفا و مروہ کی چوٹیاں اس مطلوب کے لیے چشم براہ تھیں...... اب وہ تشریف لائے تو ارض وسما کی وسعتوں میں ان کی آمد کا شور گونج اٹھا۔

؎ جان بہار آ گئے، روح قرار آ گئے
کون و مکاں جن پہ ہیں گویا نثار آ گئے

دونوں جہان کو حسب سے بڑی خبر مل گئی
بن کر نبی سب کے غمگسار آ گئے

ایک اور شاعر نے کیا خوب کہا:

اج خالق دا دلدار آیا اج نبیاں دا سردار آیا
اج امت دا غم خوار آیا اج رب دا مختار آیا

بھلیاں نوں رستے پاون والا [illegible]
مینہ رحمت دا [illegible]

ہر پاسے نور و نور [illegible]
مصطفیٰ دا [illegible]

جس نے غیر دلوں سانوں موڑنا ایں ساڈا رشتہ رب نال جوڑنا ایں

دل کفر تے شرک دا توڑنا ایں۔ اج اوہو رب دا یار آیا

یہ خبر...... کیوں بڑی نہ ہوتی

آمد سے پہلے ہی سرکار کی آمد کے چرچے کتابوں میں ہو رہے تھے

آمد سے پہلے ہی سرکار کی آمد کے چرچے فرشتوں میں ہو رہے تھے

آمد سے پہلے ہی سرکار کی آمد کے چرچے حوروں میں ہو رہے تھے

آمد سے پہلے ہی سرکار کے چرچے ارض و سما میں ہو رہے تھے

آمد سے پہلے ہی سرکار کے چرچے جہانوں میں ہو رہے تھے

آمد سے پہلے ہی سرکار کے چرچے نبیوں میں ہو رہے تھے

آمد سے پہلے ہی سرکار کے چرچے امتوں میں ہو رہے تھے

اور جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لے آئے...... تو پھر اس وقت ہر طرح زبان حال سے یہی صدا تھی...... کہ:

؎ آ گئے آج زمانے میں زمانے والے
روح خوابیدہ ہستی کو جگانے والے
زیست کی راہ سے کانٹوں کو ہٹانے والے
ظلمتیں عہد کہن کی مٹانے والے

اور [illegible] ...... بلکہ جس کی کوئی نہیں سنتا تھا...... ان کی

[illegible]

[illegible]

[illegible]

[illegible]

؎ غم کے مارے ہوئے مایوس خطا کاروں کو
اپنے دامان شفاعت میں چھپانے آئے

پیاری بہنو!

اصل بات تو یہ ہے کہ آمد سرکار صلی اللہ علیہ وسلم ہوئی تو بہاروں پر بہار آئی...... بلکہ آمد سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے سبب اور برکت سے قدرت کی بے شمار نعمتیں ہمیں حاصل ہوئیں...... مثلاً

تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے	تو	رسالت آئی
راحت قلب وسینہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے	تو	شریعت آئی
تاجدار حرم صلی اللہ علیہ وسلم آئے	تو	رحمت آئی
شہریار ارم صلی اللہ علیہ وسلم آئے	تو	نبوت آئی
محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آئے	تو	عزت آئی
معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آئے	تو	عظمت آئی
ہادی کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آئے	تو	وفا آئی
مرشد کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آئے	تو	ضیاء آئی
رہبر کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آئے	تو	صداقت آئی
جان کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آئے	تو	شرافت آئی
روح کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آئے	تو	شجاعت آئی
باعث کائنات صلی اللہ علیہ وسلم آئے	تو	بے مثال سیرت آئی
سرکار کی ولادت کی گھڑی آئی	تو	سعادت آئی

؎ پیکر دلربا بن کے آیا
روح ارض و سما بن کے آیا

سب رسول خدا بن کے آئے
[illegible] حبیب [illegible] بن کے آئے

حضرت آمنہ کا دلارا نبی
وہ حلیمہ کی آنکھوں کا تارا نبی
وہ شکستہ دلوں کا سہارا نبی
بے کسوں کی دعا بن کے آیا

سب سے حسین......منظر

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا وقت قریب آیا تو منظر کچھ یوں حسین نظارے پیش کر رہا تھا کہ

چاند	چمک رہا تھا
تارا تارا	دمک رہا تھا
صحراؤں میں ہوا	چل رہی تھی
گلشن گلشن	مہک رہا تھا
بحر میں موجیں	اٹھ رہی تھیں
دریا دریا	چھلک رہا تھا
شجر ہوا میں	لہرا رہے تھے
پتا پتا	چھنک رہا تھا

ب سارے پڑھو درود اج سرکار آ گئے
دنیا تے دو جہان دے مختار آ گئے

دائی حلیمہ جاگ اٹھے تیرے بڑے نصیب
گودی چہ تیری نبیاں دے سردار آ گئے

گھر آمنہ دے ہو گئی آمد حضور دی
کرن فرشتے آپ دا دیدار آ گئے

خوشیاں دا دیلا آ گیا غم دور ہو گئے
رب دے پیارے امت دے غمخوار آ گئے

شکم اطہر میں.....نور پاک کی شان

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا جب اپنے بزرگوار سسر حضرت عبدالمطلب کے کاشانہ اقدس میں رونق افروز ہوئیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور حضرت عبداللہ کی جبین سعادت سے منتقل ہو کر آپ کے شکم اطہر میں قرار پذیر ہوا۔ لیکن یہاں بھی اس نور پاک کی شان نرالی تھی۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

مَا شَعَرْتُ اِنِّیْ حَمَلْتُ بِہٖ وَلَا وَجَدْتُ لَہٗ ثِقْلًا کَمَا تَجِدُ النِّسَآءُ اِلَّا اَنِّیْ اَنْکَرْتُ رَفْعَ حَیْضَتِیْ وَاَتَانِیْ اٰتٍ وَاَنَا بَیْنَ النَّائِمِ وَالْیَقْظَانِ وَقَالَ ھَلْ شَعَرْتِ اَنَّکِ حَمَلْتِ؟ فَکَاَنِّیْ اَقُوْلُ مَا اَدْرِیْ وَقَالَ اِنَّکِ حَمَلْتِ بِسَیِّدِ ھٰذِهِ الْاُمَّةِ وَنَبِیِّھَا فَذٰلِکَ یَوْمُ الْاِثْنَیْنِ .

''مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میں حاملہ ہو گئی ہوں۔ نہ مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا۔ جو ان حالات میں دوسری عورتوں کو محسوس ہوتا ہے۔ مجھے صرف اتنا معلوم ہوا کہ میرے ایام ماہواری بند ہو گئے ہیں ایک روز میں خواب اور بیداری کے بین بین تھی کہ کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے پوچھا۔ آمنہ! تجھے علم ہوا ہے کہ تو حاملہ ہے۔ میں نے جواب دیا نہیں۔ پھر اس نے بتایا تم حاملہ ہو اور تیرے بطن میں اس امت کا سردار اور نبی تشریف فرما ہوا ہے اور جس دن یہ واقعہ پیش آیا وہ سوموار کا دن تھا''

شام کے محلات......جگمگا اٹھے

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جس رات سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی۔ میں نے ایک نور دیکھا جس کی روشنی سے شام کے محلات جگمگا اٹھے۔ یہاں تک کہ میں ان کو دیکھ رہی تھی۔

دوسری روایت میں ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایک نور نکلا جس نے سارے گھر کو بقعہ نور بنا دیا۔ ہر طرف نور ہی نور نظر آتا تھا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کی والدہ الشفاء جس کی قسمت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ بننے کی سعادت رقم تھی وہ کہتی ہیں کہ جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے اپنے دو ہاتھوں پر سہارا دیا اور میں نے ایک آواز سنی جو کہہ رہی تھی۔

رَحِمَكِ رَبُّكِ

تیرا رب تجھ پر رحم فرمائے۔

شفا کہتی ہے:

فَاَضَاءَ لِيْ مَا بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ حَتّٰى نَظَرْتُ اِلٰى بَعْضِ قُصُوْرِ الشَّامِ

"اس نور مجسم کے ظاہر ہونے سے میرے سامنے مشرق و مغرب میں روشنی پھیل گئی یہاں تک کہ میں نے شام کے بعض محلات کو دیکھا۔"

(محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی ۲/۲۹، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

اس طرف نور ہے اس طرف نور ہے سارا عالم مسرت سے معمور ہے
جس کو دیکھو وہی آج مسرور ہے مہک اٹھی فضا آج کی رات ہے

وقت ولادت گھبراہٹ کی کیفیت

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب وقت ولادت قریب آیا تو عام عورتوں کی طرح مجھ پر بھی گھبراہٹ طاری ہو گئی۔ مجھے دردزہ شروع ہوا جو حاملہ عورتوں کو ہوتا ہے۔ میرا حال نہ کسی مرد نے جانا اور نہ کسی عورت نے۔ میں اس وقت گھر میں تنہا تھی، جبکہ حضرت عبدالمطلب رضی اللہ عنہ اس وقت طواف کعبہ میں تھے۔ میں نے ایک عظیم آواز سنی جیسے دیوار گرتے وقت دھم سے ہوتی ہے۔ ایسا عظیم امر دیکھا جس نے مجھ کو ڈرا دیا۔ اس کے بعد ایک سفید پرندے نے اپنا بازو میرے دل پر مل دیا۔ اس کے بازو ملنے سے اس وقت مجھ کو جو رعب تھا جاتا رہا اور ایک قسم کا درد جسے میں محسوس کر رہی تھی چلا گیا۔ میں نے پینے والی سفید چیز کا برتن دیکھا۔ میں نے اس میں سے پی لیا۔ پھر میرے پاس ایک ایسا نور آیا جو بہت بلند تھا۔

دراز قد جنتی عورتوں کی آمد

اس نور میں سے میری غمگسار، بہن فرعون کی بیوی حضرت سیدتنا آسیہ رضی اللہ عنہا تشریف لے آئیں۔ پھر میں نے ایک نور دیکھا جس سے سارا مکان روشن ہو گیا۔ یہ حضرت سیدتنا مریم بنت عمران رضی اللہ عنہا تھیں۔ پھر میں نے چودھویں کے چاند جیسے چمکتے دمکتے چہرے دیکھے۔ یہ حوروں کا قافلہ تھا۔ جب دردزہ کی تکلیف زیادہ ہوئی تو میں نے ان خواتین سے ٹیک لگا لی۔ پھر عالم الغیب والشہادۃ عزوجل نے مجھ پر ولادت آسان فرما دی۔ اور اسی حالت میں میں نے دیکھا کہ ایک سفید دیباج موجود پایا (جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے لیے پھیلا دیا گیا ہے) اور میرے بطن سے حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔

ملائکہ اور پرندے آسمان سے اتر آئے

پھر فرماتی ہیں میں نے مردوں کو دیکھا کہ ہوا میں کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کے ابریقین ہیں (مردوں کی شکل میں ملائکہ تھے) پھر میں نے پرندوں کی ایک ٹکڑی دیکھی جو آگے سے ہوئی۔ وہ پرندے اتنے کثیر تھے کہ انہوں نے حجرے کو ڈھانپ لیا۔ ان پرندوں کی چونچیں زمرد کی تھیں اور ان کے بازو یاقوت کے تھے۔

(امام قسطلانی، مواہب اللدنیہ (اردو): ۱/۸۵، مطبوعہ شبیر برادرز، لاہور)

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند
اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

جس کے آنے سے روشن جہاں ہو گیا
اس نبی کی ولادت پہ لاکھوں سلام

تشریف آوری کس شان سے ہوئی

وقت ولادت کیسا عجیب سماں تھا...... عجیب منظر تھا...... اللہ! اللہ! ایسا منظر تو کبھی نہ دیکھا تھا...... تاریکیاں چھٹ رہی تھیں...... روشنیاں بکھری رہی تھیں...... جدھر دیکھو...... نور ہی نور...... جدھر دیکھو...... بہار ہی بہار...... تازگی انگڑائیاں لے رہی تھی...... مسرتیں پھوٹ رہی تھیں...... رنگینیاں اپنا رنگ دکھا رہی تھیں...... سارا عالم روشنیوں میں ڈوبا ہوا تھا...... کرۂ خاکی کے ذرے ذرے پر مستی چھائی ہوئی تھی۔

آسمان ..... اجلا اجلا
فضائیں ..... مہکی مہکی
ہوائیں ..... مست مست

کتنا آفریں منظر تھا...... کہ انوار و تجلیات کی بارش ہو رہی تھی...... ملائکہ خوشی سے دھوم مچا رہے تھے...... عرش عظیم ذوق وشوق سے جھوم رہا تھا...... زمین طرح طرح سے ناز کر رہی تھی۔ جب میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں جلوہ گری ہوئی تو آپ کی تشریف آوری کی شان یہ تھی کہ:

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب میرے لخت جگر کی ولادت باسعادت ہوئی...... ان کی آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا...... اور جسم مبارک پر تیل ملا ہوا تھا...... آپ سے خوشبو آرہی تھی...... اور آپ ختنہ شدہ تھے...... آپ نے آتے ہی اللہ عزوجل کی بارگاہ میں سجدہ کیا...... اس وقت آپ نے دونوں ہاتھ بھی آسمان کی طرف اٹھا لیے...... چہرہ انور سے روشنی پھوٹ رہی تھی۔

فرشتوں نے سیر کروائی

حضرت سیدنا جبرائیل علیہ السلام بھی کاشانہ اقدس میں حاضر ہو گئے۔ حضرت سیدنا میکائیل علیہ السلام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پروں سے ڈھانپ لیا۔ حضرت سیدنا اسرافیل علیہ السلام بھی خدمت اقدس میں حاضر ہو گئے۔ پھر فرشتے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو نگاہوں سے اوجھل لے گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات کی سیر کرانے لگے۔ تمام جنتی نہروں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل فرمانے سے فیض یاب کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی جنتی درختوں کے پتوں پر رقم کیا۔ پھر لمحہ بھر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس بھی لے آئے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری کائنات پر فضیلت بھی دی گئی۔

(الروض الفائق (اردو)، ص [illegible])

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر عرش خوشی سے [illegible]

اترانے لگی...... [illegible]

لگے" [illegible]

انتہائی خوشی ورعب سے تسبیح خوانی کرنے لگے...... ہوائیں جھوم جھوم کر چلنے لگیں...... اور انہوں نے بادلوں کو ظاہر کر دیا...... باغات میں ٹہنیاں جھکنے لگیں...... اور کائنات کے گوشے گوشے سے "اَھْلاً وَّسَھْلاً مَّرْحَبًا" کی صدائیں آنے لگیں۔

آج دنیا میں ہے محبوب خدا کا آیا
سارے عالم پہ ہے اک کیف نرالا چھایا
آمنہ پاک نے ہے گود میں لے کر یہ کہا
سب کہو صلی علیٰ مرحبا صل علیٰ

آج عالم میں ہوئی نور خدا کی آمد
نغمے حوروں نے سنائے ہیں آئے احمد
آ گئے سرورِ دیں چھا گئی رحمت کی گھٹا
سب کہو صلی علیٰ، مرحبا صل علیٰ

آج صحرا پہ بھی گلشن کا گماں ہوتا ہے
نور رب آج زمانے پہ عیاں ہوتا ہے
آ گیا دنیا میں ہے بزم جہاں کا دولہا
سب کہو صل علیٰ، مرحبا صل علیٰ

[illegible]...... تو تہاداری

سب جہاناں دے تاجدار تے سلطان آ گئے
قرآن والے کے صاحب قرآن آ گئے
رب دے کرم تھیں مل گئی ہر شے نوں زندگی
[illegible] سب جہاناں دی جند جان آ گئے
[illegible]
[illegible]

اج جاگ پئے اوہناں دے ستے ہوئے نصیب

سوہنے توں جیہڑے ہون اج قربان آ گئے

سیّدنا آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جنم دیا۔ میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ کو سجدے میں پایا۔ (آپ حقیقت میں ساجد تھے) تضرع اور عاجزی کرنے والے کی طرح آپ نے اپنی شہادت کی انگلیوں کو آسمان کی طرف اٹھا رکھا تھا اور باقی انگلیاں بند کر لی تھیں۔ پھر آسمان سے سفید بادل آیا اس نے آپ کو ڈھانپ کر مجھ سے غائب کر دیا۔

اور یہ ندا آئی:

”آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو زمین کے مشرقوں اور مغربوں کا طواف کراؤ اور آپ کو سمندروں میں داخل کرو تا کہ سمندر کی مخلوق آپ کے نام مبارک کو پہچان لے۔ اور آپ کی صفت کو پہچان لے اور اس امر کو پہچان لے کہ آپ کا نام سمندروں میں ماحی ہے۔ کفر اور شرک سے کوئی شے باقی نہ رہے گی مگر آپ کے زمانہ میں سمیٹ دی جائے گی۔

پھر یہ ندا آئی۔

”ہر ایک ذی روح کے سامنے جو جن اور انسان اور فرشتے اور پرندوں سے ہے۔ آپ کو پیش کرو اور آپ کو

حضرت آدم علیہ السلام کا	خلق عطا کرو
حضرت نوح علیہ السلام کی	شجاعت عطا کرو
حضرت شیث علیہ السلام کی	معرفت عطا کرو
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی	خلعت عطا کرو
حضرت اسماعیل علیہ السلام کی	زبان عطا کرو
حضرت اسحاق علیہ السلام کی	رضا عطا کرو

حضرت صالح علیہ السلام کی — فصاحت عطا کرو
حضرت لوط علیہ السلام کی — حکمت عطا کرو
حضرت یعقوب علیہ السلام کی — بشارت عطا کرو
حضرت ایوب علیہ السلام کا — صبر عطا کرو
حضرت یونس علیہ السلام کی — اطاعت عطا کرو
حضرت یوشع علیہ السلام کا — جہاد عطا کرو
حضرت داؤد علیہ السلام کی — آواز عطا کرو
حضرت دانیال علیہ السلام کی — حب عطا کرو
حضرت الیاس علیہ السلام کا — وقار عطا کرو
حضرت یحییٰ علیہ السلام کی — عصمت عطا کرو
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی — شدت قوت عطا کرو
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا — زہد عطا کرو

اور جمیع انبیاء علیہم السلام کے اخلاق میں آپ کو غوطہ دو۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب وہ بادل مجھ سے ہٹ گیا تو میں نے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو دیکھا کہ آپ ایک ایسے سبز حریر کو پکڑے ہوئے ہیں کہ لپٹنے کے طور پر سخت لپٹا ہوا ہے۔ اور اس حریر سے پانی نکل رہا ہے اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے:

"محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے تمام دنیا پر قبضہ کر لیا ہے اور اہل دنیا میں سے کوئی مخلوق نہ رہی مگر آپ کے قبضہ میں خوشی سے داخل ہو گئی۔"

(مواہب للدنیہ (اردو): ۱/۸۶-۸۷ شبیر برادرز لاہور)

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

حضرت آدم علیہ السلام کی استغفار بھی — میرے سرکار لے کر آئے
حضرت شیث علیہ السلام کی وفاداری بھی — میرے سرکار لے کر آئے
حضرت نوح علیہ السلام کی گریہ زاری بھی — میرے سرکار لے کر آئے
حضرت داؤد علیہ السلام کی خوش آوازی بھی — میرے سرکار لے کر آئے
حضرت سلیمان علیہ السلام کی تاجوری بھی — میرے سرکار لے کر آئے
حضرت دانیال علیہ السلام کا زہد و تقویٰ بھی — میرے سرکار لے کر آئے
حضرت ادریس علیہ السلام کا ذکر و فکر بھی — میرے سرکار لے کر آئے
حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر و شکر بھی — میرے سرکار لے کر آئے
حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا صدق بھی — میرے سرکار لے کر آئے
حضرت یعقوب علیہ السلام کی رضا جوئی بھی — میرے سرکار لے کر آئے
حضرت یوسف علیہ السلام کا جمال اور نعمت بھی — میرے سرکار لے کر آئے
حضرت ذکریا علیہ السلام کا توکل اور قناعت بھی — میرے سرکار لے کر آئے
حضرت یحییٰ علیہ السلام کا فقر اور پاکدامنی بھی — میرے سرکار لے کر آئے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شانِ مسیحائی بھی — میرے سرکار لے کر آئے

روئے بدر الدجیٰ دیکھتے رہ گئے
چہرۂ والضحیٰ دیکھتے رہ گئے
حسن خیر الوریٰ میں خدا کیا کہیں
ہم جمالِ خدا دیکھتے رہ گئے

مقامِ رسول ﷺ ... محبوب حق کی گواہی

[illegible]

الف نے کہا امام کائنات آگئے
ب نے کہا باعث تخلیق کائنات آگئے
ت نے کہا تاجدار کائنات آگئے
ث نے کہا ثنائے کائنات آگئے
ج نے کہا جان کائنات آگئے
ح نے کہا حامی کائنات آگئے
خ نے کہا خسرو کائنات آگئے
د نے کہا دانائے کائنات آگئے
ذ نے کہا ذوق کائنات آگئے
ر نے کہا رہبر کائنات آگئے
ز نے کہا زینت کائنات آگئے
س نے کہا سرور کائنات آگئے
ش نے کہا شاہ کائنات آگئے
ص نے کہا صدر کائنات آگئے
ض نے کہا ضیائے کائنات آگئے
ط نے کہا طیب کائنات آگئے
ظ نے کہا ظرف کائنات آگئے
ع نے کہا علم کائنات آگئے
[illegible] کائنات آگئے
[illegible] کائنات آگئے
[illegible]
[illegible]

ل نے کہا — لاریب کائنات آگئے

م نے کہا — مرکز کائنات آگئے

ن نے کہا — نور کائنات آگئے

و نے کہا — وارث کائنات آگئے

ہ نے کہا — ہادیٔ کائنات آگئے

ی نے کہا — یداللہ کے ہاتھوں والے آگئے

؎ لے کے پہلو میں غم امت نادار آئے
امتی امتی کہتے ہوئے سرکار آئے
سن کے سرکار مدینہ کی ولادت کی خبر
ہر گنہگار پکارا مرے غم خوار آئے
فرش والوں کے مقدر کا ستارا چمکا
شور اٹھا کہ غریبوں کے مددگار آئے
فرش پر عرش معلٰی کا گماں ہوتا ہے
لے کے دامن میں کچھ اس طرح کے انوار آئے

حضور کی آمد......اللہ کا احسان عظیم

؎ اج جاگے بھاگ زمانے دے سرکار محمد آئے نے
چا چڑھیا خانے کعبے نوں مختار محمد آئے نے
نبیوں نبیوں کے اوہدوں دھرتی نوں پیا عرش ودھایاں [illegible]
نی! تیرے اتے اللہ دے دلدار محمد آگئے [illegible]
اٹھ کرماں والیے خوش ہوجا چم قدم رسول زمانے [illegible]
اج تیری شان [illegible] سردار محمد آئے [illegible]

اگ بجھ گئی آتش کدیاں دی بت ڈگ پئے منہ دے بھار سارے
کھچ قل ہو اللہ احد دی تلوار محمد آئے نے

قابل قدر بہنو!

پانی	اللہ کی نعمت ہے
ہوا	اللہ کی نعمت ہے
روشنی	اللہ کی نعمت ہے
کان	اللہ کی نعمت ہیں
آنکھیں	اللہ کی نعمت ہیں
دل	اللہ کی نعمت ہے
صحت	اللہ کی نعمت ہے
شباب	اللہ کی نعمت ہے
خوشحالی	اللہ کی نعمت ہے

اللہ رب العزت کی ان تمام نعمتوں پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔ جب ان فنا ہونے والی نعمتوں پر شکر ادا کرنا لازمی ہے تو خود بتایئے اس رحمت مجسم ہادی اعظم محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور بعثت پر شکر ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ کیا اس احسان سے کوئی اور احسان بڑا اور اس نعمت سے کوئی اور نعمت عظیم ہے؟

☆......جس ذات والا صفات نے بندے کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے خالق حقیقی کے ساتھ استوار کر دیا۔

☆......جس نے انسانیت کے بخت خوابیدہ کو بیدار کر دیا۔

☆......جس نے اولاد آدم کے بگڑے ہوئے مقدر کو سنوار دیا۔

☆......[illegible] کے لیے رحمت بن کر نہیں آیا بلکہ [illegible] کے لیے رحمت بن کر [illegible]

☆......جس کی فیض رسانی زمان ومکان کی قیود سے آشنا نہیں۔

☆......جو ہر تشنۂ لب کو معرفت الٰہی کے آب زلال سے سیراب کرنے کے لیے تشریف لایا۔

☆......ہر گم کردہ راہ کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لیے آیا۔

☆......ہر کرومہ کے لیے جس نے حریم قرب الٰہی کے دروازے کھول دیئے۔

کیا اس نعمت عظمیٰ اور ابدی احسان پر شکر ادا کرنا ہم پر فرض نہیں......کیا خداوند کریم کے اس لطف بے پایاں پر اس کا شکر ادا کر کے اس کے وعدہ کے مطابق ہم اس کی مزید نعمتوں کے مستحق قرار نہیں پائیں گے......اور جو اس جلیل القدر انعام پر سپاس گزار نہ ہوگا کیا وہ غضب وعتاب الٰہی کی وعید کا ہدف نہیں بنے گا؟

سرور کائنات، فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد، وہ عظیم المرتبت انعام ہے جس کو منعم حقیقی نے اپنی قدرت کی زبان سے خصوصی طور پر علیحدہ ذکر کیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

"بے شک اللہ تعالیٰ نے بڑا احسان کیا مومنوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب وحکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔" (پ:۴، آل عمران:۱۶۴)

اس انعام کی خصوصی شان یہ ہے کہ دیگر انعامات [illegible] عام......مومن اور کافر سب کے لیے ہیں اور اس [illegible] سرفراز فرمایا۔

پھر احسان تو سب مومنین پر فرمایا۔ مگر اس کا عرفان وشعور اور اس کی قدر و منزلت پہچان کر اسے تسلیم کرنا اور اس سے دنیا و آخرت کی بھلائیاں حاصل کرنا۔ صلاح وفلاح پانا اہل ایمان ہی کا مقدر ہے۔ اس لیے ان پر خدا کا بہت بڑا احسان ہے۔ وہ جس قدر اللہ کا شکر کریں کم ہے..... اس احسان عظیم کے جتنے تذکرے کریں..... ہر وقت بیان کریں..... رات دن نشر و اشاعت کریں، کم ہے..... اسی احساس درماندگی کے ساتھ انہیں ہر وقت اللہ کی اس نعمت عظیمہ کا فکر کرتے رہنا ہی سعادت مندی ہے اور اس سے محرومی ہر خیر و برکت سے محرومی ہے۔

فرمان باری تعالیٰ ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ○

"اور اپنے رب کی نعمت کا خوب خوب چرچا کرو۔" (پ:۳۰، الضحیٰ:۱۱)

کہ نعمت کا خوب چرچا کرنا بھی اس کی شکر گزاری ہے اور ذکر نہ کرنا احسان فراموشی و ناقدری ہے..... اس نعمت عظیمہ کا چرچا زبان سے بھی کرو..... نظم سے کرو..... نثر سے کرو..... اس زبان میں..... اس زبان میں..... آپ کی پیدائش سے پہلے کے واقعات ..... بوقت پیدائش ظہور پذیر ہونے والے کمالات..... بچپن..... لڑکپن..... پھر جوانی..... اور آخر عمر تزکیہ..... تعلیم و تربیت..... آئین و قانون عطا کرنا۔ بقول علامہ اقبال مرحوم:

ماند شبہا در حرا خلوت گزید
قوم و دستور و حکومت آفرید

یوں تو ہر آنے والا آتا ہے..... کچھ کرتا ہے..... نام پاتا ہے..... مگر کائنات کی واحد ہستی [illegible] آسمان عزت و عظمت پر جلوہ فگن دکھائی دیتی ہے..... تمام [illegible] کا اعلان کر گئے ہیں..... وہ صرف محبوب خدا صلی [illegible]

رسول اللہ کی تشریف آوری کے......احسان ہونے کی وجوہات

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس دنیا میں آمد مسلمانوں کے لیے احسان عظیم اور نعمت ہے اس کی وجوہات درج ذیل ہیں۔

ا......آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے نعمت ہونے کی ایک وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو اس (فکر وعمل) کی طرف بلایا جو مسلمانوں کے لیے دردناک عذاب سے نجات اور جنت میں داخلہ کا سبب ہے۔

۲......ایک وجہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں ہی کی جنس سے ہیں (یعنی انسان ہیں نہ کہ فرشتہ) یہ بات اس لیے احسان کا سبب ہے کہ جب زبان ایک ہو تو ضروری امور سیکھنا آسان ہو جاتا ہے۔ (پھر یہاں مستزاد یہ ہے کہ) لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام افعال واحوال سے واقف تھے اور آپ کی سچائی اور امانت داری کو بھی جانتے تھے۔ اس لیے اس سے آپ کی تصدیق اور آپ پر اعتماد کرنا لوگوں کے لیے زیادہ آسان تھا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مسلمانوں کی جنس سے ہونا یہ بھی مسلمانوں کے لیے باعث شرف ہے۔

وہ موقع کہ جب ابو طالب نے بنو ہاشم اور قبیلہ مضر کے سرداروں کی موجودگی میں حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نکاح کیا تھا اس وقت ابو طالب نے جو خطبہ پڑھا تھا اس میں انہوں نے کہا تھا:

''تمام تعریفیں اس خدا کے لیے ہیں جس نے ہم لوگوں کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسل اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں بنایا اور معد اور مضر کے خاندان میں پیدا فرمایا اور اپنے گھر (کعبہ معظمہ) کا نگہبان اور اپنے حرم کا منتظم بنایا ہمارے لیے اس نے ایک محفوظ گھر اور امن والا حرم بنایا اور ہمیں لوگوں کا حاکم بنایا۔ (اس تعریف [illegible] کے بعد) میرا یہ بیٹا (یعنی بھتیجا) محمد بن عبداللہ ایسا شخص ہے [illegible] بھی اس سے موازنہ کیا جائے یہ اس سے آگے رہے گا [illegible]

عظیم الشان اور تابناک ہے۔

۳...... حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے نعمت ہونے کی بعض علماء نے یہ وجہ بیان کی ہے کہ مخلوق میں فطرتی اور پیدائشی طور پر جہالت، کم عقلی، کم فہمی اور بے خبری موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر یہ انعام اور احسان فرمایا کہ ان میں ان ہی میں سے ایک رسول بھیجا جس کے ذریعے انہیں گمراہی سے نجات دی، جہالت کو دور کر کے بصیرت دی اور انہیں سیدھی راہ چلایا۔

نوٹ:۔ اس آیت میں جو فرمایا کہ اللہ نے رسول کو بھیج کر مسلمانوں پر احسان فرمایا اس میں صرف مسلمانوں کا ذکر اس لیے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین سے فائدہ اٹھانے والے مسلمان ہی ہیں نہ کہ غیر مسلمین۔

(تفسیر خازن: ۱/ ۵۹۶ فرید بک سٹال لاہور)

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ہر طرف بہاراں نے ہر طرف اجالے نے
دنیا نوں وسا چھڈیا مرے کملی والے نے

دن حشر دے ڈھک لینا ہر مجرم و عاصی نوں
سرکار مدینہ دی رحمت دے دوشالے نے

گر حضور نہ ہوتے...... تو کچھ بھی نہ ہوتا

اس کائنات میں جو کچھ بھی جس کو بھی ملا ہے حضور کی ولادت کا صدقہ ملا ہے۔

حضور کی ولادت کا صدقہ یہ صورت ملی ہے
حضور کی ولادت کا صدقہ یہ سیرت ملی ہے
[illegible] یہ قوت ملی ہے
[illegible] یہ [illegible] ملی ہے
[illegible] یہ [illegible] ملی ہے

حضور کی ولادت کا صدقہ	یہ جلوت ملی ہے
حضور کی ولادت کا صدقہ	یہ طاقت ملی ہے
حضور کی ولادت کا صدقہ	یہ نزاکت ملی ہے

حضور کی ولادت نہ ہوتی......تو کچھ نہ ہوتا

مفسر نہ ہوتے	تفسیر نہ ہوتی
محدث نہ ہوتے	حدیث نہ ہوتی
مقرر نہ ہوتے	تقریر نہ ہوتی
محرر نہ ہوتے	تحریر نہ ہوتی
مدبر نہ ہوتے	تدبیر نہ ہوتی
معمار نہ ہوتے	تعمیر نہ ہوتی
حسن نہ ہوتا	جمال نہ ہوتا
ہنر نہ ہوتا	کمال نہ ہوتا
عزت نہ ہوتی	وقار نہ ہوتا
سیرت نہ ہوتی	کردار نہ ہوتا

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: اَوْحَی اللّٰہُ اِلٰی عِیْسٰی عَلَیْہِ السَّلَامُ یَا عِیْسٰی آمِنْ بِمُحَمَّدٍ وَاْمُرْ مَنْ اَدْرَکَہٗ مِنْ اُمَّتِکَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا بِہٖ فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ اٰدَمَ وَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَا خَلَقْتُ الْجَنَّۃَ وَلَا النَّارَ۔ وَلَقَدْ خَلَقْتُ الْعَرْشَ عَلَی الْمَآءِ فَاضْطَرَبَ فَکَتَبْتُ عَلَیْہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ فَسَکَنَ.

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ [illegible] تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ [illegible] اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آؤ اور اپنی امت [illegible]

پائے تو (ضرور) ان پر ایمان لائے (جان لو!) اگر محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں آدم (علیہ السلام) کو بھی پیدا نہ کرتا۔ اور اگر محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ ہوتے تو میں نہ جنت پیدا کرتا اور نہ دوزخ جب میں نے پانی پر عرش بنایا تو اس میں لرزش پیدا ہو گئی۔ لہٰذا میں نے اس پر لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھ دیا تو وہ ٹھہر گیا۔"

(مستدرک حاکم: ۲/۶۷۱، الرقم: ۴۲۲۷)

اسی لیے تو ہم کہتے ہیں۔

ـ توں ایں میرا مان تے تران سوہنیا
تیرے نال وسدا جہان سوہنیا

اچی تیری ساریاں توں شان سوہنیا
ساریاں بہاراں دی توں جان سوہنیا

تیری ہر گل ہے قرآن سوہنیا
پھل پھل تیرا مدح خوان سوہنیا

خوشی ہے...... سرکار کے تشریف لانے کی

ـ سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ
سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ

لکھ شکر خدا دا نبیاں دے سردار دی آمد ہو گئی اے
آ ویکھ اج نظر گزار لیئے دلدار دی آمد ہو گئی اے

[illegible] روشنائی اے، جیں چڑھیا آمنہ مائی دا
[illegible] دی علیمہ دائی دا
[illegible] سوہنے نبیاں دی آمد ہو گئی اے
[illegible] سبحان اللہ سبحان اللہ

رکھ کفر شرک دے سک گئے نے ہتھ ظلم دے پیر تے رک گئے نے
اج آمنہ پاک دا چن چڑھیا سب فلک دے تارے جھک گئے نے
سب مک گئے ہنیرے دنیا چوں انوار دی آمد ہو گئی اے
سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ

بھلیاں نوں منزل مل جانی، ہر اک دی بیڑی تر جانی
اج ہے میلاد محمد دا، ہر اک دی جھولی بھر جانی
سر ادبوں نیویں کر لینا، سرکار دی آمد ہو گئی اے
سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ

رحمت دیاں کنیاں ورھیاں نے، خوشیاں دا گلشن کھل جانا
اج صائم منگنوں نہ مڑنا اج جو منگناں سو مل جانا
اج دنیا وچ دو عالم دے مختار دی آمد ہو گئی اے
سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ سبحان اللہ

آمد رسول پر...... حضرت عبد المطلب کی خوشی

ولادت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے دادا کی خدمت میں پوتے کی خوشخبری بجھوائی۔ دادا عبد المطلب خوشی سے پھولے نہ سمائے ...... پوتے کو گود میں لیا...... خانہ کعبہ پہنچے...... اور دنیا کے مسعود ترین نومولود کی فلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی...... اس کا شکر ادا کیا...... بڑی محبت سے "محمد" نام تجویز کیا آپ کے اور بھی بہت سے نام ہیں جن میں "احمد" زیادہ مشہور ہے۔

حدیث شریف میں عاقب (سب سے پیچھے آنے والا) [illegible] پر مخلوق کو حشر میں اکٹھا کیا جائے گا)، [illegible] آئے ہیں کہ جن کے بعد [illegible]
[illegible]

سے زیادہ تعریف کیا گیا۔" (البدایہ والنہایہ:۲/۲۶۶-۲۶۷)

شاعر اسلام سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کیا خوب کہا ہے۔

وَشَقَّ لَهٗ مِنْ اِسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ
فَذُوالْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٌ

"اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت بڑھانے کے لیے ان کا نام اپنے نام سے نکالا۔ چنانچہ عرش والا "محمود" ہے تو پیغمبر "محمد" ہے۔

(البدایہ والنہایہ:۲/۲۷۹، سبل الہدیٰ والرشاد:۱/۴۰۸)

عربوں کے ہاں حرب، صخر، حمزہ، طلحہ جیسے نام مشہور تھے، مگر یہ اللہ کی قدرت اس کی شان اور اسی کی مرضی تھی کہ آپ کا نام مبارک "محمد صلی اللہ علیہ وسلم" رکھا گیا۔

اور بلاشبہ اس کائنات میں جتنی تعریف اور جتنا چرچا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بے مثل محاسن کا ہوا ہے اتنا کسی اور بشر کا نہیں ہوا۔

خانہ کعبہ کے سائے تلے عبدالمطلب کے لیے ایک قالین کا ٹکڑا بچھا دیا جاتا تھا...... جس پر احتراماً ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں بیٹھتا تھا...... ایک دن چھوٹی سی عمر میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آ کر قالین پر بیٹھ گئے سردار عبدالمطلب کی اولاد نے اٹھانا چاہا۔ انہوں نے انکار کر دیا...... دوبارہ بیٹھ گئے...... انہوں نے پھر منع کیا...... شدت اختیار کی...... ادھر عبدالمطلب نے دیکھ لیا...... اولاد کو منع کیا کہ اس مبارک بچے کو نہ اٹھاؤ۔

(البدایہ والنہایہ:۲/۲۹۴)

اور بے اختیار کہنے لگے:

[illegible]
اِنَّ ابْنِیْ هٰذَا [illegible]

[illegible] ان کی عظمت کے اسباب میں [illegible]

[illegible]

حضور آئے تو رحمت کی برکھا آ گئی
حضور آئے تو نور کے بادل چھا گئے
حضور آئے تو دور دور تک رحمت کی بارش ہونے لگی
حضور آئے تو چاندنی بٹنے لگی
حضور آئے تو حد نظر تک نور کی چادر تن گئی
حضور آئے تو تاریکیاں چھٹ گئیں
حضور آئے تو روشنیاں بکھر گئیں

ہر طرف سے مبارکبادیں آ رہی ہیں...... ہر جگہ جشن منائے جا رہے ہیں گویا کہا جا رہا ہے۔

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ، کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ، صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

ہوں درود تجھ پہ بھی آمنہ تیرے چاند پر بھی سلام ہے
تیری گود کتنی عظیم ہے ملا جس کو ماہ تمام ہے

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ، کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ، صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

جو رہا تھا عرش بریں پر وہی چاند اترا زمیں پر
ہاں حلیمہ تجھ کو مبارکیں یہی انبیاء کا امام ہے

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ، کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ، صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

جہان سارا...... سجدا گیا

لالہ و گل کی مہک ..... سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible]
غنچہ تر کی چٹک ..... سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے [illegible]

چاندتاروں کی چمک سرکارصلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ہے
گوہرجاں کی دمک سرکارصلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے سے ہے

؎ محمد مصطفیٰ آئے فضاواں مسکرا پیاں
گھٹاواں نور برساون ہواواں مسکرا پیاں

آتش کدہ بجھ گیا

محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

میلاد کی رات (آتش کدہ) ایران کی آگ بجھ گئی جوایک ہزار برس سے برابرروشن تھا......کسریٰ (شاہ ایران) کا محل پھٹ گیا اوراس کے کنگرے بکھر گئے......جن میں سے چودہ (زمین پر) آپڑے......بحیرہ ساوہ طبریہ خشک ہوگیا...... جادواور کہانت کی قوت ٹوٹ گئی......آسمان پر پہرہ لگ گیا......اورشیطانوں کو (فرشتوں کی) باتیں سننے سے روک دیا گیا (اب وہ آسمان کے قریب بھی نہیں ٹھہر سکتے) دنیا کے تمام بت اوندھے منہ گر گئے......صرف حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم (کے میلادشریف) کے احترام میں خدا کے (سب سے بڑے) دشمن شیطان کا تخت بھی الٹا ہوگیا۔(مولدالعروس:۳۰)

جب میرے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تو

سمندروں کو	طغیانی نصیب ہوگئی
دریاؤں کو	روانی نصیب ہوگئی
صدف کو	زینت نصیب ہوگئی
الماس کو	قدرنصیب ہوگئی
عورت کو	افضل واعلیٰ مقام نصیب ہوگیا
[illegible]	مکرمہ کا نام نصیب ہوگیا
[illegible]	علم نصیب ہوگیا
[illegible]	[illegible] نصیب ہوگیا

روحوں کو — طہارت نصیب ہوگئی

جسموں کو — پاکیزگی نصیب ہوگئی

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوئی تو

جو ذرہ تھا — وہ آفتاب بن کر چمکنے لگا

جو قطرہ تھا — وہ دریا بن گیا

جو کانٹا تھا — وہ پھول بن گیا

جو رہزن تھا — وہ رہبر بن گیا

جو جاہل تھا — وہ امام بن گیا

جو اعرابی تھا — وہ صحابی بن گیا

شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

کس نے ذروں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو بلایا اور دریا کر دیا

زندہ ہو جاتے ہیں جو مرتے ہیں تیرے نام پر
اللہ اللہ موت کو کس نے مسیحا کر دیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا در یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

توحید و رسالت کی گواہی

پوری کائنات میں اس وقت خدا کے بعد کوئی ایسی ہستی نہیں جس کی اتنی تعریف کی جائے جتنی کہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے...... میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے بعد کوئی ایسی ہستی نہیں جس کی قبر پر ہر وقت خدا کی [illegible] حاضر ہوتے رہتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ نوری بھی صفیں باندھ کر سلام [illegible] جب سے یہ کائنات [illegible] ہے اس وقت سے [illegible]

گواہ ہے کہ جو کمالات آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے سبب رونما ہوئے ایسے کمال اولین و سابقین میں سے کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے اور نہ بعد میں حاصل ہوئے...... کیونکہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بلند شان کی دلیلیں تھیں کہ درخت چلنے لگے...... بت منہ کے بل گرنے لگے...... ہوائیں اور فضائیں رقص کرنے لگیں...... سراج منیر صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام جہاں بھر کے چراغ بجھ گئے...... اور نور اول کے چرچے اور ترانے ہر سو ہونے لگے...... بیت اللہ جس کے سامنے انسانیت جھکتی ہے وہ کعبہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کے در اقدس کی طرف جھکنے لگا۔

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں کمالات محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عالم تھا کہ

☆...... چاند چہرۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے چہرہ چھپانے لگا۔

☆...... سورج سامنا کرتے ہوئے ادباً شرمانے لگا۔

☆...... صبح کی سفیدی نورانی شعاعوں سے شفاف ہونے لگی۔

☆...... پھولوں کا حسن، حسن سرکار صلی اللہ علیہ وسلم سے سرخی لے کر حسن و جمال سے مزین ہونے لگا۔

اور زمانے بھر کو یہ درس دیا گیا کہ

نگاہیں رہ میں بچھا دو کہ آپ آئے ہیں
دلوں کو فرش بنا دو کہ آپ آئے ہیں

جمان کعبہ ولادت کا سن کے بول اٹھے
سر نیاز جھکا دو کہ آپ آئے ہیں

[illegible] یوں بولے
[illegible] کہ آپ آئے ہیں

[illegible] آپ نے سب سے پہلے بارگاہ الوہیت میں سجدہ [illegible] رضی اللہ عنہا [illegible] روایت کے حوالے سے گزرا)

اور آپ کی شہادت کی دونوں انگلیاں آسمان کی طرف اٹھی ہوئی تھیں اور باقی سب انگلیاں بند تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی حضرت صفیہ بنت عبدالمطلب رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے سے سر اٹھا کر بزبان فصیح فرمایا:

لَآ اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

ترجمہ: اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، میں اللہ کا رسول ہوں۔

اور بعض روایات میں حالت سجدہ میں امت کے لیے بخشش کی دعا بھی منقول ہے۔

اسی لیے مجدد ملت فاضل بریلوی فرماتے ہیں:

پہلے سجدے پہ روز ازل سے درود
یادگاری امت پہ لاکھوں سلام

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے

جسم تھے	احساس نہ تھا
عام تھے	خاص نہ تھے
زمین تھی	سبزہ نہ تھا
ستارے تھے	چمک نہ تھی
پھول تھے	مہک نہ تھی
ہوس تھی	محبت نہ تھی
شرمندگی تھی	بندگی نہ تھی
زندگی تھی	[illegible]
ظلم تھا	[illegible]
جہالت تھی	[illegible]

پھر حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوئی......اور کوئی پکارنے والا پکار اٹھا کہ:

مبارک ہو — مبارک ہو
غمگسار آ گئے — تاجدار آ گئے
رہنما آ گئے — دلربا آ گئے
رحمتِ عالم آ گئے — عظمتِ آدم آ گئے
چارہ گر آ گئے — ساقیٔ کوثر آ گئے

پھر کیا ہوا؟
پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کے بعد

کلیاں — چٹخنے لگیں
پھول — مہکنے لگے
غنچے — کھلنے لگے
چاند — مسکرانے لگا
ستارے — دمکنے لگے

ہر طرف نور پھیل گیا۔

رات — ڈھلنے لگی
بات — بننے لگی
انسانیت — جاگنے لگا
شیطان — بھاگنے لگا
[illegible] — مسکرانے لگے
[illegible] — [illegible] لگا

[illegible]

کہاں سے	اتنے نور آگئے
کہاں سے	اتنے سرور آگئے
ہر ایک کی	پکار تھی
حضور آگئے	حضور آگئے

شرک کا قلع قمع ہوگیا

توحید کی تکمیل و غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ شرک کا قلع قمع کیا جائے اور یہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا بنیادی تقاضا تھا، چنانچہ ولادت باسعادت کے موقع پر اس کا اظہار کئی طریقوں سے ہوا۔ مثلاً

☆...... حضرت عبدالمطلب فرماتے ہیں (اس شب میلاد میں) تمام بت جو کعبہ اور اس کے اردگرد نصب کئے ہوئے تھے، اوندھے گر گئے۔ جبکہ سب سے پہلے بڑا بت جس کا نام ہبل تھا۔ منہ کے بل گرا تو اس کے اندر سے آواز آئی خبردار نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے ہیں اور ان کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہوگئے۔

☆...... فارس کا آتش کدہ جو ہزار سال سے روشن تھا جس کی پرستش ایران کے مجوسی کیا کرتے تھے۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا میں تشریف لاتے ہی بجھ گیا۔

☆...... بحیرہ ساوہ ہمدان درے کے عین وسط میں واقع تھا۔ اس میں کشتیاں چلتی تھیں بت خانے اور معبد تھے۔ یہ بھی اس وقت یکدم خشک ہوگیا۔

☆...... وادی سماوہ ایک ہزار سال سے خشک تھی، یکایک بہنے لگی (یہ بھی اہل شرک کی آماجگاہ تھی)

اور ہر طرف سے یہی صدا تھی۔

ع سوہنا آیا تے جہاں سارا سج گیا

مکھڑا تکے دی گئی انھیری رت ہار گیا

آیا آمنہ دا لال لیکے رحمتاں نوں نال
بوہا کافراں دے کفر والا وج دا گیا

لایا منکراں نے زور پایا جہاں بوہتا شور
اوہدے نام دا نقارہ ہور وج دا گیا

قابل قدر بہنو!......ذرا غور کرو۔

بت خانے سے نکالا کس نے؟	میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
جہالت سے نکالا کس نے؟	میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
قرآن سکھایا کس نے؟	میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
روشنی دکھائی کس نے؟	میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اندھیرے سے نکالا کس نے؟	میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
ہدایت سے نوازا کس نے؟	میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
سیدھا راستہ دکھایا کس نے؟	میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
شرک کو مٹایا کس نے؟	میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
دشمنوں کو ملایا کس نے؟	میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
جینے کا طریقہ بتایا کس نے؟	میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے
اللہ سے ملایا کس نے؟	میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

سب کو سجاؤ سنوارو......حضور آگئے ہیں

پیاری بہنو!

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت سے بڑھ کر خوشی منانے کا کوئی دوسرا موقع نہیں اور کوئی خوشی اس طرح منانے کا حکم نہیں دیا گیا......آپ خوشیاں منائیں...... چراغاں کریں...... جھنڈیاں لگائیں...... گھر سجائیں...... مکان وگلیاں سجائیں...... جھنڈا لگائیں...... مساجد و مقابر کو سجائیں...... مسلمانوں کو کھانا کھلائیں......

غیر مسلموں کو کھانا کھلائیں...... حیوانوں و پرندوں کو کھلائیں...... محتاجوں کو لباس پہنائیں...... روپیہ پیسہ دیں...... غریبوں کی دل کھول کر مدد کریں...... خوشی کا ایسا مظاہرہ کریں جس کی کوئی نظیر نہ ہو...... قرآنی آیات کے حوالہ جات بیان کریں...... خانہ کعبہ...... مسجد حرام...... مسجد اقصیٰ...... مسجد نبوی...... گنبد خضریٰ...... جس کے چاہیں فوٹو بنائیں...... ماڈل بنائیں...... آبشاریں بنائیں...... پہاڑ بنائیں...... چراغاں کریں...... سخاوت کریں۔

کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

''فرما دیجئے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ اس (سارے مال و دولت) سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔'' (پ:۱۱، یونس:۵۸)

اب جس کو اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتماد ہے...... قرآن وحدیث پر اعتماد ہے...... وہ تو ہر جائز طریقہ سے خوشیاں مناتا ہے...... صدقہ و خیرات کرتا ہے...... مال خرچ کرتا ہے...... وقت صرف کرتا ہے...... دلچسپی لیتا ہے۔ اور جسے شیطان پر اعتماد ہے وہ الگ تھلگ رہے بلکہ شیطان کی طرح ماتم کرے۔

ہم تو صرف اتنا کہتے ہیں کہ

میلاد کی محفل کو عشاق سجاتے ہیں
آتے ہیں وہی جن کو سرکار بلاتے ہیں
اللہ کی سنت ہے ان کا یہ عمل صائم
جو سرور عالم کی محفل کو سجاتے ہیں

جن کا صدیوں سے انتظار تھا...... وہ ماہ مبین آ گیا

آسمان جھک گیا لامکاں جھک گیا
لامکاں کا زمیں پر مکین آ گیا
دونوں عالم چمکنے دمکنے لگے
کُنتُ کنزًا کا در ثمین آ گیا
نور میں سارے عالم کو ڈھالا گیا
ہر زماں ہر مکاں کو اجالا گیا
جس کی ثانی سی دنیا میں ثانی نہیں
وہ محمد وہ عربی حسین آ گیا
دونوں عالم کی قسمت سنواری گئی
آج دنیا پہ جنت اتاری گئی
جس سے روشن ہوئے یہ دونوں جہاں
دنیا میں وہ ماہ مبین آ گیا
جس کے جلووں سے سب کچھ بنایا گیا
جس کی خاطر زمانہ سجایا گیا
جس کو صائم امانت تھی سونپی گئی
وہ خدا کا پیارا امین آ گیا

خوشی منانے کا انداز

ہر کوئی اپنے اپنے انداز سے خوشیاں مناتا ہے۔
کوئی جھنڈیاں لگا کر خوشیاں مناتا ہے
کوئی لائٹنگ کر کے خوشیاں مناتا ہے

کوئی گھروں کو سجا کر خوشیاں مناتا ہے
کوئی محلوں کو سجا کر خوشیاں مناتا ہے
کوئی جلوس کو سجا کر خوشیاں مناتا ہے
کوئی کھانا تقسیم کر کے خوشیاں مناتا ہے
کوئی شربت تقسیم کر کے خوشیاں مناتا ہے
کوئی شیرینی تقسیم کر کے خوشیاں مناتا ہے
کوئی دف بجا کر خوشیاں مناتا ہے
کوئی میلاد کی محفل سجا کر خوشیاں مناتا ہے
طریقہ بدل جاتا ہے مگر بات ایک ہی رہتی ہے
اور ہر کوئی یہی کہتا ہے۔

؎ دل شاد تے گھر اپنا توں آباد کری جا
گھر اپنے چ سرکار دا میلاد کری جا

رب آکھے میں کمل یار نوں احسان ہے کیتا
مومن ایں تے احسان خدا یاد کری جا

تینوں کیہ پریشان کوئی ہندا تے ہووے
سن نعت نبی اپنا توں دل شاد کری جا

جے چاہویں کہ امداد ملے اللہ دی تینوں
سرکار دے عشاق دی امداد کری جا

تاریخ ولادت

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم میلاد دوشنبہ (سوموار) کا دن تھا۔

اس پر بھی علماء امت کا تقریباً اتفاق ہے کہ ربیع الاول کا بابرکت مہینہ تھا۔ اس

بارے میں علماء محققین کی آراء درج ذیل ہے۔

ا......امام ابن جریر طبری، جو فقید المثال مفسر، بالغ نظر مؤرخ بھی ہیں وہ اس بارے میں لکھتے ہیں۔

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ عَامَ الْفِيْلِ لِاثْنَتَيْ عَشَرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ ۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سوموار کے دن ربیع الاول شریف کی بارھویں تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی۔" (تاریخ طبری:۲/۱۲۵)

۲......مشہور سیرت نگار علامہ ابن ہشام (متوفی ۲۱۳ھ) عالم اسلام کے سب سے پہلے سیرت نگار امام محمد بن اسحاق اپنی "السیرۃ النبوۃ" میں رقمطراز ہیں۔

وُلِدَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاثْنَتَيْ عَشَرَةَ لَيْلَةً خَلَتْ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ عَامَ الْفِيْلِ ۔

"رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوموار بارہ ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔" (السیرۃ النبویہ لابن ہشام:۱۷۱)

۳......علامہ محمد رضا جو قاہرہ یونیورسٹی کی لائبریری کے امین تھے۔ انہوں نے اپنی کتاب محمد رسول اللہ میں لکھا ہے۔

وُلِدَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ فَجْرِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ لِاثْنَتَيْ عَشَرَةَ لَيْلَةً مَضَتْ مِنْ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ عِشْرِيْنَ اَغُسْطُسْ ۵۷۰ م وَاَهْلُ مَكَّةَ يَزُوْرُوْنَ مَوْضِعَ مَوْلِدِهٖ فِيْ هٰذَا الْوَقْتِ

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوموار کے دن فجر کے وقت ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو بمطابق بیس اگست ۵۷۰ عیسوی پیدا ہوئے اہل مکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ولادت کی زیارت کے لیے اسی تاریخ کو جایا کرتے ہیں۔" (محمد رسول اللہ/ ۱۰)

۴......نواب صدیق حسن بھوپالی غیر مقلد ''الشمامۃ العنبریہ'' صفحہ ۷۔

۵......عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی ''مختصر سیرۃ الرسول''۔

۶......مفتی محمد شفیع سابق مفتی دارالعلوم دیوبند ''سیرت خاتم الانبیاء'' صفحہ:۲۲۔

۷......محمد صادق سیالکوٹی غیر مقلد ''سیدالکونین'' صفحہ:۵۹۔

۸......عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی ''تاریخ اسلام'' صفحہ:۳۵۔

۹......پیر محمد کرم شاہ الازہری ''ضیاء النبی'' ۲/۳۳۔

ان تمام کتابوں میں ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار عام الفیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت لکھی ہے۔

ان تمام علماء کرام نے ۱۲ ربیع الاول ولادت اس بنیاد پر لکھی ہے جو حاضر خدمت ہے۔

امام بخاری و امام مسلم کے استاد حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت فرمایا کہ

عَنْ عَفَّانَ عَنْ سَعِيْدِ بْنِ مِيْنَاءَ عَنْ جَابِرٍ وَابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهُمَا قَالَا وُلِدَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَامَ الْفِيْلِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ الثَّانِيْ عَشَرَ مِنْ شَهْرِ رَبِيْعِ الْاَوَّلِ

''حضرت جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفیل سوموار کے دن ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔'' (مصنف ابن ابی شیبہ، ضیاء النبی: ۲/۲۷، سیرت ابن کثیر: ۱/۱۹۹، بلوغ الامانی شرح فتح الربانی: ۲/۱۸۹، البدایہ والنہایہ: ۲/۲۶۰)

وصال شریف

تمام امت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال مبارک سوموار کو ہوا۔ مگر وصال شریف کی تاریخ میں اختلاف ہے۔

۱......مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب ''نشر الطیب'' صفحہ ۲۴۱ کے حاشیہ میں لکھا ہے ''بارھویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیونکہ اس سال ذوالحجہ کی نویں جمعہ کو تھی اور وفات دوشنبہ ثابت ہے۔ پس جمعہ کو نویں ذوالحجہ ہو کر بارہ ربیع الاول دوشنبہ کو کسی بھی طرح نہیں ہو سکتی۔''

۲......حضرت علامہ الامام السہیلی متوفی ۵۸۱ھ نے یہی قانون اپنی مشہور کتاب ''الروض الانف'' ۲/۲۷۳ مطبوعہ ملتان میں پیش فرمایا ہے۔

۳...... یہ قانون حضرت علامہ امام شمس الدین الذہبی نے ''السیرۃ النبویہ'' صفحہ ۳۹۹، صفحہ ۴۰۰ میں پیش کیا ہے۔

۴......یہی قانون وقاعدہ امام ابن کثیر نے ''البدایہ والنہایہ'' جلد ۵، صفحہ ۲۰۶ طبع بیروت میں لکھا ہے۔

۵......یہی قانون امام علی بن برہان الدین الحلبی نے ''سیرت حلبیہ'' جلد ۳، صفحہ ۴۷۲ میں لکھا ہے۔

۶......یہی قانون امام شافعی نے اپنی کتاب ''مراق الجناق'' میں لکھا ہے۔

۷......یہی قانون امام ابن رجب حنبلی دمشقی نے اپنی کتاب ''لطائف والمعارف'' میں نقل کیا ہے۔

لہٰذا محدثین و مورخین کے نزدیک بارہ ربیع الاول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کا دن نہیں ہے۔

لہٰذا جو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اہل سنت و جماعت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یوم وصال پر خوشی مناتے ہیں ان کا اعتراض کوئی وزن نہیں رکھتا۔

☆☆☆

بچپن مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ○ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعُلٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ ○ شَمْسِ الضُّحٰی ○ بَدْرِ الدُّجٰی ○ صَدْرِ الْعُلٰی ○ نُوْرِ الْھُدٰی ○ کَھْفِ الْوَرٰی ○ دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ ○ مَنْبَعِ الْجُوْدِ وَالْعَطَآءِ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ

کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ذکر کر سوہنے محبوب من ٹھار دا!
کملیا غم تیرے توں پرے رہن گے
کردا رہ توں سدا مصطفیٰ مصطفیٰ!
ایس ناں نال سینے ٹھرے رہن گے

پھل درروداں دے سوہنے توں رہیں واردا
نام جپ دا رویں سوہنی سرکار دا
بن کے منگتا رویں اوہدے دربار دا
منگتیا تیرے کاسے بھرے رہن گے

ایہناں ساہنواں دا کی اے وساہ دوستا
مل کے بہہ جا مدینے دا راہ دوستا
اوہدیاں یاداں نوں جہناں نے گل لالیا
اوہ تے دوہیں جہانیں کھرے رہن گے

جھوٹھیاں سنگتاں توڑ کے ساریاں
لا لے نبی نال توں یاریاں!
کر لے ولیاں دے بیڑے تے اسواریاں
موجاں وچ دی ایہہ بیڑے ترے رہن گے

گل سوہنے سلایا اے صدیق نوں
یار اپنا بنایا اے صدیق نوں
زندہ رہے گا نام صدیق دا
[illegible] دشمن ہمیشہ مرے رہن گے

ابتدائیہ

صدیاں بیت گئیں......زمانے بدل گئے......وقت ہے کہ گزرتا جا رہا ہے......پانی ہے کہ بہتا جا رہا ہے......پھول کھلتے جا رہے ہیں......باغ مہکتے جا رہے ہیں......آنے والے آ رہے ہیں......جانے والے جا رہے ہیں......وہ آئے ہیں نہ جانے کے لیے......ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رہنے کے لیے......وہ ہم سے اوجھل ہیں......آنکھوں والوں سے اوجھل نہیں......وہ کسی کے من میں ہیں......اور کسی کے درمیان!

ان سے محبت کرنے والے......ان کی اداؤں پر مر مٹنے والے......ان کے نام پر جان فدا کرنے والے ہر زمانے میں رہے ہیں۔

ان سے محبت کرنا	ان کی شان بیان کرنا ہے
ان کی اداؤں پر مر مٹنا	ان کی شان بیان کرنا ہے
ان کے نام پر جان فدا کرنا	ان کی شان بیان کرنا ہے

ان کے وفا شعاروں اور جانثاروں کا رنگ ہی جدا ہے۔

اللہ کے حبیب، حبیب لبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان لکھنے والے...... کہنے والے...... سننے والے...... پڑھنے والے ہر دور میں رہے ہیں......ان کے ذکر واذکار سے کوئی زمانہ خالی نہ رہا اور نہ رہے گا...... ہر زمانے کے ماتھے ان کی مدحت کا سہرا رہا ہے......شان بیان کرنے والے اپنے اپنے رنگ میں ان کی شان بیان کرتے آئے ہیں......ہر ایک کا رنگ جدا، انداز جدا ہوتا ہے......ہر کوئی اپنے اچھے پیار کا رنگ جما رہا ہے......ہر کوئی اپنی نسبت پر اترا رہا ہے، اٹھلا رہا ہے......کوئی سفر میں ہے......کوئی منزل پہ ہے......کوئی پانے کو ترس رہا ہے......کوئی پا کے تڑپ رہا ہے

جیہڑے محرم راز حقیقت دے، اوہ راز حقیقت کھول رہے نئیں
جنہاں ویکھیا تینوں اوہ بولدے نئیں، جنہاں ویکھیا اوہ بول رہے نئیں

اک روح رواں ہے جس کے دم قدم سے سب رونق ہے...... یہ سب اسی حسن کے جلوے ہیں۔

؎ تو کائنات حسن ہے یا حسن کائنات

اللہ کریم کے محبوب اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کتنی عظیم الشان ہے کہ جسے انہوں نے بھی بیان کیا (یعنی اعتراف کیا) جنہیں آپ کے دامن سے وابستہ ہونے کی توفیق نہ ہوئی...... ورنہ سرچشمہ حسن وکمال اللہ کریم کی ذات تو شان محبوب کریم بیان کر رہی ہے۔

؎ حسن تیرا سا نہ دیکھا نہ سنا
کہتے ہیں اگلے زمانے والے

دنیا جہاں کے تمام درخت قلم ہو جائیں اور سارے سمندروں کا پانی روشنائی ہو جائے آپ کے اوصاف حمیدہ...... اخلاق حسنہ...... اور سیرت ذیشان کا حق تب بھی ادا نہ ہو پائے۔

جس طرح حضور کا اخلاق	اعلیٰ ہے
جس طرح حضور کے اوصاف	اعلیٰ ہے
جس طرح حضور کی سیرت	اعلیٰ ہے
جس طرح حضور کی نبوت	اعلیٰ ہے
جس طرح حضور کی جوانی	اعلیٰ ہے
جس طرح حضور کی پیدائش	اعلیٰ ہے
اسی طرح حضور کا بچپن بھی	اعلیٰ ہے

کیا خوب کہا ہے امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے

؎ اللہ اللہ وہ بچپنے کی پھبن
اس خدا بھاتی صورت پہ لاکھوں سلام
بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود
پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

☆☆☆

رضاعت

سب سے پہلے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے نور نظر اور لخت جگر کو دودھ پلایا پھر یہ شرف ثویبہ کو نصیب ہوا۔ ثویبہ ابولہب کی کنیز تھی اس نے ہی سب سے پہلے ابولہب کو حضور کی ولادت کا مژدہ سنایا اور اس نے اپنے متوفی بھائی حضرت عبداللہ کے ہاں بیٹے کی پیدائش کی خوشی میں اسے آزاد کر دیا۔ اپنے بھتیجے کی پیدائش پر اس نے جو اظہار مسرت کیا اس کا صلہ چودہ صدیوں سے اسے مل رہا ہے۔ ہر سوموار کو اس ابدی جہنمی کو ٹھنڈا پانی بھی پینے کو مل جاتا ہے اور اس کے عذاب میں بھی اس روز کچھ تخفیف کر دی جاتی ہے اور تا روز حشر ایسا ہوتا رہے گا۔

ثویبہ کے علاوہ اور متعدد خواتین نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دودھ پلانے کی سعادت حاصل کی۔ خولہ بنت منذر، ام ایمن، حلیمہ سعدیہ اور بنی سعد کی ایک اور خاتون ان کے علاوہ ہیں لیکن سب سے زیادہ یہ شرف حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے حصہ میں آیا۔ انہوں نے لگا تار دو سال تک یہ خدمت انجام دی۔

(ضیاء النبی: ۲/۶۳-۶۵ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

حضرت عبدالمطلب ..... مرضعہ کی تلاش میں

قریش اور دیگر رؤسا عرب کے ہاں یہ رواج تھا کہ وہ اپنے بچوں کو دودھ پلانے والیوں کے حوالے کرتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب بھی ایسی مرضعہ کی تلاش میں تھے تاکہ وہ اپنے جلیل القدر پوتے کو اس کے حوالے کر سکیں..... صحرا کی کھلی فضا اور پاکیزہ ہوا میں وہ اس کی پرورش بھی کرے اور جو ہر فصاحت کو بھی آب و تاب بخشے۔ اس [illegible]

بنی سعد کی چند خواتین بچے لینے کی غرض سے مکہ آئیں۔ بنی سعد کا قبیلہ بنی ہوازن کی ایک شاخ تھا جو اپنی عربیت اور فصاحت میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ ان خواتین میں حلیمہ سعدیہ بھی تھیں جو اپنے خاوند حارث بن عبدالعزی کے ساتھ اس مقصد کے لیے مکہ آئی تھیں۔

حضرت حلیمہ اپنا حال......سناتی ہیں

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا اپنا حال خود سناتی ہیں۔ فرماتی ہیں یہ سال قحط اور خشک سالی کا سال تھا۔ ہمارے پاس کچھ باقی نہ رہا تھا جس پر گزر اوقات کر سکیں میں ایک سبزی مائل رنگ والی گدھی پر سوار ہو کر اپنے قافلے کے ساتھ مکہ شریف آئی۔ ہمارے ساتھ ایک بوڑھی اونٹنی بھی تھی۔ جس کی کھیری میں دودھ کا ایک قطرہ تک نہ تھا۔ میرے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔ میرا بچہ بھوک کی وجہ سے ساری ساری رات روتا رہتا اور ہمیں ایک پل کے لیے بھی سونا نصیب نہ ہوتا نہ میری چھاتیوں میں اتنا دودھ تھا جس سے وہ سیر ہو سکے۔ اور نہ ہماری اونٹنی کی کھیری میں دودھ تھا جو ہم اس کو پلا سکتے۔ ہم اس امید پر جی رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ احسان فرمائے گا بارش برسے گی اور خوشحالی کا زمانہ پھر لوٹ آئے گا۔ (مواہب اللدنیہ (اردو) ۱/۱۰۳، ۱۰۴، ضیاء النبی ۲/۶۶، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

حضرت حلیمہ......مکہ کی طرف روانہ ہوتی ہیں

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں جب گدھی پر سوار ہو کر قافلے کے ساتھ روانہ ہوئی تو وہ مارے بھوک کے قدم بھی نہیں اٹھا سکتی تھی۔ اس کی وجہ سے سارا قافلہ مصیبت میں تھا۔ نہ ہمیں چھوڑ کر وہ آگے جا سکتے تھے اور نہ ہی لاغر گدھی چلنے کا نام لیتی تھی بڑی مشکل سے ہم مکہ پہنچے اور سب نے بچے تلاش کرنے کے لیے گھر گھر چکر لگانے شروع کر دیے۔ بنی سعد کی عورتیں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے نونہال کے پاس بھی گئیں لیکن جب انہیں پتہ چلا کہ یہ یتیم ہے تو وہ واپس لوٹ آئیں یہ خیال کرتے ہوئے کہ اس کا

باپ تو ہے نہیں جو ہماری خدمات پر ہمیں انعام واکرام سے مالا مال کر دے۔ بیوہ ماں اور بوڑھا دادا ہماری کیا خدمت کرے گا چند دنوں میں ہر عورت کو بچہ مل گیا۔ ایک میں تھی جس کی گود خالی تھی۔ میری غربت، تنگدستی اور خستہ حالی کو دیکھ کر کوئی خاندان مجھے اپنا بچہ دینے کے لیے آمادہ نہ ہوا۔ آخر میں نے اپنے خاوند کو کہا کہ خدا کی قسم! مجھے یہ پسند نہیں کہ ان کے ساتھ جاؤں اور میرے پاس دودھ پینے والا بچہ نہ ہو۔ خدا کی قسم! میں اس بچے کے پاس ضرور جاؤں گی جسے انہوں نے نہیں لیا۔ تو میرے شوہر نے کہا: اس میں کچھ حرج نہیں۔ ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے ہمارے لیے باعث برکت بنادے۔ پس میں گئی اور اس بچے کو لے لیا۔ (ضیاء النبی: ۲/۷۶، سیرت نبویہ از مکی، ص: ۲۴۰)

حضرت حلیمہ کی...... حضرت عبدالمطلب سے ملاقات

ایک روایت میں ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ جب میں مکہ پہنچی تو مجھے حضرت عبدالمطلب ملے انہوں نے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا میں بنی سعد کی ایک خاتون ہوں۔ انہوں نے نام پوچھا تو میں نے بتایا حلیمہ۔ یہ سن کر حضرت عبدالمطلب فرط مسرت سے مسکرانے لگے اور فرمایا:

بَخٍ بَخٍ سَعْدٌ وَّحِلْمٌ خَصْلَتَانِ فَهُمَا خَيْرُ الدَّهْرِ وَعِزُّ الْاَبَدِ

واہ واہ۔ سعد اور حلم۔ کیا کہنا یہ وہ دو خوبیاں ہیں جن میں زمانہ بھر کی بھلائی اور ابدی عزت ہے۔

پھر فرمایا میرے ہاں ایک یتیم بچہ ہے کسی نے اس کے یتیم ہونے کی وجہ سے اسے نہیں لیا تو اس یتیم بچہ کو گود میں لینے کے لیے تیار ہے۔

هَلْ لَّكِ اَنْ تُرْضِعِيْهِ عَسٰى اَنْ تَسْعَدِيْ بِهٖ

کیا تو اس کو دودھ پلانے کے لیے تیار ہے ہوسکتا ہے کہ اس کی برکت سے تیرا دامن یمن وسعادت سے لبریز ہو جائے۔

میں نے اپنے خاوند سے مشورہ کرنے کے لیے اجازت طلب کی

اللہ تعالیٰ نے میرے خاوند کے دل کو اس گنج گراں مایہ کے ملنے پر فرحت و سرور سے بھر دیا۔ اس نے کہا حلیمہ! دیر نہ کرو فوراً جاؤ اور اس بچے کو لے آؤ۔ میں واپس آئی تو حضرت عبدالمطلب کو اپنا منتظر پایا۔ میں نے کہا وہ بچہ مجھے دے دیجئے۔ میں اس کو دودھ پلانے کے لیے تیار ہوں۔ (ضیاء النبی: ۲/ ۶۸، کی، سیرت نبویہ، ص: ۲۲۱)

گل قدس کی پتیوں کی زیارت

حضرت عبدالمطلب مجھے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر لے گئے۔ سیدہ آمنہ سلام علیہا نے مجھے خوش آمدید کہا اور اس کمرہ میں لے گئیں جہاں یہ نور نظر لیٹا ہوا تھا۔ جہاں جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ اس وقت آپ دودھ کی طرح سفید صوف کے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے۔ نیچے سبز رنگ کی ریشمی چادر بچھی تھی۔ آپ اس پر آرام کر رہے تھے۔ (ایضا)

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں
ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

جب سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کو مسکراتے دیکھا ہوگا تو اماں حلیمہ کہتی ہوں گی۔

مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

نور عین لطافت پہ بے حد درود
زیب و زین نظافت پہ لاکھوں سلام

جس کی تسکین سے روتے ہوئے ہنس پڑیں
اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام

یا پھر دوسرے لفظوں میں یوں سمجھیں۔

سنئے آپ نے اپنی غلامی کی آج سے دی سند
[illegible] کیا سچا ہے

بھر کے جھولی مری میرے سرکار ﷺ نے
مسکرا کر کہا اور کیا چاہیے

خوشبوؤں کے حلے

تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم جہاں خوشبو کو پسند فرماتے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن مبارک سے بھی نہایت نفیس خوشبو پھوٹتی تھی جس سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مشام جاں معطر رہتا۔ جسم اطہر کی خوشبو ہی اتنی نفیس تھی کہ کسی دوسری خوشبو کی ضرورت نہ تھی۔ دنیا کی ساری خوشبوئیں جسم اطہر کی خوشبوئے دلنواز کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھیں۔ ولادت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا سے بہت سی روایات مروی ہیں۔

امام ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ اور خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے صبح میلاد کے حوالے سے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ کا ایک دلنشین قول یوں نقل کیا ہے۔

نَظَرْتُ اِلَيْهِ فَاِذَا هُوَ كَالْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ، رِيْحُهُ يَسْطَعُ كَالْمِسْكِ الْاَذْفَرِ.

"میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس کو چودھویں رات کے چاند کی طرح پایا، جس سے تر و تازہ کستوری کے حلے پھوٹ رہے تھے۔" (زرقانی شرح المواہب اللدنیہ:۵/۵۳۱)

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جب میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو آپ کے جسم مبارک سے کستوری کی مہک اٹھ رہی تھی۔ آپ پشت کے بل سوئے ہوئے خراٹے لے رہے تھے۔ میں آپ کے معصوم حسن و جمال کو دیکھ کر فریفتہ ہو گئی۔ مجھ میں یہ جرأت نہ تھی کہ میں آپ کو جگاؤں میں نے اپنا ہاتھ سینہ مبارک پہ رکھا تو وہ میاں جان مسکرانے لگے اور اپنی سرگیں آنکھیں کھولیں۔ میں نے محسوس کیا کہ ان کی آنکھوں سے انوار نکل رہے ہیں اور آسمان کو چھو رہے ہیں۔ میں نے بے اختیار [illegible]

درمیان بوسہ دیا اور آپ کو اٹھا کر اپنے سینے سے لگالیا اور اپنے خاوند کے پاس لے آئی۔

(ضیاء النبی: ۲/۶۸، سیرۃ نبویہ (اردو)، احمد بن زینی دحلان مکی، ص: ۲۲۲)

بھینی بھینی مہک پر مہکتی درود
پیاری پیاری نفاست پہ لاکھوں سلام

طہارت و پاکیزگی

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظاہری صفائی اور پاکیزگی کا بھی خصوصی اہتمام فرماتے تھے۔ نفاست پسندی میں اپنی مثال آپ تھے۔ اگرچہ جسم اطہر ہر قسم کی آلائش سے پاک تھا اور قدرت نے اس پاکیزگی کا خصوصی اہتمام فرمایا تھا۔ تاہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لباس اور جسم کی ظاہری پاکیزگی کو بھی خصوصی اہمیت دیتے تھے۔

شب میلاد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے اس وقت بھی ہر لحہ پاکیزگی اور طہارت کا مظہر بن گیا۔ عام بچوں کے برعکس جسم اطہر ہر قسم کی آلائش اور میل کچیل سے پاک تھا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

وَلَدْتُهُ نَظِيْفًا مَابِهٖ قَذَرٌ

"میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح پاک صاف جنم دیا کہ آپ کے جسم پر کوئی میل نہ تھا۔" (خفاجی، نسیم الریاض: ۱/۳۶۳)

ایک دوسری روایت میں مذکور ہے۔

وَلَدَتْهُ أُمُّهٗ بِغَيْرِ دَمٍ وَّلَا وَجَعٍ

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بغیر خون اور تکلیف کے جنم دیا۔" (ملا علی قاری، شرح الشفاء: ۱/۱۶۵)

تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی اسی شان نظافت اللہ کریم نے آج ... آپ صلی اللہ علیہ وسلم جہاں حسن و جمال کے پیکر اتم تھے وہاں

نظافت وطہارت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔

؎ تری خوشبو توں سب مہکن فضاواں یا رسول اللہ ﷺ
ترے دم نال نیں ٹھنڈیاں ہواواں یا رسول اللہ ﷺ
میں کجھ وی نہیں جے تیرے نال میری کوئی نسبت نہیں
میں سب کجھ ہاں جے میں تیرا سداواں یا رسول اللہ ﷺ
توں منور و مقدس ایں تینوں تکناں عبادت اے
تیرے چہرے تو ناں نظراں ہٹاواں یا رسول اللہ ﷺ

محبوب کائنات کے لیے...... حضرت حلیمہ کا انتخاب

؎ تیری اچی شان حلیمہ تیری اچی شان
تیرے بھاگ جگاون آیا نبیاں دا سلطان
گود چہ آیا سوہنا لال اے
ایہہ سوہنا جگ دا لجپال اے
دائیاں وچوں چنیاں تینوں خود رب رحمان
تیری اچی شان حلیمہ تیری اچی شان
مل گئی رب دی رحمت تینوں
ہر اک مل گئی سعادت تینوں
تیری گود چہ کھیڈ رہیا اے محبوب یزدان
تیری اچی شان حلیمہ تیری اچی شان
انج تے کئے گیاں دائیاں
لعل نہیں اوہ کجھ لیائیاں
سچا موتی تینوں کیتا رب نے اے دان
تیری اچی شان حلیمہ تیری اچی شان

صوفیاء کرام اور دیگر علماء کرام نے ذکر کیا ہے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے تو دنیا کے آسمان کے فرشتوں نے ندا کی:

"یہ وہ درِ یتیم ہے جس کے مثل کی قیمت نہیں پائی جاتی۔ اس کی رضاعت اور پرورش کا کون کفیل ہوگا۔"

پرندوں نے کہا:

"ہم اس کے کفیل ہوتے ہیں اور اس کی خدمت عظیمہ کو ہم غنیمت جانتے ہیں۔"

صحرا کے وحشی جانوروں نے پرندوں سے کہا:

"اس خدمت کے ساتھ ہم اولیٰ ہیں۔ آپ کے شرف اور تعظیم کو ہم پائیں گے۔"

ان دونوں کی یہ گفتگو ہو رہی تھی کہ زبان قدرت نے یہ ندا کی:

"اے جمیع مخلوقات! اللہ تعالیٰ نے ازلی سابق حکمت قدیمہ میں یہ لکھ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا نبی حلیمہ حلیم کا شیر خوار ہو۔"

(المواہب اللدنیہ (اردو): ۱/۱۰۳ شبیر برادرز اردو بازار لاہور)

ے حلیمہ نوں چنیا خدا دی جناب اے
حلیمہ نبی پاک دا انتخاب اے
حلیمہ دے قدماں توں قربان ساجد
جھدی جھولی اندر رسولاں دا خواب اے

ـ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی شان اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کے لیے منتخب ہونے پر شاعر ان کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہتا ہے کہ

ے کیڈا سوہنا نام محمد دا ایہ ناں دیاں ریساں کون کرے
دو جگ تے سایہ رحمت دا ایہدی چھاں دیاں ریساں کون کرے
دھن بھاگ حلیمہ دائی دا ملیا محبوب خدائی دا
جھدی گود وچ والی دو جگ دا اس ماں دیاں ریساں کون کرے

اپنا لال دیتے ہوئے حضرت اماں آمنہ سلام اللہ علیہا کے تاثرات کیا ہو نگے۔

ے لے کے سوہنے نوں جدی حلیمہ ٹری
دل تے ہتھ رکھ کے سوہنے دی ماں آکھدی
خوش نصیبے توں لے جائیں میرے لال نوں
پل دی پل ہور مینوں کھڈا لین دے

سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کا لال لیتے ہوئے حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے تاثرات

ے جیبا اچی شان والیا جے توں آیوں تے بہاراں آیاں
اللہ نوں تو پیارا لگنا ایں رب نے وی خوشیاں منائیاں
عرب شریف دیا سردارا آمنہ بی بی دیا دلدارا
ترے جیا سوہنا کتھے جمدیاں نت نت مائیاں

اے ڈاچی! تیری قسمت پہ لاکھوں سلام

محبوب رب کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم جس جس پہ پڑی۔ اس کو کیا سے کیا کر دیا۔ اس نگاہ کرم نے

بے دم کو	دم دے دیا
بے شعور کو	شعور دے دیا
بے چارے کو	چارہ کر دیا
بے نور کو	نور دے دیا
بے سرور کو	سرور دے دیا
غلام کو	سردار کر دیا
بے فن کو	فن کار کر دیا
بے آسرا کو	شہکار کر دیا
بے دل کو	دلدار کر دیا

اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں جب سب عورتوں کو رضاعت کے لیے بچے مل گئے تو ہمارا کارواں اپنے مسکن کی طرف روانہ ہوا ساری خواتین اپنے نئے بچوں کے ساتھ اپنی اپنی اونٹنیوں پر سوار ہوئیں۔ میرے پاس وہی گدھی تھی جو کمزوری کے باعث چل نہیں سکی تھی۔ جس نے سارے قافلہ کو آتے ہوئے پریشان کر دیا تھا میں اپنے فرزند دلبند کے ساتھ اس پر سوار ہوئی، اب تو اس کی حالت ہی بدل گئی تھی۔ یوں تیزی سے قدم اٹھاتی تھی کہ قافلہ کی ساری سواریاں پیچھے رہ گئیں۔ وہ گویا چل نہیں رہی تھی بلکہ اڑ رہی تھی۔ قافلہ والیاں چیخ اٹھیں۔ کہنے لگیں اے ابی ذویب کی بیٹی! خدا تیرا بھلا کرے ہم پر رحم کر اور اپنی گدھی کو آہستہ آہستہ چلا۔ بھلا یہ تو بتا یہ وہی پہلے والی گدھی ہے جو قدم اٹھانے سے معذور تھی اب اسے کہاں سے پر لگ گئے کہ اڑتی چلی جا رہی ہے میں انہیں کہتی بخدا یہ وہی گدھی ہے۔ خدا تمہارا بھلا کرے تم دیکھتی نہیں اس پر کون سوار ہے۔

(پیر محمد کرم شاہ الازہری ضیاء النبی: ۲/ ۶۹ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

ایہہ کون آیا جدھے آیاں بہاراں مسکرا پیاں
کھڑے نیں پھل تے کلیاں ہزاراں مسکرا پیاں
بڑی خوش بخت سی ڈاچی سواری کملی والے دی
حلیمہ ہتھ جد پھڑیاں مہاراں مسکرا پیاں

سواری کا کلام

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری اونٹنی کو اللہ پاک نے گویائی عطا فرمائی۔

وہ کہنے لگی:

بخدا میری بالیقین بڑی شان ہے...... پھر میری بڑی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے گویا دوبارہ زندگی عطا فرمائی ہے...... اللہ تعالیٰ نے میرے ضعف

کے بعد مجھے قوت وتوانائی عطا فرمائی ہے.....اے بنی سعد کی عورتو! تم بڑی غفلت میں ہو......تم نہیں جانتی کہ میری پشت پر کون سی ذات سوار ہے۔ میری پیٹھ پر خیر الانبیاء سید المرسلین خیر الاولین والآخرین اور حبیب رب العالمین سوار ہیں۔"

(المواہب اللدنیہ:۱/۱۰۵، احمد بن زینی دحلان کی سیرۃ نبویہ، ص:۱۳۵)

واہ! حلیمہ...... تیری خوشحالیاں

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی شان وعظمت کے چرچے اس قدر ہیں کہ

علماء کی زبان پر	حلیمہ کا نام ہے
دنیا کی زبانوں پر	حلیمہ کا نام ہے
نعت خوانوں کے کلام میں	حلیمہ کا ذکر ہے
واعظین کے وعظ میں	حلیمہ کا ذکر ہے
خطباء کے خطاب میں	حلیمہ کا ذکر ہے
تدریس وتعلیم میں	حلیمہ کا ذکر ہے
اولیاء کے کلام میں	حلیمہ کا ذکر ہے
صحابہ کی باتوں میں	حلیمہ کا ذکر ہے
احادیث رسول میں	حلیمہ کا ذکر ہے
زبان ملائکہ پر	حلیمہ کا ذکر ہے
تحریر میں	حلیمہ کا ذکر ہے
تقریر میں	حلیمہ کا ذکر ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ پینے سے پہلے حلیمہ کی چھاتیوں میں برائے نام دودھ تھا لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دودھ پینے کی برکت سے دو چھاتیاں دودھ سے لبالب بھر گئیں۔ آپ کے رضاعی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر دودھ پیا ساتھ کے دو بھی

خوب جی بھر کر سویا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں اس کو سلانے کے بعد میرا خاوند اس بوڑھی اور لاغر اونٹنی کی طرف گیا یہ دیکھ کر اس کی حیرت وخوشی کی حد نہ رہی کہ اس کی اونٹنی کی کھیری دودھ سے بھری ہوئی ہے۔ اس نے اسے دوہا خود بھی جی بھر کر پیا اور میں نے بھی سیر ہو کر دودھ نوش جان کیا۔ ہم سب رات کو خوب سوئے وہ رات ہم نے بڑے آرام وراحت کے ساتھ بسر کی رات بھر میٹھی نیند کے مزے لوٹنے کے بعد جب ہم بیدار ہوئے تو میرے خاوند نے کہا۔

وَاللّٰهِ يَا حَلِيْمَةُ لَقَدْ اَخَذْنَا نَسَمَةً مُبَارَكَةً

''بخدا! اے حلیمہ ہمیں سراپا یمن وبرکت وجود نصیب ہوا۔ میں نے کہا میں بھی یہی امید رکھتی ہوں۔''

(ضیاء النبی ۲/۹۸، احمد بن زینی دحلان کی سیرت نبویہ، ص: ۲۲۴)

؎ بنو سعد والے رجا چھڈے آقا
حلیمہ دے اجڑ چرا چھڈے آقا
جتھے لائے نوری قدم سوہنے ساجد
اوہ تھاں عرش نالوں ودھا چھڈے آقا

جیہڑی ڈاچی قدم وی نہ سکدی سی چل...... عرب دے شہسواراں دے کم آ گئی

؎ کملی والے میں صدقے تیری یاد توں آ کے جو بے قراراں دے کم آ گئی!
اوہ کالی یا نج مینہ چھل اٹھی جھٹ آ کے دکھیاں لاچاراں دے کم آ گئی
اسے چاپے قدماں دی بھتی اسے کل آ گیاں دائیاں ہزاراں دی کے دے ول
جیہڑی ڈاچی قدم وی نہ سکدی سی چل عرش دے شہسواراں دے کم آ گئی
[illegible]

مقدر تو دیکھو حلیمہ کے صائم
کہ گھر جس کے باغ نعیم آ گئے ہیں
مبارک تمہیں اے یتیمو! مبارک
کرم بن کے دریتیم آ گئے ہیں
خطا کارو تم آج جھومو خوشی سے
محمد رؤوف الرحیم آ گئے ہیں

چراغ کی ضرورت نہ رہی...... جب سراج منیر آ گیا

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

"جب سے ہم آمنہ کے لال کو گھر لائے ہم رات کو چراغ جلانے کے محتاج نہ رہے کیونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا نور چراغ کی روشنی پر غالب تھا۔" (تفسیر مظہری:۲/۵۲۸)

کیا خوب کہا شاعر نے

دیئے کی ضرورت نہ مشعل کی حاجت
عجب روشنی تو نے پائی حلیمہ
جو حور و ملک کو میسر نہیں ہے
وہ نعمت ترے ہاتھ آئی حلیمہ

مبارکبادیاں

جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر جا رہی تھیں...... ساتھ ساتھ کہتی جا رہی تھیں۔

تساں چایا مکھیں جنھوں میں تے چائی جائی آں
جن آمنہ دا ڈاچی تے بٹھائی جائی آں

تو آگے سے دایاں جواباً کہہ رہی تھیں۔

؎ مبارک تجھے یہ بڑائی حلیمہ
بڑے علم والے کو لائی حلیمہ

ملا دین و دنیا کا سردار تجھ کو
تیری بات حق نے بنائی حلیمہ

بنی سعد کا دشت رشک چمن ہے
گل ہاشمی چمن کے لائی حلیمہ

وہ اللہ والا تیری گود میں ہے
ثناء خوان ہے جس کی خدائی حلیمہ

بکریوں کی موجیں لگ گئیں

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب ہم بنی سعد کے علاقے میں پہنچے تو میرے علم کے مطابق اللہ تعالیٰ کی زمینوں میں بنی سعد کی زمین سے زیادہ قحط ناک زمین کوئی نہ ہوگی لیکن جب سے ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر آئے، میری بکریاں شام کو باہر سے چر کر گھر آتی تھیں تو دودھ سے بھری ہوتی تھیں۔ ہم ان کا دودھ دوہتے اور پیتے تھے...... ہماری نسبت دوسروں کی بکریوں سے دودھ کا ایک قطرہ نہیں آتا تھا...... وہ اپنے چرواہوں سے کہتے کہ جہاں بنت ابوذؤیب کا چرواہا بکریاں چراتا ہے تم بھی وہیں چراؤ۔ پھر بھی ان کی بکریاں شام کو بھوکی لوٹتی تھیں اور دودھ کا ایک قطرہ نہیں دیتی تھیں۔ اور میری بکریاں شام کو جو واپس آتیں تو ان کا پیٹ بھرا ہوتا اور ان میں دودھ بھی کثیر ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے جو برکت حلیمہ سعدیہ کے لیے پیدا فرمائی تھی۔ اس برکت کی نیکی اللہ ہی کے لیے ہے جس سے حلیمہ کے اونٹ، بکریاں اور دوسرے جانور کثیر ہوگئے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دم قدم سے حلیمہ سعدیہ کی قدر رفیع ہوگئی۔ اور انہیں اپنی قوم میں

عزت اور بزرگی ملی......حلیمہ سعدیہ کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے جو خیر و برکت ملی، اور خوش بختی اور خیر کثیر عطا ہوا۔ حلیمہ کو ہمیشہ اس کا احساس رہا۔

(ضیاء النبی: ۲/۶۹، مواہب اللدنیہ (اردو): ۱/۱۰۵، سیرت نبویہ ص: ۳۲۶)

مشکلیں حل ہو گئیں

نبی تجھ سے راضی خدا تجھ سے راضی
بڑی پائی ہے تو نے بڑائی حلیمہ
ہوئیں مشکلیں ساری آسان اکبر
بنی جب محمد ﷺ کی دائی حلیمہ

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر تشریف لائے تو

ہماری پریشانیاں	ختم ہو گئیں
ہماری مصیبتیں	دور ہو گئیں
ہمارے غم	غائب ہو گئے

اور پھر ماحول کچھ اس طرح سے بدلا کہ

برکتیں	ہمارے گھر میں آ گئیں
رحمتیں	ہمارے گھر میں آ گئیں
خوشیاں	ہمارے گھر میں آ گئیں
اللہ کا کرم	ہمارے گھر میں ہو گیا

ہماری غربت ختم ہو گئی...... بھوک اور افلاس جاتے رہے...... تمام مصائب سے چھٹکارا مل گیا۔

خلق کے داد رس سب کے فریاد رس
کہف روز مصیبت پہ لاکھوں سلام

جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں
اس گلِ پاک منبت پہ لاکھوں سلام

خوشبوؤں کے بسیرے.....حضرت حلیمہ کے ڈیرے

جو خوشبو کلیوں کی مالا میں نہیں
جو خوشبو عطر گلاب میں نہیں
جو خوشبو نافے میں نہیں
جو خوشبو عنبر میں نہیں
جو خوشبو صحن گلشن میں نہیں
جو خوشبو پھولوں کے آنگن میں نہیں

بلکہ یہ کہہ دو کہ!

جو خوشبو دوکانِ عطار میں نہیں
جو خوشبو جبرئیل امین کے پر میں نہیں

وہ خوشبو میرے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ انور میں ہے۔

اے صبا! میرے محبوب کے پاس جا
ان کے واللیل گیسو ذرا چوم آ

دیر جو ان کے تشریف لانے میں گر
ان کی خوشبو سے ہی کام چل جائے گا

ایک شاعر نے محبوب کا شکریہ ان الفاظ میں کیا ہے کہ

[illegible] دے [illegible] لوں میرا سلام ایلچی
[illegible] لوں میرا سلام ایلچی

[illegible] آ کے لوٹ آ [illegible]
[illegible] میرا سلام ایلچی

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر کی طرف لے کر چلیں تو راستے خوشبوؤں سے معطر ہو گئے۔ وادیٔ بنو سعد کا کوچہ کوچہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن اقدس کی نفیس خوشبو سے مہک اٹھا۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں۔

وَلَمَّا دَخَلْتُ بِهٖ اِلٰی مَنْزِلِیْ لَمْ یَبْقَ مَنْزِلٌ مِنْ مَّنَازِلِ بَنِیْ سَعْدٍ اِلَّا شَمَمْنَا مِنْهُ رِیْحَ الْمِسْكِ.

''جب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر لائی تو قبیلہ بنو سعد کا کوئی گھر ایسا نہ تھا کہ جس سے ہم نے کستوری کی خوشبو محسوس نہ کی۔''

(سبل الہدیٰ والرشاد: ۱/ ۳۸۷)

۔ یہ کہتی تھیں گھر گھر میں جا کر حلیمہ
مرے گھر میں خیر الوریٰ آ گئے ہیں

بڑے اوج پر ہے مرا اب مقدر
مرے گھر حبیب خدا آ گئے ہیں

بکریوں کے سر......قدم حضور پہ

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم میری گود میں ہوتے اور میری بکریاں باڑے سے نکلتیں اور ان میں سے ہر ایک آتی اور آپ کو سجدہ کرتی۔ آپ کے سر کو بوسہ دیتی اور پھر سب کی سب چراگاہ کی طرف چلی جاتیں۔

(پیر محمد کرم شاہ الازہری ضیاء النبی: ۲/ ۶۹، احمد بن زینی دحلان کی سیرت نبویہ، ص: ۲۲۸)

۔ یا مصطفیٰ خیر الوریٰ تیرے جیہا کوئی نئیں
کہنوں کہواں تیرے جیہا تیرے جیہا کوئی نئیں

گودی چہ لے کے سرکاروں سوہنے مُکھ من ٹھاروں
آکھے حلیمہ سعدیہ تیرے جیہا کوئی نئیں

''حضرت یعلیٰ بن سیابہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں ایک سفر میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جگہ قضائے حاجت کا ارادہ فرمایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کے دو درختوں کو حکم دیا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے ایک دوسرے سے مل گئے (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے پردہ بن گئے) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پیچھے قضائے حاجت فرمائی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دوبارہ حکم دیا تو وہ اپنی اپنی جگہ پر واپس آ گئے۔

پھر ایک اونٹ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنی گردن کو زمین پر رگڑتا ہوا حاضر ہوا۔ وہ اتنا بلبلایا کہ اس کے اردگرد کی جگہ گیلی ہو گئی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے؟ اس کا خیال ہے کہ اس کا مالک اسے ذبح کرنا چاہتا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے مالک کی طرف آدمی بھیجا (کہ اسے بلا لائے جب وہ آ گیا تو) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا: کیا یہ اونٹ مجھے ہبہ کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! مجھے اس سے بڑھ کر اپنے مال میں سے کوئی چیز محبوب نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تم سے اس کے معاملہ میں بھلائی کی توقع رکھتا ہوں۔ اس صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں اپنے تمام مال سے بڑھ کر اس کا خیال رکھوں گا۔'' (مسند احمد بن حنبل: ۴/۱۷۲، مجمع الزوائد: ۹/۶)

؎ جھدے در تے حیوان وی آندے نیں
اور خیر خوشی دا پاندے نیں
اوہ کریم نبی کہلاندے نیں
پڑھو لا الہ الا اللہ یا محمد سرور صل علیٰ

حضرت شیماں کی خدمات

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن شیما کی مسرت کی کوئی حد نہ تھی وہ کبھی کھلاتی، کبھی پلاتی [illegible] کا دل بہلاتی، کبھی محبت بھری لوریاں دیتی وہ معصوم بچی جن

پاکیزہ کلمات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لوریاں دیتی مؤرخین نے اپنی کتب میں انہیں ثبت کر دیا ہے۔ تاکہ آنے والی نسلیں بھی پیار و الفت کے لطیف جذبات سے لطف اندوز ہو سکیں۔ وہ کہتیں۔

یَا رَبَّنَا اَبْقِ لَنَا مُحَمَّدًا
حَتّٰی اَرَاہُ یَافِعًا وَاَمْرَدًا

"اے میرے رب! میرے بھائی محمد کو ہمارے لیے سلامت رکھ یہاں تک کہ میں آپ کو جواں بھرو دیکھوں۔"

ثُمَّ اَرَاہُ سَیِّدًا مُسَوَّدًا
وَاکْبِتْ اَعَادِیْہِ مَعًا وَالْحُسَّدًا

"یہاں تک کہ میں آپ کو اپنی قوم کا سردار دیکھوں جس کی سب اطاعت کر رہے ہوں اے میرے رب! اس کے دشمنوں اور حاسدوں کو ذلیل و رسوا کر۔"

وَاَعْطِہٖ عِزًّا یَدُوْمُ اَبَدًا

"اور انہیں وہ عزت عطا فرما جو تا ابد باقی رہے۔"

(ضیاء النبی: ۲/۰۷، احمد بن زینی دحلان کی، سیرت نبویہ ص: ۱۵۰)

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس گرمی میں چلنا اور ٹھہرنا مناسب نہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن شیما نے کہا! میں اپنے بھائی کے لیے گرمی نہیں پاتی میں نے دیکھا ہے کہ ان کے سر پر بادل سایہ فگن رہتا ہے۔ جب ٹھہرتے تھے تو بادل رک جاتا تھا۔ جب چلتے تھے تو بادل چل پڑتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم اس مقام پر آگئے ہیں۔ کہا اے بیٹی۔ کیا تو ٹھیک کہتی ہے۔ شیما نے کہا خدا کی قسم سچ کہتی ہوں۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں اللہ کے ساتھ اپنے بیٹے کے لیے شر سے پناہ مانگنے لگی اور بعض کے کلام میں آیا ہے کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے بعض اوقات

خود کو دیکھا کہ جب وہ لوگ رکتے تو بادل رک جاتا جب چلتے تو چلنے لگتا۔

(احمد بن زینی دحلان مکی، سیرت نبویہ، ص:۲۵۱)

میری لوری دی قیمت پئی جس گھڑی...... نازاں والے کھڑے ویکھدے رہ گئے

غزوۂ حنین میں جب مسلمانوں کو فتح ہوئی تو حضرت شیما اور ان کے خاوند کو بھی گرفتار کر لیا گیا۔ شیما نے کہا: مجھے مت پکڑو۔ میں تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بہن ہوں۔ چنانچہ جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا تو انہوں نے کہا۔

یارسول اللہ! میں آپ کی بہن ہوں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا نشانی ہے؟

اس نے کہا: میں آپ کو لوریاں دیتی رہی۔ اور بہت سے واقعات یاد دلا کر کہا میں شیما ہوں، حلیمہ کی بیٹی۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی چادر اس کے لیے بچھا دی اس پر اسے بٹھایا اور آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور رخسار مبارک پر بہنے لگے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور ان کی قوم کا حال دریافت فرمایا؟ اس نے کہا "وہ دنیا سے رخصت ہو گئی" بعد ازاں آپ نے شیما سے فرمایا: اگر چاہو تو ہمارے پاس رہو اور معزز و مکرم رہو۔ اگر چاہو تو انعام و اکرام دے کر تمہیں گھر واپس کر دیا جائے۔ اس نے گھر جانے کو کہا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ایک باندی، تین غلام اور بکریاں دے کر رخصت فرمایا۔ حضرت شیما زیور ایمان سے آراستہ ہو کر اپنے گھر لوٹی۔ (احمد بن زینی دحلان مکی، سیرت نبویہ، ص:۲۵۳، مدارج النبوۃ:۲/۵۲۶)

آپ بجناب اللہ کریم کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں۔

صدقہ پاک میلاد دا دیویں
صدقہ آل اولاد دا دیویں

لین آیا ۔ اے صدقہ صائم
سوہنیاں پاک حلیمہ دا
لین آیا اے صدقہ صائم
سوہنیاں بی بی شیماں دا

شق صدر

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی کے دو تین ماہ بعد ایک روز حضور ہمارے مکانوں کے عقب میں اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ بکریاں چرا رہے تھے کہ دو پہر کے وقت اچانک آپ کا بھائی دوڑتا ہوا آیا وہ بہت گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے بتایا دو مرد جنہوں نے سفید لباس پہنا ہوا تھا میرے قرشی بھائی کے پاس آئے پکڑ کر اسے زمین پر لٹا دیا اس کے شکم کو چاک کر دیا میں اور آپ کا باپ دوڑتے ہوئے آپ کی طرف لپکے ہم نے دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں اور چہرہ مبارک کی رنگت زردی مائل ہے آپ کے باپ نے آپ کو گلے لگا لیا اور پوچھا میرے بیٹے کیا ہوا۔

آپ نے بتایا میرے قریب دو آدمی آئے جنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ اور مجھے پکڑ کر زمین پر لٹا دیا۔ پھر میرے شکم کو چیر دیا اس میں سے کوئی چیز نکالی اور اسے باہر پھینک دیا پھر میرے پیٹ کو سی کر پہلے کی طرح کر دیا۔ ہم دونوں آپ کو اپنے ہمراہ لے کر واپس گھر آئے۔ آپ کے باپ نے مجھے کہا۔ اے حلیمہ! مجھے اندیشہ ہے کہ آپ کو آسیب کا اثر ہو گیا ہے ہمیں چاہئے کہ بچے کو اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دیں اس سے پہلے کہ آسیب کے اثرات ظاہر ہوں۔

چنانچہ ہم آپ کو لے کر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچ گئے ہمیں دیکھ کر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا گھبرا گئیں۔ پوچھا خیر تو ہے۔ کل بڑے چاؤ سے لے گئی تھیں اور آج واپس بھی لے کر آ گئی ہو۔ ہم نے کہا بخدا کچھ بھی نہیں ہوا ہم نے سوچا کہ جو ہمارا فرض تھا وہ ہم نے بڑی خوش اسلوبی سے ادا کر دیا۔ اب بہتر ہے کہ ہم اس نوجوان کو اس کے اہل

خانہ کے حوالے کر دیں اور اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: مجھے سچ سچ بتاؤ کیا حادثہ رونما ہوا کہ تم نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ آپ نے اصرار کیا تو حلیمہ بتانے پر مجبور ہو گئیں اور شق صدر کا واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا: اے حلیمہ! کیا تمہیں یہ خوف ہے کہ میرے نور نظر کو شیطان کوئی اذیت پہنچائے گا۔ بخدا ہرگز نہیں۔ شیطان اس کے قریب بھی پھٹک نہیں سکتا۔ تم دیکھو گی کہ میرے اس بچے کی نرالی شان ہوگی اور میرا یہ بچہ آفتاب بن کر چمکے گا۔

حلیمہ! کیا میں اپنے بیٹے کے بارے میں تمہیں کچھ بتاؤں۔ حلیمہ نے عرض کیا ضرور بتائیے۔ فرمانے لگیں۔ جب مجھے حمل قرار پایا تو عام عورتوں کی طرح نہ مجھے اس کا کوئی بوجھ محسوس ہوا نہ کوئی اور تکلیف محسوس ہوئی۔ حمل کے دنوں میں میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے اندر سے نور خارج ہوا جس کی روشنی میں مجھے شام کے محلات نظر آئے۔ ولادت کے وقت انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے ہوئے تھے۔ اور سر آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔ اب اسے میرے پاس ہی رہنے دو میں خود اس کی خبر گیری کروں گی۔ (ضیاء النبی: ۲/۷۰ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

کتنی ہے بکریوں پہ...... شفقت رسول کی

کبھی آمنہ کی ہے گود میں کبھی بکریاں ہے چرا رہا
کبھی چاند کو ہے اتارتا کبھی عرش کو ہے سجا رہا

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ، کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ، صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

وہی حسن حسن قدیم ہے وہی نور نور عظیم ہے
وہی ماہ کنعاں کی ہے ضیاء وہی آرزوئے کلیم ہے

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ، کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ، صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

وہی چاند ہے وہی پھول ہے وہی انبیاء کا رسول ہے
وہی سب کا صائم ہے آسرا وہی سب کی اصل اصول ہے

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ ، کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ، صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رضاعی بھائی بکریاں چرانے جاتا تو ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی حلیمہ سعدیہ کی بکریاں چرانے چراگاہ میں تشریف لے جاتے تھے۔کیسی عظمت وشان ہے ان بکریوں کی جن کو تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے چرایا۔اور اپنا دست شفقت ان پر رکھتے تھے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا رضاعی بھائی کہتا ہے کہ میرا اعجازی بھائی جب کسی وادی میں داخل ہوتا تو ساری وادی سرسبز وشاداب ہو جاتی۔(تفسیر مظہری:۶/۵۲۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ مرالظہر ان میں تھے۔فاقہ کشی میں ایک جنگل میں پہنچ کر پیلو کا پھل توڑ کر کھانے لگے۔ارشاد فرمایا:سیاہ پھل زیادہ لذیذ اور خوش ذائقہ ہوتا ہے۔صحابہ کرام نے تعجب سے عرض کیا: آپ کو کیسے معلوم ہے؟ ارشاد فرمایا: یہ میرا اس زمانے کا تجربہ ہے جب میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔عرض کی گئی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ بھی بکریاں چرایا کرتے تھے۔

ارشاد فرمایا: ہاں کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔

بچپن میں جب آپ بنو سعد میں اماں حلیمہ سعدیہ کے ہاں مقیم تھے تو اس وقت اپنے رضاعی بہن بھائیوں کے ساتھ آپ نے بکریاں چرائیں۔

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذرا بڑے ہوئے تو آپ نے مکہ مکرمہ میں بکریاں چرائیں۔چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس نے بکریاں نہ چرائی ہوں۔صحابہ کرام نے پوچھا کہ کیا آپ نے بھی؟

ارشاد فرمایا: ہاں میں بھی اہل مکہ کی بکریاں چند قراریط کے عوض چرایا کرتا تھا۔

(صحیح بخاری، الرقم: ۲۲۶۲)

بکریاں چرانے میں حکمتیں

انبیائے کرام علیہم السلام کا بکریاں چرانا دنیا کی گلہ بانی کا مقدمہ اور تمہید ہوتی ہے۔ بکریاں چرانے میں گلہ بان کو ہر طرف نگاہ رکھنی پڑتی ہے۔ کیونکہ کچھ بکریاں اس طرف دوڑتی ہیں اور کچھ دوسری طرف۔ ان کو نظم وضبط میں لانا بہت مشکل اور دشوار ہوتا ہے۔ پھر ان کو بھیڑیوں اور درندوں سے بچانا بھی گلہ بان کے فرائض میں شامل ہے۔ انبیاء کو چونکہ امت کا نگران بننا ہوتا ہے۔ اور امت کی صلاح وفلاح کی فکر میں شب وروز سرگرداں رہنا ہوتا ہے۔ امت کے افراد بھیڑ بکریوں کی طرح ادھر ادھر بھاگتے پھرتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام ان کو ادھر ادھر بھاگنے سے روکتے ہیں۔ ان کو شریعت کے نظم وضبط میں رکھتے ہیں۔ ان کو شیطان اور نفس کے بھیڑیوں اور درندوں سے بچاتے ہیں۔ اس لیے بچپن میں ان سے بکریاں چروا کر ایک ٹریننگ دی جاتی ہے۔

رحمت ایزدی کی برسات......اور......حلیمہ سعدیہ کا گھرانہ

تیری اچی شان حلیمہ تیری اچی شان حلیمہ
تیرے بھاگ جگاون آیا نبیاں دا سلطان

ساجد رب نے کرم کمایا
نبی دی ماں دا رتبہ پایا

تیریاں قدماں اتوں حوراں ہون پیاں قربان
تیری اچی شان حلیمہ تیری اچی شان

خدمت رضاعت کا صلہ اور سعادتیں

خدمت رضاعت کی برکت سے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے خاندان کو جو [illegible] نصیب ہوئیں ان کا عالم [illegible]

۱......ان کی تنگدستی خوشحالی میں بدل گئی۔ قحط سالی کے باعث چارہ اور گھاس نہ ملنے کی وجہ سے سارے قبیلے کے ریوڑ بھوک سے لاغر و نحیف ہو گئے تھے لیکن حضرت سعدیہ رضی اللہ عنہا کا ریوڑ ان سب سے الگ تھا۔

۲......حضرت سعدیہ رضی اللہ عنہا کا ریوڑ خشک سالی کے باوجود شام کو لوٹتا تو ان کی کھیریوں سے دودھ کی نہریں بہتیں۔

۳......مزید برآں اس خدمت کے عوض میں جو شہرت دوام ان کو میسر آئی وہ ہفت اقلیم کے کسی فرمانروا کو بھی نصیب نہ ہوئی۔

۴......ان جملہ نعمتوں کے علاوہ سب سے بڑی نعمت جو انہیں بخشی گئی تھی وہ ایمان کی نعمت تھی جس نے ان کے دونوں جہاں سنوار دیے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا سارا خاندان مشرف باسلام ہو گیا۔

ایمان کی دولت نصیب ہو گئی

حافظ ابوالفرج الجوزی رحمۃ اللہ علیہ الحدائق میں لکھتے ہیں۔

قَدِمَتْ حَلِيْمَةُ بِنْتُ الْحَارِثِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ مَا تَزَوَّجَ خَدِيْجَةَ فَشَكَتْ اِلَيْهِ جَدْبَ الْبِلَادِ فَكَلَّمَ خَدِيْجَةَ فَاَعْطَتْهَا اَرْبَعِيْنَ شَاةً وَّبَعِيْرًا ۔ ثُمَّ قَدِمَتْ اِلَيْهِ بَعْدَ النُّبُوَّةِ فَاَسْلَمَتْ وَبَايَعَتْ وَاَسْلَمَ زَوْجُهَا الْحَارِثُ ۔

''حضرت حلیمہ بنت الحارث رضی اللہ عنہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس وقت حاضر ہوئیں جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کر لی تھی۔ حلیمہ نے اپنی قحط سالی کی شکایت کی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو اس کے بارے میں سفارش کی تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے ان کو چالیس بکریاں اور ایک اونٹ بطور ہدیہ عطا [illegible]

کے بعد حاضر ہوئیں آپ پر ایمان لے آئیں اور ان کے خاوند حارث نے بھی اسلام قبول کیا اور دونوں نے حضور کی بیعت کی۔'' (ضیاء النبی:۲/۹۳)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول قرآن کے بعد حارث مکہ مکرمہ حضور کی ملاقات کے لیے آئے۔ قریش نے انہیں دیکھا اور کہا اے حارث! تم نے سنا کہ تمہارا بیٹا کیا کہتا ہے؟ انہوں نے پوچھا وہ کیا کہتے ہیں؟ کفار نے بتایا وہ کہتا ہے کہ موت کے بعد ہمیں پھر اٹھایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے جنت اور دوزخ بنائے ہیں۔ نیکوکاروں کو جنت میں، بدکاروں کو دوزخ میں بھیجا جائے گا۔ اس نے قوم کے اتحاد کو پارا پارا کر دیا ہے۔

حارث حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا میرے بیٹے! آپ کی قوم آپ کا شکوہ کیوں کرتی ہے پھر قریش نے حضور کے بارے میں جو کچھ اسے کہا تھا اس نے اسے دہرایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں ایسا کہتا ہوں۔ جب وہ دن آئے گا میں تمہارا ہاتھ پکڑ کر آج کی گفتگو تمہیں یاد دلاؤں گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد نے حارث کی آنکھیں کھول دیں اور وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے اور اس کے بعد احکام الٰہی کی تعمیل کا حق ادا کر دیا۔ ایمان لانے کے بعد وہ اکثر کہا کرتے۔

لَوْ قَدْ اَخَذَ اِبْنِیْ بِیَدِیْ فَعَرَّفَنِیْ مَا قَالَ لَمْ یُرْسِلْنِیْ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی حَتّٰی یُدْخِلَنِیَ الْجَنَّۃَ

''یعنی اگر میرے بیٹے نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے یہ گفتگو یاد دلائی تو پھر انشاء اللہ میرا ہاتھ اس وقت تک نہ چھوڑے گا جب تک وہ مجھے جنت میں داخل نہ کر دے۔'' (ضیاء النبی:۲/۹۴، الروض الانف:۱/۱۸۵، رواہ البخاری، فی الادب المفرد)

ہیں دونوں جہاں نور سے جس کے روشن
تجھے چاند ایسا ملا ہے حلیمہ

ہے تو نے پلایا اسے شیر اپنا
جو سب نعمتیں بانٹتا ہے حلیمہ

تیری کٹیا کو کملی والے نے آ کر
بڑھا عرش سے بھی دیا ہے حلیمہ

تیری شان و عظمت کوئی کیا بتائے
ازل سے ہی تو سعدیہ ہے حلیمہ

مجھے بخشوا لینا شیما کے صدقے
یہ ساجد بڑا پر خطا ہے حلیمہ

قابل دید منظر

مدینے کا شہر	جنت کی لہر ہے
مدینے کی گلیاں	مشری کی ڈلیاں ہیں
مسجد نبوی کا صحن ہے	صحابہ کی جماعت ہے

صحابہ کرام کی جماعت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت سایہ فگن ہے...... بڑی پیاری مسجد ہے حضور کی...... حضور سرور کائنات کی مسجد...... میرے پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم وعظ فرما رہے ہیں...... اتنی دیر میں باب السلام سے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آئیں میرے پیارے نبی تعظیم کے لیے کھڑے ہو گئے۔ صحابہ نے عرض کی: حضور یہ کون سی خوش قسمت عورت ہے؟ جس کی تعظیم نبیوں کا امام کر رہا ہے۔

فرمایا: تمہیں پتہ نہیں یہ میری اماں حلیمہ رضی اللہ عنہا ہیں جن کا دودھ تمہارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے پیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں ہم حیران رہ گئے کہ

یہ بھی ... اللہ کا بارے ...

یہ نبی — رب کا دلدار ہے

یہ نبی — امت کا غمخوار ہے

یہ نبی — مدینے کا تاجدار ہے

بلکہ اس طرح کہہ دو کہ

یہ نبی — کل نبیوں کا سردار ہے

یہ نبی اتنی شان والا ہے اپنی ماں کی عزت کرتا ہے جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا آتیں میرے نبی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے۔

ابی طفیل سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا میں نے حنین و طائف سے واپس آتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گوشت تقسیم کرتے دیکھا۔ میں ان دنوں جوان تھا۔ وہاں ایک عورت آئی تو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دیکھا تو اس کے لیے اپنی چادر بچھادی۔ آپ سے پوچھا گیا کہ یہ کون ہے؟ تو آپ نے فرمایا: یہ میری ماں ہے اور مجھے دودھ پلانے والی ہے۔ (سیرۃ نبویہ ص:۲۵۲)

ماں...... وہ عظیم اور پرخلوص ہستی ہے جس کے قدموں میں محبت اور شفقت اپنا سر جھکاتی ہے۔

ماں...... قدرت کا وہ انمول تحفہ اور گوہر نایاب ہے کہ جو ایک مرتبہ کھو جائے تو دوبارہ نہیں ملتی۔

ماں...... وہ نعمت ہے جس کا وجود اولاد کے لیے سایہ رحمت ہے۔

ماں...... ہی اولاد کی ایسی حریص ہے جس کے پیار میں خالصتاً خلوص کی دولت کوٹ کوٹ کر بھری ہوتی ہے۔

ماں...... اولاد کے تحفظ کے ضامن ہونے کا تاج بھی ایک عظیم ماں ہی کے سر پر

[illegible] ایک ایسا مشروب ہے جو شہد کی طرح میٹھا

اور پھول کی طرح نرم و نازک ہوتا ہے جس کی مہک اور مٹھاس پورے گھر کو پرکشش دیتی ہے۔

ماں......گھر کی ایسی زینت ہوتی ہے جس کے بغیر گھر ویران، اجڑی اور برباد بستی نمونہ پیش کرتا ہے۔

ماں......کا مقام ایک ایسا مقدس مقام ہے ماں کے علاوہ کوئی دوسرا اس مقام حاصل نہیں کرسکتا۔

ماں......آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

ماں......دنیا کے اندر وہ نایاب پھول ہے جس کی خوشبو کبھی بھی ماند نہیں پڑتی۔

ماں......کے پیار کا چمن ہمیشہ ہرا بھرا رہتا ہے۔

ماں......ایک ایسا ہیرا ہے جو اگر گم ہو جائے یا کھو جائے تو پھر ساری عمر دوبارہ نہیں ملتا۔

پھر اس کی ایک شعاع حاصل کرنے کے لیے انسان عمر بھر ترستا رہتا ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

؎ جس دے پلے عمل نہ کوئی اوہ کرے زیارت ماں دی
رب رسول نہ اوس تے راضی جیہڑا کرے نہ عزت ماں دی
ماں دی قدر اویس پچھانی جنھے سمجھی عزت ماں دی
اعظم تھیں اصحابی بنیا چھڈ کے خدمت ماں دی

حضرت آمنہ کا سفر یثرب

حضرت عبداللہ شادی کے بعد کچھ عرصہ مکہ میں رہے پھر بغرض تجارت شام گئے جب لوٹے تو ان کا گزر یثرب سے ہوا۔ چند روز کے لیے اپنے والد حضرت عبدالمطلب کے ننہال میں قیام کیا اسی اثنا میں وہ بیمار ہو گئے۔ آپ کے دوسرے ساتھیوں نے چند روز انتظار کیا لیکن جب آپ کی طبیعت نہ سنبھلی تو وہ لوگ مکہ روانہ ہو گئے لیکن آپ وہیں رک گئے

کہ صحت درست ہو تو سفر اختیار کریں، لیکن مشیت الٰہی کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ آپ کی طبیعت بگڑتی چلی گئی یہاں تک کہ آپ نے یثرب میں ہی داعی اجل کو لبیک کہا جب یہ جانکاہ خبر مکہ پہنچی ہو گی تو عبدالمطلب کے خاندان پر بجلی بن کر گری ہو گی۔

حضرت عبدالمطلب کو اپنے جواں سال اور فرخندہ فال لخت جگر اور آپ کے بھائی بہنوں کو اپنے بلند اقبال اور جوش خصال بھائی کی وفات نے جس طرح تڑپایا ہو گا اس کا بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لیکن حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے معصوم دل پر اس جانکاہ صدمہ سے جو چوٹ لگی ہو گی اس کے درد کا کون اندازہ لگا سکتا ہے۔

ابھی تو انہوں نے اپنے ماہ تمام کو جی بھر کے دیکھا بھی نہ تھا۔ کتنی آرزوئیں زندہ درگور ہو گئی ہوں گی۔ کتنی امنگیں ادھوری رہ گئی ہوں گی۔ ایک کامیاب اور ہر نوع کی سعادتوں سے مالا مال زندگی بسر کرنے کے سارے حسین خواب چور چور ہو گئے ہوں گے۔ سیدہ کے قلب حزیں نے کتنا چاہا ہو گا کہ اڑ کر یثرب جائیں اور اس مٹی کے تودے کو دیکھیں اور اس کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنائیں۔ جہاں ان کا قرار جاں استراحت فرما ہے۔

لیکن وہ امانت جس کا آپ کو امین بنایا گیا تھا اس کی حفاظت کے احساس نے ان کے دل ناصبور کو اپنے محبوب کے مرقد کی زیارت سے باز رکھا۔ یہاں تک کہ وہ نور حق محمد معصوم کے پیکر رعنا میں ظاہر ہوا۔ پھر حضور کی پرورش کا فرض اس شوق فراواں کی تکمیل میں حائل رہا۔ جب اس لخت جگر کی عمر چھ سال ہو گئی۔ اور آپ سات آٹھ سال عمر کے بچوں سے بھی زیادہ توانا اور تندرست معلوم ہونے لگے اور غمزدہ ماں کو یقین ہو گیا کہ ان کے گلشن آرزو کا یہ گل رنگین اب یثرب کے طویل اور کٹھن سفر کی صعوبتوں کو برداشت کرنے کے قابل ہو گیا ہے تو انہوں نے اپنے سسر حضرت عبدالمطلب سے اپنی اس [illegible] اجازت چاہی کہ آپ یثرب جا کر اپنے دولہا کی قبر کی زیارت [illegible] شب ہجر کی تاریکیوں کے حوالے کر کے

ہمیشہ کے لیے ان سے بچھڑ گیا ہے۔ حضرت عبدالمطلب اپنی بہو کی اس درخواست کو مسترد نہ کر سکے۔ اور یثرب جانے کی اجازت دے دی۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا اپنے فرزند دل بند کو لے کر یثرب روانہ ہوئیں۔ ان کے ساتھ ان کی کنیز ام ایمن تھی۔ اس خوش بخت خاتون کا نام برکت تھا اور اس کا تعلق حبشہ سے تھا۔ یہ حضور کو اپنے والد سے ورثہ میں ملی تھی۔ یہ مختصر سا قافلہ حضور کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے ننہال بنو عدی بن نجار کے ہاں جا اترا اور ایک ماہ تک وہاں مقیم رہا۔ مہینہ بھر کے قیام کے دوران جو واقعات رو پذیر ہوئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کے بعد جب یہاں تشریف فرما ہوئے تو بسا اوقات حضور ان یادوں کو تازہ فرمایا کرتے تھے۔ جب اس مکان کو دیکھتے جہاں اپنی پیاری ماں کے ساتھ رہائش فرمائی تھی فرماتے۔

هٰهُنَا نَزَلَتْ بِیْ اُمِّیْ وَاَحْسَنْتُ الْعَوْمَ فِیْ بِئْرِ بَنِیْ عَدِی النَّجَارِ

''اس مکان میں میں اپنی والدہ کے ساتھ اترا تھا اور میں نے بنی عدی بن نجار کے تالاب میں تیرنے میں مہارت حاصل کی تھی۔''

(السیرۃ النبویۃ، احمد بن زینی دحلان: ۱/۶۵)

اس مختصر قیام کے دوران ایک یہودی نے حضور کو دیکھا تو پوچھا:

یَا غُلَامُ مَا اسْمُكَ

اے بچے! تمہارا نام کیا ہے؟

میں نے کہا: میرا نام احمد ہے۔

پھر اس نے میری پیٹھ کی طرف دیکھا پھر میں نے اس کو یہ کہتے سنا:

هٰذَا نَبِیُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ

یہ اس امت کا نبی ہے۔

پھر وہ اپنے یہودی علماء کے پاس گیا اور انہیں جا کر یہ بتایا۔ میری والدہ کو بھی اس کا پتہ چل گیا۔ ان کے دل میں یہودی طرف سے طرح طرح کے اندیشے پیدا ہونے

لگے۔ ام ایمن کہتی ہیں کہ میں نے ان یہودیوں کو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کے لیے یکے بعد دیگرے آتے تھے۔ یہ کہتے سنا:

هُوَ نَبِيُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَهٰذِهٖ دَارُ هِجْرَتِهٖ

کہ اس امت کے یہ نبی ہیں اور یہ جگہ ان کی دار ہجرت بنے گی۔

ان اندیشوں کے باعث حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے یہاں مزید ٹھہرنا مناسب نہ سمجھا اور مکہ جانے کی تیاری شروع کر دی۔ ہم مدینہ سے روانہ ہوئے اور جب ابواء کے مقام پر پہنچے تو آپ کی طبیعت ناساز ہو گئی۔

ابو نعیم نے دلائل النبوۃ میں اسماء بنت رہم سے روایت کیا ہے انہوں نے کہا کہ میری ماں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے وقت حاضر تھی۔ آپ نے اپنی بالین کے قریب اپنے فرزند کو دیکھا۔ تو یہ اشعار پڑھے۔

اِنْ صَحَّ مَا اَبْصَرْتُ فِی الْمَنَامِ

فَاَنْتَ مَبْعُوْثٌ اِلَی الْاَنَامِ

تُبْعَثُ فِی الْحِلِّ وَفِی الْحَرَامِ

تُبْعَثُ فِی التَّحْقِیْقِ وَالْاِسْلَامِ

دِیْنِ اَبِیْکَ الْبَرِّ اِبْرَاهَامِ

فَاللّٰہُ اَنْھَاکَ عَنِ الْاَصْنَامِ

وَاَلَّا تُوَالِیْھَا مَعَ الْاَقْوَامِ

"یعنی میں نے جو خواب میں دیکھا ہے اگر وہ صحیح ہے۔"

"تو آپ تمام لوگوں کی طرف نبی بنا کر بھیجے جائیں گے حل اور حرام سب جگہ آپ نبی ہوں گے آپ کو اپنے باپ ابراہیم کے دین اسلام پر مبعوث کیا جائے گا۔ میں آپ کو بتوں سے خدا کا واسطہ دے کر روکتی ہوں کہ آپ [illegible] ان کی دوستی نہ کریں۔"

اس کے بعد آپ نے فرمایا:

كُلُّ حَيٍّ مَيِّتٌ وَكُلُّ جَدِيْدٍ بَالٍ . وَكُلُّ كَبِيْرٍ يَفْنٰى وَاَنَا مَيِّتَةٌ وَذِكْرِيْ بَاقٍ وَوَلَدْتُ طُهْرًا

"ہر زندہ موت کا مزہ چکھے گا۔ ہر نئی چیز پرانی ہو جائے گی اور ہر بڑی چیز فنا ہو جائے گی۔ میں تو مر رہی ہوں لیکن میرا ذکر ہمیشہ باقی رہے گا۔ میں نے ایک پاکباز بچہ جنا ہے۔" (ضیاء النبی: ۲/۷۵ تا ۷۷)

لختِ جگر پر......الوداعی نظریں

ذرا تصور کریں...... جب گود میں معصوم بچہ ہو......اور ہو بھی یتیم......اور ماں کو اپنے بچے سے ہمیشہ کی جدائی نظر آ رہی ہو تو ماں پر کیا گزرتی ہے ذرا اس منظر کو نظروں میں رکھیں جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کا وقت اجل قریب تھا۔ ماں کی مامتا نے جب اپنے لختِ جگر پر الوداعی نظر ڈالی ہوگی تو ان کے قلبِ حزیں پر کیا گزری ہوگی۔ باپ کا سایہ پہلے ہی اٹھ چکا تھا۔ ماں کی آغوشِ محبت اب چھوٹ رہی ہے۔ یہ دردناک سانحہ پیش آ رہا ہے تو سفر میں جہاں نہ شفیق دادا پاس ہے اور نہ سو جان سے فدا ہونے والے چچا کہیں قریب ہیں۔ یہ جگہ یثرب سے بھی کافی فاصلہ پر ہے اور مکہ بھی ڈیڑھ سو میل دور ہے۔ بے بسی اور بے کسی کی اس حالت میں سیدہ طاہرہ آمنہ نے اپنے نورِ نظر کو اپنے خالق کریم کے سپرد کیا۔ ایک صابرہ، شاکرہ بیوہ کی آنکھوں سے ٹپکنے والے آنسوؤں نے یقیناً رحمتِ الٰہی کے دامن کو پکڑا ہوگا۔ اور اپنے بچے کے سر پر پھیلا دیا ہوگا۔

قدرت کے فیصلے بھی عجیب ہوتے ہیں وہ محبوب جو وجہ تخلیق کائنات ہے ولادت باسعادت سے پہلے ہی اس کے سر سے باپ کا سایہ اٹھا لیا۔ ابھی عمر مبارک چھ سال کی ہوئی ہے۔ کارکنان قضا و قدر نے ماں کی آغوشِ محبت سے جدا کر دیا۔ دوہری یتیمی کے داغ نے ایک ننھے بچے کے معصوم دل کو درد و الم کا گہوارہ بنا دیا۔

اس میں حکمت یہ تھی کہ جس نے کل دنیا بھر کے [illegible]

اسے پتہ چل جائے کہ درد والم کی ٹیسیں کتنی حوصلہ شکن ہوتی ہیں تا کہ اگر کوئی بے سہارا یتیم گردش لیل ونہار کا ستایا ہوا کوئی خستہ حال اس کے پاس تلاش درماں کے لیے آئے تو اسے اپنی بے نوائی اور مسکینی کا دور یاد آجائے اور وہ سراپا شفقت ورحمت بن کر اس کے زخموں پر مرہم رکھے۔ (ضیاء النبی:۲/۷۸)

عظیم صدمہ

حضرت ام ایمن نے سیدہ آمنہ کو ابواء کے مقام پر دفن کیا یہ مقام مکہ اور مدینہ طیبہ کے درمیان ہے۔ قدیم شاہراہ جو مکہ مکرمہ سے مدینہ طیبہ جاتی ہے اس پر ایک گاؤں مستورہ کے نام سے آتا ہے۔ جہاں ہوٹل اور قہوہ خانے ہیں۔ آنے جانے والی بسیں اور کاریں یہاں رکتی ہیں مسافر چائے پیتے ہیں، کھانا کھاتے ہیں یہاں سے مدینہ طیبہ جاتے ہوئے دائیں طرف چند میل کے فاصلہ پر ابواء کی بستی ہے۔ بستی سے باہر ایک اونچا ٹیلہ ہے اردگرد جھاڑیاں اور کیکر کے درخت اگے ہوئے ہیں اس ٹیلہ پر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کا مزار پرانوار ہے۔ مزار کیا ہے کالے پتھر توڑ کر ایک جگہ بے ہنگم سا ڈھیر لگا دیا گیا ہے۔ اس کے اردگرد چاردیواری ہے وہ بھی کالے پتھروں کو جوڑ کر بنادی گئی ہے۔

حضرت ام ایمن نے اس مقام پر سیدہ آمنہ کو دفن کیا پھر اپنے کریم مالک اور مہربان مالکہ کے دریتیم کو اپنی آغوش شفقت میں لیا اس جان عالم کی آنکھوں سے موسلا دھار بارش کے قطروں کی طرح ٹپکنے والے آنسو پونچھے۔ اس کے دل دردمند کو تسلی دی۔ اس کی روح حزیں کو دلاسہ دیا۔ جب انہوں نے چھ سالہ معصوم بچے کو اپنی ماں کی مرقد سے جدا کیا ہوگا تو دونوں پر کیا بیتی ہوگی۔ اسے صرف ام ایمن جانتی ہے۔

جب ام ایمن مکہ پہنچی ہوگی اور گھر والوں نے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو نہ پایا ہوگا۔ تو حضرت عبدالمطلب پر غم واندوہ کا پہاڑ ٹوٹ پڑا ہوگا۔

حضرت عبدالمطلب تو پہلے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر اپنے بڑھاپے کے [illegible] تھے۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے انتقال پُر ملال کے بعد تو حضور سے ان کی

الفت نے ایک طوفان کی صورت اختیار کر لی۔ کبھی ان کی انگلی پکڑے حرم کی طرف جا رہے ہیں...... کبھی انہیں اپنے کندھوں پر اٹھائے کعبہ کے گرد طواف کر رہے ہیں...... اپنے فرزند دل بند کی درازیٔ عمر یمن طالع اور بخت ارجمند کے لیے مصروف دعا ہیں...... کبھی اس چاند سے چہرے کو دیکھ کر سو جان سے تصدق ہو رہے ہیں...... کھانا کھاتے ہیں تو انہیں اپنے ساتھ بٹھا کر، سوتے ہیں تو اپنے پہلو میں سلاتے ہیں...... ایک لمحہ کے لیے بھی جدا کرنا گوارا نہ تھا۔

حضرت عبدالمطلب، جب حرم شریف میں حاضری کے لیے جاتے تو ظل کعبہ میں ان کے لیے مخصوص نشست گاہ بنائی جاتی، کسی بڑے سے بڑے آدمی کی مجال نہ تھی کہ اس پر قدم رکھ سکے۔ حتیٰ کہ ان کے فرزندان گرامی قدر بھی از راہ ادب اس نشست گاہ سے دور ہٹ کر بیٹھتے لیکن جب حضور تشریف لاتے تو بے جھجک اپنے ذی وقار دادا جان کی نشست پر بیٹھنے کے لیے آگے بڑھ جاتے۔ حضور کے چچا آپ کو ایسا کرنے سے روکتے تو عبدالمطلب اپنے بیٹوں کو فرماتے کہ

دَعُوْا ابْنِیْ فَوَ اللّٰہِ اِنَّ لَہٗ لِسَانًا ۔

''میرے بچے کو مت روکو اس کو آگے آنے دو بخدا اس کی بڑی شان ہوگی۔''

ہمیشہ حضور کو اپنے ساتھ بٹھاتے آپ کی پشت پر پیار سے ہاتھ پھیرتے حضور کی معصوم ادائیں دیکھتے اور خوشی سے پھولے نہ سماتے۔ (السیرۃ النبویہ، ابن ہشام: ۱/ ۱۹۵)

اپنے عظیم دادا کی بے پایاں شفقتوں اور محبتوں کے گھنے اور خنک سایہ میں حضور کے دو سال بسر ہو گئے عمر مبارک آٹھ سال ہو گئی۔ تو قدرت خداوندی نے اپنی دوررس حکمتوں کے پیش نظر حضرت عبدالمطلب کو بھی اس دنیا سے اٹھا لیا۔ وفات سے پہلے آپ نے اپنے بیٹے حضرت ابو طالب کو بلایا اور حضور علیہ السلام کی نگہداشت اور خدمت ان کے سپرد کی کیونکہ آپ حضرت عبداللہ کے سگے بھائی تھے دونوں فاطمہ بنت عمرو بن عائذ کے بطن سے تولد ہوئے تھے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک جب آٹھ سال ہوگئی تو حضرت عبدالمطلب اس دار فانی سے دار بقا کو سدھارے۔ (السیرۃ النبویہ، ابن کثیر: ۲۴۱/۱)

ماں کی یادیں

رتبہ ماں باپ کا کتنا ذیشان ہے
اف نہ کہو یہ حکم قرآن ہے
حج مقبول ہے اک نظر دیکھنا
پیارے پیارے نبی کا یہ فرمان ہے
خدمت والدین ہے نعمت بڑی
حب ماں باپ بخشش کا سامان ہے
تیری دوزخ بھی ہیں تیری جنت بھی ہیں
ہمارے پیارے نبی کا یہ اعلان ہے

آج اگر کسی سے ماں کے بارے میں پوچھنا ہو تو اس سے پوچھو جس کی ماں اس دنیا سے رخصت ہو چکی ہے...... جب کوئی شخص اپنی ماں کے قدموں کی طرف بیٹھتا ہے تو عجب سکون محسوس کرتا ہے...... جب انسان دنیا کے غموں اور دکھوں سے چور چور ہو کر اپنی ماں کے پاس آتا ہے تو اپنے تمام رنج والم بھول جاتا ہے...... ماں کی ایک محبت بھری مسکراہٹ اور پیار بھرا لمس اولاد کو دنیا کے غموں سے نجات عطا کر دیتا ہے۔

قابل قدر جذبہ

وہ سکون کہاں جو ماں کی دعاؤں سے حاصل ہوتا ہے...... وہ محبت کہاں جو ماں کے پیار میں ہے۔

[illegible] وہ محبت دے سکتے ہیں
[illegible] وہ محبت دے سکتی ہے
[illegible] وہ محبت دے سکتا ہے

نہ سہیلیاں   وہ محبت دے سکتی ہیں

جو محبت ماں کے مبارک ہاتھوں میں ہوتی ہے۔

؎ مانواں جنت والیاں چھاواں سو سو کرن دعاواں

ٹر اوہنا دی جنت جاندی مرن جہاں دیاں مانواں

ماں کیا ہے؟

ماں محبت کا پیغام ہے

ماں اللہ کا انعام ہے

ماں تقدس ہے

ماں جنت کا پھول ہے

ماں باغ کی خوشبو ہے

ماں عظیم لطافت ہے

ماں گلشن سدا بہار ہے

ماں ابر رحمت ہے

ماں پانی کی شفافیت ہے

ماں چاند کی چمک ہے

ماں ستاروں کا حسن ہے

ماں سمندر کی ٹھنڈک ہے

ماں شہروں کی رونق ہے

ماں کی عظمت کے کیا کہنے!

اللہ عزوجل اور اس کے رسول کے بعد اس دنیا میں انسان کو مختلف رشتہ داروں سے واسطہ پڑتا ہے۔ والدین...... بہن...... بھائی...... چچا...... تایا...... دوست و احباب

وغیرہ وغیرہ۔

اگر رشتہ داروں کی فہرست پکڑ کر سب کا ایک دوسرے کے ساتھ موازنہ کریں تو سب رشتہ داروں میں سب سے زیادہ مخلص اور معتبر دو ہی نظر آتے ہیں ایک ماں کا رشتہ اور دوسرا باپ کا۔ باقی سب رشتے حتیٰ کہ سگے بہن بھائیوں کے رشتے بھی لین دین کے اصولوں پر مضبوط و کمزور ہوتے ہیں۔

پھر ماں باپ میں بھی ہر دو کی محبت کا موازنہ کیا جائے تو اولاد کے حق میں مخلص اور جاں نثار باپ کی نسبت ماں ہی نظر آتی ہے۔

ماں	ممتا کا مجسمہ ہوتی ہے
ماں	چشمہ رحمت کا خزانہ ہے

ماں کا وجود چاہے کسی چرند، پرند یا وحشی جانور یا کسی درندے کی صورت میں ہو وہ ایک مکمل محبت و الفت کی تصویر ہے اس کا رونگٹا رونگٹا اولاد کے لیے خلوص کی صحیح تصویر ہے۔

قرآن کریم لاریب کتاب میں جہاں جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا ذکر فرمایا وہاں ساتھ ہی والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیک برتاؤ کرنے کی تاکید فرمائی۔

قرآن کریم کی یہ ترتیب عظمت والدین پر ایک بین اور روشن دلیل ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت طلق بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ:

"اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو پاؤں جبکہ میں عشاء کی نماز میں ہوں اور میں سورۃ فاتحہ پڑھ چکا ہوں پھر وہ مجھے یا محمد کہہ کر پکاریں تو میں ان کو لبیک کے ساتھ جواب دوں۔" (تفسیر در منثور (اردو): ۳/۲۵۹، مطبوعہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور، شعب الایمان ۶/۱۹۵، دار الکتب العلمیہ بیروت، علامہ ابن [illegible] ۱۹۹۶ء مطبوعہ فرید بک سٹال لاہور)

؎ ودھ جہادوں خدمت ماں دی پاک نبی فرماوے
جیہڑا خدمت ماں دی کردا سدھا جنت جاوے

ماں کی نافرمانی......حرام ہے

ماں کی نافرمانی کرنے سے بچنا چاہئے کہ یہ حرام فعل ہے۔

عَنِ الْمُغِیْرَۃِ بْنِ شُعْبَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَیْکُمْ عُقُوْقَ الْاُمَّہَاتِ وَمَنْعًا وَّھَاتِ وَوَاْدَ الْبَنَاتِ وَکَرِہَ لَکُمْ قِیْلَ وَقَالَ وَکَثْرَۃَ السُّؤَالِ وَاِضَاعَۃَ الْمَالِ

”حضرت المغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”بے شک اللہ تعالیٰ نے تم پر حرام کر دیا ہے کہ تم اپنی ماؤں کی نافرمانی کرو، غیر کا حق روکنے سے اور جس چیز کا حقدار نہ ہو اس کے مانگنے سے اور بچیوں کو زندہ دفن کرنے سے اور ناپسند کیا ہے۔“

یوں کہا گیا اور اس نے یوں کہا کہ (یعنی فضول باتیں کرنے کو) اور کثرت سوال کو ناپسند کیا ہے اور اپنا مال ضائع کرنے کو ناپسند کیا ہے۔

(صحیح بخاری: ۴/۱۸۹۳، الرقم: ۵۹۷۵، الترغیب والترہیب: ۳/۲۹۵، الرقم: ۳۷۷۔

؎ وچہ حدیث حرام ہے دسی ماں دی نافرمانی
بے نہیں خدمت ماں دی کیتی کس کم فیر جوانی

جن کے چہرے کی زیارت......عبادت ہے

ماں کی مامتا میں

انکار نہیں ایثار ہے

بے چینی نہیں قرار ہے

تکرار نہیں	پیار ہے
گریزاں نہیں	بہار ہے
نفرت نہیں	راحت ہے
حماقت نہیں	صداقت ہے
غم نہیں	تسکین ہے
ظلم نہیں	رحم ہے
زخم نہیں	مرہم ہے
آس نہیں	اخلاص ہے
دوری نہیں	کشش ہے
درندگی نہیں	زندگی ہے

والدین کو رحمت و شفقت کی نظر سے دیکھیں، غضب آلود نظروں سے دیکھنا حرام ہے۔ والدین کے چہرے کو بنظر رحمت دیکھنا حج و عمرہ کا درجہ رکھتا ہے۔

حدیث شریف میں ہے۔

اَلنَّظَرُ اِلَی الْکَعْبَةِ عِبَادَةٌ

"کعبہ مشرفہ کی زیارت عبادت ہے۔"

وَالنَّظَرُ اِلٰی وَجْهِ الْوَالِدَیْنِ عِبَادَةٌ

"ماں باپ کے چہرے کی زیارت عبادت ہے۔"

وَالنَّظَرُ فِیْ کِتَابِ اللّٰهِ عِبَادَةٌ

"قرآن مجید کی زیارت عبادت ہے۔" (احکام القرآن: ۵/۲۰۰۲، مطبوعہ: ضیاء القرآن [illegible] المصاحف: ۱۲/۱۳۲۰۲)

[illegible] دیکھے حج کرے وا وا رے

[illegible] سجدے میں پڑے روئے

ماں پیو جسدم کرن دعاواں بدل جاون تقدیراں
ماں دی نال دعا دے ساجد ٹٹ جاون زنجیراں

درسِ فکر

پیاری بہنو! اپنی ماؤں کی قدر کرلو......اس سے پہلے کہ اس دولت سے محروم ہو جاؤ......ماں کی قدر تب ہوتی ہے جب ماں رخصت ہو جائے......ذرا سوچیں!......ماں بھی کوئی عام ماں نہ ہو......اماں آمنہ جو ہیں بھی

طیبہ	اور	طاہرہ
مشفقہ	اور	محسنہ
صابرہ	اور	شاکرہ
وارثہ	اور	پارسا
عالیہ	اور	اشرفہ
سعیدہ	اور	مسعودہ
حمیدہ	اور	مسعودہ
جمیلہ	اور	جلیلہ
سلیمہ	اور	حلیمہ
مبارکہ	اور	مخیرہ

سیدہ آمنہ	عصمت رسول ہیں
سیدہ آمنہ	عفت رسول ہیں
سیدہ آمنہ	عزت رسول ہیں
سیدہ آمنہ	جان رسول ہیں
سیدہ آمنہ	جمال رسول ہیں

؎ محمد مصطفےٰ صلِّ علیٰ خیر الانام آیا
اماماں دا رسول آیا رسولاں دا امام آیا
جاں آئے والدہ دی گود وچہ سرکار دو عالم
جناب آمنہ تائیں خدا ولوں سلام آیا

حضور اکرم ﷺ کے......بچپن کے معجزات

(i) بادلوں کا سایہ

بارھویں سال جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ملک شام کی جانب سفر فرمایا اور بصرہ پہنچے۔ اس سفر میں بحیرا راہب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں نبی آخر الزمان کی ان علامات اور صفات کو دیکھ کر پہچانا جو توریت، انجیل اور دیگر آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھی تھیں۔ بحیرا راہب نصاریٰ کے احبار میں سے تھا اور زہد و ورع کی صفات میں ممتاز تھا۔

ایک مرتبہ جب قریش کا قافلہ آیا تو اس نے دیکھا کہ بادل کا ایک ٹکڑا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر سایہ کیے ہوئے ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطالب کے ساتھ کسی درخت کے نیچے آتے تو بادل درخت کے اوپر آ جاتا۔ بحیرا اس صورت حال کو حیرت و تعجب سے دیکھ رہا تھا۔ اس کے بعد بحیرا نے اس قافلہ کو مہمان بننے کی دعوت دی اور قافلہ والوں کو بلایا تو ابوطالب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام گاہ میں چھوڑ کر چلے گئے۔

جب بحیرا نے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر قیام گاہ پر نظر ڈالی تو دیکھا کہ بادل کا ٹکڑا اپنی جگہ قائم ہے۔ راہب نے کہا "قافلے والو! کیا کوئی تم میں سے ایسا شخص [illegible] [illegible] نہیں آیا۔" پھر انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بلایا اور وہ [illegible] [illegible] سایہ کیے ہوئے تھا آیا۔ جب یہ قافلہ

پہاڑ پر چڑھنے لگا تو بحیرا نے سنا کہ پہاڑ کا ہر شجر و حجر کہہ رہا ہے۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک پر اس مہر نبوت کو بھی دیکھا اور اس کو
اسی طرح پر پایا جس طرح آسمانی کتابوں میں اس نے پڑھا تھا۔ بحیرا نے اسے بوسہ دیا
اور آپ پر ایمان لایا۔ بحیرا ان میں سے ایک ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کے
اظہار نبوت سے پہلے ایمان لائے ہیں۔

(البدایہ والنہایہ: ۲/ ۲۸۳، ابن ہشام: ۱/ ۱۱۸، ۱۱۹، طبقات ابن سعد: ۱/ ۹۹-۱۰۰)

(ii) چاند کھلونا بن گیا

تیرے ای کھڈونے شاہا چن نے ستارے نے
سوہنیا ایہہ سارے تیرے نور دے نظارے نے
والضحیٰ یٰسین طٰہٰ تیریاں ای شاناں نے
دتی اے سلامی تینوں ساریاں جہاناں نے
توں ایں میرا دین تے ایمان سوہنیا
تیرے نال وسدا جہان سوہنیا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں بھی تصرفات کے مالک تھے۔ اور آسمان
کے چاند کو اشارے سے چلاتے۔

حضرت عباس بن عبد المطلب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر
آپ کے بچپن کا ایک واقعہ یوں عرض کرتے ہیں۔

"یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ دَعَانِیْ اِلَی الدُّخُوْلِ فِیْ
دِیْنِکَ اَمَارَۃٌ لِنُبُوَّتِکَ رَاَیْتُکَ فِی الْمَھْدِ تُنَاغِی الْقَمَرَ وَتُشِیْرُ اِلَیْہِ
بِاِصْبَعِکَ فَحَیْثُ اَشَرْتَ اِلَیْہِ مَالَ قَالَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنِّیْ
کُنْتُ اُحَدِّثُہٗ وَیُحَدِّثُنِیْ وَیُلْھِیْنِیْ عَنِ الْبُکَاءِ وَاَسْمَعُ وَجْبَتَہٗ

یَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ۔"

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے آپ کے دین میں داخل ہونے کی دعوت آپ کی علامات نبوت نے دی۔ میں نے آپ کو گہوارے میں دیکھا۔ آپ چاند کے ساتھ سرگوشی فرماتے اور آپ جس طرف اشارہ کرتے وہ اسی طرف مائل ہو جاتا۔ تو آپ نے فرمایا: میں چاند کے ساتھ اور وہ میرے ساتھ ہم کلام ہوتا تھا۔ وہ مجھے رونے نہیں دیتا تھا۔ جب وہ عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا تو میں اس کی آواز سنتا تھا۔" (البدایہ والنہایہ:۲/۳۳۶)

؎ وچہ پنگوڑے چن عربی جاں انگلی پاک اٹھاوے
چن اسمانی ایدھر اودھر ساجد پھردا جاوے

اور کیا خوب فرمایا امام اہل سنت نے:

؎ چاند جھک جاتا جدھر انگلی اٹھاتے مہد میں
کیا ہی چلتا تھا اشاروں پر کھلونا نور کا

کھیلتے تھے چاند سے بچپن میں آقا اس لیے
یہ سراپا نور تھے اور وہ کھلونا نور کا

(iii) ممتاز بچے کا......ممتاز کلام

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ چھوڑتے وقت سب سے پہلے جو کلام کیا وہ یہ ہے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰهِ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا

اور یہی کلام آپ نے اس وقت فرمایا تھا جب آپ اپنی والدہ ماجدہ کے بطن اطہر سے [illegible] تشریف لائے تھے۔

(احمد زینی دحلان مکی، سیرت نبویہ، ص:۱۳۱)

(iv) کرتے ہیں جانور......عزت رسول کی

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن شریف میں ایک بار گھر سے نکلے تو پھر گھر تشریف نہ لائے۔ آپ کے متعلقین نے سمجھا کہ حضور گم ہوگئے ہیں چنانچہ آپ کی تلاش شروع ہوئی۔ ایک صاحب اونٹنی پر سوار ہو کر حضور کی تلاش کر رہے تھے کہ انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے استراحت فرما نظر آئے۔ اس نے اپنی اونٹنی بٹھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پیچھے بٹھالیا۔ اور پھر اونٹنی کو جو اٹھایا تو اس نے اٹھنے سے انکار کر دیا۔ پھر اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے آگے بٹھایا تو اونٹنی اٹھ بیٹھی۔

(امام علامہ محمد یوسف بن اسماعیل نبہانی' حجۃ اللہ علی العالمین (اردو): ص: ۲۶۸' مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز' لاہور)

فائدہ

گویا اونٹنی نے امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا پیچھے بیٹھنا گوارا نہ کیا، اسے معلوم تھا کہ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ اور رسولوں کے پیشوا۔ پھر جو پیشوائے رسل ہو وہ پیچھے کیوں بیٹھے۔

شاعر نے لکھا ہے:

گویا تھی اس اونٹنی کی یہ صدا
بے خبرا سرکار کو آگے بٹھا!

جب تلک آگے نہ بیٹھیں گے نبی
میں قیامت تک نہ اٹھوں گی کبھی

تنبیہ

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا کی ہر چیز "رسول اللہ" جانتی اور مانتی تھی اور مانتی ہے۔ ہاں مگر جنوں اور انسانوں میں سے جو کافر ہیں وہی اس حقیقت کے منکر ہیں

یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دامن مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہونے والے کو "شرالدواب" کا لقب دیا۔

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الْبُكْمُ الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝

بیشک سب جانوروں سے بدتر اللہ کے نزدیک وہ بہرے گونگے (انسان) ہیں جو کچھ نہیں سمجھتے۔ (پ:۹، الانفال:۲۲)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ "جنگلی جانور آپ کے پاس آ کر آپ کے قدموں کو چومتے تھے۔"

(تفسیر مظہری، ص:۵۲۸)

(۷) سواری بول اٹھی

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ جب ہم مکہ شریف سے قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے تو میں نے اپنی گدھی کو باتیں کرتے ہوئے سنا اور وہ کہہ رہی تھی۔ خدا کی قسم! میری بڑی شان ہے پھر میری بڑی شان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے موت کے بعد زندگی دی ہے اور مجھے کمزوری کے بعد فربہی عطا فرمائی ہے اور اے بنی سعد کی بیبیو! تم غفلت میں ہو اور نہیں جانتیں کہ میری پشت پر کون ہے؟

میری پشت پر تمام انبیاء سے بہتر...... تمام مرسلین کے سردار...... تمام اولین و آخرین سے بہتر اور پروردگار عالمین کے محبوب ہیں۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں! جب ہم نے مکہ معظمہ سے چلنے کا ارادہ کیا تو میں نے اپنی گدھی کو دیکھا کہ اس نے کعبے شریف کی طرف منہ کر کے تین بار سجدہ کیا یا سر کو جھکا دیا اور پھر آسمان کی طرف سر اٹھایا اور چل دی۔

(احمد بن زینی دحلان مکی، سیرت نبویہ، ص:۲۲۵)

(vi) درختوں نے حاصل کی...... قربت رسول کی

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا پتھروں کی آواز خود سنتی تھیں کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے اور درختوں کی شاخیں آپ کی طرف جھک جاتی تھیں۔

(تفسیر مظہری:۲/۵۲۹)

اللہ کریم کی اپنے محبوب سے گفتگو اور وعدہ سنیئے کہ اے میرے حبیب!

زبان اقدس ہلانا تیرا کام ہے
پھر وَحْیٌ یُّوْحٰی فرمانا میرا کام ہے
محبوب آنا قَاسِمٌ کہنا تیرا کام ہے
پھر سب یہ خزانے لٹانا میرا کام ہے
درختوں کے پاس جانا تیرا کام ہے
پھر شاخیں جھکانا میرا کام ہے

چھ سو (600) سالہ بزرگ کی دلچسپ کہانی

تاریخ میں ہے کہ خطۂ ہند میں چاند دو ٹکڑے دیکھا گیا لیکن اس وقت بھی اس خطہ میں اس معجزہ کی تصدیق اسے نصیب ہوئی جس کا ازل سے ستارہ سفید تھا ان میں ایک بابا رتن بھی تھے۔ مؤرخین نے لکھا ہے کہ بابا رتن بن ساہوگ ساکن تبرہندی جو نواح دہلی میں ایک مقام ہے پیدا ہوئے۔ آپ پہلے ہندوستانی ہیں جنہوں نے پیغمبر اسلام خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہو کر دین اسلام قبول کیا۔ جن کے لیے بعد میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے طول عمر کی دعا کی۔ جو چھ سو چھتیس ۶۳۶ سال تک زندہ رہے۔

قاضی نور الدین بیان کرتے ہیں کہ میرے جد بزرگوار [illegible]
مجھ کو سترھواں برس تھا جب میں اپنے چچا اور باپ کے ساتھ [illegible]

ہندوستان گیا اور ایک مقام پر ٹھہرا جہاں ایک عمارت تھی۔ دفعۃً قافلہ میں شور وغل پیدا ہوا۔ دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ عمارت بابا رتن کی ہے۔ وہاں ایک بہت بڑا درخت تھا جس کے سائے میں بکثرت لوگ آرام پا سکتے تھے۔ جب ہم اس درخت کے نیچے گئے تو دیکھا کہ بہت سے لوگ اس درخت کے نیچے جمع ہیں ہم بھی اسی غول میں داخل ہوئے۔

ہم کو دیکھ کر لوگوں نے جگہ دی۔ جب ہم درخت کے نیچے بیٹھ گئے تو ایک بہت بڑی زنبیل درخت کی شاخوں میں لگی ہوئی دیکھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس زنبیل میں بابا رتن ہیں جنہوں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے چھ مرتبہ طول عمر کی دعا کی۔ یہ سن کر ہم نے ان سے کہا کہ زنبیل کو اتارو تاکہ ہم اس شخص کی زبان سے کچھ حالات سنیں۔

تب ایک اور بزرگ نے اس زنبیل کو اتارا۔ زنبیل میں بہت سی روئی بھری ہوئی تھی۔ جب اس زنبیل کا منہ کھولا گیا تو بابا رتن نمودار ہوئے۔ جس طرح مرغ یا طائر کا بچہ روئی کے پھل سے نکلتا ہے۔ پھر اس شخص نے بابا رتن کے چہرہ کو کھولا اور ان کے کان سے اپنا منہ لگا کر کہا: جد بزرگوار! یہ لوگ خراسان سے آئے ہیں۔ ان میں سے اکثر شرفاء اور اولاد پیغمبر ہیں۔ ان کی خواہش ہے کہ آپ ان سے مفصل بیان کریں کہ آپ نے کیونکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کیا فرمایا تھا؟ یہ سن کر بابا رتن نے ٹھنڈی سانس بھری اور اس طرح زبان فارسی میں تکلم کیا جیسے شہد کی مکھی بھنبھناتی ہے۔

بابا رتن کی دلچسپ داستان

میں اپنے باپ کے ساتھ ہند کے ملک تجارت کے واسطے گیا اس وقت میں جوان تھا۔ جب ہند کے قریب پہنچا تو ایک پہاڑوں کے دامن میں دیکھا کہ کثرت بارش سے پانی بھرا ہوا ہے۔ وہیں ایک [illegible] دیکھا کہ جس کا چہرہ نہایت غمگین تھا۔ رنگ کسی قدر [illegible] کے ساتھیوں کے

درمیان سے زور سے بہہ رہا تھا۔ اس سے صاحبزادہ کو خوف تھا کہ سیلاب سے نکل کر اونٹوں تک کیسے پہنچوں۔

یہ حال دیکھ کر مجھے معلوم ہوا اور بغیر اس خیال کے میں ان صاحبزادہ کو جانتا پہچانتا اپنی پیٹھ پر سوار کر کے اور سیلاب کو طے کر کے ان کے اونٹوں تک پہنچا دیا۔ جب میں اونٹوں کے نزدیک پہنچ گیا تو میری طرف بنظر شفقت دیکھا اور تین مرتبہ فرمایا:

"بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ عُمُرِكَ . بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ عُمُرِكَ . بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ عُمُرِكَ ."

میں وہیں ان صاحبزادہ کو چھوڑ کر چلا گیا اور مال تجارت فروخت کر کے وطن واپس آ گیا۔

معجزۂ شق القمر

وطن آنے کے بعد اپنے کاروبار میں مگن ہو گیا۔ اس پر کچھ زمانہ گزر گیا کہ حجاز کا خیال ہی نہ آیا۔ ایک شب میں اپنے مکان کے صحن میں بیٹھا ہوا تھا کہ چودھویں رات کا چاند آسمان پر چمک رہا تھا۔ دفعۃً کیا دیکھتا ہوں کہ چاند کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا مشرق میں غروب ہو گیا اور ایک مغرب میں۔ ایک ساعت تک تیرہ تاریک رہی۔ رات اندھیری ہوتی تھی۔ وہ ٹکڑا جو مشرق میں غروب ہوا تھا۔ اور وہی ٹکڑا جو مغرب میں غروب ہوا تھا دونوں آسمانوں پر آ کر مل گئے۔ چاند اپنی اصلی حالت میں ماہ کامل بن گیا۔

میں اس واقعہ سے بڑا حیران تھا اور کوئی سبب اس کا عقل میں نہیں آتا تھا۔ یہاں تک کہ قافلہ ملک عرب سے آیا۔ اس نے بیان کیا کہ ہم میں ایک شخص ہاشمی نے ظہور کیا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ میں تمام عالم کے واسطے خدا کی طرف سے پیغمبر مقرر ہوں۔ اہل مکہ نے اس دعویٰ کی تصدیق میں مثل دیگر انبیاء کے معجزہ طلب کیا کہ چاند کو حکم دینے کہ آسمان پر دو ٹکڑے ہو جائے۔ ایک شب [illegible] میں غروب ہو اور دوسرا مغرب میں [illegible] اور پھر دونوں اپنے مقام سے آ کر آسمان پر ایک ہو جانے دیکھا [illegible]

دکھایا۔

جب مجھ کو یہ کیفیت معلوم ہوئی تو میں نہایت مشتاق زیارت ہوا کہ خود جا کر اس شخص کی زیارت کروں۔ چنانچہ میں نے سفر کا سامان درست کیا اور کچھ مال تجارت ہمراہ لے کر روانہ ہوا اور مکہ میں پہنچ کر اس شخص کا پتہ دریافت کیا۔ لوگوں نے مکان اور دولت کدہ کا نشان بتایا۔ میں دروازے پر پہنچا اور اجازت حاصل کر کے داخل حضوری ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ شخص وسط خانہ میں بیٹھا ہوا ہے۔ چہرہ نورانی چمک رہا ہے اور ریش مبارک سے نور ساطع ہے۔

پہلے سفر میں میں نے جب دیکھا تھا اور اس سفر میں جو میں نے دیکھا تو مطلق نہیں پہچانا کہ یہ وہی صاحبزادے ہیں جن کو میں نے اٹھا کر سیلاب سے باہر نکالا تھا۔ جب میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا تو میری طرف دیکھ کر تبسم فرمایا اور مجھے پہچان لیا اور فرمایا:

"وَعَلَيْكَ السَّلَامُ اُدْنُ مِنِّيْ"

اس وقت ان کے پاس ایک طبق پُر از رطب رکھا تھا اور ایک جماعت اصحاب کی گرد بیٹھی ہوئی تھی۔ اور نہایت تعظیم کے ساتھ ان کا احترام کر رہی تھی۔ یہ دیکھ کر میرے دل پر ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ میں آگے نہ بڑھ سکا۔

میری یہ حالت دیکھ کر انہوں نے فرمایا: "میرے قریب آ۔" پھر انہوں نے فرمایا: کھانے میں موافقت کرنا مقتضیات مروت ہے اور باہم نفاق کا پیدا کرنا بے دینی و زندقہ ہے۔ یہ سن کر میں آگے بڑھا اور ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور کھانے میں رطب کے شریک ہوا۔ وہ اپنے دست مبارک سے رطب اٹھا اٹھا کر مجھے عنایت فرماتے تھے۔ علاوہ اس کے جو میں نے اپنے ہاتھ سے چن چن کر کھائے۔ چھ رطب انہوں نے عنایت فرمائے۔ پھر میری طرف دیکھ کر بہ تبسم اشارہ فرمایا کہ تو نے مجھے نہیں پہچانا۔ میں نے عرض کیا کہ

[illegible]

[illegible] سوال بے پار نہیں

اتارا تھا اور اونٹوں کی چراگاہ تک نہیں پہنچایا تھا۔ یہ سن کر میں نے پہچانا اور عرض کیا کہ اے نوجوان خوش رو! بے شک صحیح ہے۔ پھر ارشاد فرمایا: داہنا ہاتھ بڑھا میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو انہوں نے بھی اپنا ہاتھ بڑھایا اور مصافحہ کر کے ارشاد فرمایا:

"اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔"

میں نے اس کو ادا کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بہت مسرور ہوئے۔ جب میں رخصت ہونے لگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا:

"بَارَكَ اللّٰهُ فِيْ عُمُرِكَ"

میں آپ سے رخصت ہوا۔ میرا دل بسبب ملاقات اور بسبب حصول شرف اسلام بہت مسرور تھا۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کو حق تعالیٰ نے مستجاب فرمایا۔ اس وقت میری عمر چھ سو برس سے کچھ زیادہ ہے اس بستی میں جتنے لوگ آباد ہیں وہ میری اولاد اور اولاد کی اولاد ہیں۔ (علامہ ابن حجر عسقلانی، کتاب الاصابہ فی معرفۃ الصحابہ، جلد اول)

دست مصطفیٰ اور نظر مصطفیٰ کی کیا شان ہے۔ عاشق رسول سیدی وسندی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زبانی سنیے۔

جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

جس سے تاریک دل جگمگانے لگے
اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

محبوبِ مصطفیٰ کی نمایاں صفات

(۱) بے داغ شخصیت

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بچپن سے ہی [illegible]
اعلانِ اسلام سے قبل جاہلیت کے ماحول میں پلے بڑھے [illegible] ... [illegible]

کشید کرنے کی بھٹیاں لگی ہوں...... گھر گھر شراب خانے کھلے ہوں...... اس ماحول میں اس جداگانہ امتیازی فطرت کے حامل فرد فرید نے کبھی شراب کا ایک قطرہ بھی اپنی زبان کے نزدیک نہیں آنے دیا...... انہوں نے شطرنج کے مہروں کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا...... ان کے والد عبداللہ اس دنیا سے درہم و دینار چھوڑ کر رخصت نہیں ہوئے...... صرف پانچ اونٹ، بکریوں کا ایک ریوڑ اور ایک حبشیہ لونڈی چھوڑی...... ان کا نام برکت اور کنیت ام ایمن تھی...... یہی ام ایمن ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گود میں کھلایا تھا...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کپڑوں کے زیادہ جوڑے نہ تھے...... صرف ایک جوڑا تھا جسے دھو کر پہن لیتے تھے...... اس کے باوجود آپ کا جسم مبارک ریشم و دیباج سے بھی زیادہ نرم و نازک تھا۔

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کا شرف حاصل کیا۔ اللہ کی قسم! میں نے اللہ کے رسول کی ہتھیلی کو ریشم و دیباج سے بھی زیادہ نرم پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے نکلنے والے پسینہ کی تعریف میں حضرت انس فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! میں نے اس کی خوشبو کستوری اور عنبر سے بھی عمدہ اور بہتر پائی۔"

(صحیح بخاری، الرقم: ۲۵۷۱، صحیح مسلم، الرقم: ۲۳۳۰، سنن ترمذی، ۴/۳۶۸، الرقم: ۲۰۱۵، مسند احمد بن حنبل، ۳/۱۰۷، ۲۰۰، الرقم: ۱۲۰۶۷)

سیدھی سیدھی روش پہ کروڑوں درود
سادی سادی طبیعت پہ لاکھوں سلام

[illegible]

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ۶۳ سال کی زندگی گزاری۔ آپ صلی اللہ علیہ [illegible] پوچھا کہ آپ نے ساری زندگی ایک دفعہ

بھی جھوٹ نہیں بولا۔ ساری زندگی خیانت کے کبھی مرتکب نہ ہوئے......کبھی فحش گوئی نہیں کی...... زبان پر مکمل کنٹرول تھا......لسان مبارک سے کبھی کوئی غلط بات نہیں نکلی......بچپن میں بھی آپ کی اعلیٰ عادات اور خصائل بڑے منفرد اور بے مثل تھے۔

زمانۂ جاہلیت کے انتہائی گمراہ ماحول میں آپ کی بے مثال پاکیزہ زندگی دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود اس ظلمت کدہ میں چودھویں کے چاند کی طرح جگمگا رہا ہے۔

دعوت فکر

قابل قدر بہنو! آج نہ ہماری زبان پہ ہمارا کنٹرول ہے اور نہ خواہشات پر۔ بات کرتے ہوئے فحش گوئی سے کام لیا جاتا ہے۔ ادب و احترام کا نام و نشان تک مٹا دیا جاتا ہے۔ امانت میں خیانت کی جاتی ہے۔ زیادہ وقت غیبت و چغلی میں گزارا جاتا ہے۔ جھوٹ بولا جاتا ہے...... کیوں؟ کیونکہ اسلامی تعلیمات سے دوری انسان کو زمانہ جاہلیت تک پہنچا دیتی ہے۔ جب شعور ہی نہ ہو تو جاہلیت کا خاتمہ کیسے ہوگا۔ دین اسلام کا شعور حاصل کرو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل کرو۔ زندگی خود بخود سنورتی چلی جائے گی۔

(ii) قناعت پسندی

بچپن کی خصوصیات میں سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ دوسرے بچوں کی طرح حریص اور طماع نہ تھے۔ آپ بچپن ہی سے قناعت پسند تھے۔ گھر کے دوسرے بچے جب صبح بیدار ہوتے تو شکم سیری کی وجہ سے پریشان اور آلودہ چشم نظر آتے تھے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کم خوری کے باوجود نہایت مسرور، بیدار مغز اور سرگیں چشم دکھائی دیتے تھے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اٹھائے ہوئے واپس اپنے خیمہ میں پہنچی تو میں نے دودھ سامنے رکھ کر لیے [illegible]

چھاتی پیش کی حضور نے اس سے پیا۔ جتنا چاہا۔ پھر میں نے بائیں چھاتی پیش کی۔ آپ نے پینے سے انکار کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو الہام کیا کہ تیرا ایک اور بھائی بھی ہے اس لیے آپ عدل کریں اور دوسری طرف سے دودھ نہ پئیں۔ جس ہستی نے آگے چل کر سارے جہاں کو عدل وانصاف کا درس دینا تھا اس کا پروردگار یہ کیسے برداشت کر سکتا تھا کہ اس کا اپنا دامن کسی بے انصافی سے ملوث ہو۔ اس لیے آپ نے قناعت کا مظاہرہ کیا اور بائیں طرف سے دودھ نہ پیا۔

(ضیاء النبی، ۲/۵۷، احمد بن زینی دحلان مکی، السیرۃ النبویہ، ۱/۵۷)

دو جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا
اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

درسِ ہدایت

پیاری بہنو! ہمیں بھی چاہیے کہ ہم خود بھی قناعت پسندی کا مظاہرہ کریں اور اپنے بچوں میں بھی قناعت کی صفت پیدا کریں۔ تھوڑے پر گزارا کر کے اللہ کا شکر ادا کریں بے شک وہی روزی دینے والا ہے اور اپنے اردگرد بہن بھائیوں پر بھی نظر رکھیں اور ضرورت مند کی حاجت روائی کریں۔ تاکہ اللہ کریم کی رضا جوئی حاصل کی جا سکے۔

(iii) شرم وحیاء

دنیائے اخلاق میں شرم وحیا بہت قیمتی چیز ہے اور یہ اس خصلت کا نام ہے جو شرافت وانسانیت کی نظر میں معیوب چیزوں کو روکے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے شرم وحیا کے پیکر تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

میں بچپن میں قریش کے بچوں کے ساتھ تھا اور ہم لوگ ایسے پتھر ایک جگہ سے [illegible] سے [illegible] ایک [illegible] نے میرا تہبند لے کر [illegible] ان کے ساتھ پیچھے رہ گیا

کیونکہ فرشتے نے مجھے گھونسا مارا تھا اور یہ گھونسا بے حد کمزور تھا اور ایک روایت میں ہے بہت سخت تھا۔

فرشتے نے کہا اس سے اپنا تہہ بند لے کر اوڑھ لیں۔ پھر اس نے اس لڑکے سے میرا تہہ بند لے کر مجھے اوڑھ دیا اور میں نے پتھر اٹھائے تو میرا تہہ بند میرے ساتھی کے درمیان حائل تھا۔ (سیرت نبویہ، ص: ۲۸۷، سیرت ابن ہشام: ۱/۱۸۳، البدایہ والنہایہ: ۲/۳۵۰)

درسِ ہدایت

آج کل شرم وحیا کی دھجیاں اڑادی گئی ہیں۔ مخلوط ماحول نے معاشرے کی کایا ہی پلٹ کر رکھ دی ہے۔ الیکٹرونک میڈیا بھی اس میں پیش پیش ہے کہ موبائل میں حیا سوز مناظر، تصاویر دیکھی جاتی ہیں۔ ٹی وی پر برہنہ مناظر دیکھ کر فلمیں ڈرامے دیکھ کر نوجوان نسل کی غیرت اور شرم وحیا کو ختم کیا جارہا ہے اسلامی تعلیمات سے دوری کے باعث معاشرہ اس گندگی کی دلدل میں پھنستا چلا جارہا ہے۔ اللہ کریم ہمیں شرم وحیا کے پیکر محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے گناہوں کی اس دلدل سے محفوظ فرمائے۔

(iv) برائیوں سے حفاظت

اللہ تعالیٰ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دور جاہلیت میں آپ کی شریعت کے مطابق ان لوگوں کے اقدار و مصائب سے محفوظ رکھا۔ چونکہ اللہ کریم آپ کا اکرام چاہتا تھا یہاں تک کہ آپ اپنی قوم میں ان سے

خلق میں	بہتر ہیں
حلم میں	اعظم ہیں
مروت میں	افضل ہیں
میل جول میں	اکرم ہیں
قرب میں	بہتر ہیں

حلم میں	زیادہ ہیں
امانت کی	زیادہ حفاظت کرنے والے ہیں

سب سے زیادہ سچی بات کہنے والے تھے۔ چنانچہ آپ کا نام امین ہے اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ میں حلم وصبر...... شکر وعدل...... زہد وتواضع...... عفت وجود...... شجاعت وحیا...... اور مروت وغیرہ تمام اوصاف حمیدہ امور صالحہ اور افعال حمیدہ جمع فرما دیئے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا میں نے دور جاہلیت میں بھی کبھی برائی کا ارادہ تک نہیں کیا۔

ایک بار ایسا ہوا کہ میں نے مکہ کے پہاڑ پر بکریاں چراتے ہوئے اپنے ساتھی قریشی نوجوان سے کہا جو اپنے گھر والوں کی بکریاں چرار ہا تھا اور ایک روایت میں ہے کہ ہم اپنی بکریاں چرا رہے تھے اور میں نے مکے کے نوجوان سے کہا میری بکری کا خیال رکھ میں تجھے کہانی سناتا ہوں، جیسا کہ رات کو کہانیاں سنتے سناتے ہیں۔

پھر ہم چراگاہ سے نکلے تو مکہ کے ایک گھر سے گانے بجانے اور ڈھول باجے کی آواز سنائی دی۔ میں نے پوچھا یہ کیا ہے ساتھیوں نے کہا فلاں کی فلانی سے شادی ہے۔ میرا جی چاہا کہ میں اس آواز کو سنوں تو میری آنکھوں پر نیند کا غلبہ طاری ہو گیا اور میں سو گیا اور سورج طلوع ہونے کے بعد بیدار ہوا۔

پس میں اپنے ساتھی کے پاس واپس آیا تو اس نے کہا: تجھے کیا ہوا تھا میں نے اسے نیند کا واقعہ سنا دیا اور دوسری مرتبہ آئندہ شب بھی ایسے ہی ہوا۔

(احمد بن زینی دحلان کی، سیرت نبویہ ص:۲۸۶-۲۸۸)

بچپن مصطفےٰ اور ہم

اگر چہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں وقار، سنجیدگی اور متانت کی فضا ہر وقت قائم رہتی۔ یہاں تک کہ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ یہ لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت بابرکت میں ایسے باادب بیٹھتے کہ گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ ادنیٰ سی حرکت سے اڑ جائیں گے۔

مگر پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوش طبعی ان متبرک صحبتوں کو اور خوشگوار بنا دیتی۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر ایک طرف پیغمبر خدا کی حیثیت سے احترام رسالت کو ملحوظ رکھتے ہوئے وعظ و تلقین میں مصروف رہتے تو دوسری طرف آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ایک بے تکلف رفیق اور ایک خوش مزاج ساتھی کی حیثیت سے بھی میل جول رکھتے۔

اگر چہ زیادہ تر اوقات میں آپ کی مجلس ایک دینی درسگاہ اور تعلیمی ادارہ بنی رہتی تاہم کچھ دیر کے لیے خوش طبع مہذب دوستوں کی بیٹھک بھی بن جاتی۔ جس میں ظرافت کی باتیں بھی ہوتیں۔ گھر بار کے روزانہ کے قصے بھی بیان ہوتے۔ غرض بے تکلفی سے آپ صحابہ رضی اللہ عنہم سے اور صحابہ رضی اللہ عنہم آپس میں گفتگو کرتے۔

آپ کی ظرافت کس طرح کی تھی اس کی تشریح کی اس لیے ضرورت ہے کہ بہت سے کاموں میں ہمارے غلط عمل سے ہمارے نظریے بدل چکے ہیں...... تخیل کہاں سے کہاں چلا گیا ہے...... ہر چیز میں ہم اعتدال کھو بیٹھے ہیں...... اگر ہم سنجیدہ اور متین بنتے ہیں تو اتنے کہ خوش طبعی و ظرافت ہم سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ہمیں ایک خاص معیار سامنے رکھنا ہے۔ آپ کی ظرافت کی تعریف آپ ہی کی زبان مبارک سے سن لیجئے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے تعجب سے پوچھا کہ آپ بھی مذاق کرتے

ہیں؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: ہاں بے شک، مگر میرا مزاح سراسر سچائی اور حق ہے۔

اس کے مقابلہ میں آج کل

ہمارے مذاق میں	جھوٹ ہوتا ہے
ہمارے مذاق میں	غیبت ہوتی ہے
ہمارے مذاق میں	بہتان ہوتا ہے
ہمارے مذاق میں	طعن و تشنیع ہوتی ہے
ہمارے مذاق میں	بے جا مبالغہ آرائیاں ہوتی ہیں

آیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ظرافت کے چند واقعات سنیے تا کہ ہم میں بھی ظرافت کا صحیح تخیل قائم ہو سکے۔

(۱) ایک شخص نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر سواری کے لیے درخواست کی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

میں تم کو سواری کے لیے اونٹنی کا بچہ دوں گا۔ وہ شخص حیران ہوا، کیونکہ اونٹنی کا بچہ سواری کا کام کب دے سکتا ہے۔ عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا؟

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کوئی اونٹ ایسا بھی ہوتا ہے جو اونٹنی کا بچہ نہ ہو

(ترمذی، مشکوٰۃ باب المزاح فصل دوم)

(۲) ایک مرتبہ ایک بڑھیا خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے لیے دعا کریں اللہ تعالیٰ مجھ کو جنت نصیب کرے۔ آپ نے

[illegible] فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے

[illegible] زندہ

قطار رونا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہو کر تشریف لائے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی۔ یہ بڑھیا رو رہی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اس سے کہہ دو کہ بوڑھی عورتیں جنت میں جائیں گی مگر جوان ہو کر جائیں گی۔ (مشکوٰۃ، کتاب الاداب، باب المزاح، فصل دوم)

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک دیہاتی زاہر نامی دوست تھے۔ جو اکثر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیے بھیجا کرتے تھے۔ ایک روز بازار میں وہ اپنی کوئی چیز بیچ رہے تھے۔ اتفاق سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ادھر تشریف لے آئے۔ ان کو دیکھا تو بطور خوش طبعی چپکے سے پیچھے سے جا کر ان کو گود میں اٹھا لیا اور بطور ظرافت آواز لگائی کہ اس غلام کو کون خریدتا ہے۔ زاہر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے چھوڑ دو۔ کون ہے؟ مڑ کر دیکھا تو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ حضرت زاہر نے کہا کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ جیسے غلام کو جو خریدے گا نقصان اٹھائے گا۔"

(مشکوٰۃ، باب المزاح، فصل دوم، صحیح ابن حبان، ۱۳/۱۰۷، شرح السنۃ، ۱۳/۱۸۱)

غریبوں کی مدد

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مال و دولت کی ریل پیل نہیں تھی۔ سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے ہیں، نہ ماں نہ باپ نہ بہن، صرف ابو طالب کے اہل و عیال ہیں۔ جو خود بھی تجارت کرتے ہیں۔ ان کا لڑکا طالب بھی کام کرتا ہے۔ اور حصول معاش میں دونوں باپ بیٹا مشقت کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی خدمت کرتے ہیں۔ مگر لین دین کی اس گرم بازاری میں ان کے پاس سرمایہ جمع نہیں ہوتا۔ عتبہ کے دل میں ایک خیال گزرتا ہے۔ وہ ایک روز سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں دبے پاؤں روانہ ہو جاتا ہے۔ اس نے دیکھ لیا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں

میں اناج اور سکوں کی چھوٹی چھوٹی تھیلیاں ہیں۔ کسی میں دن بھر کے منافع کی رقم ہے کسی میں اناج ہے۔ وہ انہیں لیے ہوئے ایک گلی میں داخل ہوتے ہیں۔ عتبہ چھپ چھپ کر ان کے پیچھے آ رہا ہے۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان کا دروازہ کھٹکھٹاتے ہیں۔ ایک نحیف و نزار بڑھیا باہر آتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ہاتھ میں ایک تھیلی تھما دیتے ہیں۔ اور اس کی تحسین سے بے نیاز آگے بڑھ جاتے ہیں۔ عتبہ غور سے دیکھتا ہے اور چونک اٹھتا ہے۔

"اوہ! یہ تو قیس کا گھر ہے جو حرب فجار میں ہلاک ہو گیا تھا۔ یہاں اس کے چھوٹے چھوٹے بچے اور مریضہ ماں رہتی ہے۔ جس کا کوئی پرسان حال نہیں ہے۔"

وہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں دبے پاؤں چلتا رہتا ہے۔ چند قدم جانے کے بعد آپ ایک دروازہ پر دستک دیتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد ایک بوڑھا اپاہج باہر آتا ہے۔ اس کی آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی ہیں۔ گال پچک گئے ہیں۔ رنگ زرد ہے۔ ہاتھوں میں رعشہ ہے۔ عتبہ نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرنے کے بعد ایک تھیلی دے کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ بوڑھے کے لب ہلتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ دعائیں دے رہا ہے۔

مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں درود
مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ذِی الْمَجْدِ وَالْعُلٰی وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْوَرٰی ۔ شَمْسِ الضُّحٰی ۔ بَدْرِ الدُّجٰی ۔ صَدْرِ الْعُلٰی ۔ نُوْرِ الْهُدٰی ۔ كَهْفِ الْوَرٰی ۔ دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ ۔ مَنْبَعِ الْجُوْدِ وَالْعَطَاءِ عَالِمِ الْاَرْضِ وَالسَّمَآءِ

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ○

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ○

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ○

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰهِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰهِ
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا نُوْرَ اللّٰهِ

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

ایہہ کون آیا جدھے آیاں بہاراں مسکرا پیاں
کھڑے نیں پھل تے کلیاں ہزاراں مسکراں پیاں

بڑی خوش بخت سی ڈاچی سواری کملی والے دی
حلیمہ ہتھ جد پھڑیاں مہاراں مسکرا پیاں

ہمیشہ جھیڑیاں محروم سن قربت دی لذت توں
قدم رکھیا نبی سوہنے تے غاراں مسکرا پیاں

کھڑے سن منتظر سارے نبی اقصٰی دی مسجد وچ
امام الانبیاء آئے قطاراں مسکرا پیاں

جتھاں جبریل سدرہ تے کھڑا حیران ہوندا سی
اوتھاں ٹپیا نبی تے رہگذراں مسکرا پیاں

[illegible] نے شکر دے سجدے ادا کیتے
[illegible] مسکرا پیاں

ابتدائیہ

رب کائنات نے اپنے حبیب مکرم سیدنا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ذات کا مظہر کامل بنا کر کائنات میں مبعوث فرمایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور بشری بارہ ربیع الاول کو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کے گھر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں ہوا۔ جس سے تاریخ عالم ایک ایسے دور میں داخل ہوئی جس نے نئی تہذیب وتمدن کو جنم دیا اور کہولت وفرسودگی کے تمام آثار دیکھتے ہی دیکھتے ماند پڑ گئے۔ صنم کدۂ جہاں سے شرک و الحاد اور کفر و جہالت کی تمام ظلمتیں مٹ گئیں۔ شبستان عالم میں توحید باری کی ایسی شمع روشن ہوئی جس سے تشکیک و گمراہی کے سارے اندھیرے اپنی موت مر گئے۔

ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ازل تا ابد جاری و ساری ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چرچا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وجود میں لانے سے بھی بہت پہلے کر دیا تھا...... عرش بریں پر اپنے نام کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام رقم کیا...... جنت کے پتے پتے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی جلوہ گر رہا...... فرشتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام جپتے رہے...... آج اگر امت مسلمہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کے واقعات کو تصور و تخیل میں لا کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتی ہے تو یہ اسی نوری سلسلہ کی ایک کڑی ہے جو ازل تا ابد جاری رہے گا۔ یہ محبوب و پسندیدہ عمل ہے۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کی خوشی میں ضیافت کرنا...... صدقہ و خیرات کرنا...... روشنیوں کا اہتمام کرنا...... قمقمے روشن کرنا...... مشعل بردار جلوس نکالنا...... اور دل کھول کر خرچ کرنا بارگاہ الٰہی میں مقبول اور اس کی رضا کا باعث ہے...... امتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پر خوش ہوں گے تو اللہ ان سے خوش ہوگا۔

میلاد النبی......قرآن کی روشنی میں

میلاد میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کا ذکر ہوتا ہے۔ آپ کے خصائل و مناقب اور آپ کے شمائل و خصائل کا بیان ہوتا ہے۔ اور یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس کا کوئی انکار کر سکے کیونکہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ، حضرت یحییٰ اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کے فضائل اور خصائل کا بھی ذکر کیا گیا ہے اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری اور آپ کے محامد و محاسن کا بھی بکثرت ذکر ہے۔ اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تلاوت کی دولت عطا کی ہے اس سے یہ آیات مخفی نہیں ہوں گی۔

نبی دا میلاد قرآن دی سطوروچوں بولدا

شعلہ جیویں اگ دا تندور وچوں بولدا
عشق حقیقی منصور وچوں بولدا

فیض بلھے شاہ دا قصور وچوں بولدا
ذائقہ مٹھائی دا کھجور وچوں بولدا

حور دا کمال سارا حور وچوں بولدا
نور دا جمال سارا نور وچوں بولدا

رکھ جدوں بولدا تے بور وچوں بولدا
نام میرے آقا دا انجیل تے زبور وچوں بولدا

ناصر اے محققاں محدثاں دا فیصلہ
رب جدوں بولدا حضور وچوں بولدا

رب دے قرآن نے ہے دسیا جہان نوں
نبی دا میلاد قرآن دی سطور وچوں بولدا

خوانِ نعمت سے دلیل

پہلی امتوں کو بھی اللہ رب العزت نے اپنی نعمتوں سے نوازا جس پر وہ اللہ کے حضور شکر بجالاتے اور حصولِ نعمت کا دن بطورِ عید مناتے تھے۔ جیسے خوانِ نعمت ملنے کا دن جشنِ عید کے طور پر منایا جاتا تھا۔ اس مثال سے مقصود یہ باور کرانا ہے کہ سابقہ امتیں اپنی روایات کے مطابق مخصوص دن مناتی چلی آ رہی ہیں۔ اور قرآن نے ان کے اس عمل کا ذکر بھی کیا ہے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے:

رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ

"اے اللہ! اے ہمارے رب! ہم پر آسمان سے خوان (نعمت) نازل فرما دے کہ (اس کے اترنے کا دن) ہمارے لیے عید ہو جائے۔ ہمارے اگلوں کے لیے (بھی) اور ہمارے پچھلوں کے لیے (بھی) اور (وہ خوان) تیری طرف سے نشانی ہو۔" (پ:۷، المائدہ:۱۱۴)

جب سابقہ امتیں معمولی سی نعمت پر شکر بجالاتی تھیں تو امت مسلمہ پر بدرجۂ اتم لازم آتا ہے کہ وہ اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی منا کر اس عظیم ترین نعمت کا شکر شرح صدر کے ساتھ بجالائے..... کیونکہ

سب سے بڑی نعمت [illegible]
سب سے بڑی دولت [illegible]

سب سے بڑی رحمت — ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے اولیٰ و اعلیٰ — ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سب سے بالا و والا — ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اپنے مولا کا پیارا — ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
دونوں عالم کا دولہا — ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
سب رسولوں سے اعلیٰ — ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
بے کسوں کا سہارا — ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
تاجداروں کا آقا — ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم
اونچے سے اونچا — ہمارا نبی صلی اللہ علیہ وسلم

نعمتوں کو یاد کرنے سے دلیل

ے ماہی آیا تے آیا بہار موسم
تے طائر گیت بہار دے گان لگے
جناں پنچھیاں نوں خزاں دکھ دتے
اوہ وی خوش ہو کے مسکران لگے
فریدی کعبے دی چھت تے کھڑے ہو کے
جبرائیل پیغام سنان لگے
مرحبا آکھو مرحبا آکھو
کملی والے تشریف لیان لگے

اللہ کریم نے یہ حکم دیا ہے کہ اس کی نعمتوں کو خوب یاد کرو۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ

"اور اپنے اوپر (کی گئی) اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی پس تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔" (پ۴، آل عمران:۱۰۳)

درسِ عمل

بلاشبہ یہ اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت ہے کہ اس نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بندوں کے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا۔ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ ان کو ایک دوسرے کا غمخوار بنا دیا۔ ان کی نفرتوں اور عداوتوں کو محبتوں اور مروتوں سے بدل دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس دنیا میں تشریف لانا اور لوگوں کا آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر حلقہ بگوش اسلام ہونا اور خون کے پیاسوں کا باہم شیر و شکر ہونا اس امر کا تقاضا کرتا ہے کہ ہم رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے موقع پر بارگاہ خداوندی میں سراپا تشکر بن جائیں اور اس کا بہترین طریقہ میلاد منانا ہے۔

ے گڑتی وچ نبی ﷺ دا پیار شامل
نبی نبی نہ کریئے تے کی کریئے

منن والے ہاں اللہ دے ولیاں نوں
غوث جلی نہ کریئے تے کی کریئے

چرچا اللہ پاک دیاں نعمتاں دا
گلی گلی نہ کریئے تے کی کریئے

جشن آزادی منانے سے استدلال

کوئی کہندا — آل تے اولاد وڈی چیز اے
کوئی کہندا — عملاں دا سواد وڈی چیز اے
کوئی کہندا — پیار دا اتحاد وڈی چیز اے

کوئی کہندا — یاراں دا اعتماد بڑی چیز اے

کوئی کہندا — محفلاں چہ داد بڑی چیز اے

کوئی کہندا — سائنس دی ایجاد بڑی چیز اے

مگر ناصر شاہ اساں تے نچوڑ کڈھ چھڈے نیں

ساڈے لئی تے آقا صلی اللہ علیہ وسلم دا میلاد بڑی چیز اے

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کر کے ان پر شکر بجالانا صرف امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پر واجب نہیں بلکہ سابقہ امتوں کو بھی یہی حکم تھا۔ بنی اسرائیل سے فرمایا گیا:

یٰبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِیَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتُ عَلَیْكُمْ وَاَنِّیْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِیْنَ۝

"اے اولاد یعقوب! میرے وہ انعام یاد کرو جو میں نے تم پر کیے اور یہ کہ میں نے تمہیں (اس زمانے میں) سب لوگوں پر فضیلت دی۔"

(پ:۱، البقرہ:۴۷)

اسی طرح دیگر آیات میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل پر اپنے احسانات گنوائے ہیں۔

ایک مقام پر فرمایا:

وَاِذْ نَجَّیْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ

"اور (اے آل یعقوب! اپنی قومی تاریخ کا وہ واقعہ بھی یاد کرو) جب ہم نے تمہیں فرعون کے لوگوں سے رہائی دی جو تمہیں انتہائی سخت عذاب دیتے تھے۔" (پ:۱، البقرہ:۴۹)

درسِ عمل

قرآن کریم کی مندرجہ بالا آیات مبارکہ سے یہ نکتہ مستنبط ہوتا ہے کہ قومی آزادی [illegible] بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ فرعون کی غلامی سے آزادی

حاصل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاؤ۔ قومی آزادی بلاشبہ ایک نعمت خداوندی ہے۔ اور اس کے حصول پر شکر بجالانا حکم ایزدی کی تعمیل ہے۔ ہمارے وطن پاکستان کا برطانوی استعمار کے تسلط سے آزاد ہونا اور ایک نئی اسلامی ریاست کے طور پر معرض وجود میں آنا اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے۔ جب ہم ہر سال ۱۴ اگست کو نعمت آزادی کے حصول پر خوشی مناتے ہیں۔ تو یہ قرآن حکیم کے حکم تشکر کے حوالے سے بھی ہم پر لازم آتا ہے۔

ہر ملک	آزادی کا جشن مناتا ہے
ہر قوم	آزادی کا جشن مناتی ہے
ہر قبیلہ	آزادی کا جشن مناتا ہے

دنیا کا کوئی ملک یا خطہ ایسا نہیں جہاں کے رہنے والے لوگ مذہبی تہوار یا کوئی نہ کوئی قومی تہوار نہ مناتے ہوں۔

جی ہاں

یہودی بھی	جشن مناتے ہیں
عیسائی بھی	جشن مناتے ہیں
بدھ مت بھی	جشن مناتے ہیں
ہندو بھی	جشن مناتے ہیں
ملحد قومیں بھی	جشن مناتے ہیں

مسلمانوں کو اللہ رب العزت نے ایام اللہ عنایت فرماتے ہیں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہماری زندگی کے لیے ہدایت و شریعت اور [illegible] کا سرچشمہ ہے۔

تو جس امت کو	افضل الانبیاء کی امت ہونے کا [illegible]
جس امت کو	[illegible]
جس امت کو	سردار الانبیاء [illegible]

جس امت کو — امام الانبیاء نبی نصیب ہو جائے
جس امت کو — خاتم الانبیاء نبی نصیب ہو جائے

اس امت کو تو بدرجہ اولیٰ جشن میلاد النبی منانا چاہیے۔

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد ہوئی تو ہر طرف جان بہار آ گئی۔ ہر طرف بہاریں آ گئیں۔ شاعر نے کیا خوب فرمایا۔

؎ نظر نظر کو قرار آیا یہ کون جان بہار آیا

ہوا میں اتنا خمار کیوں ہے
چمن چمن پہ نکھار کیوں ہے
کلی کے ہونٹوں پہ ہے تبسم
درخشاں اتنی بہار کیوں ہے

ہے باغباں کو بھی پیار آیا یہ کون جان بہار آیا

فضا کی رنگت دھلی ہوئی ہے
جناں کی کھڑکی کھلی ہوئی ہے
ہوئے ہیں دونوں جہاں معطر
ہوا میں خوشبو رچی ہوئی ہے

یہ کون زلفیں سنوار آیا یہ کون جان بہار آیا

نظر نظر میں سوال کیوں ہے
فروزاں اتنا جمال کیوں ہے
جہاں میں توحید کی صدا ہے
صنم کدوں پہ زوال کیوں ہے

یہ کون وحدت شعار آیا یہ کون جان بہار آیا

صدا یہ اٹھی کہ نور آیا
نبی کا وقت ظہور آیا
مناؤ خوشیاں لٹاؤ نغمے
جہاں پہ صائم نکھار آیا ہمارا جان بہار آیا

واضح حکم الٰہی سے استدلال

اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی نعمتوں کا شکر بجالانے کا ایک مقبول عام طریقہ خوشی مسرت کا اعلانیہ اظہار ہے۔ میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی نعمت اور کیا ہو گی ہے! یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جس کے لیے خود رب کریم نے خوشیاں منانے کا حکم فرمایا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ۝

"فرما دیجئے: (یہ سب کچھ) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کے باعث ہے (جو بعثت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے تم پر ہوا ہے) پس مسلمانوں کو چاہئے کہ اس پر خوشیاں منائیں، یہ (خوشی منانا) اس سے کہیں بہتر ہے جسے وہ جمع کرتے ہیں۔" (پ:۱۱، یونس:۵۸)

درس عمل

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کا روئے خطاب اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ اپنے صحابہ اور ان کے ذریعے پوری امت کو بتا دیجئے کہ ان پر جو رحمت نازل ہوئی ہے وہ ان سے اس امر کی متقاضی ہے کہ اس پر جس قدر ممکن ہو سکے خوشی اور مسرت کا اظہار کریں۔ اور جس دن حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کی صورت میں عظیم ترین نعمت انہیں عطا کی گئی اسے شایان شان طریقے سے منائیں۔

اس آیت میں حصول نعمت کی یہ خوشی امت کی اجتماعی خوشی ہے جسے اجتماعی طور پر جشن کی صورت میں ہی منایا جاسکتا ہے۔ چونکہ حکم ہو گیا ہے کہ خوشی مناؤ اور اجتماعی طور پر

خوشی عید کے طور پر منائی جاتی ہے یا جشن کے طور پر۔ لہٰذا یہ آیہ کریمہ کا مفہوم واضح ہے کہ مسلمان یوم ولادت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو "عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" کے طور پر منائیں۔

مال...... جو ان کی عظمت پہ قربان ہو گیا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلْيَفْرَحُوْا

یعنی کہ خوب خوشیاں منایا کرو۔

اور هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ٥

کے ذریعے یہ بتا دیا کہ جو لوگ جشن میلاد کے موقع پر لائٹنگ کے لیے قمقمے لگاتے ہیں...... گل پاشیاں کرتے ہیں...... قالین اور غالیچے بچھاتے ہیں...... جلسے جلوس اور محافل و اجتماعات کا اہتمام کرتے ہیں...... لنگر بانٹنے کے لیے کھانا پکاتے ہیں...... یعنی دھوم دھام سے اظہار خوشی کے لیے جو کچھ انتظامات کرتے ہیں...... وہ سب کچھ حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اظہار کے لیے کرتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔

لہٰذا ان کے یہ اخراجات مال و دولت کے انبار لگانے اور انہیں جمع کرنے سے کہیں بہتر ہیں...... چنانچہ جونہی ماہ ربیع الاول کا آغاز ہوتا ہے۔ پوری دنیا میں غلامان رسول آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں دیوانہ وار مگن ہو جاتے ہیں...... ہر طرف جشن کا سماں ہوتا ہے...... کائنات کی ساری خوشیاں جملہ مسرتیں اور شادمانیاں اسی ایک خوشی پر ہی قربان ہو جائیں تو بھی اس یوم سعید کے منانے کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواز نص قرآن سے ثابت ہے اور خود اللہ رب العزت نے اس خوشی کے منانے کا نہ صرف اہتمام کیا بلکہ حسب بالا ارشاد قرآنی کی رو سے ہمیں بھی اس نعمت عظمیٰ پر خوشی منانے کا حکم دیا۔

[illegible] جشن میلاد منانے والے [illegible] امام ذہبی ملک المظفر کے جشن

میلاد منانے کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''الفاظ ملک المظفر کے محفل میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا انداز بیان کرنے سے قاصر ہیں۔ جزیرۂ عرب اور عراق سے لوگ کشاں کشاں اس محفل میں شریک ہونے کے لیے آتے ...... اور کثیر تعداد میں گائیں، اونٹ اور بکریاں ذبح کی جاتیں اور انواع و اقسام کے کھانے پکائے جاتے۔ وہ صوفیاء کے لیے کثیر تعداد میں خلعتیں تیار کرواتا اور واعظین وسیع وعریض میدان میں خطابات کرتے اور وہ بہت زیادہ مال خیرات کرتا۔''

ابن دحیہ نے اس کے لیے ''میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم'' کے موضوع پر کتاب تالیف کی تو اس نے اسے ایک ہزار دینار دیے۔ وہ منکسر المزاج اور راسخ العقیدہ سنی تھا، فقہاء اور محدثین سے محبت کرتا تھا۔ سبط الجوزی کہتے ہیں: شاہ مظفر الدین ہر سال محفل میلاد پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔ جبکہ خانقاہ صوفیاء پر دو لاکھ دینار خرچ کرتا تھا۔ اس محفل میں شریک ہونے والے ایک شخص کا کہنا ہے کہ اس کی دعوت میلاد میں ایک سو (100) قشلمیش گھوڑوں پر سوار سلامی واستقبال کے لیے موجود تھے۔ میں نے اس کے دستر خوان پر پانچ ہزار بھنی ہوئی سریاں، دس ہزار مرغیاں، ایک لاکھ دودھ سے بھرے مٹی کے پیالے اور تیس ہزار مٹھائی کے تھال پائے۔''

(ذہبی، سیر أعلام النبلاء، ۱۶/ ۲۷۴، ۲۷۵، ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ: ۹/ ۱۸)

حضور سرور کائنات ...... اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہیں

سورۂ یونس کی آیت نمبر ۵۸ کی تفسیر بالقرآن کرتے ہوئے بعض دیگر مقامات قرآنی پر نظر ڈالیں تو یہ حقیقت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذات گرامی اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت قرار دیتے ہوئے فرمایا:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ٥

"اور (اے رسول محتشم!) ہم نے آپ کو نہیں بھیجا مگر تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر۔" (پ:۱۷، الانبیاء:۱۰۷)

قرآن حکیم نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا فضل اور اس کی رحمت قرار دیتے ہوئے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ۝

"پس اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تم یقیناً تباہ ہو جاتے۔"

(پ:۱، البقرہ:۶۴)

درج ذیل آیت کریمہ میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ کے فضل اور رحمت ہونے کا واضح ثبوت ہے۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا۝

"اور (اے مسلمانو!) اگر تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو یقیناً چند ایک کے سوا (سب) شیطان کی پیروی کرنے لگتے۔" (پ:۵، النساء:۸۳)

تشریح وتوضیح

اس مقام پر اللہ رب العزت کا روئے خطاب عام مومنین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف ہے۔ اس نے اپنے حبیب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد اور بعثت کو اپنا فضل قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ اگر تمہارے پاس میرے حبیب تشریف نہ لاتے تو تم میں سے اکثر ایک شیطان کے پیروکار ہو چکے ہوتے اور کفر وشرک اور گمراہی وتباہی تمہارا مقدر بن چکی ہوتی۔

پس میرے محبوب پیغمبر کا تمہاری طرف مبعوث ہونا تم پر اللہ کا فضل بن گیا کہ اس کے صدقے تمہیں ہدایت نصیب ہوئی اور تم شیطان کی پیروی اور گمراہی سے بچ [illegible]

یہ محض اللہ کا کرم ہے کہ اس نے راہ ہدایت سے بھٹکی ہوئی انسانیت میں اپنا حبیب

صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث فرمایا اور بنی نوع انسان شیطانی حملوں سے بچ گئی۔

میرے نبی کی رحمت کا دریا	باکمال ہے
میرے نبی کا اجالا	باکمال ہے
میرے نبی کی رحمت کا اشارہ	باکمال ہے
میرے نبی کا جلوہ	باکمال ہے
میرے نبی کا چاہنے والا	باکمال ہے
میرے نبی کا شجرہ	باکمال ہے
میرے نبی کا ذکر	باکمال ہے
میرے نبی کی چمک	باکمال ہے
میرے نبی کی عظمت	باکمال ہے

احسان عظیم کا تقاضا

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ○

"بے شک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ ان میں انہی میں سے (عظمت والا) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔" (پ۴، آل عمران ۱۶۴)

بعثت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل پورا عالم انسانی گمراہی و ضلالت میں ڈوبا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو تلاوت آیات اور کتاب و حکمت کی تعلیم کے ذریعے جہالت و گمراہی کے

اندھیروں سے باہر نکالا، ان کے دلوں کو ایمان کے نور سے منور کیا اور ان کی جانوں اور روحوں کو نبوی تعلیم وتربیت کی بدولت تمام دنیوی آلائشوں سے پاک اور صاف کیا۔ یہ عالم انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا اتنا بڑا فضل اور رحمت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اسے احسان عظیم کے طور پر ذکر کیا ہے۔

فائدہ

یہ آیہ کریمہ بتلا رہی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ رسول ہیں جنہوں نے آ کر ان کفر وضلالت میں ڈوبے ہوئے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیات سنائیں اور اپنے اعجاز نظر سے ان کے باطن کے میل کچیل کو دور کیا...... اور ان کے من کی دنیا کو صاف ستھرا فرمایا...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی انہیں کتاب کی تعلیم دی...... اور حکمت کے انوار عطا فرمایا...... جس کی بدولت لوگ معرفت وہدایت الٰہی جیسی نعمتوں سے مستفیض ہوئے...... ورنہ قبل ازیں تو یہ دنیائے انسانیت کھلی گمراہی کا شکار تھی...... آمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہدایت الٰہی کے نور کے اظہار کا پیش خیمہ بنی اور یہی اللہ کا فضل اور رحمت ہے جس کے حصول پر اہل ایمان پر یہ لازم ہے کہ وہ ہدیہ تشکر بجا لائیں اور اس کا اظہار جشن مسرت منا کر کریں۔

اور تم پہ مرے آقا کی عنایت نہ سہی
نجدیو کلمہ پڑھنے کا بھی احسان گیا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا

اور تو...... وہ بھی مان گئے

دیوبندی مکتبہ فکر کے معروف عالم دین مولانا اشرف علی تھانوی نے بجا طور پر اپنی مرتب کردہ کتاب "میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم" میں اس حقیقت کا اظہار کیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت اور اس

کا کامل ترین فضل ہیں۔ اس لیے یہاں رحمت اور فضل سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جن کی ولادت پر اللہ تعالیٰ خوشی منانے کا حکم دے رہے ہیں۔ پھر اس کی وضاحت بھی کرتے ہیں کہ جو نعمت تمام دنیوی اور دینی نعمتوں کی اصل اور ان کا سرچشمہ ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہے۔

(اشرف علی تھانوی، خطبات میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۶۳-۶۵)

میلاد مصطفیٰ...... حدیث رسول کی روشنی میں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عالم انسانیت کے لیے اللہ تعالیٰ کا فضل، رحمت اور احسان عظیم ہیں۔ امت مسلمہ پر واجب ہے کہ وہ اس نعمت عظمیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالائے کیونکہ شکر اللہ تعالیٰ کو بہت محبوب ہے۔ اور کسی عطا پر اس کا شکر بجالانا سنت انبیاء ہے جیسا کہ حدیث صوم عاشورہ سے واضح ہے۔

اظہار تشکر کے کئی طریقے ہیں: انفرادی طور پر بندہ رب کریم کا شکر ادا کرنے کے لیے نفلی عبادات اور خیرات وعطیات کو ذریعہ اظہار بناتا ہے مگر جو فضل واحسان امت پر اجتماعی سطح پر ہوا ہو اس کا اظہار تشکر بھی اجتماعی طریقے سے کیا جاتا ہے۔

چونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت و بعثت پوری کائنات انسانی پر اللہ تعالیٰ کا احسان عظیم اور فضل عمیم ہے اس لیے اس نعمت عظمیٰ پر اللہ عزوجل کا شکر اجتماعی طور پر کرنا واجب ہے۔ کیونکہ......

رحمت دی گھٹا چھائی اے میلاد دا صدقہ
ہر پاسے بہار آئی اے میلاد دا صدقہ
جن تارے نے سورج نے اوہدے بوہے دے منگتے
پھلاں دی مہک پائی اے میلاد دا صدقہ

ہر پاسے چراغاں اے حضور آئے اساڈے
ہر پاسے روشنائی اے میلاد دا صدقہ

سرکار کے روزہ رکھنے سے استدلال

یوم عاشورہ وہ ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو فتح عطا کی اور فرعون کو اس کے لاؤ لشکر سمیت غرق نیل کر دیا۔ یوں بنی اسرائیل کو فرعون کے جبر و استبداد سے نجات ملی۔ چنانچہ یہ دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فتح یابی کا دن تھا اور قوم بنی اسرائیل کی آزادی کا دن بھی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لاتے ہوئے اس دن روزہ رکھا۔

جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود مدینہ کو یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے دیکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ رکھنے کی وجہ دریافت فرمائی تو انہوں نے مذکورہ بالا وجہ بیان کی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (ایک نبی ہونے کی حیثیت سے) میرا موسیٰ پر زیادہ حق ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہونے والی نعمت خداوندی پر اظہار تشکر کے طور پر خود بھی روزہ رکھا اور اپنے تمام صحابہ کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

> ''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ یہودی یوم عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس دن روزہ رکھنے کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے جواب دیا: یہ دن (ہمارے لیے) متبرک ہے۔ یہ وہ مبارک دن ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ان کے دشمن (فرعون) سے نجات دلائی (یہ ہمارا یوم آزادی اور یوم نجات ہے) پس حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس دن روزہ رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: تم سے زیادہ موسیٰ کا حقدار میں ہوں۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی) اس دن روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔" (صحیح بخاری، کتاب الصوم: ۲/۷۰۴، الرقم: ۱۹۰۰، مسند احمد بن حنبل: ۱/۲۹۱، الرقم: ۲۶۴۴، مسند ابو یعلی: ۴/۴۴۱، الرقم: ۲۵۶۷)

سبق

☆...... مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ بنی اسرائیل فرعون کے جبر واستبداد کا شکار تھے جس کی وجہ سے اللہ کے دین کی پیروی ان کے لیے مشکل تھی۔ لیکن سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی جہد مسلسل کے نتیجے میں وہ حسین دن بھی طلوع ہوا جب بنی اسرائیل دریائے نیل پار کر گئے اور ان کے تعاقب میں آنے والا فرعون اپنے لشکر سمیت اسی دریا میں غرق ہو گیا۔

اس طرح بنی اسرائیل کو ظلم واستبداد سے نجات اور آزادی ملی۔ فتح وآزادی کی یہ نعمت اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے روزہ رکھا۔ اور بنی اسرائیل نے بھی روزہ رکھا۔ وہ اس دن کو یوم نجات اور یوم آزادی کے طور پر آج تک منا رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نسبت سے اس دن کو روزہ رکھ کر منایا اور مسلمانوں کو بھی اس کا حکم دیا۔ امام طحاوی (۲۲۹-۳۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے موسیٰ علیہ السلام کے فرعون پر غلبہ پا لینے پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانے کے لیے روزہ رکھا۔ (طحاوی، شرح معانی الآثار، کتاب الصوم: ۲/۱۳۲، الرقم: ۳۲۰۹)

☆...... حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری مظلوم انسانیت کے لیے نجات اور آزادی کی نوید تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت وہ حسین ترین لمحہ تھا جس کی خوشی پوری کائنات میں منائی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ایک مومن کی زندگی کی سب سے بڑی خوشی ہے۔ اللہ رب

العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کو امت کے لیے بہت بڑے احسان سے تعبیر فرمایا ہے۔

وہ دن جس میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ سے عالم انسانیت کو نوازا گیا سب کے لیے تعظیم و تکریم کا مستحق ہے۔ ظہور قدسی کا وہ عظیم ترین دن اس قابل ہے کہ ہم اس دن عطائے نعمت عظمیٰ پر سراپا تشکر بن جائیں۔ اس کی تعظیم کے لیے اپنے دیدہ و دل فرش راہ کر دیں اور اسے ہر ممکن جائز طریقے سے والہانہ احترام اور عقیدت و محبت کے جذبات میں ڈوب کر جشن کی صورت میں خوب دھوم دھام سے منائیں۔

نکتہ

یہاں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ اگر یہود اپنے پیغمبر کی فتح اور اپنی آزادی و نجات کا دن قابل تعظیم سمجھ کر اسے منانے کا حق رکھتے ہیں تو مسلمان اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم میلاد قابل تعظیم سمجھ کر اسے منانے کا بدرجہ اتم حق رکھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء اور سید المرسلین والانبیاء ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا فضل اور رحمت بن کر پوری انسانیت کو آزادی عطا کرنے اور ہر ظلم و ناانصافی سے نجات دلانے کے لیے تشریف لائے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ

"اور (یہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم) ان سے ان کے بارِ گراں اور طوق (قیود) جو ان پر (نافرمانیوں کے باعث مسلط) تھے، ساقط فرماتے (اور انہیں نعمتِ آزادی سے بہرہ یاب کرتے) ہیں۔" (پ ۹، الاعراف: ۱۵۷)

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد منانے کی ایک دلیل یہ بھی [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] علیہ السلام کی [illegible]

دن کومنایا اور روزہ رکھا۔اس سے کسی عظیم دن کو منانے کا جواز خود سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مل رہا ہے۔اور اہل ایمان کے لیے یوم میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر اور کون سا دن عظیم ہو سکتا ہے! لہٰذا یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانا بھی اتباع سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمرے میں آتا ہے۔

تو پھر ہم کیوں نہ کہیں:

بڑی شاندار ہے	سنت رسول کی
بڑی شاندار ہے	رسالت رسول کی
بڑی شاندار ہے	ضیافت رسول کی
بڑی شاندار ہے	نبوت رسول کی
بڑی شاندار ہے	امت رسول کی
بڑی شاندار ہے	بصارت رسول کی
بڑی شاندار ہے	زیارت رسول کی
بڑی شاندار ہے	رحمت رسول کی
بڑی شاندار ہے	شریعت رسول کی
بڑی شاندار ہے	ولادت رسول کی

یوم نجات نوح علیہ السلام......اور......میلاد النبی

؎ جے ہندی نہ جلوہ نمائی نبی ﷺ دی
مدینے چہ جا کے صدا کون کردا
نہ او کھولدا جے کرم دے خزانے
کرم دی اے فیر انتہا کون کردا
خدا خود سی چھپیا ہویا اک خزانہ
تے اظہار دا اے بنایا بہانہ

نہ کردے خدا دی عبادت جے آقا
تے دنیا تے ذکر خدا کون کردا

حلیمہ اے ساری مقدر دی گل اے
کہ سوہنے دا ہویا کرم تیرے دل اے

نہ گھر تیرے جاندے جے محبوب عالم
غریباں دا ایتھے بھلا کون کردا

سی عورت نے رہنا سدا بن کے گولی
نہ دھیاں دی اٹھدی کسے گھر چوں ڈولی

اے احسان ہے میرے آقا دا ای تے
بھلا عورتاں دا حیاء کون کردا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہود سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھنے کے بارے میں دریافت فرمایا تو انہوں نے بنی اسرائیل کی آزادی اور فرعون کی غرقابی کا ذکر کرنے کے بعد کہا:

"اور یہ وہ دن ہے جس میں جودی پہاڑ پر کشتی ٹھہری تو حضرت نوح اور موسیٰ علیہما السلام نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے روزہ رکھا۔"

(مسند احمد بن حنبل: ۲/ ۳۵۹-۳۶۰، الرقم: ۸۷۰۲، عسقلانی، فتح الباری: ۴/ ۲۴۷)

درسِ ہدایت

آدم ثانی حضرت نوح علیہ السلام کے حوالے سے یوم عاشورہ کی اہمیت دو چند ہو جاتی ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی جماعت مومنین کی بقاء دراصل عالم انسانیت کی بقاء اور فروغ نسل انسانی کی بنیاد کا درجہ رکھتی ہے۔ اس دن کو آپ کی قوم نے یاد رکھا اور [illegible] اس کا شکر ادا کیا۔

[illegible] اصول سامنے آیا کہ ہر وہ لمحہ جس سے مومنین کی اجتماعی نجات،

آزادی اور بقاء وابستہ ہے اس پر اظہار تشکر اور اظہار مسرت وانبساط اسلامی تہذیب کی علامت رہی ہے۔ لہٰذا سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت کا مبارک دن بھی ابد تک اہل ایمان کے لیے یوم عید ہے۔

یوم احترام کعبہ......اور......میلادالنبی

دور جاہلیت میں قریش مکہ یوم عاشورہ کا روزہ رکھتے اور اس دن کو عید کے طور پر مناتے تھے۔ ہجرت سے قبل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس دن روزہ رکھا۔ وہ اس دن کو اس وجہ سے مناتے اور اس کا احترام وتعظیم کرتے کہ اس دن کعبۃ اللہ پر پہلی مرتبہ غلاف چڑھایا گیا تھا۔ یہی وہ خاص پس منظر تھا جس کی وجہ سے ہجرت کے بعد آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں سے عاشورہ کے دن روزہ رکھنے کی وجہ دریافت فرمائی۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

”زمانہ جاہلیت میں قریش عاشورہ کا روزہ رکھا کرتے تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہ روزہ رکھتے تھے۔“

(صحیح بخاری، کتاب الصوم: ۲/۷۰۴، الرقم: ۱۸۹۸، صحیح مسلم، کتاب الصیام: ۲/۷۹۲، الرقم: ۱۱۲۵، جامع ترمذی، کتاب الصوم: ۳/۱۲۷، الرقم: ۷۵۳)

جب پہلی دفعہ زمانہ جاہلیت میں کعبہ کو غلاف سے ڈھانپا گیا تو یہ دس محرم کا دن تھا۔ اس وقت سے مکہ کے لوگوں کا یہ معمول رہا کہ وہ ہر سال اسی دن روزہ رکھتے اور یہ ان کے لیے عید کا دن ہوتا تھا۔ ان کا یہ معمول حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سعیدہ کے بعد بھی جاری رہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی کعبہ پر غلاف چڑھانے کے دن روزہ رکھنے کا معمول بنایا۔

درس ہدایت

پیاری بہنو! وہ دن جس میں کعبۃ اللہ پر غلاف چڑھایا گیا تو وہ قابل احترام ٹھہرا اور صرف دور نبوی میں ہی نہیں بلکہ آج بھی وہ دن اسی طرح قابل تعظیم ہے۔ تو وہ دن قابل

احترام اور قابل تعظیم کیوں نہ ہوتا جس دن

سرورانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم	تشریف لائے
سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم	تشریف لائے
خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم	تشریف لائے
امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم	تشریف لائے
حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم	تشریف لائے

یہ دن بدرجہ اولیٰ قابل تعظیم اور عید کا دن ہے۔

بیت اللحم کی تعظیم......اور......میلاد النبی

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا سفر معراج بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام نے بیت اللحم کے مقام پر مجھ سے کہا: آپ براق سے اتریئے اور نماز پڑھیے۔ میں نے اتر کر نماز ادا کی۔ پس اس نے کہا:

کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز ادا کی ہے؟ آپ نے بیت اللحم میں نماز ادا کی ہے جہاں عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تھی۔

(سنن نسائی، کتاب الصلاۃ: ۱/۲۲۲، الرقم: ۴۵۰، المعجم الکبیر: ۷/۲۸۳، الرقم: ۷۱۴۲، مجمع الزوائد: ۱/۷۳)

دعوت فکر

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح جمعہ کو فضیلت اور تکریم حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی وجہ سے ملی۔ جو کہ تعظیم زمانی ہے۔ اسی طرح بیت اللحم کو مولد عیسیٰ علیہ السلام ہونے کی وجہ سے تعظیم مکانی کا شرف حاصل ہوا۔ اسی وجہ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہاں نماز ادا کرنے کی گزارش کی گئی۔

اس حدیث شریف سے نبی کی جائے ولادت کی اہمیت اور تعظیم ثابت ہوتی ہے۔
[illegible] ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم (وہ مکان جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

کی ولادت باسعادت ہوئی) کی تعظیم اور زیارت کرتے ہیں۔ اہل مکہ کا ایک عرصہ تک معمول رہا ہے کہ وہ اس مکان سے جشن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا جلوس نکالا کرتے تھے۔ مزید برآں اگر نبی کی ولادت کسی مکان کو متبرک اور یادگار بنا دیتی ہے اور یہ براہ راست حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے تو وہ دن اور لمحہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہوئی واجب التعظیم، یادگار اور یوم عید کیوں نہ ہوگا۔

جبھی تو کہا جاتا ہے کہ

گل باغ رسالت پہ قربان میں
نو بہار شفاعت پہ قربان میں
اس نگاہ عنایت پہ قربان میں
اس جبین سعادت پہ قربان میں
اس زلال حلاوت پہ قربان میں
اس ماہ رسالت پہ قربان میں
سرکار کی ولادت پہ قربان میں
سرکار کی جائے ولادت پہ قربان میں

حضور اکرم کا اظہار مسرت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنا میلاد منایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا شکر بجالاتے ہوئے اپنی ولادت کی خوشی میں بکرے ذبح کیے اور ضیافت کا اہتمام فرمایا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

إِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَقَّ عَنْ نَفْسِهِ بَعْدَ النُّبُوَّةِ

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلان نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا۔''

(سنن کبریٰ، ۹: ۳۰۰، رقم: ۲۳۰، عسقلانی فتح الباری، ۹: ۵۹۵)

آؤ مل کر کہیں:

آقا کے تبسم کی عادت پہ	لاکھوں سلام
آقا کے اظہار مسرت پہ	لاکھوں سلام
آقا کے بازو کی قوت پہ	لاکھوں سلام
آقا کی مہر نبوت پہ	لاکھوں سلام
آقا کی خدا بھاتی صورت پہ	لاکھوں سلام
آقا کی خداداد شوکت پہ	لاکھوں سلام
آقا کی نورانی صورت پہ	لاکھوں سلام
آقا کی سادی سادی طبیعت پہ	لاکھوں سلام
آقا کی اچھی اچھی اشارت پہ	لاکھوں سلام
آقا کی پیاری پیاری نفاست پہ	لاکھوں سلام
آقا کی پیاری پیاری ضیافت پہ	لاکھوں سلام

پیر شریف کا روزہ......اظہار مسرت پر اہم دلیل

پیر کے دن	نور کا سویرا ہوا
پیر کے دن	دور اندھیرا ہوا
پیر کے دن	آمنہ کا حجرہ جگمگا اٹھا
پیر کے دن	بے چاروں کا چارہ آ گیا
پیر کے دن	بے سہاروں کا سہارا آ گیا
[illegible]	
ان دنوں کے صدقے	ہمیں نجات ملی
ان دنوں کے صدقے	ہمیں جماعت ملی
ان دنوں کے صدقے	ہمیں نور ملا

اس دن کے صدقے ہمیں سرور ملا
اس دن کے صدقے ہمیں قرار ملا
اس دن کے صدقے نبیوں کا سردار ملا
اس دن کے صدقے کفر کا خاتمہ ہوا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے یوم میلاد پر اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانے کی تلقین فرمائی اور ترغیب دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے میلاد کے دن روزہ رکھ کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اظہارِ تشکر و امتنان فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل مبارک درج ذیل روایت سے ثابت ہے:

حضرت ابو قتادہ انصاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنْ صَوْمِ يَوْمِ الْاِثْنَيْنِ؟ قَالَ: ذَاكَ يَوْمٌ وُلِدْتُ فِيْهِ وَيَوْمٌ بُعِثْتُ اَوْ اُنْزِلَ عَلَيَّ فِيْهِ

"حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے سوال کیا گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسی روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز میری بعثت ہوئی اور اسی روز میرے اوپر قرآن نازل کیا گیا۔"

(صحیح مسلم: ۲/۸۱۹، الرقم: ۱۱۶۲، سنن کبریٰ: ۴/۲۸۶، الرقم: ۸۱۸۲، مسند احمد بن حنبل: ۵/۲۹۶، ۲۹۷، الرقم: ۲۲۵۹۰، ۲۲۵۹۴)

درسِ ہدایت

پیر کے دن کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ کا دن ہے۔ بنابریں یہ دن شرعی طور پر خصوصی اہمیت وفضیلت اور معنویت کا حامل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود روزہ رکھ کر اس دن اظہار تشکر فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل امت کے لیے ہے بالعموم اہل محبت وتصوف پیر کے دن روزہ رکھنے کی سنت پر باقاعدگی سے عمل کرتے ہیں۔

شاعر کہتا ہے:

جھکدا پیا اے عرش وی فرش ولے
رکھن کون غریباں دی لج آیا

پاویں شاہ تے پاویں گدا ہے سی
کاسہ لے کے بوہے تے بھج آیا

ایسا کرم کریم کمال کیتا
گیا جو خالی رج رج آیا

ناصر صدیاں بعد وی انج لگدا
جیویں سوہنا زمانے تے اج آیا

سرکار دو عالم نے اپنا میلاد......خود بیان فرمایا

حضرت مطلب بن ابی وداعہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ایسا لگ رہا تھا گویا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس وقت کافروں سے) کوئی ناگوار بات سنی تھی (اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت جلال کی حالت میں تھے، پس واقعہ پر مطلع ہو کر) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف فرما ہوئے اور فرمایا:

مَنْ اَنَا؟

میں کون ہوں؟

صحابہ نے عرض کیا:

اَنْتَ رَسُوْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ السَّلَامُ۔

آپ پر سلامتی ہو آپ رسول خدا ہیں۔

اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ۔

میں (رسول خدا تو ہوں ہی اس کے علاوہ نسبا میں) محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔

"جب خدا نے مخلوق کو پیدا کیا تو مجھے بہترین خلق (یعنی انسانوں) میں پیدا کیا۔ پھر مخلوق کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا (یعنی عرب و عجم) تو مجھے بہترین طبقہ (یعنی عرب) میں رکھا۔ پھر ان کے مختلف قبائل بنائے تو مجھے بہترین قبیلہ (یعنی قریش) میں پیدا کیا، پھر ان کے گھرانے بنائے تو مجھے (ان میں سے) بہترین گھرانہ میں پیدا کیا اور ان میں سے بہترین نسب والا بنایا۔ (اس لیے میں ذاتی شرف اور حسب و نسب کے لحاظ سے تمام مخلوق سے افضل ہوں۔"

(سنن ترمذی: ۵/۵۴۳، الرقم: ۳۵۳۲، مسند احمد بن حنبل: ۱/۲۱۰، الرقم: ۱۷۸۸، ودلائل النبوۃ: ۱/۱۴۹)

محفل میلاد میں ہم کیا کرتے ہیں؟

محفل میلاد میں ہم حضور کی طلعت کا ذکر کرتے ہیں
محفل میلاد میں ہم حضور کی نورانیت کا ذکر کرتے ہیں
محفل میلاد میں ہم دعائے خلیل اللہ علیہ السلام کا ذکر کرتے ہیں
محفل میلاد میں ہم بشارت عیسیٰ کا ذکر کرتے ہیں
محفل میلاد میں ہم حضور کی ولادت کا ذکر کرتے ہیں
محفل میلاد میں ہم حضور کی آمد کا ذکر کرتے ہیں
محفل میلاد میں ہم حضور کے بچپن کا ذکر کرتے ہیں
محفل میلاد میں ہم حضور کے نسب کا ذکر کرتے ہیں
محفل میلاد میں ہم حضور کے قبیلے کا ذکر کرتے ہیں
محفل میلاد میں ہم حضور کے گھرانے کا ذکر کرتے ہیں
محفل میلاد میں ہم حضور کے [illegible] کا ذکر کرتے ہیں

اور جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر بیٹھ کر کیا ہم اس سنت کو محفلوں میں بیٹھ کر ادا کرتے ہیں۔ ہم تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت پر عمل کرتے رہیں گے اور یہ کہتے رہیں گے۔

محفل میں جل جائیں بے دینوں کے دل
ذکر آیات ولادت کیجئے
نعرہ کیجئے یا رسول اللہ کا
مفلسو سامان دولت کیجئے

اور ہمارا طرز عمل یہی رہے گا کہ

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولیٰ کی دھوم
مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا
دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

غور سے سن لو!

نبی کا میلاد سن کر کڑھنا	ایمان کی کمزوری ہے
نبی کا میلاد سن کر جلنا	ایمان کی کمزوری ہے
نبی کا میلاد سن کر پریشان ہونا	ایمان کی کمزوری ہے
نبی کا میلاد سن کر حیران ہونا	ایمان کی کمزوری ہے
نبی کا میلاد سن کر اعتراض کرنا	ایمان کی کمزوری ہے
نبی کا میلاد سن کر شرک کے فتوے لگانا	ایمان کی کمزوری ہے

ہم تو یہی کہتے رہیں گے کہ

میلاد کرنا باعث ثواب ہے	صحابہ کا عقیدہ	کیسا ہے
میلاد کرنا باعث ثواب ہے	سلف صالحین کا عقیدہ	کیسا ہے

میلاد کرنا کارِ ثواب ہے	اولیاء کا عقیدہ	یہی ہے
میلاد کرنا کارِ ثواب ہے	صوفیاء کا عقیدہ	یہی ہے
میلاد کرنا کارِ ثواب ہے	علماء کا عقیدہ	یہی ہے
میلاد کرنا کارِ ثواب ہے	بزرگان دین کا عقیدہ	یہی ہے
میلاد کرنا کارِ ثواب ہے	اہلسنت کا عقیدہ	یہی ہے

میلادِ مصطفیٰ میں کیا ہوتا ہے؟

میلاد میں	محسن کائنات کے محامد کا بیان ہوتا ہے
میلاد میں	محسن کائنات کے فضائل کا بیان ہوتا ہے
میلاد میں	محسن کائنات کے خصائل کا بیان ہوتا ہے
میلاد میں	محسن کائنات کے معجزات کا بیان ہوتا ہے
میلاد میں	محسن کائنات کی برکات کا بیان ہوتا ہے
میلاد میں	محسن کائنات کی تعریفات کا بیان ہوتا ہے
میلاد میں	محسن کائنات کی صفات کا بیان ہوتا ہے
میلاد میں	محسن کائنات کی رحمت کا بیان ہوتا ہے
میلاد میں	محسن کائنات کی شان کا بیان ہوتا ہے

اے منکرو!

محفلیں سجانے کی	ہم سے دلیل مانگتے ہو
میلاد منانے کی	ہم سے دلیل مانگتے ہو
نعتیں سنانے کی	ہم سے دلیل مانگتے ہو
جھنڈیاں لگانے کی	ہم سے دلیل مانگتے ہو
میلاد میں کھانا پکانے کی	ہم سے دلیل مانگتے ہو

نعرے لگانے کی — ہم سے دلیل مانگتے ہو
بینرز اٹھانے کی — ہم سے دلیل مانگتے ہو
ایک دوسرے کو گلے لگانے کی — ہم سے دلیل مانگتے ہو
لائٹیں جلانے کی — ہم سے دلیل مانگتے ہو
درود و سلام پڑھنے پڑھانے کی — ہم سے دلیل مانگتے ہو

ذرا توجہ کرو!

قرآن کی تفسیر — حضور کے میلاد پر گواہ
حضور اکرم کی حدیث — حضور کے میلاد پر گواہ
ذکر رسالت کی تشہیر — حضور کے میلاد پر گواہ
رونق شام و سحر — حضور کے میلاد پر گواہ
تحریر معتبر — حضور کے میلاد پر گواہ
رشک شمس و قمر — حضور کے میلاد پر گواہ
طیبہ نگر — حضور کے میلاد پر گواہ
رحمت کی برسات — حضور کے میلاد پر گواہ
نعمتوں کی سوغات — حضور کے میلاد پر گواہ
سب کے جذبات — حضور کے میلاد پر گواہ
سنورے حالات — حضور کے میلاد پر گواہ
قرآن کی ہدایت — حضور کے میلاد پر گواہ
دنیا کی حقیقت — حضور کے میلاد پر گواہ
اظہار محبت — حضور کے میلاد پر گواہ
جان عبادت — حضور کے میلاد پر گواہ

ذرا تم!

یوم آزادی منانے کی — دلیل دو
صد سالہ جشن منانے کی — دلیل دو
تنظیمیں بنانے کی — دلیل دو
ڈبل سٹوری مکان بنانے کی — دلیل دو
جہاز پر کے جانے کی — دلیل دو
وہاں لنگھیں لگانے کی — دلیل دو
مسجد پکی بنانے کی — دلیل دو
سالگرہ منانے کی — دلیل دو
گاڑیاں چلانے کی — دلیل دو
ایٹم بم بنانے کی — دلیل دو

ہم میلاد منانا کبھی نہ چھوڑیں گے کیونکہ

خود خدا — میلاد بیان کر رہا ہے
خود مصطفےٰ — میلاد بیان کر رہے ہیں
جبرائیل — میلاد بیان کر رہے ہیں
صحابہ — میلاد بیان کر رہے ہیں
تابعین — میلاد بیان کر رہے ہیں
اولیاء کاملین — میلاد بیان کر رہے ہیں
مؤمنین — میلاد بیان کر رہے ہیں
مؤمنات — میلاد بیان کر رہی ہیں

تو پھر ہم میلاد منانا کیوں چھوڑ دیں؟ بلکہ ہم تو یہی کہیں گے

لب پر میلاد النبی کا نعرہ — کل بھی تھا اور آج بھی ہے

لب پر نعت نبی کا نغمہ — کل بھی تھا اور آج بھی ہے
لب پر ذکر نبی کا نغمہ — کل بھی تھا اور آج بھی ہے
لب پر عشق نبی کا نغمہ — کل بھی تھا اور آج بھی ہے

اور یہ سلسلہ ایسے ہی قیامت تک جاری رہے گا۔ کیونکہ

میرے نبی سے میرا رشتہ — کل بھی تھا اور آج بھی ہے

میلاد مصطفےٰ (صحابہ کرام کی نظر میں)

بن کے خیر الوریٰ آ گئے مصطفےٰ ہم گنہگاروں کی بہتری کے لیے
کھوئی قسمت میری وہ جو کردیں کھری کیا یہ مشکل ہے میرے نبی کیلئے
چاند دو ہو گیا جونہی انگلی اٹھی سوئے سورج نے بھی آنکھ تھی کھول دی
مسکراؤ سبھی آ گئے ہیں نبی غم کے مارو تمہاری خوشی کے لیے
چار سو رحمت کی ہوائیں چلیں ہو گئی جس سے ساری فضا دلنشیں
مسکراؤ سبھی آ گئے ہیں نبی غم کے مارو تمہاری خوشی کے لیے
ہلکے ہلکے جو دل میں سرور آئے ہیں بزم میں کملی والے ضرور آئے ہیں
ہاتھ پھیلاؤ کشکول لے کر سبھی بٹ رہے ہیں کرم ہر کسی کے لیے
جن کے لب پر رہا امتی امتی یاد ان کی نہ بھولو نیازی کبھی
وہ کہیں امتی تو بھی کہہ یا نبی میں ہوں حاضر تیری چاکری کے لیے

خلفاء راشدین کے فرامین

(i) جنت میں...... تاجدار صداقت کی سنگت

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

مَنْ اَنْفَقَ دِرْهَمًا عَلٰى قِرَاءَةِ مَوْلِدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ رَفِيْقِيْ فِي الْجَنَّةِ

جس شخص نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلاد شریف پڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

(نعمت کبریٰ، ص: ۸۱۷ مطبوعہ استنبول)

عزیز بہنو!

میلاد کی محفل سجانے اور اس موقع پر خرچ کرنے سے کیا ہوگا۔ سنئے

ہمارے دلوں میں　　بہار آجائے گی

ہمارے محلوں میں　　بہار آجائے گی

ہمارے گھروں میں　　بہار آجائے گی

ہمارے ذہنوں میں　　بہار آجائے گی

ہمارے شعور میں　　بہار آجائے گی

ہمارے شہروں میں　　بہار آجائے گی

ہماری گلیوں میں　　بہار آجائے گی

آقائے دوعالم کا نام　　بہار عطا کرتا ہے

اور ہماری قسمت میں جنت میں صداقت کا　　تاجدار آجائے گا

؎ محمد یا محمد جدوں وی میں پکاراں یا رسول اللہ
مرے گلشن دے وچہ آون بہاراں یا رسول اللہ

یہ ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے سب کو اتفاق کرنا پڑتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کے سامنے کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا جائے تو خوش بخت غلام......اور دیوانے......اور عاشق جھوم جھوم جاتے ہیں......کیونکہ یہ تو حقیقت ہے کہ جب محبت کے سامنے محبوب کا ذکر کیا جائے......یا پھر پروانے کے سامنے شمع کا ذکر کیا جائے......تو اس وقت یہ منظر دیکھنے میں آتا ہے......کہ محبوب پر جاں نثار کرنے والے محب......مطلوب کی خاک راہ چومنے والا طالب......اور شمع کی تابانیوں کے سامنے

جان کا نذرانہ پیش کرنے والا پروانہ...... دیوانہ وار جھوم جھوم کر محبوب کے نام پر واری واری جاتا ہے...... اسی لیے تو یہ منظر محافل میں دیکھنے کو ملتا ہے...... کہ ادھر اوصاف آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا سلسلہ شروع ہوتا ہے...... تو دوسری طرف غلاموں کے جذبات دیکھنے کے لائق ہوتے ہیں...... پھر ماحول یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداؤں سے مہک جاتا ہے...... جھنڈیاں جھنڈے جھومتے ہیں اور جھومتی ہیں لائٹیں بھی...... میلاد نبی میں کیا گیا ہر کام جھومتا ہے۔

سر بزم جھومتا ہے سر عام جھومتا ہے
تیری نعت سن کے تیرا غلام جھومتا ہے

تیرے نام نے ہزاروں کے نصیب جگمگائے
تیرا نام جس میں آئے وہ کلام جھومتا ہے

تیری ذات پر ہمیشہ جو دیوانے بھیجتے ہیں
تیرے آستاں پہ جا کر وہ سلام جھومتا ہے

میں جس نماز میں بھی تیرا کر لیا تصور
وہ مرا رکوع و سجدہ و قیام جھومتا ہے

تیرے نام نے عطا کی میرے نام کو بھی عظمت
تیرا نام ساتھ ہو تو میرا نام جھومتا ہے

تیرے میکدے میں آیا تو کھلا یہ راز ناصر
تیرے ہاتھ سے ملے جو وہ کام جھومتا ہے

(ii) میلاد کی تعظیم...... اسلام کی زندگی ہے

انسان زندگی میں مختلف امور سرانجام دیتا ہے اور اپنے کردار و افعال کے ذریعے مراتب حاصل کرتا ہے۔ اگر انسان کے افعال اسلام کو زندہ کرنے والے ہوں تو وہ قابل فخر اور قابل تکریم بن جاتا ہے۔

قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَدْ اَحْيَا الْاِسْلَامَ

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی اس نے گویا اسلام کو زندہ کر دیا۔'' (ایضاً)

قابل عزت بہنو!

جس کے میلاد کی تعظیم کا یہ کمال اور مرتبہ ہے اس کی اپنی عزت و تعظیم کا عالم کیا ہوگا۔

سبحان اللہ!

عزت رسول کی کیا بات ہے
طاعت رسول کی کیا بات ہے
ہیبت رسول کی کیا بات ہے
نعمت رسول کی کیا بات ہے
قدرت رسول کی کیا بات ہے
امت رسول کی کیا بات ہے
رحمت رسول کی کیا بات ہے
عادت رسول کی کیا بات ہے
عترت رسول کی کیا بات ہے
الفت رسول کی کیا بات ہے
طاقت رسول کی کیا بات ہے
مدحت رسول کی کیا بات ہے
ولادت رسول کی کیا بات ہے

؎ صدقہ پاک میلاد محمد کرم خدا فرماوے
بدیاں والا دفتر سارا اک دم دھویا جاوے

تاں خلوص محبت جیہڑا پاک میلاد کراوے
صائم دوہاں جہاناں اندر اچیاں شاناں پاوے

(iii) ایمان کی دولت......میلاد کی برکت

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

مَنْ عَظَّمَ مَوْلِدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَکَانَ سَبَبًا لِقِرَائَتِہٖ لَا یَخْرُجُ مِنَ الدُّنْیَا اِلَّا بِالْاِیْمَانِ وَیَدْخُلُ الْجَنَّۃَ بِغَیْرِ حِسَابٍ۔

"جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد شریف کی تعظیم کی اور میلاد خوانی کا سبب بنا وہ دنیا سے ایمان کی دولت لے کر جائے گا اور جنت میں بغیر حساب کے داخل ہوگا۔" (ایضاً)

آؤ مل کر کہتے ہیں۔

اج رب دی رحمت آئی اے
ہر پاسے برکت چھائی اے
اج محفل اساں سجائی اے
پڑھو لا الٰہ الا اللہ

اج کھلیا نور گلزار ایں
جو آخر وچہ کم آنا ایں
کم ہر اک دا بن جانا ایں
پڑھو لا الٰہ الا اللہ

اج آ گیا مرسل ہاشمی اے
جیہدی دو جگ اتے شاہی اے
اوہ جیہڑا سب دا ہادی اے
پڑھو لا الٰہ الا اللہ

دعوتِ فکر

وہ لوگ قسمت کے دھنی ہوتے ہیں جو محافل میلاد میں وقت دیتے ہیں...... جو غلامانِ مکی و مدنی صلی اللہ علیہ وسلم ہوتے ہیں...... آج کے نفسانفسی کے دور میں جب کوئی بغیر مطلب کے کسی کے لیے وقت نکالنے کے لیے تیار نہیں ہے...... ایسے میں خواجۂ دوسراء، محبوب خدا...... امام الہدیٰ، امام الانبیاء...... حق نما باعث ارض و سما...... آقا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک کی محافل کا اہتمام کرنا......اور قرآن و حدیث سیکھنے سکھانے کا اہتمام کرنا یقیناً بہت بڑی سعادت ہے......

ہم نے دیکھا کہ جب سے زمانے نے آنکھ کھولی ہے یہاں بہت سارے انسان آئے اور اپنا وقت حیات گزار کر آخرت کے سفر پر چل پڑے......لیکن تاریخ گواہ ہے کہ جن خوش نصیبوں نے ہادیٔ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی قلبی تعلق رکھا...... دنیا سے چلے جانے کے بعد آج بھی ان کا نام زندہ نظر آتا ہے...... نہ صرف ان کا نام ادب سے لیا جاتا ہے بلکہ دنیا سے چلے جانے کے بعد قدرت نے ان پر اس طرح سے کرم فرمایا کہ بہارِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت اور تعلق کی وجہ سے...... اللہ تعالیٰ نے صدیاں گزر جانے کے بعد بھی ان کی قبروں پر بہاریں رکھی ہیں......

آپ اس حقیقت کا مشاہدہ کسی بھی عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پر حاضر ہو کر کر سکتے ہیں۔

تو میری عزیز بہنو!...... یہ بات تو ہمارے اسلاف کے طرزِ زندگی سے ثابت ہو گئی کہ جینا محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جینا......اور مرنے کے بعد بھی زمانے میں بہت سے حوالوں سے زندہ رہنا...... یقیناً اللہ کی بندگی...... تاجدار کائنات...... ہادیٔ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے ہی نصیب ہوتا ہے...... اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی بندگی کے لیے چن لے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی [illegible] ہمیں [illegible] دے...... آمین

میلادِ مصطفےٰ......آئمہ ومحدثین کی نظر میں

یہ ایک تسلیم شدہ حقیقت ہے کہ تقاریب میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا انعقاد ہندوستان کے مسلمانوں کی اختراع ہے نہ یہ کوئی بدعت ہے۔جشن میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا آغاز حالیہ دور کے مسلمانوں نے نہیں کیا بلکہ یہ ایک ایسی تقریب سعید ہے جو حرمین شریفین...... مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ سمیت پورے عالم عرب میں صدیوں سے انعقاد پذیر ہوتی رہی ہے۔ بعدازاں وہاں سے دیگر عجمی ملکوں میں بھی اس تقریب کا آغاز ہوا۔عظیم آئمہ ومحدثین کی رائے درج ذیل ہے۔

(i) امام ابوشامہ

شیخ ابوشامہ شاہ اربل مظفر ابوسعید کوکبری کی طرف سے بہت بڑے پیمانے پر میلاد شریف منائے جانے اور اس پر خطیر رقم خرچ کیے جانے کے بارے میں اس کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''اس نیک عمل کو مستحب گردانا جائے گا اور اس کے کرنے والے کا شکریہ ادا کیا جائے گا اور اس پر اس کی تعریف کی جائے۔'' (صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/۳۶۳)

(ii) شاہ عبدالرحیم دہلوی

قطب الدین احمد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (۱۱۱۴-۱۱۷۴ھ) کے والد گرامی شاہ عبدالرحیم دہلوی فرماتے ہیں:

''میں ہر سال حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے میلاد کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا لیکن ایک سال (بوجہ عسرت) شاندار کھانے کا اہتمام نہ کر سکا، تو میں نے کچھ بھنے ہوئے چنے لے کر میلاد کی خوشی میں لوگوں میں تقسیم کر دیے۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کے سامنے وہی چنے رکھے ہوئے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوش و خرم تشریف فرما ہیں۔"

(شاہ ولی اللہ، الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم: ۴۰)

فائدہ

برصغیر میں ہر مسلک اور طبقہ فکر میں یکساں مقبول و مستند ہستی شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا اپنے والد گرامی کا یہ عمل اور خواب بیان کرنا اس کی صحت اور حسب استطاعت میلاد شریف منانے کا جواز ثابت کرتا ہے۔

شفیق ہیں تو میرے نبی
رفیق ہیں تو میرے نبی
طبیب ہیں تو میرے نبی
شفیع ہیں تو میرے نبی
رفیع ہیں تو میرے نبی
کریم ہیں تو میرے نبی
حکیم ہیں تو میرے نبی
جمیل ہیں تو میرے نبی

جو چھوٹی سی محفل کو بھی اپنی بارگاہ میں قبول فرما لیتے ہیں۔

(iii) علامہ ابن تیمیہ

قابل قدر بہنو!

حضور کا میلاد وقت کا محتاج نہیں ہے
حضور کا میلاد لمحوں کا محتاج نہیں ہے
حضور کا میلاد شخصیت کا محتاج نہیں ہے
حضور کا میلاد تصنیف کا محتاج نہیں ہے

حضور کا میلاد محقق کا محتاج نہیں ہے

حضور کا میلاد مؤرخ کا محتاج نہیں ہے

بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ تمام ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کرنے والے...... سید مرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر پاک زبانوں سے ادا کر کے ثناء خوانوں میں اپنا نام شامل کر کے اپنی آخرت کی بہتری کا سامان اکٹھا کر رہے ہیں۔

علامہ تقی الدین احمد بن عبدالحلیم بن عبدالسلام بن تیمیہ لکھتے ہیں:

"میلاد شریف کی تعظیم اور اسے شعار بنا لینا بعض لوگوں کا عمل ہے اور اس میں اس کے لیے اجر عظیم بھی ہے کیونکہ اس کی نیت نیک ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم بھی ہے۔" (ابن تیمیہ، اقتضاء الصراط المستقیم لمخالفۃ أصحاب الجحیم: ۴۰۴)

(iv) امام ابن حجر

شیخ الاسلام حافظ العصر ابوالفضل ابن حجر سے میلاد شریف کے عمل کے حوالے سے پوچھا گیا تو آپ نے اس کا جواب کچھ یوں فرمایا:

"میرے نزدیک یوم میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم منانے کی اساسی دلیل وہ روایت ہے جسے "صحیحین" میں روایت کیا گیا ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس پر وہ عرض کناں ہوئے کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور موسیٰ علیہ السلام کو نجات دی۔ سو ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر بجا لانے کے لیے اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔"

"اس حدیث مبارکہ سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی احسان و انعام کے عطا ہونے یا کسی مصیبت کے ٹل جانے پر کسی معین دن میں اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لانا اور ہر سال اس دن کی یاد تازہ کرنا مناسب تر ہے۔"

''اللہ تعالیٰ کا شکر نماز و سجدہ، روزہ، صدقہ اور تلاوت قرآن و دیگر عبادات کے ذریعہ بجالایا جاسکتا ہے اور حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے بڑھ کر اللہ کی نعمتوں میں سے کون سی نعمت ہے؟ اس لیے اس دن ضرور شکرانہ بجالانا چاہئے۔''

''اس وجہ سے ضروری ہے کہ اسی معین دن کو منایا جائے تا کہ یوم عاشوراء کے حوالے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے مطابقت ہو۔''

''اور اگر کوئی اس چیز کو ملحوظ نہ رکھے تو میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو ماہ کے کسی بھی دن منانے میں حرج نہیں بلکہ بعض نے تو اسے یہاں تک وسیع کیا ہے کہ سال میں سے کوئی دن بھی منا لیا جائے۔'' (سیوطی، الحاوی للفتاوی: ۲۰۵، ۲۰۶، صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد صلی اللہ علیہ وسلم: ۱/۳۶۶، زرقانی، شرح المواهب اللدنیہ بالمنح المحمدیہ: ۱/۲۶۳)

(۷) نواب صدیق حسن

غیر مقلدین کے نامور عالم دین نواب صدیق حسن خان بھوپالی میلاد شریف منانے کی بابت لکھتے ہیں:

''جس کو حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔''

(بھوپالی، الشامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ: ۱۲)

میلاد کی محفل میں شرکت کرنے والوں کے لیے شاعر اس طرح اظہار خیال کرتا ہے۔

رسول اکرم کی ہے یہ محفل ادب سے دامن بچھا کے بیٹھو [illegible]
ہے جن کی محفل وہ آرہے ہیں دلوں کے رستے سجا کے بیٹھو [illegible]
[illegible] مصطفیٰ کے [illegible] دیدار [illegible] جانا [illegible]
[illegible]

یہ ٹھنڈے جھونکے ہوا کے آئے ہیں خاص لیے دعا کے آئے
جو سوئے قسمت بھی سوئی ان کی مقدر اپنے جگا کے بیٹھو
فضا جو ساری مہک اٹھی ہے سواری آقا کی آ گئی ہے
متاع الفت کرو نچھاور دلوں کی دولت لٹا کے بیٹھو
سجا لو سارے سوال لب پر درود پڑھ کے شہ عرب پر
یہی حضور کا ہے تصور دلوں کو طیبہ بنا کے بیٹھو
کوئی نبی کے میلاد کو نہ مانے اگر
وہ مومن نہیں اس کو یہ سنا کے بیٹھو
ہے گرچہ ذرہ حقیر صائم مگر ہے ان کا فقیر صائم
ہے ان کے جلوے کی تمنا تو میری آنکھوں میں آ کے بیٹھو

(vi) مولانا اشرف علی تھانوی

مولانا اشرف علی تھانوی (۱۸۶۳-۱۹۴۳ء) نامور عالم دیوبند تھے۔ آپ حاجی امداداللہ مہاجر مکی چشتی کے ہاتھ پر بیعت تھے۔ سیرت طیبہ پر آپ کی کتاب "نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم" عشق و محبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبی ہوئی تحریر ہے۔ جس کا آغاز ہی انہوں نے مشہور حدیث جابر بیان کرتے ہوئے نوری محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق کے باب سے کیا ہے۔ بعد ازاں اس نوع کی دیگر روایات بیان کی ہیں۔ اسی طرح میلاد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے خطبات کا مجموعہ بھی شائع ہوا ہے۔ مجالس موالید پر خطاب کرتے ہوئے آپ لکھتے ہیں۔

"میرا کئی سال تک یہ معمول رہا کہ یہ جو مبارک زمانہ ہے جس کا نام ربیع الاول کا مہینہ ہے۔ جس کی فضیلت کو ایک عاشق ملا علی قاری نے اس عنوان سے ظاہر کیا ہے:
(اسلام میں اس ماہ کی بڑی فضیلت ہے اور تمام مہینوں پر اس کی تعریف کو فضیلت [illegible] نور بالائے نور ہے)
[illegible] مبارک مہینہ آتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ فضائل

جن کا خاص تعلق ولادت شریفہ سے ہوتا تھا مختصر طور پر بیان کرتا تھا۔ اس لیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے تمام نعمتوں کے واسطہ ہیں (دوسری عام نعمتوں کے علاوہ) افضل نعمت اور سب سے بڑی دولت ایمان ہے۔ جس کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہم کو پہنچنا بالکل ظاہر ہے۔ غرض اصل الاصول تمام مواد فضل و رحمت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ پس ایسی ذات بابرکات کے وجود پر جس قدر بھی خوشی اور فرح ہو کم ہے۔'' (اشرف علی تھانوی، خطبات میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۶۴، ۶۵)

تمام نعمتیں جن کے تصدق سے نصیب ہوئیں ...... اس ماہ حسین کی کیا بات ہے؟ تبھی تو عاشقان رسول کہتے ہیں۔

دلیل کبریا بن کر حضور آئے حضور آئے
بہار جانفزا بن کر حضور آئے حضور آئے

نہ گھبراؤ گنہگارو ملے گا چین بیمارو
غم دل کی دوا بن کر حضور آئے حضور آئے

خوشی کے پھول برساؤ سلامی کے لیے آؤ
ہمارا آسرا بن کر حضور آئے حضور آئے

ہے رحمت ہر طرف چھائی خطا کاروں کی بن آئی
کرم بن کر وفا بن کر حضور آئے حضور آئے

ہے نغمہ آج رحمت کا سجا کر تاج رحمت کا
نگار انبیاء بن کر حضور آئے حضور آئے

نبی آئے غلامی کو [illegible] کو
رسالت کی ضیا بن کر حضور آئے حضور آئے

بچھا کے دل [illegible]
کرم کی انتہا بن کر حضور آئے حضور آئے

الف

جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَالصَّلٰوةُ
وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝
شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ ۝ اَلَّذِىْ كَانَ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ ۝
وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَعِتْرَتِهٖ وَاَوْلِيَآءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ ۝

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ ۝

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ
فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

نعت رسولِ مقبول ﷺ

جلوے نے عرشاں فرشاں تے سرکار محمد عربی دے
ہر پاسے عاشق دیہندے نے انوار محمد عربی دے

ابرو نے قاب قوسین خمدار محمد عربی دے
نعلین گئے سی عرشاں توں لنگھ پار محمد عربی دے

یوسف دی جدائی دے راہے یعقوب کدے وی نہ پیندے
نہ نہر چلا کے ہنجواں دی اوہ اکھیاں چٹیاں کر لیندے

تک لیندے نین نشیلے جے اک وار محمد عربی دے
جلوے نے عرشاں فرشاں تے سرکار محمد عربی دے

اوہ بزم سجا کے سوہنے دی سرنیویں کر کے بہندے نے
جیتھے وی ہوون اوہناں دے دل پاک مدینے رہندے نے

اک واری موہ لئے جہناں دے دل پیار محمد عربی دے
جلوے نے عرشاں فرشاں تے سرکار محمد عربی دے

مخلوق نے دسو کی اس دی تعریف ثنا کر لینی اے
دو جگ دے شاہ دی دو جگ تے محشر تک شاہی رہنی اے

پڑھدا اے قصیدے خود رب ستار محمد عربی دے
جلوے نے عرشاں فرشاں تے سرکار محمد عربی دے

میں صائم اوہدے پیراں نوں چم چم اکھیاں نال لاواں گا
ہو صدقے تے واری لکھ واری میں اسدے ناز اٹھاواں گا

اک وار مینوں لے چلے دربار محمد عربی دے
جلوے عرشاں فرشاں تے سرکار محمد عربی دے

ابتدائیہ

اللہ رب العزت نے دنیا کے نظاروں کو اس قدر حسین بنایا ہے کہ انسان اس دل کش اور جاذب نظر ماحول میں بار بار گم ہو جاتا ہے۔ کبھی زمین کی دلفریب رعنائیاں اس کے دامن دل کو کھینچتی ہیں...... تو کبھی افلاک کی دلکش وسعتیں...... کبھی ہواؤں کی جاودواں و جانفزا کیفیتیں اس کے لیے راحت جاں بنتی ہیں تو کبھی فضاؤں میں گونجنے والے نغمات حسن اس کی توجہ کو مہمیز عطا کرتے ہیں...... یہ کائنات آب و گل حسن و عشق کے ہنگاموں کا مرکز ہے...... جس میں حسن کبھی گل لالہ کی نرم و نازک پنکھڑیوں سے عیاں ہوتا ہے...... کبھی ان کی دلفریب مہک سے...... نغمات حسن کبھی آبشاروں میں سنائی دیتے ہیں...... کبھی دریاؤں اور نہروں کے سکوت میں...... کہیں باغات کی دلکش رونقیں چہرۂ حسن کو بے نقاب کرتی ہیں...... کہیں صحراؤں کی خاموشیاں...... کہیں سمندروں کا بہاؤ حسن میں ڈھلتا دکھائی دیتا ہے...... کہیں سبزہ زاروں کا پھیلاؤ...... الغرض ہر سو حسن کی جلوہ سامانیاں ہیں...... اور نگاہ و دل خوب سے خوب تر کی تلاش میں سرگرداں ہیں۔

یہ خوب سے خوب تر کا وجود اور حسین سے حسین تر کی تلاش یہ بتاتی ہے کہ کہیں نہ کہیں حسن و رعنائی کا آخری نظارہ بھی ہوگا۔ تلاش حسن کا سفر کہیں تو ختم ہوگا۔ آنکھیں ترستی ہیں بےشک کہیں وہ آخری تصویر حسن بھی ہوگی جسے دیکھ کر جذبۂ تسکین کو بھی سکون آ جائے گا۔ روح پکارتی ہے بلاشبہ کہیں وہ حریم ناز بھی ہوگا جہاں سب بے چینیاں ختم ہو جائیں اور راحتیں تکمیل کو پہنچ جائیں۔

[illegible] ذات مبارکہ، شخصیت جس میں حسن صورت اور حسن سیرت کے تمام

محامد و محاسن بدرجۂ اتم سمو دیئے گئے، پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اگر تمام ظاہری و باطنی محاسن کو ایک وجود میں مجتمع کر دیا جائے اور شخصی حسن و جمال کے تمام مظاہر جو جہان آب و گل میں ہر سو منتشر دکھائی دیتے ہیں۔ ایک پیکر میں اس طرح یکجا دکھائی دیں کہ اس سے بہتر ترکیب و تشکیل ناممکن ہو تو وہ حسن و جمال کا پیکر اتم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود میں ڈھلتا نظر آتا ہے۔ یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ عالم انسانیت میں سرور کائنات فخر موجودات نبیٔ آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم بحیثیت عبد کامل ظاہری و باطنی حسن و جمال کے اس مرتبۂ کمال پر فائز ہیں جہاں سے ہر حسین کو خیرات حسن مل رہی ہے۔ حسن و جمال کے سب نقش و نگار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت اقدس میں بدرجہ اتم اس خوبی سے مجتمع کر دیئے گئے ہیں کہ ازل تا ابد اس خاکدان ہستی میں ایسی مثال ملنا ناممکن ہے۔ گویا عالم بشریت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات جامع کمالات بن کر منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ شاہکار قرار پائے جسے دیکھ کر دل و نگاہ پکار اٹھتے ہیں:

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

میں نثار تیرے کلام پر ملی یوں تو کس کو زباں نہیں
وہ سخن ہے جس میں سخن نہ ہو وہ بیاں ہے جس کا بیاں نہیں

وہی لامکاں کے مکیں ہوئے سر عرش تخت نشیں ہوئے
وہ نبی ہے جس کے ہیں یہ مکاں وہ خدا ہے جس کا مکاں نہیں

سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پہ عیاں نہیں

کروں تیرے نام پہ جاں فدا نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

مثل مہتاب......ہے چہرہ حضور کا

ہے تیری شکل و صورت کتنی پیاری یا رسول اللہ
حسینوں نے بھی تجھ پر جان واری یا رسول اللہ
گزر جس راہ سے تیرا ہوا اے رحمت عالم
ادھر چلنے لگی باد بہاری یا رسول اللہ
اسے آخر تیرے دیدار کی دولت ملی جس نے
حیات اپنی ترے غم میں گزاری یا رسول اللہ

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے پوچھا:

اَكَانَ وَجْهُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِثْلَ السَّيْفِ؟

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک تلوار کی مثل تھا؟

تو انہوں نے کہا:

لَا، بَلْ مِثْلَ الْقَمَرَ

نہیں، بلکہ مثل ماہتاب تھا۔ (صحیح بخاری: ۱۳۰۴/۳، کتاب المناقب، الرقم: ۳۳۵۹، مسند احمد بن حنبل: ۲۸۱/۴، جامع ترمذی: ۵۹۸/۵، ابواب المناقب، الرقم: ۳۶۳۶)

قابل غور نکتہ

اس روایت میں قابل غور نکتہ یہ ہے کہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے یہ کیوں نہ کہا مثل الشمس فرماتے ہیں کہ سورج میں روشنی بھی ہے اور گرمی بھی۔ اس کو جب کوئی دیکھتا ہے تو اس کی آنکھیں چندھیا جاتی ہیں اور تھکن محسوس کرتی ہیں لیکن چاند میں روشنی ہے اور اس کے ساتھ پریشان کرنے والی تپش نہیں ہے۔ بلکہ خنکی اور [illegible] تو اس کے دل میں سکون اور انس پیدا ہو [illegible]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کا ہر حصہ آفتاب حسن کی جلوہ گاہ بنا ہوا تھا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

لِمَ لَا یُضِیْئُ بِكَ الْوُجُوْدُ وَلَیْلُهٗ
فِیْهِ صَبَاحٌ مِّنْ جَمَالِكَ مُسْفِرٗ

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار سے سارا عالم وجود اور اس کی رات کیوں نہ چمک اٹھے کیونکہ اس میں ایسی صبح ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال کے صدقے روشن ہے۔''

وَبِشَمْسِ حُسْنِكَ كُلُّ یَوْمٍ مُّشْرِقٌ
وَبِبَدْرِ وَجْهِكَ كُلُّ لَیْلٍ مُّزْهِرٌ

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کے آفتاب کے ساتھ ہر دن روشن ہو رہا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ کے ماہ تمام سے ہر رات حسین اور دلکش ہو رہی ہے۔'' (ایضاً)

جمال رسول...... حضرت حلیمہ کی زبانی

سیدہ حلیمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب مکہ سے مایوس لوٹنے لگی تو خاوند نے کہا کہ اگر کوئی اور بچہ نہیں ملا تو بنی ہاشم کا یتیم ہی لے جاتے ہیں کیونکہ خالی واپس نہیں جانا چاہئے۔ میں نے آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت عبدالمطلب مجھے اس کمرہ میں لے گئے جہاں آپ تشریف فرما تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر سفید اور سبز کپڑا تھا۔

فَاَشْفَقْتُ اَنْ اُوْقِظَهٗ مِنْ نَّوْمِهٖ لِحُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ فَدَنَوْتُ مِنْهُ [illegible]
رُوَیْدًا فَوَضَعْتُ یَدِیْ عَلٰی صَدْرِهٖ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا وَفَتَحَ عَیْنَیْهِ [illegible]
یَنْظُرُ اِلَیَّ فَخَرَجَ مِنْ عَیْنَیْهِ نُوْرٌ حَتّٰی دَخَلَ خِلَالَ [illegible]

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوئے ہوئے تھے آپ [illegible]

جمال دیکھ کر میں حیرت میں ڈوب گئی لیکن حسن پر کشش کی وجہ سے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آئی پھر میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ اقدس پر ہاتھ رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکراتے ہوئے اپنی مبارک آنکھیں کھولیں تو میں نے دیکھا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس آنکھوں سے نور کی شعاعیں نکل رہی ہیں جس کی روشنی آسمان تک پھیلی ہوئی ہے۔"

(الانوار المحمدیہ:۲۹، دلائل النبوۃ:۱/۲۴۱، الجامع الصغیر:۱/۲۲، ابن جوزی، الوفاء، ص:۴۱۲)

ے حبیبا اچی شان والیا جے توں آیوں تے بہاراں آیاں
اللہ نوں تو پیارا لگنا ایں یوں رب نے وی خوشیاں منائیاں

زلف تیری دے کنڈل سوہنے موہ لیندے نیں دل من موہنے
چن سدا لکدا پھرے تیرے مکھ دیاں ویکھ صفائیاں

عرب شریف دیا سردارا، آمنہ بی بی دیا دلدارا
ترے جیا سوہنیا کتھے جمدیاں نت نت ماواں

حسن حضور پر...... حضرت حسان کی گواہی

انسانی آنکھ کی بے بسی کا عالم یہ ہے کہ شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ بیکس پناہ میں درودوں کے گجرے اور سلاموں کی ڈالیاں پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتے تھے۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے منور دیکھ کر اپنی آنکھیں ہتھیلیوں سے ڈھانپ لیا کرتے تھے، وہ خود فرماتے ہیں:

لَمَّا نَظَرْتُ اِلٰی اَنْوَارِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَضَعْتُ كَفِّيْ عَلٰى عَيْنَيَّ خَوْفًا مِّنْ ذَهَابِ بَصَرِيْ.

[illegible] نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار و تجلیات کا مشاہدہ کیا تو اپنی [illegible] اس لیے کہ (روئے منور کی تابانی سے)

کہیں میں بینائی سے ہی محروم نہ ہو جاؤں ۔'' (نبہانی، جواہر البحار: ۲/ ۴۵۰)

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال حسن کو بڑے ہی دلپذیر انداز میں بیان کیا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وَاَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَقَطُّ عَيْنِىْ
وَاَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حسین تر میری آنکھ نے کبھی دیکھا ہی نہیں اور نہ کبھی کسی ماں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جمیل تر کو جنم ہی دیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق بے عیب (ہر نقص سے پاک) ہے (یوں دکھائی دیتا ہے) جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب نے آپ کی خواہش کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت بنائی ہے۔ (حسان بن ثابت، دیوان: ۲۱)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن کا چرچا کچھ اس طرح سے بھی ہے کہ:

جہانستان عالم کی بہاروں میں محمد ﷺ ہیں
محمد ﷺ کہکشاں میں ہیں ستاروں میں محمد ﷺ ہیں
محمد ﷺ نور وحدت ہیں محمد ﷺ سر وحدت ہیں
کلام پاک کے ان تیس پاروں میں محمد ﷺ ہیں

حضور کے حسن پر.....رب کریم نے پردے ڈال رکھے ہیں

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ''قصیدہ بردہ شریف'' کی شرح میں لکھتے ہیں:

''اگر خدائے رحیم و کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم مبارک کی حقیقی برکات کو آج بھی ظاہر کر دے تو اس کی برکت سے مردہ زندہ ہو جائے، کافر کے کفر کی تاریکیاں دور ہو جائیں اور غافل دل ذکر الٰہی میں مصروف ہو جائے [illegible]

حکمت کاملہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس انمول جوہر کے جمال پر پردہ ڈال دیا ہے۔ (ملا علی قاری، الزبدۃ فی شرح البردۃ: ۶۰)

مواہب اللدنیہ میں علامہ قرطبی سے نقل کیا گیا ہے۔ انہوں نے فرمایا:

لَمْ يَظْهَرْ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لِاَنَّهٗ لَوْ ظَهَرَ لَنَا تَمَامُ حُسْنِهٖ لَمَا اَطَاقَتْ اَعْيُنُنَا رُؤْيَتَهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَجْزِنَا عَنْ ذٰلِكَ .

"سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تمام حسن ہمارے لیے ظاہر نہیں کیا گیا کیونکہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام حسن کے ساتھ جلوہ فرما ہوتے تو ہماری آنکھیں اس کی دید کی طاقت نہ رکھتیں کیونکہ ہم اس بات سے عاجز ہیں کہ آفتاب محمدی کی جلوہ سامانیوں کا صحیح ادراک اور احاطہ کر سکیں۔"

علامہ قرطبی رحمت عالم کے خداداد جمال کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا آفتاب پوری طرح ہمارے سامنے نمایاں نہیں ہوا اگر وہ پوری طرح نمایاں ہوتا تو کوئی ہستی اس کے دیکھنے کی تاب نہ لا سکتی آنکھیں چندھیا جاتیں، دل ہیبت زدہ ہو جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد پورا نہ ہوتا۔"

اس لیے مولا کریم نے اپنی حکمت بالغہ سے اپنے محبوب کے حسن و جمال کو صرف اتنا ظاہر ہونے دیا جس کی لوگ تاب لا سکیں اور چشمہ فیض کے قریب پہنچ کر اپنی پیاس بجھا سکیں۔ اگر کوئی شخص یہ چاہے کہ وہ اللہ کے محبوب کے حسن و جمال کی ساری اداؤں کا احاطہ کرے تو یہ ممکن نہیں ہے۔

امام بوصیری فرماتے ہیں:

اِنَّمَا مَثَّلُوْا صِفَاتِكَ لِلنَّاسِ ۔۔۔ كَمَا مَثَّلَ النُّجُوْمَ الْمَاءُ

[illegible] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری کا جو نقشہ کھینچا

ہے وہ اس طرح ہے۔ جس طرح پانی میں ستاروں کا عکس ہے جو ستاروں کی حقیقت کو ظاہر کرنے سے عاجز ہے۔" (ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۵/۴۴۰)

ـ جسمانی بیماری ہو یا روحانی بیماری ہو
دواؤں سے بہتر ہے یا محمد ﷺ لعاب تیرا
خدا کی غیرت نے ڈال رکھے ہیں تجھ پر ستر ہزار پردے
جہاں میں بن جاتے طور لاکھوں جو اک بھی اٹھتا حجاب تیرا

حضرت اویس قرنی کا قول

سرخیل قافلۂ عشق حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت منقول ہے کہ وہ اپنی والدہ کی خدمت گزاری کے باعث زندگی بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بالمشافہ زیارت کے لیے حاضر نہ ہو سکے، لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ والہانہ عشق و محبت اور وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اکثر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے اپنے اس عاشق زار کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کو ہدایت فرمائی کہ میرے وصال کے بعد اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر اسے یہ خرقہ دے دینا اور اسے میری امت کے لیے دعائے مغفرت کے لیے کہنا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ سے ملاقات کے لیے ان کے آبائی وطن "قرن" پہنچے اور انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سنایا۔ اثنائے گفتگو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے دونوں جلیل القدر صحابہ رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کیا تم نے کبھی فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار بھی کیا ہے؟ انہوں نے اثبات میں جواب دیا تو مسکرا کر کہنے لگے:

لَمْ تَرَنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

"تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا محض پرتو دیکھا ہے۔"

(نبہانی، جواہر البحار: ۳/۶۷)

یہ سراپا حسین، رب ہے مطلق جمیل
اب نہیں اس میں گنجائش قال و قیل
یہ بھی اک ایک ہے جیسے رب بے دلیل
بے سہیم و قسیم و عدیل و مثیل
جوہر فرد عزت پہ لاکھوں سلام

رنگت مصطفیٰ

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں:

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم رنگ روپ کے لحاظ سے تمام لوگوں سے زیادہ پرنور تھے۔" (دلائل النبوۃ: ۱/۳۰۰)

حضرت انس رضی اللہ عنہ جسم اطہر کی رنگت کے بارے میں بیان کرتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنُ النَّاسِ لَوْنًا

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم رنگت کے اعتبار سے سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔" (السیرۃ النبویۃ: ۱/۳۲۱، الطبقات الکبریٰ: ۱/۴۱۵)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ بھی مروی ہے:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَزْهَرُ اللَّوْنِ.

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ سفید چمکدار تھا۔" (صحیح بخاری: ۳/۱۳۰۳، کتاب المناقب، الرقم: ۳۳۵۵، صحیح مسلم: ۴/۱۸۲۳، کتاب الفضائل، الرقم: ۲۳۴۷، جامع ترمذی: ۵/۵۹۲، باب المناقب، الرقم: ۳۶۳۴)

[illegible] تصویر محبوب کی کھینچ دی
[illegible] مجبور آ گیا

حضرت آمنہ کے مقدر پہ قربان میں
جن کی گودی میں خالق کا نور آ گیا

حلیہ مبارک

نورمجسم، فخر آدم و بنی آدم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیگر انبیاء و رسل کی طرح کسی ایک قبیلہ کی طرف اور وہ بھی محدود وقت کے لیے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے بلکہ تمام بنی نوع انسان کے لیے تا قیام قیامت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس وہ آفتاب عالمتاب تھی جس کی روشنی ظاہر و باطن کو اپنے انوار سے منور کرنے والی تھی۔ اس لیے ضروری تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری و جسمانی محاسن بھی تمام انبیاء سابقین سے اعلیٰ و برتر ہوں کیونکہ یہ مظاہر جسم باطن کی عظمت کے گواہ ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تمام بنی نوع انسان کے لیے ہادی و مرشد بنا کر بھیجا تو یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر و باطن کو اتنی عظمتیں اور وسعتیں دی ہوں گی کہ کوئی اس کی ہمسری کا گمان بھی نہ کر سکے۔ اسی حقیقت کو عاشق صادق حضرت شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصیدہ میں یوں بیان کیا ہے۔

فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ
ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

”وہی ذات ہے جو معنوی و صوری لحاظ سے درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے پھر تمام ارواح کو پیدا کرنے والے نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا محبوب بنانے کے لیے چن لیا۔“

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ
فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

”نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے محاسن اور کمالات میں شریک رکھنے سے پاک ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کا جوہر [illegible]

کی تمام ادائیں حضور کی ذات میں مجتمع ہیں۔ جہاں کہیں بھی حسن و کمال پایا جاتا ہے وہ ذات پاک مصطفوی کا فیضان ہے۔"

رحمت ابر باراں پہ برسے درود
ماحیٔ فرد عصیاں پہ برسے درود
شبنم لطف احساں پہ برسے درود
اشک باریٔ مژگاں پہ برسے درود
سلک در شفاعت پہ لاکھوں سلام

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک
...ان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

...نْ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رنگ مبارک سرخ و سپید
كَانَ اَزْهَرَ اللَّوْنِ تھا۔

...عَجَ چشم مازاغ بڑی بڑی تھیں۔ ان کا سفید حصہ بہت سفید اور سیاہ حصہ بہت سیاہ تھا۔

...حَلَ چشم ہائے مبارک بڑی تھیں۔

...كَلَ آنکھ کے سفید حصہ میں سرخ ڈورے تھے۔

...دَبَ الْاَشْفَارِ مژگان مبارک لمبی تھیں۔

ابروؤں کا درمیانی حصہ بالوں سے صاف تھا۔

ابرو کمان کی طرح خمیدہ اور لمبے تھے۔

ناک مبارک اونچی اور پتلی تھی۔

دندان مبارک پیوستہ نہ تھے درمیان میں تھوڑا سا فاصلہ تھا۔

...الْوَجْهِ چہرۂ انور گول تھا۔

وَاسِعَ الْجَبِیْنِ	پیشانی مبارک فراخ تھی۔
کَثَّ اللِّحْیَۃِ	ریش پرنور گھنی تھی۔
تَمْلَأُ صَدْرَہٗ	جو سینہ مبارک پر پھیلی ہوئی تھی۔
سَوَآءَ الْبَطْنِ وَالصَّدْرِ	شکم مبارک اور سینہ مبارک ہموار تھے۔
وَاسِعَ الصَّدْرِ	صدر پرنور کشادہ تھا۔
عَظِیْمَ الْمَنْکِبَیْنِ	کندھے بڑے بڑے تھے۔
ضَخْمَ الْعِظَامِ	جسم کی ہڈیاں بھاری بھرکم تھیں۔
عَبْلَ الْعَضُدَیْنِ وَالذِّرَاعَیْنِ وَالْاَسَافِلِ	کہنیوں سے کندھوں تک اور دونوں کلائیاں او پنڈلیاں بہت مضبوط اور طاقتور تھیں۔
رَحْبَ الْکَفَّیْنِ وَالْقَدَمَیْنِ	ہاتھوں کی دونوں ہتھیلیاں اور دونوں مبارک پاؤں کشادہ تھے۔
سَائِلَ الْاَطْرَافِ	انگشت ہائے مبارک ہموار تھیں۔
اَنْوَرَ الْمُتَجَرَّدِ	جسم مبارک نورانی تھا۔
دَقِیْقَ الْمَسْرُبَۃِ	سینہ کے بالوں کی وہ لکیر جو سینہ کی ہڈی سے ال تک چلی جاتی ہے وہ پتلی تھی۔
رَبْعَۃَ الْقَدِّ	قامت زیبا درمیانہ تھی۔
لَیْسَ بِالطَّوِیْلِ الْبَائِنِ وَلَا بِالْقَصِیْرِ الْمُتَرَدِّدِ	حضور زیادہ دراز قامت نہ تھے اور نہ از حد پسن قامت۔
وَمَعَ ذٰلِکَ لَمْ یَکُنْ یُمَاشِیْہِ اَحَدٌ یُنْسَبُ اِلَی الطُّوْلِ اِلَّا طَالَہٗ	بایں ہمہ اگر کوئی دراز قامت انسان سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلتا تھا تو حضور اس سے اونچے دکھائی دیتے تھے۔
رَجِلَ الشَّعْرِ	گیسوئے مبارک زیادہ گھنگھریالے نہ تھے۔

اِذَا افْتَرَّ ضَاحِكًا افْتَرَّ عَنْ مِثْلِ سَنَا الْبَرْقِ وَعَنْ مِثْلِ حَبِّ الْغَمَامِ	جب حضور ہنستے تو دندان مبارک یوں چمکتے تھے جس طرح بجلی کی چمک یا ژالہ باری کے وقت گرنے والے دانے۔
اِذَا تَكَلَّمَ رُئِيَ كَالنُّوْرِ يَخْرُجُ مِنْ ثَنَايَاهُ	جب حضور گفتگو فرماتے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ دندان مبارک سے نور نکل رہا ہے۔
اَحْسَنَ النَّاسِ عُنُقًا	حضور کی گردن مبارک تمام لوگوں کی گردنوں سے زیادہ خوبصورت تھی۔
لَيْسَ بِمُطَهَّمٍ وَّلَا مُكَلْثَمٍ	حضور کا جسم اطہر نہ زیادہ فربہ تھا اور نہ لاغر
مُتَمَاسِكَ الْبَدَنِ	بدن مبارک مضبوط اور بھرا ہوا تھا۔
ضَرْبُ اللَّحْمِ	جسم پر گوشت زیادہ نہ تھا۔ (الشفاء:۱/۳-۸۲)

؎ موج حسن تبسم میں گل باریاں

اور گل باریوں میں لطافت کی شان

جن میں قدرت کی باریکیاں ہیں نہاں

پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں

ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام

حضرت سید علی وفی کی عقیدت ومحبت

حضرت سید علی وفی رضی اللہ عنہ کے چند اشعار درج ذیل ہیں جو بڑے وجد آفرین ہیں۔ جن سے ان کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت ومحبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

؎ اَلَا يَا صَاحِبَ الْوَجْهِ الْمَلِيْحِ

سَأَلْتُكَ لَا تَغِبْ فَأَنْتَ رُوْحِيْ

"اے دلکش چہرے والے میں آپ سے التجا کرتا ہوں کہ آپ میری آنکھوں سے اوجھل نہ ہوں کیونکہ آپ میری روح ہیں۔"

مَتٰی مَا غَابَ شَخْصُكَ عَزْعِیَانِیْ
رَجَعْتَ فَلَا تَرٰی اِلَّا ضَرِیْحِیْ

"میری نگاہوں سے اگر آپ کی ذات پوشیدہ ہو جائے گی تو جب آپ لوٹ کر آئیں گے تو صرف میری قبر دیکھ سکیں گے۔"

(زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ" ۳/۱۹۸)

ے جے توں چاہیں سدا فراغت ہو جا قید نبی دا
چھٹ گیا ہر سختی کولوں بندیوان محمدی

لکھ عذاب جو دوزخ والے ملاں پئے سناون
ستاں دوزخاں نالوں اگے ہک ہجران محمدی

ہکو سبق اساڈے تائیں سعدی مرد پڑھایا!
عرشوں ودھ مراتب رکھدا ہے دالان محمدی

کیا خوب فرمایا عاشق صادق نے

سُبْحَانَ مَنْ اَنْشَأَهُ مِنْ سُبُحَاتِهٖ
بَشَرًا بِاَسْرَارِ الْغُیُوْبِ یُبَشِّرُ

"پاک ہے وہ ذات جس نے اسے اپنے انوار سے پیدا کیا اور بشر بنایا ایسا بشر جو غیبی اسرار سے خوشخبری دینے والا تھا۔"

فَجَمَالُهٗ مَجْلٰی لِکُلِّ جَمِیْلَةٍ
وَلَهٗ مَنَارُ کُلِّ وَجْهٍ نَیِّرٍ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن تمام حسین چہروں کے لیے آئینہ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا (سراپا) ایک روشن مینار ہے جو ہر چیز کو منور کر رہا ہے۔" (زینی دحلان، "السیرۃ النبویہ" ۳/۱۹۹)

ایک اور مقام پر عاشق کہتا ہے کہ

؎ لکھ تے کئی ہزار وچوں کملی والا اے ہمہ صفات لگدا
ہے دیکھیا حسیناں دے نگر اندر مینوں اوہ فخر کائنات لگدا
جے میں ویکھاں حضور دا رخ انور اوہدے سامنے دن رات لگدا
ناصر اس کائنات دا حسن سارا اوہدے حسن دی مینوں زکوٰۃ لگدا

ایک عاشق صادق اپنے خیالات کا اظہار کچھ اس طرح سے کرتا ہے۔

؎ توڑے ختم نہ ہووے ہرگز مدح قیامت تائیں
تاں بھی ہر گل نالوں بہتر فکر دھیان محمدی
جنت عدن مراداں حاصل وچ دربار محمدی
اوہ تحقیق پیارا رب نوں جس نوں پیار محمدی

تاجدار گولڑہ شریف کا خراج تحسین

تاجدار گولڑہ شریف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ۔

؎ سُبْحَانَ اللہِ مَا اَجْمَلَکَ
مَا اَحْسَنَکَ مَا اَکْمَلَکَ
کتھے مہر علی، کتھے تیری ثناء
گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

تاجدار گولڑہ شریف اپنے عجز کا اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر صاحب حسن و جمال اور صاحب کمال ہیں کہ مجھ جیسے حقیر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا ممکن ہی نہیں بلکہ اس سے میری کوئی مناسبت نہیں۔ کہاں میں اور کہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس؟ زیارت و دیدار کا شرف فقط آپ کی کرم نوازی ہے ورنہ میری آنکھیں اس لائق کہاں تھیں کہ ان سے بھی تکنے اور تکنے کی جسارت ہوگئی ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام کا خراج تحسین

اگر حضرت جبرائیل علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی جائے کہ اے جبرائیل علیہ السلام

آپ نے کائنات کو دیکھا — کائنات کے حسن و جمال کو دیکھا
آپ نے عرش کو دیکھا — عرش کے حسن و جمال کو دیکھا
آپ نے فرش کو دیکھا — فرش کے حسن و جمال کو دیکھا
آپ نے لوح و قلم کو دیکھا — لوح و قلم کے حسن و جمال کو دیکھا
آپ نے جنت کو دیکھا — جنت کے حسن و جمال کو دیکھا
آپ نے حوروں کو دیکھا — حوروں کے حسن و جمال کو دیکھا
آپ نے سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا — سدرۃ المنتہیٰ کے حسن و جمال کو دیکھا
آپ نے غلمان کو دیکھا — غلمان کے حسن و جمال کو دیکھا
آپ نے کائنات کا ذرہ ذرہ دیکھا — مگر بتاؤ کوئی حضور سا بھی دیکھا؟

تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کہیں گے

میں نے شمس و قمر کو دیکھا — میں نے عرش و فرش کو دیکھا
میں نے شجر و حجر کو دیکھا — میں نے افلاک و فلک کو دیکھا
میں نے بحر و بر کو دیکھا — میں نے لوح و قلم کو دیکھا
میں نے خشک و تر کو دیکھا — میں نے جن و بشر کو دیکھا
میں نے غلمان جنت کو دیکھا — میں نے حور و ملک کو دیکھا

صرف اتنا ہی نہیں بلکہ......

میں نے حضرت آدم علیہ السلام کے — حسن و جمال کو دیکھا
میں نے حضرت شیث علیہ السلام کے — حسن و جمال کو دیکھا
میں نے حضرت نوح علیہ السلام کے — حسن و جمال کو دیکھا

ں نے حضرت ہارون علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھا

ں نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھا

ں نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھا

ں نے حضرت ایوب علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھا

ں نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھا

ں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھا

ں نے حضرت یونس علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھا

ں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھا

ں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھا

لیکن کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ فَلَمْ اَجِدْ رَجُلًا
فضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مگر نہ تو میں نے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ
سلم سے بہتر کسی کو پایا۔ (المعجم الاوسط: ۲/ ۲۲۷، الرقم: ۲۳۸۵)

ہے کوئی آکے حضور نوں جنہوں ورگا حق والاس دے کول معیار وی تھیں
چھوٹے سورج تے جنہاں تارے اوہدے اک جلوے دی مار وی تھیں
خالق تھیں مخلوق اے سوہنا رب دی ایس گل توں مینوں انکار وی تھیں
ایہو جیہا سوہنا ایس کائنات اندر ناصر خلقیا پروردگار وی تھیں

...واقدس

ے سب سوہنیاں توں سوہنا ایں چہرہ حضور دا
تکیا نصیباں والیاں جلوہ حضور دا
پہنچے نیں عرش اعظم تے جوڑے حضور دے
تکیا اے جبرائیل نے تلوا حضور دا

خبرے توں کیہڑی جنت دا کرنا ایں تذکرہ
جنت اے ساڈے واسطے روضہ حضور دا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس قدرت خداوندی کا شاہکار عظیم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تخلیق رب کائنات کی جملہ تخلیقی رعنائیوں کا مرقع زیبا ہے۔ مخلوقات کے تمام محامد ومحاسن کا نقطۂ کمال آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے مقدس جمال خداوندی کا آئینہ دار ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مرکز نگاہ خاص وعام ہیں۔

اِنَّکَ بِاَعْیُنِنَا

(آپ ہر وقت ہماری نگاہوں میں رہتے ہیں) کا خطاب خداوندی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اعزاز لازوال ہے۔

اللہ کریم نے قرآن مجید میں اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا ذکر بڑی محبت اور اپنائیت کے انداز میں فرمایا۔ اسلام کے ابتدائی دور میں تقریباً سترہ ماہ مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز ادا کرتے رہے۔ اس پر یہود طعنہ زن ہوئے کہ مسلمان اور ان کا نبی یوں تو ہمارے دین کے مخالف ہیں مگر نماز کے وقت ہمارے ہی قبلہ کی طرف رخ کرتے ہیں۔ یہ بات حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت مبارکہ پر گراں گزری اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر میں تبدیلی قبلہ کی خواہش پیدا ہوئی جو کہ اتنی شدت اختیار کر گئی کہ اس کو پورا ہوتے دیکھنے کے لیے دوران نماز چہرۂ اقدس اٹھا کر بار بار آسمان کی طرف دیکھتے۔ اللہ رب العزت کو اپنے محبوب بندے کی یہ ادا اتنی پسند آئی کہ عین نماز کی حالت میں تبدیلی قبلہ کا حکم وارد ہوا۔ جس میں اللہ کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کا خصوصی ذکر فرمایا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا

فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ

"اے حبیب! ہم بار بار آپ کے رخ انور کا آسمان کی طرف پلٹنا دیکھ رہے ہیں۔ سو ہم ضرور بالضرور آپ کو اسی قبلہ کی طرف پھیر دیں گے جس پر آپ راضی ہیں پس آپ اپنا رخ ابھی مسجد حرام کی طرف پھیر لیجئے۔"

(پ:۲، البقرہ:۱۴۴)

ایک اور مقام پر اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے روئے زیبا کا تذکرہ استعاراتی اور علامتی زبان میں انتہائی دلنشین انداز سے کرتے ہوئے اللہ کریم نے یوں ارشاد فرمایا:

وَالضُّحٰى ۝ وَالَّيۡلِ اِذَا سَجٰى ۝ مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَ مَا قَلٰى ۝

"قسم ہے چاشت (کی طرح چمکتے ہوئے چہرۂ زیبا) کی اور سیاہ رات (کی طرح شانوں کو چھوتی ہوئی زلفوں) کی آپ کے رب نے (جب سے آپ کو منتخب فرمایا ہے) آپ کو نہیں چھوڑا اور نہ (جب سے آپ کو محبوب بنایا ہے) ناراض ہی ہوا ہے۔ (پ:۳۰، الضحیٰ:۱-۳)

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

ترے خلق کو حق نے عظیم کہا تری خلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن و ادا کی قسم

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ہر دو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

امام زرقانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اَلضُّحٰى: بِوَجۡهِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَسَلَّمَ، وَاللَّيۡلُ: شَعۡرَهٗ

”ضحیٰ سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا روئے منور اور لیل سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زلفیں ہیں۔“ (زرقانی، شرح مواہب اللدنیہ، ۸/۲۲۲)

چہرۂ مصطفےٰ اصل قرآن ہے
عاشقوں کی تلاوت پہ لاکھوں سلام

خدا کی زیارت ہے..... زیارت رسول کی

یوں تو ساری کائنات حسن باری تعالیٰ کی نگاہ گری کر رہی ہے۔ یہ چاند، سورج اور ستارے تمام کے تمام اس حسن مطلق کی تخلیق کے شاہکار ہیں مگر ان سب سے بڑھ کر جمال الٰہی کا مظہر چہرہ و ذات مصطفوی ہے۔ یہی وہ چہرۂ انور ہے جو ہر وقت اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمت و توجہ کا مرکز ہے۔

قرآن میں اس کا ذکر یوں آتا ہے۔

فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا

اے حبیب! آپ ہماری نگاہوں میں ہیں۔ (پ:۲۷، الطور:۴۸)

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم میں جمال الٰہیہ کے عکس کا پرتو اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرۂ اقدس سراپا مظہریت حق کی شان کا حامل تھا اس لیے اس چہرۂ انور کے دیدار کو عین دیدار حق قرار دیا گیا۔

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ رَآنِیْ فَقَدْ رَاَى الْحَقَّ.

”حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے (خواب میں یا حالت بیداری میں) مجھے دیکھا تو یقیناً اس نے حق کو دیکھا۔“

(صحیح بخاری، ۶/۲۵۶۸، صحیح مسلم، ۴/۱۷۷۶، الرقم: ۲۲۶۷، [illegible])

ے نوری مکھڑا نال زلفاں کالیاں
صدقے واری جان ویکھن والیاں

چن چڑھیا آمنہ دے لال دا
مک گیاں دنیا توں راتاں کالیاں

تیرے ویہڑے کھیڈے رب دا لاڈلا
واہ حلیمہ تریاں خوش حالیاں

تکاں لوہدے در دا پانی بھر دیاں
صورتاں من موہنیاں متوالیاں

چہرہ انور کی ضوفشانیاں

ے جس کے جلوے زمانے میں چھانے لگے
جس کی ضو سے اندھیرے ٹھکانے لگے
جس سے ظلمت کدے نور پانے لگے
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے

اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ تاباں کی ضوفشانی اللہ رب العزت کے انوار و تجلیات سے مستعار و مستنیر ہے جو آفتاب جہاں تاب کے مانند ہر سو جلوہ فگن ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے فیض یاب ہوتے تو ان کی آنکھوں میں نور اور سینوں میں ٹھنڈک بھر جاتی۔ ان کے دل اس حسن جہاں آراء کے جلووں سے کبھی بھی سیر نہ ہوتے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ پیکر حسن ہمیشہ ان کی آنکھوں کے سامنے جلوہ آرا رہے اور وہ اس حسن سرمدی کے حیات آفریں چشمے سے زندگی کی خیرات حاصل کرتے رہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی درخشانی و تابانی نگاہوں کو خیرہ کر دیتی تھی بلکہ ہر آن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس سے انوار کی رم جھم جاری

رہتی تھی۔ اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس میں اس قدر دل آویزی اور کشش و جاذبیت رکھی تھی کہ ہر طالب دیدار ہمہ وقت تمنائی رہتا کہ روئے مقدس کو دیکھتا ہی چلا جائے اور وہ جلوہ گاہ حسن کبھی اس کی نگاہوں سے اوجھل نہ ہو۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَحْسَنُ النَّاسِ وَجْهًا وَأَحْسَنُهُمْ خُلُقًا ۔

''حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم چہرۂ انور اور اپنے اخلاق حسنہ کے لحاظ سے لوگوں میں سب سے زیادہ حسین و جمیل ہیں۔''

(صحیح بخاری: ۳/۱۳۳۰، کتاب المناقب، الرقم: ۳۳۵۶، صحیح مسلم، کتاب الفضائل: ۴/۱۸۱۹، الرقم: ۲۳۳۷)

گویا سورج..... محو خرام ہے

حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوہ حسن کو یوں بیان کیا۔

؎ اَلصُّبْحُ بَدَا مِنْ طَلْعَتِهٖ
وَاللَّيْلُ دَجٰى مِنْ وَّفْرَتِهٖ

''آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس کے ظہور سے صبح نے آغاز پایا اور آپ کی زلف مبارک کے پھیلنے سے رات شب گوں ہوگئی۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کسی کو خوبصورت نہیں دیکھا۔ آپ کا چہرۂ اقدس دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا کہ

كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِىْ فِىْ وَجْهِهٖ

''گویا چہرہ انور میں آفتاب محو خرام ہے۔'' (الترمذی: ۲/۲۰۶)

ایک دوسری جگہ امام بخاری نے کعب بن مالک سے یہ روایت کی ہے

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا سُرَّ اِسْتَنَارَ وَجْهُهٗ

"جس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسرور ہوتے تو آپ کا چہرۂ مبارک روشن ہو جاتا، گویا وہ چاند کا ٹکڑا ہے۔ اس امر کو ہم آپ سے پہچان لیتے تھے یعنی وہ جگہ جہاں سرور ظاہر ہوتا ہے کہ وہ جبین ہے۔"

(امام قسطلانی، مواہب اللدنیہ (اردو): ۲/۴۵۹)

جس کے چہرے پر جلوؤں کا پہرا رہا
نجم و طٰہٰ کے جھرمٹ میں چہرہ رہا
حسن جس کا ہر اک چھب میں گہرا رہا
جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا

اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام

حضرت کلیم اللہ کی تسکین ہے......زیارت رسول کی

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم معراج سے واپس تشریف لائے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پچاس نمازیں آپ کی امت کے لیے زیادہ ہیں انہیں کم کروا لیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نو دفعہ اللہ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ نے پینتالیس کم فرمادیں۔ پھر انہوں نے جانے کا عرض کیا تو فرمایا اب مجھے جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اب تو پانچ نمازیں رہ گئی ہیں۔

اس کی حکمت اہل معرفت نے یہی لکھی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دیدار الٰہی نہ پا سکے تھے۔ آج رات جب انہوں نے دیکھا حضور علیہ السلام کو اس نعمت عظمیٰ سے مالا مال کیا گیا ہے تو نمازوں کے حوالے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار لوٹاتے رہے تاکہ محبوب کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی دیکھ سکوں۔

بعض نے یہ الفاظ تحریر کیے۔

"تجدد وفقر اس لیے کہا تاکہ میں دیکھنے والے کو دیکھ کر سکون و سعادت

پاؤں۔" (المواہب اللدنیہ: ۳/۱۱۰)

عارف کھڑی میاں محمد بخش نے خوب کہا۔

ـ جنہاں اکھیں دلبر ڈٹھا او اکھیں تک لیاں
تو ملیوں تے ساجن ملیا بن آساں لگ پیاں

چاند سے حسین ذات اقدس

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا حسن نہ الفاظ میں بیان ہو سکتا ہے اور نہ ہی مخلوق اس کی وضاحت پر قادر ہے۔ مثلاً چاند کے ساتھ محض تشبیہ ہے۔ کیونکہ

ـ چاند سے تشبیہ دینا یہ بھی کوئی انصاف ہے
اس کے چہرے پر چھائیاں مدنی کا چہرہ صاف ہے

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چاندنی رات میں ایسے حال میں دیکھا جس میں اول سے آخر تک چاندنی ہوتی ہے، نہ اندھیرا ہوتا ہے نہ بادل، آپ سرخ رنگ کا حلہ پہنے ہوئے تھے۔ کبھی میں آپ کی طرف دیکھتا تھا اور کبھی چاندنی کی طرف نظر کرتا تھا جبکہ آپ میری آنکھوں میں چاند سے احسن تھے۔ (سنن دارمی، ۱/۴۴، الرقم: ۵۷، سنن نسائی، ۵/۴۷۶، مستدرک حاکم، ۴/۲۰۷)

ـ کل چودھویں کی رات تھی، شب بھر رہا چرچا تیرا
کچھ نے کہا ہے یہ چاند ہے، کچھ نے کہا چہرہ تیرا

ایک روایت میں جابر کے اس قول کے بعد کہ آپ سرخ حلہ پہنے ہوئے تھے یہ ہے کہ میں آپ اور چاند کے درمیان مماثلت کرنے لگا۔ یعنی میں کہتا تھا کہ آپ چاند کی مثل ہیں، البتہ میرے نزدیک آپ چاند سے احسن تھے۔ یعنی

فَهُوَ عِنْدِیْ اَحْسَنُ مِنَ الْقَمَرِ

"نہیں نہیں چاند سے بھی زیادہ حسین۔" (شمائل ترمذی، ۳، تہذیب ابن عساکر، ۱/۳۲۳)

گویا حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ جب چاندنی رات میں سرکار صلی اللہ علیہ

وسلم کے حسن و جمال کا منظر دیکھتے ہیں تو وہ منظر کچھ یوں تھا کہ

کبھی چہرہ انور کو دیکھا کبھی چاند کو دیکھا
کبھی آمنہ کے لال کو دیکھا کبھی آسمان کی کالی بدلی کو دیکھا
کبھی والضحیٰ کے چہرے کو دیکھا کبھی آسمان کے چہرے کو دیکھا
کبھی حضور کی کالی زلفوں کو دیکھا کبھی آسمان کی بلندی کو دیکھا

پھر فیصلہ کیا کہ اس کائنات ارض و سماوات میں حضور پر نور احمد مختار محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک زیادہ حسین و جمیل ہے۔

؎ نذر کرتی ہے صبح بہاراں درود
پھول سے رخ پہ ہر دم گل افشاں درود
مہ لقا حسن ذیشان قرباں درود
چاند سے منہ پہ تاباں درخشاں درود
نمک آگیں صباحت پہ لاکھوں سلام

ایسے حسین و جمیل چہرۂ انور کی زیارت کرنے والے خوش نصیب لوگ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے فیض یاب ہوتے ہیں تو پھر ان کے جذبات کچھ اس طرح ہوتے ہیں۔

؎ جن ڈٹھن دی اسدے تائیں ہرگز لوڑ نہ کائی
جس نے ویکھ لیا کھواری رخ تابان محمدی
جو حب دار نبی دا ہوسی دوزخ اس تھیں ڈرسی
سب تھیں اول جنت جاسن کلمہ خوان محمدی

نوشۂ بزم جنت پہ...... لاکھوں سلام

؎ جچتا ہی نہیں کوئی حسین میری نظر میں
ہے گنبدِ خضریٰ کا نگیں میری نظر میں

سرکار کے قدموں سے کرے دور جو ناصر
دراصل وہ مذہب ہے نہ دین میری نظر میں

ابوعبیدہ ابن محمد عمار بن یاسر روایت کرتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت مسعود سے کہا:

''مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصف بیان کرو۔''

ربیع نے کہا:

''اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے تو یہ کہتے کہ آفتاب طلوع ہوا ہے۔''

اور ایک جگہ اس طرح سے ہے کہ:

''اے میرے پیارے بیٹے! اگر تو آپ کو دیکھتا تو آفتاب کو دیکھتا کہ طلوع کیا ہوا ہے؟''

(مواہب اللدنیہ (اردو) ۲: ۴۶۱/۲، سنن دارمی ۱/۴۴، الرقم: ۶۰، المعجم الکبیر ۲۴/۲۷۴، الرقم: ۶۹۶)

؎ روح والشمس و طٰہٰ پہ دائم درود
حسن روئے مجلّٰی پہ دائم درود
تاجدار تدلّٰی پہ دائم درود
شب اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود
نوشۂ بزم جنت پہ لاکھوں سلام

دست اقدس

؎ مجھے الفت مصطفیٰ ﷺ چاہئے
نہ کچھ اور اس کے سوا چاہئے
ہر اک بات بگڑی سنور جائے گی
نگاہ حبیب ﷺ خدا چاہئے
میں بیمار عصیاں ہوں بیمار غم
سکون چاہئے اور شفا چاہئے

میں محتاج ہوں سخت لاچار ہوں
محمد ﷺ کا دست عطا چاہیے

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس انتہائی نرم اور ملائم تھے۔ شبنم کے قطروں سے بھی نازک، پھولوں کا گداز بھی اس کے آگے پانی پانی ہو جائے، دست اقدس سے ہمہ وقت خوشبوئیں لپٹی رہتیں۔ مصافحہ کرنے والا ٹھنڈک محسوس کرتا۔ انگشت مبارک قدرے لمبی تھیں۔ چاند کی طرف اٹھتیں تو وہ بھی دولخت ہو جاتا۔

اللہ کریم نے حضور کے ہاتھ کو...... اپنا ہاتھ قرار دیا

۶ھ میں حدیبیہ کے مقام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ساتھ پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں۔ کفار و مشرکین مکہ آمادۂ فتنہ و شر ہیں۔ سفراء کا تبادلہ جاری ہے اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سفیر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے مکہ میں داخل ہوتے ہیں۔ دوسری طرف بیعت رضوان کا موقع آتا ہے تو اللہ رب العزت اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ قرار دیتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۚ فَمَنْ نَّكَثَ فَاِنَّمَا یَنْكُثُ عَلٰی نَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰهَدَ عَلَیْهُ اللّٰهَ فَسَیُؤْتِیْهِ اَجْرًا عَظِیْمًا ۝

"(اے رسول!) بلاشبہ جو لوگ آپ سے (آپ کے ہاتھ پر) بیعت کرتے ہیں فی الحقیقت وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ (گویا) اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پھر جو کوئی عہد کو توڑے تو عہد کے توڑنے کا نقصان اسی کو ہوگا اور جو اللہ سے اپنا اقرار پورا کرے (اور مرتے دم تک قائم رہے) تو اللہ تعالیٰ عنقریب اسے بڑا اجر دے گا (اپنے دیدار سے سرفراز فرمائے گا)۔" (پ ۲۶، الفتح ۱۰)

ایک دوسرے مقام پر ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ

''اور (اے حبیب محتشم) جب آپ نے (ان پر سنگریزے) مارے تھے (وہ) آپ نے نہیں مارے تھے بلکہ (وہ تو) اللہ تعالیٰ نے مارے تھے۔''

(پ:۹، الانفال:۱۷)

یہ ہاتھ ہے یا گلشن گلاب

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس ہاتھوں سے ہر وقت بھینی بھینی خوشبو پھوٹتی تھی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ فرماتے ہیں:

مَا مَسَسْتُ حَرِيْرًا وَّلَا دِيْبَاجًا اَلْيَنَ مِنْ كَفِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا شَمَمْتُ رِيْحًا قَطُّ اَوْ عَرْفًا قَطُّ اَطْيَبَ مِنْ رِيْحِ اَوْ عَرْفِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .

''میں نے آج تک کسی ریشم اور دیباج کو نہیں دیکھا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہتھیلیوں سے زیادہ نرم ہو اور نہ میں نے آج تک کوئی ایسی خوشبو سونگھی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو اور مہک سے زیادہ پاکیزہ ہو۔''

(صحیح بخاری، ۲/ ۶۹۶، الرقم: ۱۸۷۳، صحیح مسلم، ۴/ ۱۸۱۴، الرقم ۲۳۳۰، زینی دحلان، ''السیرۃ النبویہ'': ۲/ ۲۱۲)

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس ہمیشہ معطر رہتے۔ جو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرتے وہ کئی کئی دن دست اقدس کی خوشبو کی سرشاری کو مشام جان میں محسوس کرتے رہتے۔

''اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ عطار کے ہاتھوں کی طرح معطر رہتے، خواہ خوشبو لگائیں یا نہ لگائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مصافحہ کرنے والا شخص سارا دن اپنے ہاتھوں پر خوشبو پاتا اور جب کسی بچے کے سر پر دست شفقت پھیر دیتے تو وہ (بچہ) خوشبو کے دست اقدس کے باعث

دوسرے بچوں سے ممتاز ٹھہرتا۔'' (ابن عساکر:۱/ ۳۲۷، دلائل النبوۃ:۱/ ۳۰۵)

دست اقدس کی برکات

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ ہزاروں باطنی اور روحانی فیوض و برکات کے حامل تھے۔ جس کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے مس کیا اس کی حالت ہی بدل گئی۔ وہ ہاتھ کسی بیمار کو لگا تو نہ صرف یہ کہ وہ تندرست وشفایاب ہوگیا بلکہ اس خیر و برکت کی تاثیر تادمِ آخر وہ اپنے قلب وروح میں محسوس کرتا رہا۔ کسی کے سینے کو یہ ہاتھ لگا تو اسے علم وحکمت کے خزانوں سے مالا مال کر دیا۔ بکری کے خشک تھنوں میں اس دست اقدس کی برکت اتری تو وہ عمر بھر دودھ دیتی رہی۔ توشہ دان میں موجود گنتی کی چند کھجوروں کو ان ہاتھوں نے مس کیا تو اس سے سالوں تک منوں کے حساب سے کھانے والوں نے کھجوریں کھائیں مگر پھر بھی اس ذخیرہ میں کمی نہ آئی۔ بقول اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ۔

ہاتھ جس سمت اٹھایا غنی کر دیا
موج بحر سخاوت پہ لاکھوں سلام

ان ہاتھوں کی فیض رسانی سے تہی دست بے نوا گدا، دو جہانوں کی نعمتوں سے مالا مال ہوگئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگیوں میں بارہا ان مبارک ہاتھوں کی خیر و برکت کا مشاہدہ کیا۔ وہ خود بھی ان سے فیض یاب ہوتے رہے اور دوسروں کو بھی فیض یاب کرتے رہے۔

پانی کے چشمے جاری ہوگئے

''حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک چھاگل رکھی ہوئی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے وضو فرمایا۔ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جھپٹے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں کیا ہوا ہے؟

صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے پاس وضو کے لیے پانی ہے نہ پینے کے لیے صرف یہی پانی ہے جو آپ کے سامنے رکھا ہے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (یہ سن کر) دست مبارک چھاگل کے اندر رکھا تو فوراً چشموں کی طرح پانی انگلیوں کے درمیان سے جوش مار کر نکلنے لگا چنانچہ ہم سب نے پانی پیا اور وضو بھی کر لیا۔

(سالم راوی کہتے ہیں) میں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھا: اس وقت آپ کتنے آدمی تھے؟ انہوں نے کہا: اگر ہم ایک لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی سب کے لیے کافی ہو جاتا جبکہ ہم تو پندرہ سو تھے۔"

(صحیح بخاری: ۳/۱۳۱۰، الرقم: ۳۳۸۳، مسند احمد بن حنبل: ۳/۳۲۹، الرقم: ۱۴۵۶۲، سنن دارمی: ۱/۲۱، الرقم: ۲۷)

بابرکت رومال

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عباد بن عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی انہوں نے کہا ہم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا: اے کنیز دستر خوان لاؤ تا کہ ہم کھانا کھائیں تو وہ دستر خوان لائی۔ پھر فرمایا رومال لاؤ تو وہ رومال لائی جو میلا تھا۔ آپ نے فرمایا: تنور گرم کرو تو اس نے تنور گرم کیا اور حکم دیا کہ رومال کو تنور میں ڈال دو تو رومال تنور میں ڈال دیا گیا جب وہ رومال تنور سے نکالا گیا تو وہ دودھ کی مانند سفید تھا۔

ہم نے ان سے پوچھا یہ کیا بات ہے کہ تنور نے کپڑے کو نہ جلایا اور خوب صاف کر دیا؟

انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس رومال سے روئے انور اور دست مبارک خشک کیا کرتے تھے تو جب یہ میلا ہو جاتا ہے تو ہم ایسا ہی کرتے ہیں کیونکہ آگ اس چیز کو نقصان نہیں پہنچاتی جو انبیاء کرام علیہم السلام کے چہروں سے مس ہو جاتی ہے۔

(الخصائص الکبریٰ: ۲/۱۳۸، ضیاء النبی: ۵/۲۲۹)

خوشبوؤں کا شہر

امام طبرانی اور بیہقی ام عاصم سے روایت کرتے ہیں۔ یہ ام عاصم عتبہ بن فرقد کی زوجہ تھیں۔ وہ فرماتی ہیں۔ عتبہ کی ہم چار بیویاں تھیں۔ ہم میں سے ہر ایک کی کوشش ہوتی کہ وہ ایسی خوشبو استعمال کرے جو ان کی دوسری بیویوں سے زیادہ عمدہ ہو۔ ہم کہتیں کہ عتبہ ہمارے خاوند کبھی کوئی خوشبو استعمال نہیں کرتے اس کے باوجود ہم چاروں سے زیادہ ان کے جسم و لباس سے خوشبو اٹھتی تھی۔ جب آپ لوگوں کے پاس جاتے تو سارے کہتے جیسی خوشبو عتبہ استعمال کرتا ہے ایسی ہم میں سے کسی کو نصیب نہیں۔

آخر ایک روز ہم نے مجبور ہو کر اپنے خاوند سے پوچھا جناب آپ کون سا عطر استعمال کرتے ہیں جو تمام خوشبوؤں سے زیادہ خوشبودار ہے۔ انہوں نے حقیقت سے پردہ اٹھاتے ہوئے بتایا کہ عہد نبوت میں میرے جسم پر سرخ سرخ پھنسیاں نکل آئیں۔ میں نے اس کی شکایت اپنے آقا کی بارگاہ میں کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اوپر والے کپڑے اتار دو۔ میں کپڑے اتار کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا اور رانوں پر کپڑا ڈال لیا۔ پھر میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ پڑھا اور اپنی ہتھیلیوں پر پھونک دیا پھر رحمت عالم نے اپنا وہ دست مبارک میرے پیٹ و شکم پر پھیرا۔ اسی وقت سے مجھ پر یہ انعام ہوا کہ بیماری چلی گئی۔ پھنسیاں درست ہو گئیں اور میرے سارے جسم سے خوشبو کی لپٹیں نکلنے لگیں۔ اس وقت سے اب تک یہی کیفیت ہے اس میں کبھی کمی واقع نہیں ہوئی۔ (ضیاء النبی: ۵/۲۸۵ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

... نے ڈالیاں...... در اقدس پہ آ کر سنبھل گئیں

ابو نعیم نے ابو قرصافہ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں میرا باپ مر گیا میری ماں اور خالہ زندہ تھیں۔ ہمارے پاس چند ایک بکریاں تھیں۔ جنہیں میں چرایا کرتا تھا۔ میری خالہ اکثر اوقات مجھے تاکید کیا کرتی تھی کہ کبھی اس شخص (محمد) صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر اس کے قریب سے نہ گزرنا کیونکہ اگر تو اس کے قابو آ گیا تو وہ تجھے گمراہ کر دے

گا۔لیکن میں جب بکریاں لے کر چراگاہ میں پہنچتا تو بکریوں کو وہیں چھوڑ کر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو جاتا اور دن بھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام معجز نظام کو سنا کرتا۔ مجھے اس قدر لذت آتی کہ اور کچھ یاد نہ رہتا۔شام کو بھوکی بکریاں گھر لے آتا۔میری خالہ پوچھا کرتی کہ تمہیں کیا ہوا تو انہیں لے جا کر کیا کرتا ہے۔ یہ خالی پیٹ رہتی ہیں اور دن بدن لاغر ہوتی جاتی ہیں۔ میں کہتا مجھے کچھ معلوم نہیں کیا ہوا۔اسی طرح دو روز اس نے بکریوں کو دیکھا اور مجھے خوب ڈانٹا کہ تو کہاں رہتا ہے یہ کیوں بھوکی رہتی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ تو چراتا نہیں۔

تیسرا دن آیا تو حسب معمول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور مسلمان ہو گیا اور ساتھ ہی یہ شکایت کر دی کہ میری خالہ مجھے آپ کے پاس آنے سے منع کرتی ہے۔ کیونکہ میں تمام دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہتا ہوں اور بکریاں کہیں بیٹھی رہتی ہیں۔ خالہ یہ دیکھ کر بہت خفا ہوتی ہے۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جا اپنی بکریاں میرے پاس لے آ۔ میں ہانک کر انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پٹھوں پر ہاتھ پھیرا اور ان کے تھنوں کو بھی ہاتھ لگایا اور دعائے برکت کی۔ ان کے تھن فوراً دودھ سے بھر آئے اور گوشت و چربی سے فربہ ہو گئیں۔

جب انہیں گھر لے کر آیا تو میری خالہ نے کہا ہاں اس طرح چرایا کر اور جہاں آج چراتا رہا ہے ہر روز وہاں لے جایا کر۔ میں نے کہا خالہ جی آج کسی اور جگہ نہیں چریں اور نہ ان کو چراتا رہا ہوں یہ اس شخص کی برکت ہے جس کے پاس سے گزرنے سے تم منع کرتی ہو۔ اگر تم کہتی ہو تو اس کے پاس جایا کروں کہتی ہو تو نہ جایا کروں۔ اس کو کہہ آؤں گا کہ اپنی برکت واپس لے لے خالہ نہیں چاہتی۔ یہ سن کر بولی نہیں بچہ کیوں نہیں چاہتی۔ اس کے پاس ضرور جایا کر۔ جو وہ کہے اسے غور سے سنا کر۔ بہت برکت والا اور ہدایت والا آدمی ہے۔ میرا دل کہتا ہے وہ سچا ہے۔

پھر وہ اور میری ماں دونوں آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف با سلام ہوئیں۔
ب ہم آپ کی بیعت کر کے واپس آئے تو میری ماں اور خالہ کہتی تھیں کہ ہم نے کسی کو
پ سے زیادہ خوبصورت، خوش لباس اور نرم کلام نہیں دیکھا۔ آپ کے منہ سے گفتگو
وقت نور نکلتا ہے۔ (ضیاء النبی: ۵/۲/۴۷۲-۴۷۳ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

ب نامور پہلوان کی نگاہیں...... جھک گئیں

حضرت ابوامامہ روایت کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص تھا جس کا نام رکانہ
۔ اس کا شمار سب سے زیادہ طاقتور لوگوں میں ہوتا تھا لیکن وہ مشرک تھا اور وادی اضم
ں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے اور اس وادی کی
ف تشریف لے گئے۔ راستے میں رکانہ سے ملاقات ہو گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
یلے تھے۔ رکانہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو کھڑا ہو گیا۔

کہنے لگا: اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ وہ ہیں جو ہمارے بتوں کو برا بھلا کہتے ہیں
ہمیں ایک خدا کی عبادت کی دعوت دیتے ہیں جو عزیز و حکیم ہے؟ پھر اس نے کہا اگر
رے اور آپ کے درمیان رشتہ داری نہ ہوتی تو میں آپ سے اس وقت تک بات نہ کرتا
ب تک کہ آپ کو قتل نہ کر دیتا۔ اب آپ میرے قابو میں ہیں اپنے خدا کو جو عزیز و حکیم
ہے اسے بلایئے وہ آپ کو مجھ سے نجات دلائے۔

پھر رکانہ نے کہا: میں آج آپ کے سامنے ایک چیز پیش کرتا ہوں کہ میں آپ صلی
علیہ وسلم سے کشتی لڑوں اور آپ اپنے اللہ کو جو عزیز و حکیم ہے، پکاریں کہ میرے
بلے میں آپ کی امداد کرے اور میں اپنے خداؤں لات و عزیٰ کو پکاروں گا۔ اگر آپ
گرا دیں تو میری بکریوں سے دس بکریاں چن لیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
تمہاری مرضی ہو تو میں تم سے کشتی لڑنے کے لیے تیار ہوں۔

چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ پکڑا اور جھٹکا دیا۔ چشم زدن میں وہ
چاروں شانے چت زمین پر آ رہا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سینے پر بیٹھ گئے۔ رکانہ

نے کہا میرے سینہ سے اٹھیے۔ یہ آپ کا کمال نہیں ہے بلکہ یہ آپ کے خدا جو عزیز و حکیم ہے کا کمال ہے۔ میرے خداؤں لات وعزیٰ نے میری مدد نہیں کی۔ آج تک کسی نے میری پشت نہیں لگائی تھی پھر رکانہ بولا۔ ایک مرتبہ اور آپ مجھ سے کشتی لڑیں۔ اگر آپ پھر بھی مجھے گرادیں تو میرے ریوڑ سے دس بکریاں چن لیں۔ دونوں کشتی کے لیے تیار ہو گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خداوند عزیز و حکیم کو مدد کے لیے پکارا۔ اس نے اپنے لات وعزیٰ کو مدد کے لیے پکارا۔ لیکن رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پکڑا اور زمین پر دے مارا اور اس کے سینہ پر سوار ہو گئے۔ رکانہ پھر کہنے لگا اٹھیے یہ آپ کا کمال نہیں ہے آپ کے رب کا کمال ہے۔ اس نے آپ کی مدد کی لیکن میرے خداؤں نے مجھے نظر انداز کر دیا۔ پھر کہنے لگا کہ ایک مرتبہ پھر آیئے اگر اس دفعہ آپ پھر گرا لیں تو میرے ریوڑ سے دس مزید بکریاں چن لیں۔ تیسری بار بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھٹ دیا اور وہ زمین پر چت گر پڑا۔ کہنے لگا یہ آپ کا کمال نہیں بلکہ آپ کے رب کا کمال ہے جو عزیز و حکیم ہے مجھے میرے خداؤں لات وعزیٰ نے رسوا کیا ہے۔ حسب وعدہ آپ میرے ریوڑ سے تیس بکریاں چن لیں۔

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکانہ مجھے تیری بکریوں کی ضرورت نہیں یہ اپنے پاس رکھ۔ میں تمہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔ مجھے اس بات سے تکلیف ہوتی ہے کہ تجھے آتش جہنم میں جھونک دیا جائے۔ رکانہ اسلام قبول کر لے۔ عذاب جہنم سے بچ جائے گا۔ کہنے لگا جب تک آپ مجھے کوئی نشانی نہ دکھائیں میں آپ کی دعوت کو قبول نہیں کروں گا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر میں تجھے نشانی دکھادوں تو کیا تو میری دعوت کو قبول کرلے گا؟ اس نے کہا بیشک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ہی ایک بیری کا درخت تھا جس کی شاخیں اور ٹہنیاں دور دور تک پھیلی تھیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا اور اسے فرمایا:

اَقْبِلِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ

اللہ تعالیٰ کے اذن سے میرے پاس آ جا۔ اسی وقت اس کے دو حصے ہو گئے ایک نصف اپنی ٹہنیوں شاخوں سمیت زمین کو چیرتا ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں حاضر ہو گیا۔ رکانہ کہنے لگا بیشک آپ نے بہت بڑی نشانی دکھائی ہے لیکن اب آپ اس کو حکم دیں کہ واپس چلا جائے تب مانوں گا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: وہ درخت اپنی شاخوں سمیت واپس چلا گیا اور جو نصف وہاں نصب تھا اس کے ساتھ پیوست ہو گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رکانہ حسب وعدہ اب اسلام قبول کر لو۔ اور عذاب الٰہی سے بچ جاؤ لیکن رکانہ نے کہا مجھے اب اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہا کہ تیرا خدا سچا ہے اور وہ وحدہٗ لاشریک ہے لیکن اسلام قبول کرنے سے میرا نفس جھجک رہا ہے کیونکہ مجھے خوف ہے اگر میں نے اسلام قبول کر لیا تو مکہ کی عورتیں اور بچے جہاں جہاں سنیں گے کہیں گے رکانہ نے کشتی میں گر کر اسلام قبول کر لیا ہے۔ وہ کہنے لگا آپ میرے ریوڑ سے تمیں بکریاں لے جائیں۔ جن کا وعدہ کر چکا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے ان بکریوں کی کوئی پرواہ نہیں ہے میری خواہش ہے کہ لوگ اپنے خالق حقیقی پر ایمان لائیں اور تمام باطل خداؤں کی عبادت ترک کر کے اللہ وحدہٗ لاشریک کے سامنے سر بسجود ہوں۔ یہ کہہ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے۔

حضرت ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں ادھر ادھر گھوم رہے تھے کسی نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو وادی اضم تشریف لے گئے ہیں۔ ادھر روانہ ہوئے اور جنگل کے کنارے کھڑے ہو کر انتظار کرنے لگے۔ جب ناگہاں دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لا رہے ہیں دونوں دوڑ کر اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بڑھے۔

پھر عرض کی یا رسول اللہ آپ اکیلے اس جنگل کی طرف کیوں چلے گئے۔ حضور صلی

اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں یہاں ایک مشہور پہلوان رکانہ کا قبضہ ہے۔ بڑا طاقتور بھی ہے اور آپ کا دشمن بھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کے ان خدشات کو سن کر ہنس پڑے۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ ہر وقت میرے ساتھ ہے اور اس کا وعدہ ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ ط وہ خود میری حفاظت کا ذمہ دار ہے۔ رکانہ کی کیا مجال تھی کہ میرے سامنے اف بھی کر سکتا۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکانہ سے کشتی کا ماجرا بیان کیا یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں جاں نثاروں کی خوشی کی حد نہ رہی۔

بعض علماء سیرت نے روایت کیا ہے کہ رکانہ کے بیٹے نے بتایا کہ رکانہ مسلمان ہو گیا تھا۔ (ضیاء النبی: ۵/۴۸۴-۴۸۲ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

قلب اطہر

نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر علوم و معارف کا گنجینہ اور انوار و تجلیات الٰہی کا خزینہ تھا۔ چونکہ اس بے مثال قلب انور پر قرآن حکیم کا نزول ہوتا تھا، اسے شرح صدر کے بعد منبع رشد و ہدایت بنا دیا گیا تا کہ تمام کائنات جن و انس ابدالآباد تک اس سے ایمان و ایقان کی روشنی کشید کرتے رہیں۔

خود قرآن مجید کی بعض آیات اور الفاظ آقائے دو جہاں حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر سے منسوب ہیں اور مفسرین نے ایسے مقامات کی نشاندہی بھی کی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی ۝

”قسم ہے ستارے (یعنی نور مبین) کی جب وہ (معراج سے) اترا۔ (پ:۲۷، النجم:۱)

قاضی عیاض حضرت جعفر بن محمد سے وَالنَّجْمِ کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

اَلنَّجْمِ: هُوَ قَلْبُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

"نجم سے مراد حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب انور ہے۔"

(قاضی عیاض، الشفاء:۱/۲۳)

قلب اطہر کا ذکر......قرآن میں

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں قلب اطہر کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِىْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ○

"اور ہم رسولوں کی خبروں میں سب حالات آپ کو سنا رہے ہیں جس سے ہم آپ کے قلب (اطہر) کو تقویت دیتے ہیں۔ اور آپ کے پاس اس (سورت) میں حق اور نصیحت آئی ہے اور اہل ایمان کے لیے عبرت (و یاد دہانی بھی)" (پ:۱۲، ھود:۱۲۰)

سینۂ مصطفےٰ......شفقتوں کا سمندر

یہ حقیقت پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ جس مرتبہ کمال پر اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم کو فائز فرمایا ہے کسی اور کے لیے یہ منزلت رفیعہ ثابت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے راز اور اخلاص کا مقام دل کو بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس بندے کے دل کو چن لیتا ہے اس کو اپنے راز کا امین بنا لیتا ہے اور سب سے پہلے جس مبارک دل کو اللہ تعالیٰ نے اپنے راز کا امین بنایا وہ قلب مبارک سید الخلق رحمۃ للعالمین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلق میں سب سے پہلے ہیں اور ظہور میں سب انبیاء سے آخر میں ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت نے اجسام و قوالب کے اخلاق کو دلوں میں مخفی رازوں کی علامت اور نشانی بنایا ہے پس جس کے دل میں راز خداوندی متحقق ہو گیا اس کے اخلاق میں بڑی وسعتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اور اس کی شفقت کا سایہ کسی ایک نوع اور جنس کے ساتھ مخصوص نہیں رہتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق، اس کا تعلق نباتات سے

ہو، جمادات سے ہو یا حیوانات سے ہو، سب پر یکساں رہتا ہے۔ وہ نوع انسانی میں ہر فرد کے ساتھ ایسے اخلاق سے پیش آتا ہے جس سے اس کا بگاڑ دور ہوتا ہے اور اس میں خوبیاں نمودار ہوتی ہیں۔ اور اسی شفقت کے پیش نظر کبھی اس کو سختی سے بھی پیش آنا پڑتا ہے۔ بعض اوقات اس کی خیر خواہی کے لیے اس پر حدود بھی نافذ کی جاتی ہیں۔ اس طرح ہر نرمی اور ہر سختی ہر پیار اور ہر شدت میں اس کی بہتری ملحوظ ہوتی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب منور سوز و گداز اور محبت و شفقت کا مخزن تھا۔ انسان تو انسان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی جانور پر بھی تشدد برداشت نہ کر سکتے تھے۔ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی رقیق القلب تھے۔ دوسروں کے دکھ درد میں شریک ہوتے...... ان کا غم بانٹتے...... ان کے زخموں پر شفا کا مرہم رکھتے...... ہر وقت دوسروں کی مدد کے لیے تیار رہتے...... بیماروں کی عیادت فرماتے...... حرف تسلی سے ان کا حوصلہ بڑھاتے...... اور انہیں اعتماد کی دولت سے نوازتے۔

قرآن مجید کا فرمان ہے کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نرم دل اور رقیق القلب نہ ہوتے تو پروانوں کا ہجوم شمع رسالت کے گرد اس طرح جمع نہ ہوتا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۖ

”(اے حبیب والا صفات!) پس اللہ کی کیسی رحمت ہے کہ آپ ان کے لیے نرم طبع ہیں اور اگر آپ تندخو (اور) سخت دل ہوتے تو لوگ آپ کے گرد سے چھٹ کر بھاگ جاتے۔“ (پ:۴، آل عمران:۱۵۹)

اقبال نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوئے دل نوازی اور بندہ پروری کا ذکر اس شعر میں کس حسن و خوبی سے کیا ہے۔

ہجوم کیوں ہے زیادہ دربارِ مقدس میں
فقط یہ بات کہ پیر مغاں ہے مرد خلیق

اللہ رب العزت نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قلب بیدار عطا کیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ

"بے شک میری آنکھیں تو سوتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا۔"

(صحیح بخاری:۱/۳۸۵، الرقم:۱۰۹۶، صحیح مسلم:۱/۵۰۹، الرقم:۷۳۷، جامع ترمذی:۱/۳۰۲، ۴۳۸، الرقم:۴۳۹)

؎ قوت کا مظہر ہمارا نبی
ہے طاقت کا پیکر ہمارا نبی
جس میں سما جائے کلام ربی
رکھتا ہے وہ قلب اطہر ہمارا نبی

درسِ ہدایت

دل انسانی جسم میں ایسا عضو ہے جس کا زندہ رہنا ہی انسانی زندگی کی علامت ہے۔ اگر کسی کا دل مردہ ہو جائے تو وہ گمراہی کی دلدل میں پھنستا چلا جاتا ہے اور زندہ دل کے لیے ضروری ہے کہ دل میں ذکر الٰہی کے ذریعے نور پیدا کیا جائے۔

؎ جس دل وچ عشق محمد دا اس دل وچ نور آ جاندا اے
جدوں لیے نام محمد دا محفل نوں سرور آ جاندا اے
میں طور دی عظمت من دی ہاں پر وکھری شان مدینے دی
جدوں ٹرپے شہر مدینے نوں ہر قدم تے طور آ جاندا اے

نرم اور رقیق دل سے...... اللہ پیار کرتا ہے

طبرانی نے ابی عنبہ الخولانی سے ایک حدیث مرفوع نقل کی ہے۔

اِنَّ لِلّٰہِ اٰنِیَۃً مِّنْ اَھْلِ الْاَرْضِ وَاٰنِیَۃُ رَبِّکُمْ قُلُوْبُ عِبَادِہِ الصَّالِحِیْنَ وَاَحَبُّھَا اِلَیْہِ اَلْیَنُھَا وَاَرَقُّھَا

"بے شک اہل زمین میں سے بعض ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے برتن ہوتے

ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے برتن اس کے نیک بندوں کے قلوب ہوا کرتے ہیں اور ان میں سے بھی اللہ کو پیارا وہ ہوتا ہے جو اس کی مخلوق کے لیے بڑا نرم اور رقیق ہوتا ہے۔'' (زینی دحلان، ''السیرۃ النبویۃ'':۳/۲۱۴)

قلب رسول کی عظمت

حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: رمضان المبارک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کیسی ہوتی تھی؟ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان اور غیر رمضان میں گیارہ رکعتوں سے زیادہ نہیں پڑھا کرتے تھے۔ پہلے چار رکعتیں پڑھتے ان کو ادا کرنے کی خوبصورتی اور طوالت کے متعلق کچھ نہ پوچھو۔ دوسری مرتبہ پھر چار رکعت پڑھتے ان کو ادا کرنے کے حسن و طوالت کے متعلق کچھ نہ پوچھو، پھر تین رکعتیں پڑھتے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں عرض گزار ہوئی: یارسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جاتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عائشہ! بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں لیکن دل نہیں سوتا۔

(صحیح بخاری:۱/۳۸۵، الرقم:۱۰۹۶، صحیح مسلم:۱/۵۰۹، الرقم:۷۳۸، سنن ترمذی:۲/۳۰۲، الرقم:۴۳۹)

اللہ کریم اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت تو یہ ہے کہ

نہ اس جیسا مصور کوئی	نہ اس جیسی تصویر کوئی
نہ اس جیسا بنانے والا کوئی	نہ اس جیسا بننے والا کوئی
نہ اس جیسا نکھارنے والا کوئی	نہ اس جیسا نکھرنے والا کوئی
نہ اس جیسا تخلیق کرنے والا کوئی	نہ اس جیسا مخلوق میں کوئی
نہ اس جیسا عطا کرنے والا کوئی	نہ اس جیسا قاسم کوئی
نہ اس جیسا مہربان کوئی	نہ اس جیسا غمخوار کوئی

نہ اس جیسا معبود کوئی | نہ اس جیسا عابد کوئی
نہ اس جیسا بخشنے والا کوئی | نہ اس جیسا بخشوانے والا کوئی

؎ رب دے محبوب آ گئے رب دے دلدار آ گئے
بن کے دو جگ دی رحمت مدنی سرکار آ گئے
در یتیم آ گئے سارے یتیم ہسن پئے
سبھناں دے والی آ گئے سب دے غم خوار آ گئے

بطن اقدس

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم اطہر سینۂ انور کے برابر تھا۔ ریشم کی طرح نرم اور ملائم، چاندی کی طرح سفید، چودھویں کے چاند کی طرح حسین اور چمکدار۔

حضرت ام معبد رضی اللہ عنہا جنہیں دوران ہجرت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کا شرف لازوال حاصل ہوا، فرماتی ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شکم مبارک نہ تو بہت بڑھا ہوا تھا اور نہ ہی بالکل پتلا۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس تو یہ ہے کہ غلامان رسول کہتے ہیں۔

تو ماہ فروزاں | یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو مہر درخشاں | یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو نیر تاباں | یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو شاہد یزداں | یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو رحمت رحمٰن | یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو مظہر رحمان | یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو قبلۂ ایماں | یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو سرور جاناں | یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

تو صاحب قرآں	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو کعبۂ ایقاں	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو شاہ معظم	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو نور مجسم	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو نور اتم	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
تو شاہ امم	یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

صحابیٔ رسول کی عقیدت......اور پہلو مبارک کے بوسے

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ بہت زندہ دل تھے۔ محفل میں تہذیب وشائستگی کے دائرے میں رہتے ہوئے ایسی مزاحیہ گفتگو کرتے کہ اہل محفل کشت زعفران کی طرح کھل اٹھتے اور ان کے لبوں پر مسکراہٹیں بکھر جاتیں۔ ایک دن وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں کسی بات پر خوش طبعی کا مظاہرہ کر رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تفنن طبع کے طور پر ان کے پہلو پر ہاتھ سے ہلکی سی چپت لگائی۔

حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ عرض پیرا ہوئے ”یارسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مارنے سے مجھے تکلیف پہنچی ہے۔“ والیٔ کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابی کی یہ بات سنی تو فرمایا: ”اگر ایسا ہے تو تم مجھ سے اس کا بدلہ لے لو۔“ وہ صحابی جو محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں بے خود اور وارفتہ ہو رہے تھے، عرض گزار ہوئے: ”یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب آپ نے مجھے ہاتھ مارا تھا اس وقت میرا جسم ننگا تھا۔“ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پشت اقدس پر سے قمیص مبارک اٹھا دی اور فرمایا: ”لو اپنا بدلہ لے لو۔“ اس پروہ جاں نثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم وجد میں آ کر جھوم اٹھا۔

پس اس صحابی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ لپٹ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلوئے اطہر کے بوسے لینا شروع کر دیئے۔

فَقَالَ: بِأَبِيْ أَنْتَ وَأُمِّيْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! أَرَدْتُ هٰذَا.

اور عرض کی: ”یا رسول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان! میرا مقصد صرف یہی تھا۔“ (مستدرک حاکم: ۳/ ۳۲۸، الرقم: ۵۲۶۲، سنن ابوداؤد: ۴/ ۳۵۶، الرقم: ۵۲۴۴، سنن کبریٰ: ۸/ ۴۹، المعجم الکبیر: ۱/ ۲۰۶، الرقم: ۵۵۷)

دو پتھر

والیِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا فقر اختیاری تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر و فاقہ کی زندگی بسر کی، غزوۂ احزاب میں خندق کی کھدائی کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے فاقہ کی شکایت کی اور عرض کی کہ میں نے بھوک کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھ رکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بطن اقدس سے کپڑا اٹھایا جہاں دو پتھر بندھے تھے۔

حدیث مبارکہ میں اس کا ذکر اس طرح ہوا ہے۔

فَرَفَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَطْنِهٖ حَجَرَيْنِ

”آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شکم اطہر سے کپڑا اٹھایا تو اس پر دو پتھر بندھے تھے۔“

(جامع ترمذی: ۴/ ۵۸۵، الرقم: ۲۳۷۱، الجامع الاحکام القرآن: ۱۳/ ۱۵۶، الترغیب والترہیب: ۴/ ۹۶، ۴۹۶۴)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر کو غنا پر ترجیح دی، ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو [illegible] وسماوات بلکہ کل جہاں کے تمام خزانوں کے مالک تھے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو [illegible] کریم نے قاسم بنایا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان فقر کا یہ عالم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل و عیال نے کبھی شکم سیر ہو کر کھانا نہ کھایا۔ اکثر جو کی روٹی آپ صلی اللہ [illegible] وسلم کی غذا ہوتی۔

[illegible]

[illegible] ہے۔ اگر کبھی غربت آ جائے، بھوک کے [illegible] اس سنت کو یاد رکھنا چاہیے کہ کس طرح دو

جہاں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کی تعلیم کے لیے فقر کو اختیار فرمایا۔

آج

کھانا	وافر مقدار میں موجود ہے
پینا	وافر مقدار میں موجود ہے
دودھ	وافر مقدار میں موجود ہے
فروٹ	وافر مقدار میں موجود ہے
کپڑے	وافر مقدار میں موجود ہیں
رہائشیں	وافر مقدار میں موجود ہیں

لیکن پھر بھی انسان ناشکری کرتا ہے۔ ہمیں ہر حال میں سرکار دو عالم، مختار کل مولائے کل صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہونا چاہیے اور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کی لکھی ہوئی نعت پڑھتے اور سمجھتے رہنا چاہیے۔

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں

جس نے بیعت کی بہار حسن پر قربان رہا
ہیں لکیریں نقش تسخیر جمالی ہاتھ میں

ہے لب عیسیٰ سے جاں بخشی نرالی ہاتھ میں
سنگریزے پاتے ہیں شیریں مقالی ہاتھ میں

حشر میں کیا کیا مزے وارفتگی کے لوں رضا
لوٹ جاؤں پا کے وہ دامان عالی ہاتھ میں

گنبد خضریٰ میں آرام فرما ہیں زندہ نبی
امت نظروں میں ہے اور کشکول ہاتھ میں

باب
جمالِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٥ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ٥ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ ٥ رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ ٥ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ٥ الَّذِیْ كَانَ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ ٥ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَ اَزْوَاجِهٖ وَعِتْرَتِهٖ وَ اَوْلِیَآءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِیْنَ ٥

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

وَالضُّحٰی ٥ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ٥

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ ٥

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِكَ خَیْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْكَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

نعت رسولِ مقبول ﷺ

اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی
جیسے میرے سرکار ﷺ ہیں ایسا نہیں کوئی

تم سا تو حسین آنکھ نے دیکھا نہیں کوئی
یہ شان لطافت ہے کہ سایہ نہیں کوئی

اے ظرف نظر دیکھ مگر دیکھ ادب سے
سرکار ﷺ کا جلوہ ہے تماشا نہیں کوئی

یہ طور سے کہتی ہے ابھی تک شب معراج
دیدار کی طاقت ہو تو پردہ نہیں کوئی

اعزاز یہ حاصل ہے تو حاصل ہے زمیں کو
افلاک پہ تو گنبد خضریٰ نہیں کوئی

ہوتا ہے جہاں ذکر محمد ﷺ کے کرم کا
اس بزم میں محروم تمنا نہیں کوئی

سرکار ﷺ کی رحمت نے مگر خوب نوازا
یہ سچ ہے کہ خالد سا نکما نہیں کوئی

☆☆☆

ابتدائیہ

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ صورت، سیرت کی عکاس ہوتی ہے اور ظاہر سے باطن کا کچھ نہ کچھ اندازہ ضرور ہو جاتا ہے کیونکہ انسان کا چہرہ اس کے من کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ پہلی نظر ہمیشہ کسی شخصیت کے چہرے پر پڑتی ہے۔ اس کے بعد سیرت و کردار کو جاننے کی خواہش دل میں جنم لیتی ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے سب سے محبوب اور مقرب نبی ہیں...... اس لیے باری تعالٰی نے انبیائے سابقین کے جملہ شمائل و خصائص اور محامد و محاسن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں اس طرح جمع فرما دیئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم افضلیت واکملیت کا معیار آخر قرار پائے۔

حضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات حسن وکمال کا سرچشمہ ہے۔ کائنات حسن کا ہر ہر ذرہ وا لیز مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ سا بھکاری ہے۔ چمن دہر کی تمام رعنائیاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دم قدم سے ہیں۔ رب کریم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جمال بے مثال عطا فرمایا کہ اگر اس کا ظہور کامل ہو جاتا تو انسانی آنکھ اس کے جلووں کی تاب نہ لا سکتی۔

☆☆☆

موئے مبارک

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سرانور پر مبارک بال نہایت حسین اور جاذب نظر تھے۔ جیسے ریشم کے سیاہ گچھے نہ بالکل سیدھے اور نہ پوری طرح گھنگھریالے بلکہ نیم خمدار جیسے ہلال عید اور ان میں بھی اعتدال......توازن اور تناسب کا حسین امتزاج پایا جاتا تھا۔

اللہ کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاہ زلفوں کی قسم کھاتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى○

"(اے حبیب مکرم!) قسم ہے سیاہ رات کی (طرح آپ کی زلف عنبرین کی) جب وہ (آپ کے رخ زیبا یا شانوں پر) چھا جائے۔"

(پ:۳۰، الضحیٰ:۲)

یہاں تشبیہ کے پیرائے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گیسوئے عنبرین کا ذکر قسم کھا کر کیا گیا جو دراصل محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کی قسم ہے۔ روایات میں مذکور ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر والہانہ محبت تھی کہ ان کی نگاہیں ہر وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کا طواف کرتی رہتیں۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خمدار زلفوں کے اسیر تھے اور اکثر اپنی محفلوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زلف عنبرین کا تذکرہ والہانہ انداز سے کیا کرتے تھے۔

زلف رسول کی قسم

زلف سرکار سے پھولوں نے مہک پائی ہے
ہر گلی طیبہ کی زلفوں نے ہی مہکائی ہے
ان کی زلفوں کے ہی صدقے سے ملی رات ہمیں
انکے چہرے سے ہی دن نے بھی چمک پائی ہے

رب کونین نے قرآن میں حیدر و اللہ
اپنے محبوب کی زلفوں کی قسم کھائی ہے

قرآن کریم میں اللہ کریم نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زلفوں کی قسم کھائی ہے۔

وہ زلفیں	جو نورانی ہیں
وہ زلفیں	جو قرآنی ہیں
وہ زلفیں	جن میں طلعت ہے
وہ زلفیں	جن میں نفاست ہے
وہ زلفیں	جن میں حسن ہے
وہ زلفیں	جن میں لطافت ہے
وہ زلفیں	جن میں فرحت ہے
وہ زلفیں	جن میں اعجاز و کمال ہے
وہ زلفیں	جن میں فضل و خصال ہے

[illegible] زلفوں کے بارے میں شاعر یوں مدح سرائی کرتا ہے کہ

[illegible] کی زلفوں کی قسم کھائی خدا نے

[illegible]

قرآن کریم نے جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب دیگر اشیاء کی قسم کھائی وہاں آپ کے چہرہ انور اور گیسوئے عنبرین کی قسم بھی کھائی۔

ارشاد ہوتا ہے۔

وَالضُّحٰی ○ وَالَّیْلِ اِذَا سَجٰی ○

"قسم ہے چاشت (کی طرح چمکتے ہوئے چہرۂ زیبا) کی۔ اور سیاہ رات (کی طرح شانوں کو چھوتی ہوئی زلفوں) کی۔" (پ:۳۰، الضحیٰ:۱-۲)

امام فخر الدین محمد بن عمر رازی لکھتے ہیں۔

بعض مفسرین نے ذکر کیا ہے کہ "وَالضُّحٰی" سے مراد ہے: آپ کے روشن چہرے کی قسم (اور "وَالَّیْلِ" سے مراد ہے آپ کی سیاہ زلفوں کی قسم) (تفسیر کبیر:۱۱/۱۹۲)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حسین وجمیل زلفوں کو سنوارتے اور زیتون کا تیل لگا کر جب کنگھی کرتے تو اس موقع پر شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

کنگھی نال حبیب میرے نے جدوں سجائیاں زلفاں
اسدیاں قدماں دے وچ حوراں آن وچھائیاں زلفاں
مینہ رحمت دا ورھیا سوہنے جد لہرائیاں زلفاں
چڑھ گئے دل عشاق دے صائم جدوں کترائیاں زلفاں

شیخ سعدی شیرازی نے کیا خوب کہا۔

اگر نہ واسطہ روئے و موئے او بودے
خدا نہ گفتے قسم بہ لیل و نہار

(اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ اقدس اور مبارک زلفوں کی بات نہ ہوتی تو اللہ دن اور رات کی قسم نہ کھاتا)

حضرت امام احمد بن حنبل کی عقیدت و محبت

امام عبداللہ بن احمد بن حنبل بیان کرتے ہیں میں نے اپنے والد (حضرت امام [illegible]

احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ) کو دیکھا کہ وہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک (جو انہوں نے بطور تبرک سنبھال رکھا تھا) لیتے اور اسے اپنے منہ پر رکھتے اور اسے چومتے۔ میرا خیال ہے میں نے انہیں اس حالت میں بھی دیکھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس موئے مبارک کو (بار بار) اپنی دونوں آنکھوں پر رکھتے تھے اور اسے پانی میں ڈبو کر شفاء کے لیے وہ پانی پیا کرتے تھے۔

اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ ان کے پاس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا (استعمال شدہ) ایک پیالہ مبارک تھا وہ تالاب کے پانی سے اس پیالے کو دھو کر اس کا دھون پیا کرتے تھے۔ اور میں نے انہیں کئی بار یہ بھی کرتے دیکھا کہ وہ شفاء کے لیے آب زم زم پیا کرتے تھے۔ اور اسے اپنے ہاتھوں اور چہرے پر ملتے تھے۔ (ابو نعیم، حلیۃ الاولیاء: ۹/۱۸۳)

ہے کلام الٰہی میں شمس و ضحیٰ ترے چہرۂ نور فزا کی قسم
قسم شب تار میں راز یہ تھا کہ حبیب کی زلف دوتا کی قسم

ترے خُلق کو حق نے عظیم کہا تری خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا ترے خالق حسن وادا کی قسم

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا ترے شہر و کلام و بقا کی قسم

ترا مسند ناز ہے عرش بریں ترا محرم راز ہے روح امیں
تو ہی سرور ذو جہاں ہے شہا ترا مثل نہیں ہے خدا کی قسم

حضرت عمر بن عبدالعزیز کی عقیدت

الامام ابن سعد نے بیان فرمایا:

أُتِيَ عُمَرُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ عِنْدَ الْمَوْتِ، فَدَعَا بِشَعْرٍ مِنْ شَعْرِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم وَأَظْفَارٍ مِنْ أَظْفَارِهِ، وَقَالَ: إِذَا مُتُّ، فَخُذُوا الشَّعْرَ وَالْأَظْفَارَ، ثُمَّ اجْعَلُوهُ فِي كَفَنِي، فَفَعَلُوا ذَلِكَ

”حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے وصال کے وقت وصیت فرمائی، تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ موئے مبارک اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ ناخن مبارک منگوائے اور فرمایا: جب میں مرجاؤں تو یہ موئے مبارک اور ناخن مبارک لے کر میرے کفن میں رکھ دینا تو لوگوں نے ایسا ہی کیا۔“ (الطبقات الکبریٰ: ۷/۳۹۴، سیر اعلام النبلاء: ۵/۱۴۳)

تاجدار گولڑہ شریف فرماتے ہیں:

مکھ چند بدر شعشانی اے
متھے چمکے لاٹ نورانی اے

کالی زلف تے اکھ مستانی اے
مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں

اعلیٰ حضرت گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا بیان کرتے ہیں کہ چہرہ اقدس چودھویں کے چاند سے بڑھ کر تاباں، جبین اقدس نور علیٰ نور، زلفیں سیاہ اور آنکھیں مست اور سرمگیں ہیں۔

ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے چہرہ انور کا اعجاز یوں بیان کرتی ہیں کہ ایک رات مجھ سے سوئی گم ہوگئی روشنی نہ تھی، میں اسے تلاش کر رہی تھی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چہرۂ انور سے کپڑا اٹھایا، تو چہرہ اقدس کی روشنی کی وجہ سے میری گم شدہ سوئی مل گئی۔

یاد رہے یہ اتفاقی معاملہ نہیں بلکہ آپ فرماتی ہیں۔

”میں ہمیشہ رات کی تاریکی میں آپ کے چہرہ اقدس کے نور کی روشنی میں سوئی میں دھاگہ ڈال لیا کرتی تھی۔“ [illegible]

[illegible]

متھے چمکے لاٹ نورانی

اس مصرعہ میں محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مقدس پیشانی کے نور علیٰ نور ہونے کا تذکرہ ہے۔ آپ کی جبین مقدس کشادہ فراخ، روشن اور چمکدار تھی، جس پر کبھی شکن پیدا نہ ہوئی اور کبھی کسی نے حزن اور بیزاری کے آثار نہ دیکھے۔ ہمہ وقت اس پر مسرت و شادمانی اور اطمینان وسرور کا احساس امڈ آتا تھا۔

عظیم محدث حافظ ابن خیثمہ نقل کرتے ہیں۔

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک پیشانی نہایت ہی روشن تھی۔" (سبل الہدیٰ: ۲/۳۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر بچوں کے درمیان بیداری کے وقت امتیاز بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"بچے جب رات کی نیند سے بیدار ہوتے ہیں تو ان کے سر کے بال الجھے ہوئے اور آنکھیں آلودہ لیکن رسول خدا اپنے بچپن میں جب نیند سے بیدار ہوتے تو آپ کے سر اقدس پر تیل اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا ہوتا تھا۔"

(شرح شمائل للمناوی: ۱/۲۶)

موئے مبارک کا فیضان

امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری میں فرماتے ہیں:

أَنَّهُ كَانَ مَنِ اشْتَكَى أَرْسَلَ إِنَاءً إِلَى أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا فَتَجْعَلُ فِيهِ تِلْكَ الشَّعَرَاتِ وَتَغْسِلُهَا فِيهِ وَتُعِيدُهُ فَيَشْرَبُهُ صَاحِبُ الْإِنَاءِ أَوْ يَغْتَسِلُ بِهِ اسْتِشْفَاءً بِهَا فَتَحْصُلُ لَهُ بَرَكَتُهَا.

جب کوئی بیمار ہوتا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس کوئی برتن بھیج [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو [illegible] اس پانی [illegible] کے لیے اس [illegible]

پانی سے غسل لے لیتا تو اسے اس کی برکت حاصل ہو جاتی (اور شفایاب ہو جاتا)۔" (ابن حجر عسقلانی، فتح الباری: ۱۰/۳۵۳)

ے رنگ نور خوشبو تے رات کالی جدوں رلے تے بنیاں حسین زلفاں
رب نے کہیا والیل قرآن اندر ویکھ نبی دیاں دلنشین زلفاں

سجدہ جدوں سی میرے حضور کردے چم لیندی سی آپ زمین زلفاں
ہر اک مرض توں ساجد شفاء خاطر عاشق زم زم وچہ گھول کے پین زلفاں

ایک دوسرے مقام پر شاعر نے کیا خوب بیان کیا ہے۔

ے کملی والے رسول مختار دیاں
نور بیز زلفاں عنبر یار زلفاں
خوشبو ونڈیاں کل جہان تائیں
ونڈن گلشن دے تائیں بہار زلفاں
مل جاندی خوشبو کستوریاں نوں
جدوں چھنڈ دے سی میری سرکار زلفاں
ساجد چشتی سی مہک فضا جاندی
جدوں واہندے سی نبی مختار زلفاں

چشمانِ مقدس

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو انتہائی وجیہ، خوبصورت اور روشن چہرۂ اقدس عطا فرمایا تھا۔ اس چہرۂ انور کی رعنائی و زیبائی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورت اور فراخ آنکھیں چار چاند لگا رہی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں پرکشش، جاذب نظر اور حسن و زیبائی کا بے مثال مرقع تھیں۔ [illegible]

بیان کرتے ہیں کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھیں خوب سیاہ، کشادہ، خوبصورت اور پرکشش تھیں۔

شگفتہ گلاب

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے کہ جھڑتے رہتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم بچپن میں جب نیند سے بیدار ہوتے تو سر کے بال الجھے ہوئے ہوتے نہ آنکھیں بوجھل ہوتیں بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خندہ بہ لب، اور شگفتہ گلاب کی طرح تروتازہ اور قدرتی طور پر آنکھیں سرگیں ہوتیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبصورت آنکھیں بڑی حیادار تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ادائے محبوبانہ کا ذکر روایات میں کچھ یوں مذکور ہے:

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پاک اکثر جھکی رہتی اور آسمان کی نسبت زمین کی طرف زیادہ رہتی۔"

(ترمذی:۱/۳۸،الرقم:۸،الطبقات الکبریٰ:۱/۴۲۲،الخصائص الکبریٰ:۱/۱۳۰)

رخ والشمس رسول مرے دا مطلع فجر پیشانی
اکھیاں وچہ مازاغ دے ڈورے صورت شکل نورانی
ہے والنجم دی مانگ زلف وچہ سطر جبین قرآنی
سوہنا ہر سوہنے توں صائم نہ کوئی اس دا ثانی

درسِ عمل

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اکثر گوشۂ چشم سے دیکھنے کی عادت تھی۔ جب کبھی کسی کو [illegible] آنکھ اٹھاتے تھے اور اسی سے دیکھ لیتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم [illegible] شفقت والفت کا انداز لیے ہوئے تھا جبکہ جھکی ہوئی [illegible] التفات کرتی ہیں [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کون

عفت و مآب اور حیادار ہوسکتا تھا۔ مگر آج کسی کے منہ کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے ہوئے بات کرنا ضروری سمجھا جاتا ہے۔ دوسروں کی طرف دیکھتے ہوئے شرم و حیاء کے تمام پردے زائل کر دیئے جاتے ہیں اور پھر مخلوط ماحول میں مرد و عورت کا بلاحجاب میل جول پھر ایک دوسرے کو دیکھ کر بات کرتے وقت شرم و حیاء کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ انہی سنت سے انحراف کرنے والی عادات کی بدولت معاشرے میں بداخلاقی اور حیا سوز معاملات کے بڑھنے کی آئے دن خبریں آتی رہتی ہیں۔

آنکھوں میں سرمہ لگانا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمان مبارک بڑی بڑی اور حسن میں ڈوبی ہوئی تھیں جن میں قدرتی طور پر سرمہ تھا لیکن اس کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم سرمہ مبارک لگاتے تھے۔ مگر آج سنت سے انحراف کرنے والے لوگوں میں مصنوعی چیزوں کا رجحان بڑھتا جا رہا ہے۔ عورتوں کے لیے بازار میں مختلف قسم کے لیکوڈ اور واٹر پروف کاجل اور مختلف قسم کی آئی شیڈز آ گئی ہیں جن کو آنکھوں کے اوپر لگا کر وقتی طور پر تو خوبصورت بننے کی کوشش کی جاتی ہے مگر حقیقت میں ان مصنوعی چیزوں کا نقصان بہت زیادہ ہے بالخصوص آنکھوں کی بیماریاں اور بینائی پر اثر پڑتا ہے۔ اگر کریم آقا علیہ السلام کی سنت ادا کی جائے آنکھوں میں سرمہ لگایا جائے تو اس کے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

مثلاً

سرمہ — آنکھوں کو نکھارتا ہے

سرمہ — آنکھوں کی حفاظت کرتا ہے

سرمہ — آنکھوں کو خوبصورت کرتا ہے

سرمہ — نظر کو برقرار رکھتا ہے

سرمہ — نظر کو تیز کرتا ہے

اللہ کریم ہمیں [illegible] آقا صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

جن کے سجدے کو محراب کعبہ جھکی
ان بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام

اشک باریٔ مژگاں پہ برسے درود
سلک در شفاعت پہ لاکھوں سلام

سب کا حسن...... عکس مصطفےٰ ہے

اس کائنات ارض وسماء میں جس کو بھی حسن و جمال ملا۔ وہ صدقہ حسن و جمال مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ کیونکہ

انبیاء کا حسن وجمال عکس مصطفےٰ ہے
صحابہ کا حسن وجمال عکس مصطفےٰ ہے
اولیاء کا حسن وجمال عکس مصطفےٰ ہے
اصفیاء کا حسن وجمال عکس مصطفےٰ ہے
اتقیاء کا حسن وجمال عکس مصطفےٰ ہے
اغنیاء کا حسن وجمال عکس مصطفےٰ ہے
ولیوں کا حسن وجمال عکس مصطفےٰ ہے
غوثوں کا حسن وجمال عکس مصطفےٰ ہے
قطبوں کا حسن وجمال عکس مصطفےٰ ہے

ہاں ہاں!......

عرش والوں کا حسن وجمال عکس مصطفےٰ ہے
[illegible] کا حسن وجمال عکس مصطفےٰ ہے
[illegible] کا حسن وجمال عکس مصطفےٰ ہے
[illegible] عکس مصطفےٰ ہے
[illegible] [illegible]

جن و بشر کا حسن و جمال — عکس مصطفٰے ہے
شمس و قمر کا حسن و جمال — عکس مصطفٰے ہے
شجر و حجر کا حسن و جمال — عکس مصطفٰے ہے
بحر و بر کا حسن و جمال — عکس مصطفٰے ہے
برگ و ثمر کا حسن و جمال — عکس مصطفٰے ہے
افلاک و فلک کا حسن و جمال — عکس مصطفٰے ہے
املاک و ملک کا حسن و جمال — عکس مصطفٰے ہے
حوروں غلماں کا حسن و جمال — عکس مصطفٰے ہے

ے سوہنا دنیا تے آیا تے دہایاں پے گیاں
ایسا جلوہ دکھایا دہائیاں پے گیاں
سوہنے سوہنے نبی بنائے رتبے سب نے اعلیٰ پائے
میرے آقا نوں بنایا تے دہائیاں پے گیاں
سوہنا آیا مک گئے ہنیرے چاروں پاسے ہوئے سویرے
گھنڈ مکھڑے تو لاہیا تے دہائیاں پے گیاں
اوہدے آیاں آون بہاراں قدسی آون بن قطاراں
ایسا سوہنے نوں سجایا تے دہائیاں پے گیاں
گلیاں تے بازاروی سج گئے سوہنے نبی دے نعرے وج گئے
ایسا جشن منایا تے دہائیاں پے گیاں

ایک عاشق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال کو یوں بیان کرتا ہے۔

ے اب میری نگاہوں میں جچتا نہیں کوئی
جیسے میرے سرکار ہیں ایسا نہیں کوئی

تم سا تو حسین آنکھ نے دیکھا نہیں کوئی
کیا شان لطافت ہے کہ سایہ نہیں کوئی

اور کسی نے یوں لب کشائی کی۔

خود کو دیکھا تو تیرا جودو کرم یاد آیا
تجھ کو دیکھا تو مصور کا قلم یاد آیا
صبح پھوٹی تو تیرے رخ کی ضیاء یاد آئی
چاند نکلا تو تیرا نقش قدم یاد آیا
روشنی پھیل گئی حد نظر تک اعظم
جب بھی وہ ماہ عرب مہر عجم یاد آیا

بصارت شریف

اللہ رب العزت نے انسان کو کائنات خارجی کے مشاہدے کے لیے بصارت اور کائنات داخلی کے مشاہدے کے لیے بصیرت عطا فرمائی۔ مؤخر الذکر کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کی بصیرت کہہ کر نور خدا قرار دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ

"مرد مومن کی فراست (اور بصیرت) سے ڈرا کرو کیونکہ وہ خدا کے نور سے دیکھتا ہے۔"

(جامع ترمذی:۵/۲۹۸، الرقم:۳۱۲۷، بخاری:۷/۳۵۴، الرقم:۱۵۲۹، المعجم الاوسط:۳/۳۱۲، الرقم:۳۲۵۴)

جب ایک مرد مومن کی بصیرت کا یہ عالم ہے تو آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم جو اللہ رب العزت کے محبوب و مقرب بندے اور رسول ہیں ان کی بصیرت کی ہمہ گیر وسعتوں اور رفعتوں کا عالم کیا ہوگا؟ اس کا اندازہ کرنا بھی کسی فرد بشر کے بس کی بات نہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو باطنی بصیرت اور ظاہری بصارت دونوں خوبیاں

بڑی فیاضی اور فراخدلی سے عطا کی گئیں۔

سرور کائنات......آگے کی طرح پیچھے بھی دیکھتے تھے

نبی پاک دی اکھ دی شان ویکھو
دن وانگ وی رات نوں ویکھدی اے

اگے پچھے نوں ویکھدی اکھ سوہنی
دل وچہ چھپی ہوئی بات نوں ویکھدی اے

مازاغ سرکار دی اکھ پیاری
سوہنے رب دی ذات نو ویکھدی اے

ساجد بھلیا پھریں تاں اکھ اوہدی
تیرے میرے حالات نوں ویکھدی اے

عام انسانوں کی نسبت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پیچھے بھی دیکھنے پر قدرت رکھتے تھے اور رات کی تاریکی میں دیکھنا بھی آپ کے لیے ممکن تھا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: هَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ هَاهُنَا؟ فَوَاللّٰهِ، مَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْعُکُمْ وَلَا رُکُوْعُکُمْ، اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَآءِ ظَهْرِیْ

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا تم بھی دیکھتے ہو کہ میرا منہ قبلہ رخ ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! مجھ سے تمہارے (دلوں کی حالت اور ان کا) خشوع و خضوع تک بھی پوشیدہ نہیں ہے اور نہ ہی تمہارے رکوع (کی ظاہری حالت مجھ سے مخفی ہے) میں تمہیں اپنی پشت کے پیچھے سے بھی (اسی طرح) دیکھتا ہوں (جیسے اپنے سامنے سے دیکھتا ہوں)۔'' (صحیح بخاری، ۱/۱۶۱، الرقم: ۴۰۸، صحیح مسلم، ۱/۳۱۹، الرقم: ۴۲۴، مسند احمد بن حنبل، ۲/۳۰۳، ۳۶۵، الرقم: ۸۰۰۶، ۸۷۶۰، ۹۷۹۵، ۸۸۷۳)

؎ پڑ گئی جس پہ محشر میں بخشا گیا
دیکھا جس سمت، ابر کرم چھا گیا
رخ جدھر ہو گیا زندگی پا گیا
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

سرور کائنات کی نظر مبارک......دن رات میں برابر تھی

ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَرٰى فِي اللَّيْلِ فِي الظُّلْمَةِ كَمَا يَرٰى بِالنَّهَارِ فِي الضَّوْءِ

"سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم رات کی تاریکی میں اس طرح دیکھتے تھے جس طرح دن کے اجالے میں۔"

(الخصائص الکبریٰ:۱/۱۰۴، زینی دحلان،"السیرۃ النبویہ":۳/۲۰، دلائل النبوۃ:۶/۷۵)

؎ یہ وہ شمس نہیں جو چھپ جائے رات کو
جو دن کو نظر آئے یہ وہ قمر نہیں
علم میں ہے کیا جس کی تجھ کو خبر نہیں
ذرہ ہے کون سا تیری جس پر نظر نہیں

مشرق و مغرب ہے......نظر رسول میں

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ، فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا

"بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے لیے زمین کو سمیٹ دیا تو میں نے اس کے

شرق و غرب کو دیکھا۔‘‘

(صحیح مسلم: ۴/۲۲۱۵، الرقم: ۲۸۸۹، جامع ترمذی: ۴/۴۷۲، الرقم: ۲۱۷۶، سنن ابوداود: ۴/۹۷، الرقم: ۴۲۵۲)

؎ دل فرش پر ہے تیری نظر سرِ عرش پر ہے تیری گزر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں آقا وہ جو تجھ پر عیاں نہیں
الجھتا ہے کیوں غیب و حاضر میں واعظ قریب آ کے اک راز کی بات سن لے
چھپے گی بھلا کیسے مخلوق ان سے رہا جن سے خالق بھی پنہاں نہیں

کلیم کا جب ہے یہ عالم......تو......حبیب کا عالم کیا ہوگا

؎ فرق مطلوب و طالب کا دیکھے کوئی
قصۂ طور و معراج سمجھے کوئی
کوئی بے ہوش، جلووں میں گم ہے کوئی
کس کو دیکھا یہ موسیٰ سے پوچھے کوئی
آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی چشمانِ مقدسہ کی بصارت کی گہرائی اور گیرائی کا یہ عالم تھا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو عرشِ معلیٰ سے تحت الثریٰ تک ساری کائنات بے حجاب ہو کر نظر کے سامنے آ جاتی۔ قرآن اس بات پر شاہد عادل ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیدارِ الٰہی کے لیے عرض کی کہ

رَبِّ أَرِنِي

’’اے رب! مجھے (اپنا جلوہ) دکھا۔‘‘

تو اللہ کریم نے اپنی صفاتی تجلی کوہ طور پر پھینکی جس کے نتیجے میں کوہ طور جل کر خاکستر ہو گیا اور آپ غش کھا کر زمین پر لیٹ گئے۔ یہ بے ہوشی کا عالم سیدنا موسیٰ علیہ السلام پر ۴۰ دن تک طاری رہا اور جب چالیس دن کی بے ہوشی سے افاقہ ہوا تو اس صفاتی تجلی کے انعکاس کی وجہ سے ان کی بصارت کی دوربینی کا عالم یہ تھا کہ آپ تین تین

میل کے فاصلے پر سے کالے رنگ کے پتھر میں سیاہ رات کے اندر چیونٹی کو آنکھوں سے چلتا ہوا دیکھ لیتے تھے۔ (قاضی عیاض، الشفاء،۱/۴۳)

جب حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی صفاتی تجلی کے انعکاس سے اتنی بصارت مل سکتی ہے تو وہ ہستی جس نے تجلیات الٰہیہ کا براہ راست مشاہدہ کیا ان کی چشمان مقدس کی بصارت کا کیا عالم ہوگا! شب معراج چشمان مصطفوی اللہ کی تجلیات کو نہ صرف دیکھتی رہیں بلکہ انہیں اپنے اندر جذب بھی کرتی رہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی○

نہ نگاہ جھپکی نہ حد سے بڑھی۔ (پ:۲۷، النجم:۱۷)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَتَانِیْ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ، فَقَالَ: یَا مُحَمَّدُ، قُلْتُ: لَبَّیْكَ وَسَعْدَیْكَ، قَالَ: فِیْمَ یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰی؟ قُلْتُ: رَبِّیْ لَا اَدْرِیْ. فَوَضَعَ یَدَهٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ. حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَهَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ. فَعَلِمْتُ مَا بَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ.

"(معراج کی رات) میرا رب (اپنی شان کے لائق) نہایت حسین صورت میں میرے سامنے آیا اور فرمایا: اے محمد! میں نے عرض کیا: میرے پروردگار! میں حاضر ہوں اور سب سعادت تیری (طرف سے) ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عالم بالا کے فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں؟ میں نے عرض کیا: اے میرے پروردگار! میں نہیں جانتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنا دست قدرت میرے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا اور میں نے اپنے سینے میں اس کی ٹھنڈک محسوس کی اور میں وہ سب کچھ جان گیا جو کچھ مشرق و مغرب

کے درمیان ہے۔" (مسند احمد بن حنبل: ۱/۳۶۸، الرقم: ۳۴۸۴، سنن ترمذی: ۵/۳۶۶-۳۶۸، الرقم: ۳۲۳۳-۳۲۳۵، سنن دارمی: ۲/۱۷۰، الرقم: ۲۱۴۹)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چشمان مبارک کے اوصاف کما حقہ بیان نہیں کیے جاسکتے مگر کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

ویھندی اپنے رب دے جلویاں نوں
مازاغ اے میرے حضور دی اکھ

ایدھر اودھر نہیں پھری یقین والی
نور ویکھدی رہی سی نور دی اکھ

اک تجلی دے نال سواہ ہو گئی
جھل سکی نہ نور نوں طور دی اکھ

ساجد شان حضور دا پتہ لگے
کھول منکرا شعور دی اکھ

دیدارِ الٰہی......اور......نظرِ رسول

اوج تاب نگاہ رسا پر درود
بے جھجک، دید عین خدا پر درود
معنی آیہ ماطغیٰ پر درود
نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود
اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

حضرت شعبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے عرفات میں حضرت کعب سے ملاقات کی اور ان سے کوئی بات دریافت کی اس پر حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اتنے زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا کہ پہاڑ گونج اٹھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اَنَا بَنُوْ هَاشِمٍ .

میں بنو ہاشم (میں سے) ہوں۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اِنَّ اللهَ قَسَمَ رُؤْيَتَهٗ وَكَلَامَهٗ بَيْنَ مُحَمَّدٍ وَّ مُوْسٰى . فَكَلَّمَ مُوْسٰى مَرَّتَيْنِ وَرَآهُ مُحَمَّدٌ مَرَّتَيْنِ .

اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار و کلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرمایا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دو مرتبہ اللہ تعالیٰ سے شرف ہم کلامی حاصل کیا اور دو ہی مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے۔ (سنن ترمذی: ۳۹۴/۵، الرقم: ۳۲۷۸، مصنف ابن ابی شیبہ: ۳۲۳/۶، الرقم: ۳۱۸۳۸، تفسیر ابن کثیر: ۲۵۱/۴)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ

سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : هَلْ رَاَيْتَ رَبَّكَ؟

قَالَ: نُوْرٌ اَنّٰى اَرَاهُ .

”میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: کیا آپ نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نور ہے اور میں نے اس کو جہاں سے بھی دیکھا وہ نور ہی نور ہے۔“

(صحیح مسلم: ۱۶۱/۱، الرقم: ۱۷۸، مسند بزار: ۳۶۲/۹، تفسیر ابن کثیر: ۱۰/۳)

آج سورج کی روشنی...... زیادہ کیوں ہے؟

ابن سعد اور بیہقی علاء بن محمد الثقفی کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک کے سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب تھے۔ صبح سورج طلوع ہوا۔ اس کی روشنی اس قدر چمک دمک بالکل ہلکی نوعیت کی تھی۔ پہلے سورج بھی اس طرح طلوع نہیں ہوا تھا۔ جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا آج

صبح سورج کی ضیا پاشیاں معمول سے بہت زیادہ تھیں کیا وجہ ہے۔

جبرائیل امین نے عرض کی۔ یا رسول اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا ایک صحابی مدینہ طیبہ میں وفات پا گیا ہے اس کے جنازے میں شرکت کے لیے آسمان سے ستر ہزار فرشتے اترے ہیں۔ یہ انہیں کی چمک دمک تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کس عمل کے بدلے میں یہ عزت و شان اللہ تعالیٰ نے اسے عطا فرمائی ہے۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی:

كَانَ يُكْثِرُ قِرَاءَةَ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَفِيْ مَمْشَاهُ وَقِيَامِهٖ وَقُعُوْدِهٖ .

''اس لیے رحمت فرمائی گئی کہ وہ سورہ اخلاص کثرت سے پڑھا کرتا تھا رات کے وقت، دن کے وقت، چلتے، کھڑے، بیٹھے جس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ احسان فرمایا ہے۔''

جبرائیل امین نے پر مارا۔ راستے میں جتنے درخت اور پہاڑ تھے سب دور ہو گئے۔ اس صحابی کی چارپائی بلند کی گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا اور نماز جنازہ پڑھائی۔

(ضیاء النبی: ۵/ ۲۲۸-۲۲۹ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

دہن مبارک

جس کے عالی مقالات وحی خدا
جس کے غیبی اشارات وحی خدا
جس کے الفاظ، آیات وحی خدا
وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا
چشمۂ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

چشمۂ علم و حکمت پہ...... لاکھوں سلام

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دہن مبارک فراخ، موزوں اور اعتدال کے ساتھ بڑا تھا۔ دہن اقدس چہرۂ انور کے حسن و جمال کو دوبالا کرتا۔ ایسا کیوں نہ ہوتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے جو کلمہ ادا ہوتا۔ حق کے سوا کچھ نہ ہوتا۔ یہ علم و حکمت کا چشمۂ آب رواں تھا۔ جس کے بارے میں ارشاد فرمایا گیا۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی o اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰی o

"اور وہ اپنی (یعنی نفس کی) خواہش سے بات ہی نہیں کرتے۔ وہ تو وہی فرماتے ہیں جو (اللہ کی طرف سے) ان پر وحی ہوتی ہے۔"

(پ:۲۷، النجم:۳-۴)

غصہ کی حالت میں بھی دہن اقدس سے کلمۂ حق ہی ادا ہوتا۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو حیطۂ تحریر میں لے آیا کرتے تھے۔ کیونکہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان سے فرمایا تھا:

"لکھو (جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے)، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! اس منہ سے صرف حق بات ہی نکلتی ہے۔"

(سنن ابوداؤد: ۳/۳۱۵، کتاب العلم، الرقم: ۳۶۴۶، مصنف ابن ابی شیبہ: ۵/۳۱۳، الرقم: ۲۶۴۲۸، سنن کبری: ۱/۳۱۵، الرقم: ۵۶۰۷)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان، اللہ کا فرمان، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نطق، نطق الٰہی۔ جس میں خواہش نفس کا قطعاً کوئی دخل نہ تھا۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کبھی کبھی دل لگی بھی فرمالیا کرتے تھے۔ خوش کلامی، مزاح اور خوش مزاجی کے جواہر سے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو مزین ہوتی لیکن اس خوش طبعی، خوش مزاجی یا خوش کلامی میں بھی شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹتا، مزاح اور دل لگی میں بھی جو فرماتے حق فرماتے۔

ے ایہہ آمنہ مائی جایا اے
ایہدا شان کسے نہ پایا اے
جو فرمایا حق فرمایا اے
پڑھو لا الہ الا اللہ ہے محمد پاک رسول اللہ۔

درسِ ہدایت

پیاری بہنو! آج ہمارا معمول یہ ہوتا ہے کہ کئی کئی گھنٹے فضول اور لایعنی گفتگو اور بحث ومباحثے میں گزار دیتے ہیں۔ جب بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں...... غیبت وچغلی کرتے ہیں......طنز ومزاح کرتے ہوئے دوسروں کی دل آزاری کر دیتے ہیں......گالیاں بکتے ہیں......غلط اور بے ہودہ الفاظ میں بات کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے زبان کا صحیح استعمال کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے آمین۔

اس دہن مبارک کی......کیا بات ہے

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک کی شان یہ ہے کہ

اس دہن مبارک کا لعاب	شفا ہی شفا
اس دہن مبارک کا کمال	نور وضیاء
اس دہن مبارک کا اعجاز	بخششِ کی دعا
اس دہن مبارک کے الفاظ	لوح محفوظ میں تحریر
اس دہن مبارک کے الفاظ	رب اکبر کی تقریر
اس دہن مبارک کی شان	وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى

ے وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں
اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک کی کیا بات ہے کسی شاعر نے کیا خوب کہا۔

؎ لب نال کروا کھارے کھوہ مٹھے انہی اکھ نوں سوہنا سجاکھی کردا
جو کجھ رب آکھے سو کجھ نبی آکھے تاہیوں رب ہے نبی دی آکھی کردا
سب کجھ سوہنے دے ساہنے ہے جیہاں سوہنا گل ہر اک ویکھی چاکھی کردا
کجھ نہیں ضائع دا دنیا وگاڑ سکدی کملی والا اے ایس دی راکھی کردا

لعاب دہن

؎ جس سے ہیں زندگی یاب جان و جناں
پاتے ہیں رونق تاب جان و جناں
فیض سے جس کے سیراب جان و جناں
جس کے پانی سے شاداب جان و جناں

اس دہن کی تراوت پہ لاکھوں سلام

دوسرے لوگ خواہ کتنے صاف ستھرے ہوں اور بہترین خوشبوؤں سے معطر ہوں لیکن جب وہ تھوکتے ہیں تو دیکھنے والے پر ناپسندیدگی کے آثار نمایاں ہوتے ہیں۔ ہسپتالوں، ٹرینوں، بسوں اور تمام عمومی عمارتوں پر یہ جا بجا لکھا ہوتا ہے، تھوکئے مت، کیونکہ اس سے بیماری پھیلتی ہے اور صاف مقامات غلیظ ہو جاتے ہیں لیکن محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن کی شان ہی نرالی تھی۔

حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی بیمار آنکھوں میں ڈالا تو فوراً شفا ہو گئی...... اسلام کے مجاہد، ابو جہل کے قاتل کا ایک بازو دشمن کی تلوار لگنے سے کٹ گیا، دوڑتے ہوئے اپنے آقا کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ بازو لٹک رہا ہے درد ہوتا ہے۔ نگاہ کرم فرمائیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تھوک مبارک لگتے ہوئے بازو پر ڈالی، فوراً زخم مندمل ہو گیا۔ درد کافور ہو گیا اور لٹکتا ہوا بازو درست ہو گیا...... حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کی [illegible] کی خدمت میں حاضر ہو کر نظر کرم

کے ملتجی ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ڈھیلے کو لیا اور اس کی جگہ پر رکھ دیا۔ پھر اس پر لعاب دہن ملا اور وہ چشم زدن میں درست ہو گیا۔ درد بھی ختم ہوا اور اس کی بینائی تندرست آنکھ سے زیادہ تیز ہو گئی۔ اور یہ امتیاز ان کی اولاد میں کئی سالوں تک باقی رہا کہ قتادہ کی جس آنکھ کو نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب دہن سے نوازا تھا وہ خوبصورتی اور بینائی میں نمایاں ہوا کرتی تھی۔ لوگ ان کے بچوں کو دیکھ کر سمجھ جایا کرتے تھے کہ حضرت قتادہ کے فرزند ہیں۔ یہ ان کی نسل سے ہیں جن کی آنکھ کا درماں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے لعاب دہن سے فرمایا تھا۔

کیا خوب کہا شاعر نے

ڈھونڈن آب حیات سکندر کیوں جاندا
جے مل جاندا اس دے تائیں آب دہان محمدی
کتھوں تیک کریسی کوئی شان بیان نبی دا
شاہ سلیمان شاہی پائی چم آستان محمدی
یوسف بھی ہک پاک نبی دا سجھو گولا بردا
جبرائیل وحی بھی خادم ہے دربان محمدی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنوئیں میں جو حضرت انس رضی اللہ عنہ کے مکان میں تھا۔ لعاب دہن مبارک ڈالا۔ اس کی برکت سے مدینہ منورہ میں کوئی کنواں اس کنویں سے زیادہ شیریں نہیں تھا۔ (مواہب اللدنیہ (اردو): ۲/۲۸۰)

قلزم معرفت، نہر عرفاں بنے
بحر توحید، دریائے ایمان بنے
عین سرچشمہ آب حیواں بنے
جس سے کھاری کنوئیں شیرۂ جاں بنے
اس زلال حلاوت پہ لاکھوں سلام

اس سے بڑھ کر...... سعادت کیا ہو گی

یوم بدر میں حارثہ بن سراقہ الانصاری شہید ہو گئے۔ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میدان بدر سے واپس مدینہ طیبہ تشریف فرما ہو گئے تو ان کی والدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ عرض کی یا رسول اللہ! مجھے حارثہ کے بارے میں ارشاد فرمائیں۔ اگر وہ آگ میں ہے تو میں خوب رو کر اپنے دل کے ارمان پورے کرلوں اور مرتے دم تک روتی رہوں اور اگر وہ جنت میں ہے تو میں رونا بند کر دوں۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے ام حارثہ! اللہ تعالیٰ کی ایک جنت نہیں بلکہ بہت سی جنتیں ہیں اور حارثہ فردوس اعلیٰ میں اللہ کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ حضرت ام حارثہ ہنستی ہوئی واپس آئیں۔ کہتی تھیں۔

بَخٍ بَخٍ لَكَ يَا حَارِثَةُ

اے حارثہ تمہیں مبارک۔ تمہیں مبارک ہو۔

رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگوایا اس میں پانی ڈالا پھر اپنے دست مبارک اس میں ڈالے اور منہ میں پانی بھر کر اس برتن میں کلی کر دی پھر وہ پانی والا برتن پہلے ام حارثہ کو دیا اس نے پانی پیا پھر اس کی بیٹی کو دیا۔ پھر انہیں حکم دیا کہ اپنے سینہ پر اس کے چھینٹے ڈال لیں۔ انہوں نے ایسا ہی کیا پھر رخصت ہو کر گھر لوٹیں۔ اور ان کی یہ حالت تھی کہ مدینہ طیبہ میں ان دو عورتوں سے زیادہ کوئی خوش نہ تھی۔ اور جس طرح ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں یہ سعادت اور کسی خاتون کو نصیب نہیں ہوئی۔

(ضیاء النبی: ۵/۲۵۴-۲۵۵ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

ہر ایک حسن ہے محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے
کہاں سے لاؤں زبان نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے

خدا نے جو ہے بنایا وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر
خدا نے جو بھی کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا کے لیے

خیال ان کا مرے دل کی دھڑکنوں کا جواز
جمال ان کا مری آنکھ کی ضیاء کے لیے

دانت مبارک

ے میرا نبی جیسا ہے کوئی ایسا ہو تو بات کرو
رحمت عالم سرور دیں سا دیکھا ہو تو بات کرو

ماتھے پر یٰسین کا سہرا نور کے جلوے چہرے پر
دونوں جہاں میں کوئی ایسا دولہا ہو تو بات کرو

رحمت عالم خلق مجسم دکھیاروں کے ہم دم ہیں
میرے نبی سا کوئی نیازی آقا ہو تو بات کرو

چمکتے دانت، روشن چہرہ، واللیل زلفیں ہیں
دونوں جگ سولی ہیں، ایسا خیر کسی نے پایا ہو تو بات کرو

دیواریں......چمکنے لگتی تھیں

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

مَا رَأَيْتُ شَيْأً أَحْسَنَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَأَنَّ الشَّمْسَ تَجْرِىْ فِىْ وَجْهِهٖ وَإِذَا ضَحِكَ يَتَلَأْلَأُ فِى الْجُدُرِ

''کہ میں نے کسی کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا یوں معلوم ہوتا تھا گویا آفتاب حضور کے رخ انور میں درخشاں ہے۔ حضور جب ہنستے تھے تو اس کی روشنی سے دیواریں چمکنے لگتی تھیں۔''

(پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی: ۲۶۵/۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

تاجدار گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ے دو ابرو قوس مثال دسن
جیں توں نوک مژہ دے تیر چلن

لباں سرخ آکھاں لعل یمن
چٹے وند موتی دیاں ہن لڑیاں

یہ محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس دانتوں کے حسن کا تذکرہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک میں دانت مبارک، باریک، چمکدار، نہایت سفید، آب دار اور ایک دوسرے سے جدا جدا تھے۔ مبارک دانتوں کے درمیان باریک ریخیں تھیں۔

حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دانت نہایت سفید، چمکدار اور کشادہ تھے۔ تبسم کے وقت اولوں کی طرح دکھائی دیتے تھے۔" (الوفاء:۲/۳۹۱)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے یاقوتی وندان مبارک اور ان کی آب وتاب اور چمک دمک کے بارے میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

"آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دانت نہایت چمکدار اور روشن تھے۔"

(الانوار المحمدیہ، ص:۱۹۹)

اس صورت نوں میں جان آکھاں

تاجدار گولڑہ رحمۃ اللہ علیہ ایک اور جگہ فرماتے ہیں۔

اس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کہ جان جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان توں شاناں سب بنیاں

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہل ایمان بلکہ تمام جہان کی جان ہیں۔ قرآن مجید میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ

''نبی اہل ایمان کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ عزیز وقریب ہیں۔''

(پ ۲۱، الاحزاب:۶)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''قسم اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا۔ جب تک میں اسے اس کی جان، والدین اور اولاد سے بھی محبوب نہ ہو جاؤں۔''

(صحیح بخاری، کتاب الایمان:۱/۱۴، الرقم:۱۵، صحیح مسلم، کتاب الایمان:۱/۶۷، الرقم:۴۴)

گویا ہر شے سے بڑھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہی ایمان کامل کی نشانی ہے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی محبت کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تو میری جان ہے۔ آپ قرآن سے پوچھیں تو انہیں ایمان قرار دے گا۔ اور ایمان سے پوچھو تو انہیں اپنی جان قرار دیتے ہوئے نظر آئے گا۔

مولانا احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے میری جان ہیں یہ

ایک پنجابی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

جتدا ہک قطرہ لوح و قلم بن گئے
حور و غلماں دیر و حرم بن گئے
ہک تبسم چوں عرش بریں بن گیا
حسن پیدا ہویا جگ حسین بن گیا

جدوں متھے دے تیور بدلدے گئے
بنیاں دوزخ تے بھانبڑ سی بلدے گئے
کی میں دساں نبی پاک دی شان دا
کی میں دساں گا عرشاں دے مہمان دا
ایڈا رب نال منسوب کوئی ہور نئیں
ایڈا لجپال محبوب کوئی ہور نئیں
کملی والے دا جیہڑا وی سگ بن گیا اے
اوہ خضر ساری دنیا دی پگ بن گیا اے

زبان مبارک

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان حق وصداقت کی آئینہ دار تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان حق کی ترجمان تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس کی شان تو یہ ہے کہ

یہ وہ زبان اقدس ہے — جس کا ہر لفظ حق ہے
یہ وہ زبان اقدس ہے — جس کی شان قرآن بیان کرتا ہے
یہ وہ زبان اطہر ہے — جس سے ہمیشہ دعائیں نکلتی ہیں
یہ وہ زبان اطہر ہے — جس کا مقام ہماری سمجھ سے بالاتر ہے
یہ وہ زبان مبارک ہے — جس سے نکلا ہوا ہر حرف اللہ کا فرمان ہے
یہ وہ زبان مبارک ہے — جو کن کی کنجی ہے

فضول گوئی سے پرہیز

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زبان اقدس کو لایعنی باتوں سے محفوظ رکھتے
[illegible]

درسِ ہدایت

آج کل یہ معمول بن چکا ہے کہ

لوگ گھروں میں	فضول گفتگو کرتے ہیں
لوگ گاڑیوں میں	فضول گفتگو کرتے ہیں
ہوٹلوں میں	فضول گفتگو کرتے ہیں
گلی محلوں میں	فضول گفتگو کرتے ہیں
سکولوں میں	فضول گفتگو کرتے ہیں
کالجوں میں	فضول گفتگو کرتے ہیں
دفتروں میں	فضول گفتگو کرتے ہیں

اور ایک دوسرے کے بارے میں غلط اور بے ہودہ گفتگو کرنے میں مصروف رہتے ہیں حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی فضول گفتگو میں وقت ضائع نہیں کیا۔ آپ جب بھی بولتے حق اور سچ بولتے تھے۔

خدا ہے بولتا...... اپنے محمد کی زبان بن کے

؎ محمد مصطفےٰ ﷺ آئے خدا دے راز داں بن کے
خدا ہے بولدا اپنے محمد ﷺ دی زباں بن کے

سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان اقدس سے نکلا ہوا ہر لفظ وحی الٰہی تھا جس میں سرے سے غلطی اور خطا کا کوئی امکان ہی نہیں تھا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى ۝ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝

روشن ستارے کی قسم! جب وہ (چمک کر) نیچے اترے۔ تمہارے آقا (ﷺ) نے نہ کبھی سیدھا راستہ گم کیا اور نہ (کبھی) راہ (راست سے) [illegible]

خواہش سے کلام نہیں کرتے۔ ان کا کہا ہوا وہی ہے جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے۔ (پ:۲۷، النجم:۱تا۴)

نجم (ستارے) سے مراد...... حضور کی ذات اقدس

امام ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا ہے کہ وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ مَا ضَلَّ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نہ راہ حق سے بھٹکے اور نہ بہکے۔ (تفسیر درمنثور:۶/۲۶۷)

امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین رضی اللہ عنہم بیان کرتے ہیں کہ النجم سے مراد ہے: سیّدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی قسم! جب وہ شب معراج آسمان سے زمین پر آئے اور یہ اس لیے مناسب ہے کہ اس آیت کے بعد والی آیتوں میں بھی اللہ تعالیٰ کے قریب "دَنَا فَتَدَلّٰى" اور اللہ تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے دیکھنے کا ذکر ہے جس کا تعلق شب معراج سے ہے۔ (الجامع الاحکام القرآن، ج:۱۷، ص:۸۷، روح البیان:۹/۲۴۹)

گستاخ رسول کی سزا

حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ عتبہ بن ابی لہب جس کے نکاح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی تھی۔ اس نے شام کی طرف جانے کا ارادہ کیا اور کہا: میں ضرور (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤں گا اور ان کو ایذاء پہنچاؤں گا۔ اس نے کہا: اے محمد! میں وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰى ۝ اور دَنَا فَتَدَلّٰى کا انکار کرتا ہوں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر تھوک دیا اور آپ کی صاحبزادی آپ کی طرف بھیج کر ان کو طلاق دے دی۔ تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی:

اے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے ایک کتا مسلط کر دے۔ اس موقع پر ابو طالب [illegible] نے کہا: اے بھتیجے! اس دعا سے آپ کو کیا فائدہ ہوگا؟ عتبہ نے [illegible] کی طرف چلے گئے اور ایک جگہ ٹھہرے۔ ان کے [illegible] ڈھونڈتے آتے ہیں۔ ابولہب نے

اپنے اصحاب سے کہا: اے قریش کی جماعت! ہماری مدد کرو کیونکہ آج رات مجھے اپنے بیٹے پر (سیّدنا) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے ضرر کا خطرہ ہے۔ پھر انہوں نے اپنے اردگرد اپنے اونٹوں کو بٹھالیا اور عتبہ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ پھر شیر آکر سب کے چہروں کو سونگھتا رہا حتیٰ کہ عتبہ پر حملہ کر کے اسے قتل کر دیا۔

(دلائل النبوۃ، الرقم: ۳۸۱-۳۸۳، الدر منثور: ۷/۲۶۳، روح البیان: ۹/۲۴۹، سنن کبریٰ: ۵/۲۱۱)

درسِ عبرت

اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کی زندگیوں کا مشن اللہ تعالیٰ کی زمین پر اس کی خدائی اور اس کی عظمتوں کے جھنڈے لہرانے کے سوا کچھ نہیں۔ ان کی دوستی اور دشمنی سب اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے ہوتی ہے۔ وہ اپنی ذات کی خاطر نہ تو کسی سے دوستی کرتے ہیں اور نہ ہی دشمنی۔ جو بدبخت حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کو ایسے انجام سے دوچار کیا ہے جو قیامت تک آنے والے انسان کے لیے درسِ عبرت ہے۔

حضور...... اپنی خواہش سے نہیں بولتے

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝ کے بارے میں فرمایا: وہ اپنی خواہش سے نہیں بولتا ہے۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝ کے بارے میں فرمایا: اللہ تعالیٰ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی طرف وحی فرماتا ہے اور جبرائیل علیہ السلام حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک وحی پہنچاتا ہے۔ (تفسیر درمنثور: ۶/۲۹۷، تفسیر طبری: ۲۷/۵۲)

حضور...... کے فرمان میں شک کی گنجائش نہیں

امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو میں نے تمہیں خبر دی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے اور وہ ایسی خبر ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ (تفسیر درمنثور: [illegible])

حضور کی زبان اقدس سے......صرف حق نکلتا ہے

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں حق کے سوا کچھ نہیں بولتا۔ تو آپ کے اصحاب میں سے بعض نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک آپ تو ہمارے ساتھ خوش طبعی اور مزاح فرماتے رہتے ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بلاشبہ میں حق کے سوا کچھ بھی نہیں کہا کرتا۔'' (مسند امام احمد: ۲/۳۴۰)

امت کیلئے اس شفقت پہ......لاکھوں سلام

حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مرقد منور میں رکھا گیا میں نے اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کا آخری دیدار کیا۔ میں نے دیکھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہونٹ حرکت کر رہے ہیں۔ میں نے اپنے کان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لب ہائے مبارک کے قریب کر دیئے۔ میں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ الٰہی میں عرض کر رہے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّتِیْ

''اے میرے اللہ! میری امت کو بخش دے۔''

میں نے صحابہ کو بتایا وہ اس بات سے حیران ہوئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت پہ کتنی شفقت تھی۔ (ضیاء النبی: ۵/۲۵۲، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، حجۃ اللہ علی العالمین)

آنے والا......جانا بھول گیا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ضماد جواز کا فرد تھا۔ مکہ مکرمہ آیا۔ [illegible] کے احمقوں نے سنا۔ انہوں نے ضماد کو بتایا کہ حضور [illegible] وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا [illegible] کرتا ہوں اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے

میرے دم سے شفا دے دیتا ہے۔ پس آؤ میں آپ کو دم کروں شاید آپ کی تکلیف دور ہو جائے۔ جب وہ اپنی بات ختم کر چکا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھنا شروع کر دیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ۔

''ضماد نے عرض کی ایک مرتبہ پھر پڑھیے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کلمات طیبات کو پھر دہرایا پھر اس کی خواہش پر تیسری بار دہرایا۔ ضماد نے کہا: خدا کی قسم! میں نے کئی کاہنوں، ساحروں اور شاعروں کی باتیں سنیں لیکن یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے میں نے سنا۔ یہ تو ایک بحر ذخار اور دریائے بے پیدا کنار ہے۔ اپنا ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کرتا ہوں۔ خداوند کریم کی وحدانیت اور آپ کی رسالت کو بصدق دل قبول کرتا ہوں یہ کہہ کر مسلمان ہوا اور جو اس کو لے آئے تھے نادم و حیران ہو کر واپس لوٹ گئے۔'' (ضیاء النبی: ۵/۲۶۵، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور)

کان مبارک

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش اقدس خوبصورتی اور دلکشی میں بے مثال اور اعتدال و توازن کا حسین امتزاج تھے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر ہر عضو کو اللہ تعالیٰ نے عمومی افعال کی انجام دہی کے علاوہ ایک معجزہ بھی بنایا تھا۔ عام انسانوں کے کان مخصوص فاصلے تک سننے کی استطاعت رکھتے ہیں مگر جدید آلات کی مدد سے دور کی باتیں بھی سنتے ہیں۔ لیکن آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گوش مبارک کو اللہ تعالیٰ نے ایسی قوت سماعت عطا فرمائی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]
[illegible]

دروازہ کھلا ہے۔

پھر ہم کیوں نہ کہیں۔

عظمت تخلیق کا ہر ایک کمال ان کے لیے
حسن کائنات اوصاف جمال ان کے لیے
گل بچھے ہر سو کف پائے سبک کے واسطے
بلبلوں نے رکھ دیے کانوں پہ گال ان کے لیے

کان لعل کرامت پہ...... لاکھوں سلام

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کان مبارک کی بے مثل سماعت پر حدیث مبارکہ میں آیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنِّیْ اَرٰی مَالَا تَرَوْنَ، وَاَسْمَعُ مَالَا تَسْمَعُوْنَ

''میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔'' (جامع ترمذی: ۴/۵۵۶، الرقم: ۲۳۱۲، مستدرک حاکم: ۲/۵۵۴، الرقم: ۳۸۸۳، مسند احمد بن حنبل: ۵/۱۷۳، مسند بزار: ۹/۳۵۸، الرقم: ۳۹۲۵)

دعوت فکر

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطاب صرف صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے ادوار تک ہی مخصوص و محدود نہ تھا بلکہ سائنس و ٹیکنالوجی کے موجودہ ترقی یافتہ دور کے لیے بھی ایک چیلنج ہے۔

آج ساری کائنات میں سائنس و ٹیکنالوجی پر عبور رکھنے والے ماہرین اپنی تمام تر ترقی اور ایجادات کے باوجود کائنات کی ان پوشیدہ حقیقتوں اور رازوں کو [illegible] حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے بے پردہ دیکھ لیا [illegible] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ سماعت سے کوئی آواز باہر

؎ وصف گوشِ نبی اور میں کج مج زبان
ہے تجود القمر اسمع جن کی شان
جن پہ قربان حسنِ سماعت کی جان
دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کانِ لعلِ کرامت پہ لاکھوں سلام

ملائکہ کا سلام سننے کی طاقت

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا بارگاہ نبوت میں حاضر تھیں۔ اسی دوران حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ کے اشارے سے کسی کے سلام کا جواب دیا پھر حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے فرمایا:

"یہ جعفر بن ابی طالب ہیں۔ جو حضرت جبرائیل، حضرت میکائیل اور حضرت اسرافیل علیہم السلام کے ساتھ گزر رہے تھے۔ پس انہوں نے ہمیں سلام کیا، تم بھی ان کے سلام کا جواب دو۔"

(مستدرک حاکم: ۳/۲۳۲، الرقم: ۴۹۳۷، المعجم الاوسط: ۷/۸۸، الرقم: ۶۹۳۶، مجمع الزوائد: ۹/۲۷۲)

مردوں کی آواز سننے کی قوت

حضرت انس رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ ایک دفعہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بنو نجار کے قبرستان سے گزر رہے تھے

فَسَمِعَ أَصْوَاتَ قَوْمٍ يُعَذَّبُونَ فِي قُبُوْرِهِمْ

"حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (قبروں میں) ان مردوں کی آوازوں کو سنا [illegible]
فرمایا جن پہ عذاب ہو رہا تھا۔"

دعوت فکر

بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ دنیا میں ہر طرح کے اعمال کرتے رہو کوئی بات نہیں کون سا کسی نے قبر میں پوچھنا ہے۔ اور قبر کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔ ان لوگوں کو اس حدیث پاک میں غور کر کے یہ فکر کرنی چاہئے اور اپنے اعمال کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ کیونکہ قبر میں اچھے اعمال پر سکون ملتا ہے۔ اور برے اعمال کے باعث قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ قبر کے عذاب سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ دنیا میں ہی اچھے اور نیک اعمال کیے جائیں ورنہ قبر کے عذاب سے دوچار کیا جائے گا۔ یاد رکھیں! قبر آخرت کی منازل میں سے پہلی منزل ہے اگر یہاں بندہ کامیاب ہو گیا تو باقی منازل کی کامیابی بھی نصیب ہونے کی امید ہے۔

غلام کا ہے یہ عالم..... تو سردار کا عالم کیا ہو گا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ

"جب کوئی شخص میرے کسی دوست سے دشمنی کرتا ہے تو میں اس کے خلاف اعلان جنگ کرتا ہوں۔"

پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ

"میری طرف کسی کے قرب کا سب سے محبوب طریقہ یہ ہے کہ وہ ان [illegible] جو میں نے اس پر لازم کیے ہیں۔"

[illegible] حَتّٰی اَحْبَبْتُهٗ وَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ

[illegible]

[illegible]

میں اس کے ساتھ محبت کرتا ہوں۔ جب میں اس سے محبت کرتا ہوں۔ تو میں اس کی قوت سماعت ہو جاتا ہوں میری اس دی ہوئی قوت سے وہ سنتا ہے اور میں اس کی بینائی ہو جاتا ہوں میری اس بینائی سے وہ دیکھتا ہے۔''

(صحیح بخاری، کتاب الرقاق: ۵/۲۳۸۴، رقم الحدیث: ۶۱۳۷، صحیح ابن حبان: ۲/۵۸، رقم الحدیث: ۳۴۷، سنن الکبریٰ: ۱/۲۱۹، کتاب الذہد الکبیر: ۲/۲۶۹)

فائدہ

مذکورہ حدیث مبارکہ سے ایک فائدہ تو یہ سامنے آیا کہ نوافل کی بڑی برکت ہے۔ بذریعہ نوافل قربت الٰہی نصیب ہوتی ہے.....محبت الٰہی نصیب ہوتی ہے..... برکت الٰہی نصیب ہوتی ہے۔

دوسرا فائدہ یہ سامنے آیا کہ اولیاء اللہ کی بڑی عظمت وشان ہے۔ اللہ کے ولی اللہ کی عطا کردہ قدرت وطاقت سے

تقدیریں بدل سکتے ہیں..... قسمتیں بدل سکتے ہیں..... حالات بدل سکتے ہیں۔

اللہ کے ولی..... قبر میں بھی مشکل کشائی کرتے ہیں..... اپنے غلاموں کی حاجت روائی کرتے ہیں۔ کیونکہ اللہ کریم انہیں قبر میں بھی زندگی عطا کرتا ہے۔

اللہ والے مردے ناہیں وچ حدیثاں آیا
مومن تائیں ملے حیاتی اللہ نے فرمایا

قدمین شریفین

نازاں ہے جس پہ حسن وہ حسن رسول ہے
یہ کہکشاں تو آپ کے قدموں کی دھول ہے

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین نرم وگداز...... پر گوشت...... دلکش......خوبصورت...... مرقع جمال وزیبائی تھے۔

حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اَحْسَنَ الْبَشَرِ قَدَمًا

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدمین شریفین تمام انسانوں سے بڑھ کر خوبصورت تھے۔''

(الطبقات الکبریٰ:۱/۴۱۹، الخصائص الکبریٰ:۱/۱۲۸، الجامع الصغیر:۱/۲۵، الرقم:۷)

اس قدم کی کرامت پہ......لاکھوں سلام

جس پتھر پر سیدنا ابراہیم علیہ السلام اپنا قدم مبارک رکھ کر تعمیر کعبہ کرتے رہے وہ آج بھی صحن کعبہ میں مقام ابراہیم کے اندر محفوظ ہے۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کے لگنے سے وہ پتھر گداز ہوا اور ان قدموں کے نقوش اس پر ثبت ہو گئے۔

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کو بھی یہ معجزہ عطا فرمایا کہ ان کی وجہ سے پتھر نرم ہو جاتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک کے نشان بعض پتھروں پر آج تک محفوظ ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

''جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پتھروں پر چلتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں کے نیچے وہ نرم ہو جاتے اور قدم مبارک کے نشان ان پر لگ جاتے تھے۔'' (زرقانی شرح المواہب اللدنیہ:۵/۲۸۲، الجامع الصغیر:۱/۲۷، الرقم:۹)

زمین سے پانی نکال دیا

حضور [illegible] کے قدمین شریفین جہاں پڑتے وہی بابرکت اور منبع فیوضات و [illegible] رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ صلی [illegible] پانی نکل آیا وہ مقام ذوالمجاز

میں تھے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی طلب کرتے ہوئے کہا:

”مجھے پیاس لگی ہے اور اس وقت میرے پاس پانی نہیں۔ پس حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اترے اور اپنا پاؤں مبارک زمین پر مارا تو زمین سے پانی نکلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے چچا جان!) پی لیں۔“

جب انہوں نے پانی پی لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اپنا قدم مبارک اسی جگہ رکھا تو وہ جگہ باہم مل گئی اور پانی کا اخراج بند ہو گیا۔

(الطبقات الکبریٰ:۱/۱۵۲-۱۵۳، زرقانی شرح المواہب اللدنیہ:۵/۱۷۰)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں محبت میں غوطہ زن الفاظ سے نذرانہ عقیدت یوں پیش کیا جاتا ہے۔

بزم کونین نمائش ہے تمہاری ساری
حق نے یہ بزم تمہیں سے تو سنواری ساری

پاس عاشق کے جو شے ہے تو وہ معشوق کی ہے
تم خدا کے ہو اور خدائی ہے تمہاری ساری

آپ بنا دیں گے قیامت میں تو بن جائے گی یہ
ورنہ بگڑی ہوئی باتیں ہیں ہماری ساری

خلق تو جرم کرے اور خدا فضل کرے
حق تو یہ ہے کہ یہ خاطر ہے تمہاری ساری

اچھے ان کے ہیں تو اے کیف برے کس کے ہیں؟
اپنی امت شہ طیبہ کو ہے پیاری ساری

اس قدم کی ٹھوکر پہ..... قربان میں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک [illegible]

اللہ علیہ وسلم نے ان کی عیادت فرمائی اور اپنے مبارک پاؤں سے ٹھوکر ماری جس سے وہ مکمل صحت یاب ہو گئے۔ روایت کے الفاظ ہیں:

"پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا مبارک پاؤں مجھے مارا اور دعا فرمائی: اے اللہ! اسے شفا دے اور صحت عطا کر۔ (اس کی برکت سے مجھے اسی وقت شفا ہو گئی اور) اس کے بعد میں کبھی بھی اس بیماری میں مبتلا نہ ہوا۔"

(سنن کبریٰ: ۴/۲۶۱، الرقم: ۱۰۸۹۷، جامع ترمذی: ۵/۵۶۰، الرقم: ۳۵۶۴، مسند احمد بن حنبل: ۱/۸۳-۱۰۷)

کعبہ دین و دل یعنی نقش قدم
جن کی عظمت نہیں عرش اعظم سے کم
ہر بلندی کا سر ہو گیا جس پہ خم
کھائی قرآن نے خاک گزر کی قسم
اس کف پا کی حرمت پہ لاکھوں سلام

آیئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان و عظمت پہ لاکھوں سلام پیش کرتے ہیں۔

اوج شان فصاحت پہ — لاکھوں سلام
گفتگو کی ملاحت پہ — لاکھوں سلام
ان کی باتوں کی لذت پہ — لاکھوں سلام
ان کے لفظوں کی طلعت پہ — لاکھوں سلام
اس تکلم کی الفت پہ — لاکھوں سلام
ان کی [illegible] بلاغت پہ — لاکھوں سلام
ان کے خاندان شرافت پہ — لاکھوں سلام
ان کے [illegible] پہ — لاکھوں سلام

ان کی دلکش بلاغت پہ لاکھوں سلام
ان کی پیاری فصاحت پہ لاکھوں سلام
حسن طرز خطابت پہ لاکھوں سلام
صاف شستہ عبارت پہ لاکھوں سلام
جان حسن بلاغت پہ لاکھوں سلام
ان کے خطبے کی ہیبت پہ لاکھوں سلام
ان کے خُلق لطافت پہ لاکھوں سلام
ان کے لہجے کی شفقت پہ لاکھوں سلام
ان کی اک اک عبارت پہ لاکھوں سلام
ان کے لفظوں کی رفعت پہ لاکھوں سلام
ان کے قدموں کی کرامت پہ لاکھوں سلام

☆☆☆

برکاتِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ۚ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ ○

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ

اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا نُوْرَ اللّٰهِ

نعت رسولِ مقبول ﷺ

تاجدار حرم ہو نگاہ کرم ہم غریبوں کے دن بھی سنور جائیں گے!
ہادیٔ بیکساں کیا کہے گا جہاں آپ کے در سے خالی اگر جائیں گے

خوف طوفاں کہیں بجلیوں کا ہے غم سخت مشکل ہے آقا کہاں جائیں ہم
آپ بھی گر نہ لیں گے ہماری خبر ہم مصیبت کے مارے کدھر جائیں گے

در پہ ساقی کوثر کے پینے چلیں میکشو آؤ آؤ مدینے چلیں
یاد رکھو اگر اٹھ گئی اک نظر جتنے خالی ہیں سب جام بھر جائیں گے

کوئی اپنا نہیں غم کے مارے ہیں ہم آپ کے در پہ فریاد لائے ہیں ہم
ہو نگاہ کرم ورنہ چوکھٹ پہ ہم آپ کا نام لے لے کے مر جائیں گے

آپ کے در سے کوئی نہ خالی گیا اپنے دامن کو بھر کر سوالی گیا
ہو پیام حزیں پر بھی آقا کرم ورنہ اوراق ہستی بکھر جائیں گے

ابتدائیہ

یہ ایک حقیقت ہے کہ انبیاء و صالحین سے منسوب چیزیں بڑی بابرکت اور فیض رساں ہوتی ہیں، یہی وجہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار کو بطور تبرک محفوظ رکھنا اور ان سے برکت حاصل کرنا حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول تھا۔ آج بھی اہل محبت ان تبرکات مقدسہ کو حصول فیض و برکت کا ذریعہ سمجھتے ہیں اور ان کی حرمت کے تحفظ کے لیے جان کا نذرانہ پیش کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دعا کروانے کے علاوہ اور بھی بہت سی صورتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے برکت حاصل کرتے تھے۔ مثلاً وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک کا اپنے اوپر مسح کرواتے...... خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو تبرکاً مس کرتے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو سے بچے ہوئے پانی سے تبرک حاصل کرتے...... جس پانی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دست اقدس دھوتے اس دھوون سے تبرک حاصل کرتے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بچے ہوئے کھانے سے تبرک حاصل کرتے...... اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک سے تبرک حاصل کرتے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن مبارک سے تبرک حاصل کرتے...... وہ موئے مبارک جو حجامت کے وقت اترتے، نیچے نہ گرنے دیتے تھے......

مزید برآں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ناخن مبارک سے تبرک حاصل کرتے

لباس مبارک سے تبرک حاصل کرتے

عصاء مبارک سے	تبرک حاصل کرتے
انگوٹھی مبارک سے	تبرک حاصل کرتے
بستر مبارک سے	تبرک حاصل کرتے
چارپائی مبارک سے	تبرک حاصل کرتے
چٹائی مبارک سے	تبرک حاصل کرتے

الغرض ہر اس چیز سے تبرک حاصل کرتے جس کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اقدس سے کچھ نہ کچھ نسبت ہوتی۔ حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد صحابہ کرام اور تابعین عظام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور سے تبرک حاصل کیا...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر مبارک سے تبرک حاصل کیا...... بلکہ جن مکانوں اور رہائش گاہوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکونت اختیار فرمائی...... جن جگہوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں ادا فرمائیں...... اور جن راستوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے ان کے گردو غبار تک کو انہوں نے موجب برکت جانا...... یہاں تک کہ صحابہ وتابعین کے ادوار کے بعد نسلاً بعد نسلاً ہر زمانے میں اکابر ائمہ ومشائخ اور علماء ومحدثین کے علاوہ خلفاء وسلاطین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار وتبرکات کو بڑے ادب واحترام سے محفوظ رکھتے چلے آئے ہیں اور خاص مواقع پر بڑے اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کو ان تبرکات کی زیارت کروائی جاتی تھی۔

☆☆☆

تبرک کا معنیٰ ومفہوم

تبرک کا لغوی معنیٰ

تبرک کا لغوی معنیٰ ہے" کسی سے برکت حاصل کرنا۔"

(ابن منظور، لسان العرب: ۱۰/ ۳۹۵، ۳۹۶)

برکت کا لغوی معنیٰ

برکت کا لغوی معنیٰ: "اضافہ، زیادتی وکثرت اور سعادت وخوش بختی کے ہیں۔"

تبرک کا مفہوم

"بعض ذوات، چیزوں اور مقامات کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی خیر و برکت سے نوازا ہے اور ان کو دیگر مخلوق پر ترجیح دی ہے۔ ان بابرکت ذوات اور اشیاء سے برکت ورحمت اور سعادت چاہنا اور ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرنا تبرک کے مفہوم میں شامل ہے۔"

برکت...... قرآن کی روشنی میں

کوئی بھی مومن جب کسی چیز سے برکت حاصل کرتا ہے تو عقیدہ صحیحہ کے مطابق وہ مؤثر حقیقی اس ذات وحدہ لاشریک اللہ رب العزت کو مانتا ہے جس کے قبضۂ قدرت میں تمام سعادتیں اور برکتیں ہیں۔ وہی ذات جب کسی کو برکت سے نواز دیتی ہے تو پھر وہ شخصیت ہو یا کوئی جگہ یا کوئی شے سب بابرکت اور مبارک ہو جاتی ہیں۔ کسی کو منبعِ فیوض وبرکات اور باسعادت بنانے کا اختیار اسی کے پاس ہے۔

قرآن کریم میں برکت کے تصور کے بارے میں آیات درج ذیل ہیں:

(i) خاندان ابراہیم علیہ السلام پر...... برکتوں کی بارشیں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے طرح طرح کی آزمائش میں مبتلا کیا۔

کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو	آگ میں ڈالا گیا
کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو	اپنی بیوی، بچے کو صحرا میں چھوڑنے کا حکم ہوا
کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو	بیٹے کے گلے پر چھری چلانے کا حکم ہوا
کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو	تعمیر کعبہ کی دشوار ذمہ داری سونپی گئی

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت ان آزمائشوں میں پورے اترے تو اللہ کریم نے ارشاد فرمایا:

رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

''اے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں، بیشک وہ قابل ستائش (ہے) بزرگی والا ہے۔'' (پ:۱۲، ھود:۷۳)

(ii) حضرت عیسیٰ علیہ السلام...... برکتوں کے پیکر

اللہ کریم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بابرکت فرمایا ہے۔

وَّ جَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ ۪ وَ اَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا ○

''اور میں جہاں کہیں بھی رہوں اس نے مجھے سراپا برکت بنایا ہے اور میں جب تک (بھی) زندہ ہوں اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم فرمایا ہے۔''

(پ:۱۶، مریم:۳۱)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام سراپا برکت ہیں تو گویا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش میں	برکت کا ثبوت ہے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پنگھوڑے میں گفتگو کرنے میں	برکت کا ثبوت ہے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مردوں کو زندہ کرنے میں — برکت کا ثبوت ہے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کوڑھی کو تندرست کرنے میں — برکت کا ثبوت ہے
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مادرزاد اندھے کو بینا کرنے میں — برکت کا ثبوت ہے

(iii) قرآن کریم......برکتوں بھری کتاب ہے

قرآن کریم ایسی لازوال کتاب ہے کہ جس کو پڑھنا بھی ثواب ہے......جس کو پڑھانا بھی ثواب ہے......جس کو چھونا بھی ثواب ہے......جس کو چومنا بھی ثواب ہے......جس کو دیکھنا بھی ثواب ہے......سینے سے لگانا بھی ثواب ہے......آنکھوں سے مس کرنا بھی ثواب ہے......

ہاں! ہاں! قرآن ایسی برکت والی کتاب ہے......کہ!

قرآن پڑھنے والا — قاری بن جاتا ہے
قرآن سننے والا — سامع بن جاتا ہے
قرآن یاد کرنے والا — حافظ بن جاتا ہے
قرآن کا ترجمہ کرنے والا — مترجم بن جاتا ہے
قرآن کی تفسیر کرنے والا — مفسر بن جاتا ہے
قرآن سکھانے والا — معلم بن جاتا ہے
قرآن کا علم پھیلانے والا — مبلغ بن جاتا ہے
قرآن پر عمل کرنے والا — ولی بن جاتا ہے

اور ولیوں میں سے بھی کوئی تو ولی بن جاتا ہے
کوئی ولیوں کا امام غوث جلی بن جاتا ہے

شاعر نے اس بات کی ترجمانی یوں کی ہے کہ

حب سلاطین عالم اپنی جگہ ہیں
مدینے کا سلطان اپنی جگہ ہے

بدلتی رہی آسمانی کتابیں
محمد ﷺ کا قرآن اپنی جگہ ہے

اللہ کریم نے قرآن کو بے شمار صفات اور خوبیوں والا بتایا ہے۔ قرآن کی ایک خوبی اس کا بابرکت ہونا بھی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ

"اور یہ (وہ) کتاب ہے جسے ہم نے نازل فرمایا ہے، بابرکت ہے، جو کتابیں اس سے پہلے تھیں ان کی (اصلاً) تصدیق کرنے والی ہے۔"

(پ:۷، الانعام:۹۲)

قرآن سن کر......

کافر، مسلمان ہو گئے — یہ قرآن کی برکت ہے
عمر رضی اللہ عنہ تائب ہو گئے — یہ قرآن کی برکت ہے
عبداللہ بن عباس مفسر بن گئے — یہ قرآن کی برکت ہے
بے نمازی، نمازی بن گئے — یہ قرآن کی برکت ہے
ظالم، نرم دل ہو گئے — یہ قرآن کی برکت ہے
بادشاہ، عاجز ہو گئے — یہ قرآن کی برکت ہے
عام آدمی، صحابی بن گئے — یہ قرآن کی برکت ہے

؎ اس قرآن دے پاک سپارے نیں
جنہاں بیڑے پار اتارے نیں
انہاں وچ عشق دے اشارے نیں
پڑھو لا الٰہ الا اللہ یا محمد پاک رسول اللہ

(iv) بیت اللہ شریف...... برکتوں کا خزانہ

بیت اللہ کو دیکھنے سے آنکھوں کو نور ملتا ہے

بیت اللہ کو دیکھنے سے دل کو سرور ملتا ہے

بیت اللہ کو دیکھنے سے گناہوں سے چھٹکارا ملتا ہے

بیت اللہ کو دیکھنے سے دعا کو اجابت کا سہرا ملتا ہے

بیت اللہ کو دیکھنے سے عزت کا تاج ملتا ہے

کیونکہ اللہ کریم نے بیت اللہ شریف کو برکت والا گھر بنایا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِیْنَ۝

''بیشک سب سے پہلا گھر جو لوگوں (کی عبادت) کے لیے بنایا گیا وہی ہے جو مکہ میں ہے برکت والا ہے اور سارے جہان والوں کے لیے (مرکز) ہدایت ہے۔'' (پ۴، آل عمران:۹۶)

(v) زیتون...... بہت مبارک ہے

قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَیْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِیَّةٍ وَّلَا غَرْبِیَّةٍ

''(یہ چراغ نبوت) جو زیتون کے مبارک درخت سے (یعنی عالم قدس کے بابرکت رابطہ وحی سے یا انبیاء و رسل ہی کے مبارک شجرۂ نبوت سے) روشن ہوا ہے نہ (فقط) شرقی ہے اور نہ غربی (بلکہ اپنے فیض نور کی وسعت میں عالمگیر ہے)'' (پ۱۸، النور:۳۵)

اللہ کریم نے زیتون کے درخت کو بابرکت بنایا ہے۔ زیتون کے درخت سے حاصل ہونے والے پھل کے بے پناہ فوائد ہیں۔

زیتون کا تیل	دل کی حفاظت کرتا ہے
زیتون کا تیل	وزن میں کمی لاتا ہے
زیتون کا تیل	کینسر کا خاتمہ کرتا ہے
زیتون کا تیل	بواسیر میں فائدہ دیتا ہے
زیتون کا تیل	شوگر سے محفوظ رکھتا ہے
زیتون کا تیل	جلد کی حفاظت کرتا ہے

(vi) اس کرتے کی عظمت پہ...... لاکھوں سلام

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے دھوکہ سے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال دیا تو مصر کے چند تاجر انہیں اپنے ساتھ مصر لے گئے۔ جس کی وجہ سے حضرت یوسف علیہ السلام اپنے باپ حضرت یعقوب علیہ السلام سے جدا ہو گئے۔ اس جدائی کو کئی سال گزر گئے لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے کی جدائی نہ بھولے تھے اور آنسو بہا بہا کر نابینا ہو گئے۔ کئی سال کے بعد جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے بھائیوں کے توسط سے باپ کی بینائی جانے کا حال معلوم ہوا تو انہوں نے اپنا قمیص تبرک کے لیے اپنے والد محترم حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس بھیجا۔

قرآن کریم میں یہ واقعہ یوں درج ہے کہ

اِذْهَبُوْا بِقَمِیْصِیْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰی وَجْهِ اَبِیْ یَاْتِ بَصِیْرًا ۚ

”(حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا:) میری یہ قمیص لے جاؤ، سوا سے میرے باپ (حضرت یعقوب علیہ السلام) کے چہرے پر ڈال دینا، وہ بینا ہو جائیں گے۔“ (پ:۱۳، یوسف:۹۳)

اس کے بعد قرآن میں آتا ہے:

فَلَمَّاۤ اَنْ جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ

”پھر جب خوشخبری سنانے والا آپہنچا اس نے وہ قمیص یعقوب (علیہ السلام)

کے چہرے پر ڈال دیا تو اسی وقت ان کی بینائی لوٹ آئی۔“

(پ:۱۳، یوسف:۹۶)

ان آیاتِ کریمہ میں پتہ چلتا ہے کہ

☆......حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی لوٹانے والی ذات حقیقی خالق کائنات کی تھی۔ پس ان کی بینائی اللہ تعالیٰ کی قدرت سے لوٹی لیکن اس کا سبب حضرت یوسف علیہ السلام کا قمیص بنا۔

☆......حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص سے حضرت یعقوب علیہ السلام کی بینائی کے لوٹ آنے سے اللہ تعالیٰ نے تا قیامت آنے والے انسانوں کو یہ پیغام دیا ہے کہ اس دنیا میں بعض ذوات، اشیاء اور اماکن وغیرہ اللہ عزوجل کے ہاں غیر معمولی قدر و منزلت رکھتے ہیں جن کو برکت سے نوازا گیا ہے۔ ان کی وجہ سے بیمار شفایاب ہوتے ہیں۔ دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اور گناہوں کی بخشش و مغفرت ملتی ہے۔

☆......غیر نبی سے بھی برکت حاصل کرنا سنت انبیاء علیہم السلام ہے۔

اور یہ بھی پتہ چلا کہ

نبی کی ذات میں	برکت ہوتی ہے
نبی کے کلام میں	برکت ہوتی ہے
نبی کے طعام میں	برکت ہوتی ہے
نبی کے فرمان میں	برکت ہوتی ہے
نبی کے اعلان میں	برکت ہوتی ہے
نبی کے مکان میں	برکت ہوتی ہے
نبی کے لباس میں	برکت ہوتی ہے
نبی کی تلاوت میں	برکت ہوتی ہے
نبی کی عبادت میں	برکت ہوتی ہے

نبی کی سخاوت میں ۔۔۔ برکت ہوتی ہے

(vii) ان قدموں کی برکت پہ......لاکھوں سلام

مقام ابراہیم ایک مقدس پتھر ہے جو کعبہ معظمہ سے چند گز کی دوری پر رکھا ہوا ہے۔ یہ وہی پتھر ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کعبہ مکرمہ کی تعمیر فرمارہے تھے تو جب دیواریں سر سے اونچی ہو گئیں تو اسی پتھر پر کھڑے ہو کر آپ نے کعبہ معظمہ کی دیواروں کو مکمل فرمایا۔ یہ آپ کے قدموں کی برکت تھی کہ یہ پتھر موم کی طرح نرم ہو گیا اور آپ کے دونوں مقدس قدموں کا اس پتھر پر بہت گہرا نشان پڑ گیا۔ آپ کے قدموں کے مبارک نشان کی بدولت اس مبارک پتھر کی فضیلت و عظمت میں چار چاند لگ گئے۔ یہ پتھر باعث خیر و برکت اور قابلِ تکریم و تعظیم ہو گیا۔ لوگ اس سے برکت حاصل کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ

ابراہیم (علیہ السلام) کے کھڑے ہونے کی جگہ کو مقام نماز بنالو۔ (پ:۱، البقرہ:۱۲۵)

چار ہزار برس کے طویل زمانے سے اس بابرکت پتھر پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مبارک قدموں کے نشان موجود ہیں۔ اس طویل مدت سے یہ پتھر کھلے آسمان کے نیچے زمین پر رکھا ہوا ہے۔ اس پر چار ہزار برساتیں گزر گئیں، ہزاروں آندھیوں کے جھونکے اس سے ٹکرائے۔ بارہا حرم کعبہ میں پہاڑی نالوں سے برسات میں سیلاب آیا اور یہ مقدس پتھر سیلاب کے تیز دھاروں میں ڈوبا رہا۔ کروڑوں انسانوں نے اس پر ہاتھ پھیرا مگر اس کے باوجود آج تک حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے جلیل القدر قدموں کے نشان اس پتھر پر باقی ہیں۔

(viii) انبیاء کی نسبت پہ......لاکھوں سلام

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے تبرکات کا ذکر قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ اہتمام کے ساتھ فرمایا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

اور ان کے نبی نے ان سے فرمایا اس کی سلطنت (کے من جانب اللہ ہونے) کی نشانی یہ ہے کہ تمہارے پاس صندوق آئے گا اس میں تمہارے رب کی طرف سے سکونِ قلب کا سامان ہوگا اور کچھ آلِ موسیٰ اور آلِ ہارون کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہوں گے اسے فرشتوں نے اٹھایا ہوگا۔ اگر تم ایمان والے ہو تو بے شک اس میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے۔

(پ:۲، البقرہ:۲۴۸)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''مؤرخین بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام پر ایک تابوت نازل فرمایا جس میں سیدنا آدم علیہ السلام کی اولاد میں سے انبیاء علیہم السلام کی تصاویر تھیں وہ تابوت اولادِ آدم میں وراثتاً منتقل ہوتے ہوئے حضرت یعقوب علیہ السلام تک پہنچا، پھر یہ بنی اسرائیل کے قبضے میں رہا۔ اور جب ان کے درمیان کسی مسئلے پر اختلاف ہوتا تو یہ تابوت کلام کرتا اور فیصلہ سناتا اور جب وہ کسی جنگ کے لیے جاتے تو اپنے آگے اس تابوت کو رکھتے جس کے ذریعے وہ اپنے دشمنوں پر فتح پاتے۔'' (تفسیر کبیر:۶/۱۴۹)

امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ معالم التنزیل میں آیت وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ سے مراد حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہما السلام کے تبرکات لیتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:

''(وَبَقِيَّةٌ مِمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ) آل سے مراد خود حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے تبرکات ہیں اس میں

تورات کی دو مکمل تختیاں اور کچھ ان تختیوں کے کوٹے ہوئے ٹکڑے تھے۔

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور نعلین اور حضرت ہارون علیہ السلام کا عمامہ اور عصا اور (جنت کا کھانا) من جو بنی اسرائیل پر نازل ہوتا تھا اس کا ٹکڑا بھی اس میں شامل تھا۔"

قابل قدر بہنو!

پتہ چلا کہ

نبی کے عصا میں	برکت ہوتی ہے
نبی کے نعلین میں	برکت ہوتی ہے
نبی کے عمامہ میں	برکت ہوتی ہے
نبی کے کھانے میں	برکت ہوتی ہے

فائدہ

جب بنی اسرائیل کو اپنے انبیاء علیہم السلام کے تبرکات کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے طرح طرح کے دینوی و اخروی اور ظاہر و باطنی فوائد عطا فرمائے تھے جس پر قرآن مجید خود شاہد ہے تو کیا امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قلبی نسبت و تعلق اور سچی محبت و ادب کے ذریعے ظاہری و باطنی تبرکات و فیوضات نصیب نہیں ہوں گے؟ یقیناً پہلی امتوں سے کہیں زیادہ بڑھ کر نصیب ہوں گے۔ جو لوگ آج بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا قلبی و روحانی رشتہ قائم کر لیتے ہیں وہ اپنی زندگی میں اب بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الطاف کریمانہ اور فیضان کے نظارے کرتے ہیں اور برکات حاصل کرتے ہیں۔

برکاتِ مصطفیٰ ﷺ......حدیث کی روشنی میں

نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے برکات

نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار برکات ہیں مثلاً۔

نام محمد کی برکت سے شفاعت کا دروازہ کھلتا ہے
نام محمد کی برکت سے اسلام کا دروازہ کھلتا ہے
نام محمد کی برکت سے قبر میں نور کا دروازہ کھلتا ہے
نام محمد کی برکت سے جنت کا دروازہ کھلتا ہے
نام محمد کی برکت سے توبہ کا دروازہ کھلتا ہے
نام محمد کی برکت سے آسمانوں کا دروازہ کھلتا ہے

شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ہادیٔ دو جہاں مہدیٔ ہر زماں
ہر طرح کی ہدایت ترا نام ہے
تجھ کو حق نے عطا کی ہیں سب قدرتیں
لائق شان قدرت تیرا نام ہے

صبح وشام......برکت نازل ہوتی ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جس نے میرے نام سے برکت کی امید کرتے ہوئے میرے نام پر نام رکھا، قیامت تک صبح وشام اس پر برکت نازل ہوتی رہے گی۔''

(کنز العمال، کتاب النکاح:۱۶/۱۷۵، الرقم:۴۵۲۱۳)

باپ اور بیٹا......دونوں جنت میں جائیں گے

حضرت سیدنا ابو امامہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: جس کے ہاں بیٹا پیدا ہو اور میری محبت اور حصول برکت کے لیے اس کا نام محمد رکھے۔

كَانَ هُوَ وَمَوْلُوْدُهُ فِي الْجَنَّةِ

وہ شخص اور اس کا بیٹا دونوں جنت میں جائیں گے۔ (ایضاً، الرقم: ۴۵۲۱۵)

؎ کیڈا سوہنا نام محمد دا اس ناں دیاں ریساں کون کرے
دو جگ تے سایہ رحمت دا ایہدی چھاں دیاں ریساں کون کرے
جو سوہنے نے فرمایا اے، اونہاں سن کے سیس نوایا اے
بے مثل محمد عربی دے سجناں دیاں ریساں کون کرے

دست رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک ہاتھ ہزاروں باطنی اور روحانی فیوض و برکات کے حامل تھے۔ جس کسی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھ سے مس کیا اس کی قسمت ہی بدل گئی۔ وہ ہاتھ کسی بیمار کو لگا تو نہ صرف یہ کہ وہ تندرست و شفایاب ہو گیا بلکہ اس خیر و برکت کی تاثیر تادم آخر وہ اپنے قلب و روح میں محسوس کرتا رہا...... کسی کے سینے کو یہ ہاتھ لگا تو اسے علم و حکمت کے خزانوں سے مالا مال کر دیا...... بکری کے خشک تھنوں میں اس دست اقدس کی برکت اتری تو وہ عمر بھر دودھ دیتی رہی...... توشہ دان میں موجود گنتی کی چند کھجوروں کو ان ہاتھوں نے مس کیا تو اس سے سالوں تک منوں کے حساب کھانے والوں نے کھجوریں کھائیں مگر پھر بھی اس ذخیرہ میں کمی نہ آئی۔

(i) شفاؤں کی خیرات ہے...... دست رسول میں

حضرت ذیال بن عبید رضی اللہ عنہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک جلیل القدر صحابی حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ایک دفعہ ان کے والد نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے حق میں دعائے خیر کے لیے عرض کیا:

فَمَسَحَ رَأْسَهُ وَقَالَ: بَارَكَ اللهُ فِيْكَ

۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک ان کے سر پر پھیرا اور فرمایا: اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے۔(مسند احمد بن حنبل: ۵/۶۸)

وست مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتیں حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئیں اس حوالے سے حضرت ذیال رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَرَأَيْتُ حَنْظَلَةَ يُؤْتَى بِالْإِنْسَانِ الْوَارِمِ وَجْهُهُ أَوِ الْبَهِيْمَةِ الْوَارِمَةِ الضَّرْعُ فَيَتْفُلُ عَلٰى يَدَيْهِ وَ يَقُوْلُ: بِسْمِ اللهِ وَيَضَعُ يَدَهُ عَلٰى رَأْسِهٖ وَ يَقُوْلُ عَلٰى مَوْضِعِ كَفِّ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَمْسَحُهُ عَلَيْهِ وَقَالَ ذَيَّالٌ فَيَذْهَبُ الْوَرَمُ ۔

''میں نے دیکھا کہ جب کسی شخص کے چہرے پر یا چوپائے کے تھنوں پر ورم ہو جاتا تو لوگ اسے حضرت حنظلہ رضی اللہ عنہ کے پاس لے آتے اور وہ اپنے ہاتھ پر اپنا لعاب دہن ڈال کر بسم اللہ پڑھتے پھر اپنا ہاتھ اپنے سر پر اس جگہ رکھتے جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دست اقدس لگا تھا خاص اس جگہ کو مس کرتے۔ اور پھر وہ ہاتھ ورم کی جگہ پر مل دیتے۔ حضرت ذیال فرماتے ہیں ان کے اس عمل سے ورم فوراً اتر جاتا''۔

(مسند احمد بن حنبل: ۵/۶۸، المعجم الکبیر: ۴/۶، الرقم: ۳۴۷۷)

(۳) ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا.....لاکھوں سلام

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو زید انصاری رضی اللہ عنہ کے سر اور داڑھی پر اپنا دست اقدس پھیرا تو اس کی برکت نے ۱۰۰ سال سے زائد عمر پانے کے باوجود ان کے سر اور داڑھی کا ایک بال بھی سفید نہ ہوا۔ اس واقعہ کو وہ خود روایت کرتے ہیں:

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: اُدْنُ مِنِّيْ، قَالَ: فَمَسَحَ بِيَدِهٖ عَلٰى رَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ، قَالَ، ثُمَّ قَالَ: اَللّٰهُمَّ جَمِّلْهُ

وَاَدِمْ جَمَالَہٗ، قَالَ: فَلَقَدْ بَلَغَ بِضْعًا وَمِائَۃَ سَنَۃٍ، وَمَا فِیْ رَأْسِہٖ وَلِحْیَتِہٖ بَیَاضٌ اِلَّا نَبْذٌ یَسِیْرٌ وَلَقَدْ کَانَ مُنْبَسِطَ الْوَجْہِ وَلَمْ یَنْقَبِضْ وَجْھُہٗ حَتّٰی مَاتَ۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ میرے قریب ہو جاؤ۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سر اور داڑھی پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دعا کی: الٰہی! اسے زینت بخش اور ان کے حسن و جمال کو دوام بخش دے۔ راوی کہتے ہیں کہ انہوں نے ۱۰۰ سال سے زیادہ عمر پائی، لیکن ان کے سر اور داڑھی کے بال سفید نہیں ہوئے سیاہ رہے، ان کا چہرہ صاف اور روشن رہا اور تا دم آخر ایک ذرہ بھر شکن بھی چہرہ پر نمودار نہ ہوئی۔" (مسند احمد بن حنبل: ۵/۷۷، الاصابہ: ۴/۵۹۹، الرقم: ۵۷۶۳)

اس سے پتہ یہ چلتا ہے کہ

آج کے لوشن میں وہ طاقت نہیں — جو دست رسول میں ہے
کریم میں وہ طاقت نہیں — جو دست رسول میں ہے
پرفیوم میں وہ طاقت نہیں — جو دست رسول میں ہے
میک اپ میں وہ طاقت نہیں — جو دست رسول میں ہے
پاؤڈر میں وہ طاقت نہیں — جو دست رسول میں ہے

کہ ایک بار دست رسول چہرہ پر پھیرا تو پھر زندگی بھر چہرہ پر شکن تک نمودار نہ ہوئی۔

(iii) اکیس کھجوریں......منوں میں بدل گئیں

آج کے کھربوں میں وہ برکت کہاں — جو دست رسول میں ہے
آج کے اربوں میں وہ برکت کہاں — جو دست رسول میں ہے
آج کے کروڑوں میں وہ برکت کہاں — جو دست رسول میں ہے
آج کے لاکھوں میں وہ برکت کہاں — جو دست رسول میں ہے

آج کے ٹنوں میں وہ برکت کہاں جو دست رسول میں ہے

آج کے منوں میں وہ برکت کہاں جو دست رسول میں ہے

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک جنگ میں سینکڑوں کی تعداد میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم موجود تھے جن کے کھانے کے لیے کچھ نہ تھا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس موقع پر میرے ہاتھ ایک توشہ دان (ڈبہ) لگا، جس میں کچھ کھجوریں تھیں۔ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے استفسار پر میں نے عرض کیا کہ میرے پاس کچھ کھجوریں ہیں۔ فرمایا: لے آؤ۔ میں وہ توشہ دان لے کر حاضر خدمت ہو گیا اور کھجوریں گنیں تو وہ کل اکیس نکلیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس اس توشہ دان پر رکھا اور فرمایا:

"دس آدمیوں کو بلاؤ! میں نے دس افراد بلائے۔ وہ آئے اور خوب سیر ہو کر چلے گئے۔ اسی طرح دس دس آدمی آتے اور سیر ہو کر اٹھ جاتے یہاں تک کہ تمام لشکر نے کھجوریں کھائیں اور پھر بھی کچھ کھجوریں میرے پاس توشہ دان میں باقی رہ گئیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابو ہریرہ! جب تم اس توشہ دان سے کھجوریں نکالنا چاہو ہاتھ ڈال کر ان میں سے نکال لیا کرو۔ لیکن توشہ دان نہ الٹنا۔"

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس سے کھجوریں کھاتا رہا اور پھر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حتیٰ کہ عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پورے عہد خلافت تک اس میں سے کھجوریں کھاتا رہا اور خرچ کرتا رہا۔ جب عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو جو کچھ میرے پاس تھا وہ چوری ہو گیا اور وہ توشہ دان بھی میرے گھر سے [illegible] نے اس میں سے کتنی کھجوریں کھائی

ہوں گی؟ کم و بیش دو سو وسق سے زیادہ۔"

(ابن کثیر، البدایۃ والنہایۃ: ۶/۱۱۷، الخصائص الکبریٰ: ۲/۸۵)

یہ سب کچھ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کی برکتوں کا نتیجہ تھا کہ سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس توشہ دان سے منوں کے حساب سے کھجوریں نکالیں پھر بھی تادم آخر وہ ختم نہ ہوئیں۔

موئے مبارک کی برکات

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات کو حاصل کرنے کا کوئی موقع ضائع نہیں جانے دیتے تھے۔ جس چیز کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جاتی اسے وہ دنیا و مافیہا سے عزیز تر جانتے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے عمل سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر یہ شعور پیدا کر دیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و تبرکات کو محفوظ رکھتے اور ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے اور ان سے برکت حاصل کرتے۔

(i) مبارک ٹوپی سے...... فتح یاب ہو گئے

تاریخ واقدی اور دیگر کتب سیر میں مروی ہے کہ جب شام میں خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جبلہ بن ایہم کی قوم کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے ایک روز مسلمانوں کے قلیل لشکر کا دشمن سے آمنا سامنا ہوا تو انہوں نے رومیوں کے بڑے افسر کو مار دیا۔ اس وقت جبلہ نے تمام رومی اور عرب فوج کو یکبارگی حملہ کرنے کا حکم دیا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی حالت نہایت نازک تھی اور رافع ابن عمر طائی نے خالد رضی اللہ عنہ سے کہا: "آج معلوم ہوتا ہے کہ ہماری قضا آگئی۔" خالد رضی اللہ عنہ نے کہا: سچ کہتے ہو اس کی وجہ یہ ہے کہ میں وہ ٹوپی بھول آیا ہوں جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں۔ ادھر یہ حالت تھی اور ادھر رات ہی کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو

عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو جو فوج کے سپہ سالار تھے خواب میں زجر و توبیخ فرمائی کہ تم اس وقت خواب غفلت میں پڑے ہوا اٹھو اور فوراً خالد بن ولید کی مدد کو پہنچو کہ کفار نے ان کو گھیر لیا ہے۔ اگر تم اس وقت جاؤ گے تو وقت پر پہنچ جاؤ گے۔

ابو عبیدہ نے اسی وقت لشکر کو حکم دیا کہ جلد تیار ہو جائے چنانچہ وہاں سے وہ مع فوج یلغار کے لیے روانہ ہوئے۔ راستے میں کیا دیکھتے ہیں کہ فوج کے آگے آگے نہایت سرعت سے ایک سوار گھوڑا دوڑاتے ہوئے چلا جا رہا ہے اس طرح کہ کوئی اس کی گرد کو نہیں پہنچ سکتا تھا۔ انہوں نے خیال کیا کہ شاید کوئی فرشتہ ہے جو مدد کے لیے جا رہا ہے مگر احتیاطاً چند تیز رفتار سواروں کو حکم کیا کہ اس سوار کا حال دریافت کریں، جب قریب پہنچے تو پکار کر اس جوان کو توقف کرنے کے لیے کہا۔ یہ سنتے ہی وہ جسے ہم جوان سمجھ رہے تھے رکا تو ہم نے دیکھا کہ وہ تو خالد بن ولید کی اہلیہ محترمہ تھیں۔

ان سے حال دریافت کیا گیا تو وہ گویا ہوئیں کہ اے امیر! جب رات کے وقت میں نے سنا کہ آپ نے نہایت بے تابی سے لوگوں سے فرمایا کہ خالد بن ولید کو دشمن نے گھیر لیا تو میں نے خیال کیا کہ وہ ناکام کبھی نہ ہوں گے کیونکہ ان کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک ہیں۔ مگر اتفاقاً ان کی ٹوپی پر نظر پڑی جو وہ گھر بھول آئے تھے اور جس میں موئے مبارک تھے۔ بعجلت تمام میں نے ٹوپی لی اور اب چاہتی ہوں کہ کسی طرح اس کو ان تک پہنچا دوں۔

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جلدی سے جاؤ۔ خدا تمہیں برکت دے۔ چنانچہ وہ گھوڑے کو ایڑی لگا کر آگے بڑھ گئیں۔ حضرت رافع بن عمر جو حضرت خالد رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے بیان کرتے ہیں کہ ہماری یہ حالت تھی کہ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے تھے۔ یکبارگی تہلیل و تکبیر کی آوازیں بلند ہوئیں۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو تجسس ہوا کہ یہ آواز کدھر سے آرہی ہے کہ یکایک ان کی رومی سواروں پر نظر پڑی جو بدحواس ہو کر بھاگے چلے آرہے تھے اور ایک سوار ان کا پیچھا کر رہا تھا۔ حضرت خالد رضی اللہ عنہ گھوڑا

دوڑا کر اس سوار کے قریب پہنچے اور پوچھا کہ اے جوانمرد تو کون ہے؟ آواز آئی کہ میں تمہاری اہلیہ ام تمیم ہوں اور تمہاری مبارک ٹوپی لائی ہوں جس کی برکت سے تم دشمن پر فتح پایا کرتے تھے۔

راویٔ حدیث قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب خالد رضی اللہ عنہ نے ٹوپی پہن کر کفار پر حملہ کیا تو لشکر کفار کے پاؤں اکھڑ گئے اور لشکر اسلام کو فتح نصیب ہوئی۔

(محمد انوار اللہ فاروقی، مقاصد اسلام: ۹/۲۷۳-۲۷۵)

فائدہ

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو موئے مبارک میں جو برکت دکھائی دیتی تھی وہ اہل عقول کی سمجھ میں نہیں آسکتی کہ وہ کیا چیز ہے حسی یا معنوی جو بالوں کے اندر رہتی ہے یا سطح بالائی پر وہ چاہے کتنی ہی موشگافیاں کریں ان کے لیے اس کا سمجھنا مشکل ہے۔ اس روایت سے سب مشکلات حل ہو گئیں اور معلوم ہو گیا کہ مشکل سے مشکل کاموں میں آسانی اور امداد غیبی کا مل جانا اس برکت کا ایک ادنیٰ سا کرشمہ تھا۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ مجھے فتح موئے مبارک کی برکت سے حاصل ہوتی تھی۔

(ii) سچے عاشق...... جو شفایاب ہو گئے

موئے مبارک کی کرامات و برکات کے حوالے سے ائمہ وصالحین کے بعض ذاتی مشاہدات کا ذکر بھی کتب سیر و تواریخ میں ملتا ہے۔ ائمہ متاخرین میں سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم علمی و فکری شخصیت سے کون متعارف نہ ہوگا۔ انہوں نے اپنی کتاب ''الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین'' اور ''انفاس العارفین'' میں اپنے والد گرامی حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی قدس سرہ العزیز کی بیماری کا واقعہ ان کی زبانی خود بیان کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ایک مرتبہ اتنا سخت بخار ہوا کہ زندگی بچنے کی امید نہ رہی۔ اسی دوران مجھ پر غنودگی سی طاری ہوئی۔ اندریں حال میں نے حضرت شیخ عبدالعزیز کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ بیٹے عبدالرحیم! تمہاری عیادت کو حضور نبی

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہاری عیادت کے لیے تشریف لانے والے ہیں اور سمت کا تعین کرتے ہوئے فرمایا کہ جس طرف تمہاری پائنتی ہے اس طرف سے آپ تشریف لائیں گے۔ سو تمہارے پاؤں اس رخ پر نہیں ہونے چاہئیں۔

مجھے غنودگی کے عالم سے کچھ افاقہ ہوا مگر بولنے کی طاقت نہ تھی چنانچہ حاضرین کو اشارے سے سمجھایا کہ میری چارپائی کا رخ تبدیل کردیں بس اسی لمحے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كَيْفَ حَالُكَ يَا بُنَيَّ؟

بیٹے عبدالرحیم! تمہارا کیا حال ہے؟

بس پھر کیا تھا آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی شیریں گفتار اور رس بھرے بول نے میری دنیا ہی بدل دی جس سے مجھ پر یہ وجد و بکاء اور اضطراب کی عجیب کیفیت طاری ہوئی۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میرے سرہانے تشریف فرما تھے اور مجھے اپنی آغوش میں لئے ہوئے تھے۔

فرط جذبات سے مجھ پر گریہ وزاری کی وہ کیفیت طاری ہوئی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قمیص مبارک میرے آنسوؤں سے تر ہوگیا اور آہستہ آہستہ اس رقت وگداز سے مجھے قرار وسکون نصیب ہوا۔ اچانک میرے دل میں خیال گزرا کہ میں تو مدت سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کا آرزومند ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا کرم ہوگا اگر اس وقت میری یہ آرزو پوری فرمادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میرے اس خیال سے آگاہ ہوئے اور اپنی ریش مبارک پر ہاتھ پھیر کر دو موئے مبارک میرے ہاتھ میں تھما دیے۔

پھر مجھے خیال آیا کہ کہیں میں تو شاید خواب دیکھ رہا ہوں جب بیدار ہوں گا تو خدا جانے یہ بال محفوظ رہیں یا نہ رہیں تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس خیال کو بھی جان گئے اور فرمایا کہ یہ عالم بیداری میں بھی تمہارے پاس محفوظ رہیں گے۔ بس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے

صحت کلی اور درازیٔ عمر کی بشارت عطا فرمائی۔ مجھے اسی لمحے افاقہ ہوا اور میں نے چراغ منگوا کر دیکھا تو وہ موئے مبارک میرے ہاتھ سے غائب تھے۔ اس پر مجھے سخت اندیشہ اور پریشانی لاحق ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے آگاہ فرمایا کہ بیٹے میں نے دونوں بالوں کو تیرے تکیہ کے نیچے رکھا ہے یہ وہاں سے تجھے ملیں گے۔ جب مجھے افاقہ ہوا تو میں اٹھا اور انہیں اسی جگہ پایا۔ میں نے تعظیم و اکرام کے ساتھ انہیں ایک جگہ محفوظ کر لیا۔ اس کے بعد بخار ختم ہوا، تمام کمزوری دور ہو گئی اور مجھے صحت کلی نصیب ہوئی۔

(شاہ ولی اللہ' انفاس العارفین' ص: ۴۰'۴۱)

فائدہ

ان موئے مبارک کے خواص میں تین خواص درج ذیل ہیں۔

(۱)...... یہ آپس میں جڑے ہوئے رہتے تھے جوں ہی درود شریف پڑھا جاتا یہ دونوں الگ الگ سیدھے کھڑے ہو جاتے تھے اور درود شریف ختم ہوتے ہی پھر اصلی حالت اختیار کر لیتے تھے۔

(۲)...... ایک مرتبہ تین منکرین نے امتحان لینا چاہا اور ان موئے مبارک کو دھوپ میں لے گئے۔ غیب سے فوراً بادل کا ایک ٹکڑا ظاہر ہوا جس نے ان موئے مبارک پر سایہ کر لیا حالانکہ اس وقت چلچلاتی دھوپ پڑ رہی تھی۔ ان میں سے ایک تائب ہو گیا۔ جب دوسری اور تیسری مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا تو باقی دونوں بھی تائب ہو گئے۔

(۳)...... ایک مرتبہ کئی لوگ موئے مبارک کی زیارت کے لیے جمع ہو گئے۔ شاہ صاحب نے ہر چند کوشش کی مگر تالا نہ کھلا، اس پر شاہ صاحب نے مراقبہ کیا تو پتہ چلا کہ ان میں ایک شخص جنبی ہے۔ شاہ صاحب نے پردہ پوشی کرتے ہوئے سب کو تجدید طہارت کا حکم دیا۔ جنبی کے دل میں چور تھا۔ جوں ہی وہ مجمع میں سے نکلا فوراً قفل کھل گیا اور سب نے موئے مبارک کی زیارت کر لی۔

پھر والد بزرگوار نے عمر کے آخری حصے میں ان کو بانٹ دیا جن میں ایک مجھے بھی

مرحمت فرمایا جواب تک میرے پاس موجود ہے۔ (شاہ ولی اللہ، انفاس العارفین، ص:۴۰، ۴۱)

امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا نے کیا خوب ارشاد فرمایا:

؎ مجھ سے بیکس کی دولت پہ لاکھوں درود
مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام
ہم غریبوں کے آقا پہ بے حد درود
ہم فقیروں کی ثروت پہ لاکھوں سلام

(iii) روئے زمین کی......سب سے بڑی دولت

حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

لَاَنْ یَکُوْنَ عِنْدِیْ مِنْهُ شَعَرَةٌ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کُلِّ صَفْرَاءَ وَبَیْضَاءَ اَصْبَحَتْ عَلٰی وَجْهِ الْاَرْضِ وَفِیْ بَطْنِهَا

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک بالوں میں سے ایک بال کا میرے پاس ہونا مجھے روئے زمین کے تمام ظاہری اور پوشیدہ خزانوں، سونے اور چاندی کے حصول سے زیادہ محبوب ہے۔''

(مسند احمد بن حنبل:۳/۲۵۶، الرقم:۱۳۷۱۰، السنن الکبریٰ:۲/۴۲۷، الرقم:۴۰۳۲)

اے امت مسلمہ!

سونے سے بڑھ کر	سرکار سے پیار کرو
چاندی سے بڑھ کر	سرکار سے پیار کرو
مال سے بڑھ کر	سرکار سے پیار کرو
جان سے بڑھ کر	سرکار سے پیار کرو
اولاد سے بڑھ کر	سرکار سے پیار کرو
کاروبار سے بڑھ کر	سرکار سے پیار کرو
کائنات سے بڑھ کر	سرکار سے پیار کرو

باپ سے بڑھ کر — سرکار سے پیار کرو
ماں سے بڑھ کر — سرکار سے پیار کرو
خاندان سے بڑھ کر — سرکار سے پیار کرو

پھر کیا ہوگا؟

پھر یہ ہوگا کہ اللہ کریم ہمارے گناہ معاف فرمادے گا اور ہم سے پیار کرے گا۔

جو حضور سے پیار کرے — اس کا بیڑہ پار ہے
جو حضور کا عاشق ہے — اللہ کا وہ یار ہے
حضور کی محبت — سب سے پائیدار ہے
محب رسول کیلئے — جنت کا گلزار ہے
اس کی بخشش ہو جائے — رحمت رب تیار ہے
عاشق رسول کے لیے — اللہ کا دیدار ہے
رسول کی عظمت کا جو منکر ہو — اس کو پڑتی مار ہے
رسول کی عظمت کا جو منکر ہو — غدار ہے، غدار ہے
رسول کی عظمت کا جو منکر ہو — خوار ہے، خوار ہے

لعاب دہن کی برکات

مستند احادیث مبارکہ سے ثابت ہوتا ہے کہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم بیماروں کو دم فرماتے اور اپنا مبارک لعاب دہن اپنی انگشت شہادت سے زمین پر ملتے اور اسے منجمد کر کے بیمار شخص کی تکلیف کی جگہ پر ملتے اور اللہ تعالیٰ سے اس کی شفایابی کی دعا فرماتے۔

(i) لعاب دہن...... سے شفا مل جاتی

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب کسی انسان کو تکلیف ہوتی یا کوئی زخم ہوتا تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا لعاب دہن مٹی کے ساتھ ملا کر لگاتے اور [illegible]

کی شفایابی کے لیے یہ مبارک الفاظ دہراتے:

بِسْمِ اللّٰهِ، تُرْبَةُ أَرْضِنَا، بِرِيقَةِ بَعْضِنَا، يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِإِذْنِ رَبِّنَا ۔

''اللہ کے نام سے شفا طلب کر رہا ہوں، ہماری زمین کی مٹی اور ہم میں سے بعض کا لعاب اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارے مریض کو شفا دیتا ہے۔''

(صحیح بخاری: ۲۱۶۸/۵، الرقم: ۵۴۱۳، صحیح مسلم: ۱۷۲۴/۴، الرقم: ۲۱۹۴، سنن ابوداود: ۱۲/۴، الرقم: ۳۸۹۵، سنن ابن ماجہ: ۱۱۶۳/۲، الرقم: ۳۵۲۱)

(ii) لعابِ دہن...... سے کھانے میں برکت ہوگئی

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی تو میں نے دیکھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک لگی ہے۔ میں اپنی بیوی کے پاس آ کر کہنے لگا کہ کھانے کی کوئی چیز ہے؟ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت بھوک کی حالت میں دیکھا ہے۔ اس نے بوری نکالی تو اس میں ایک صاع جو تھے اور ہمارے پاس بکری کا ایک بچہ تھا۔ میں نے بکری کا بچہ ذبح کیا اور بیوی نے جو پیس لیے۔ میں نے گوشت کی بوٹیاں بنا کر انہیں ہانڈی میں ڈال دیا۔

جب میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کی خاطر جانے لگا تو بیوی نے کہا: کہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کے سامنے شرمسار نہ کرنا۔ میں نے حاضر خدمت ہو کر سرگوشی کے انداز میں عرض کی: یا رسول اللہ! ہم نے بکری کا ایک بچہ ذبح کیا ہے۔ اور ہمارے پاس ایک صاع جو کا آٹا ہے۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم چند حضرات کو ساتھ لے کر تشریف لے چلیں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باآواز بلند فرمایا کہ اے خندق والو! جابر نے تمہارے لیے ضیافت کا بندوبست کیا ہے لہٰذا آؤ چلو۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ میرے آنے تک ہانڈی نہ اتارنا اور روٹیاں نہ پکوانا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے آگے آگے تھے۔ جب

میں گھر گیا تو بیوی نے گھبرا کر مجھ سے کہا آپ نے تو میرے ساتھ وہی بات کر دی جس کا خدشہ تھا۔ میں نے کہا تم نے جو کچھ کہا وہ میں نے عرض کر دیا تھا۔

پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹے میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا مانگی۔ پھر ہنڈیا میں لعاب دہن ڈالا اور دعائے برکت کی۔ اس کے بعد فرمایا کہ روٹی پکانے والی ایک اور بلا لو تا کہ میرے سامنے روٹیاں پکائے اور تمہاری ہانڈی سے گوشت نکال کر دیتی جائے اور فرمایا کہ ہانڈی کو نیچے نہ اتارنا۔ کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! سب نے کھانا کھا لیا یہاں تک کہ سارے شکم سیر ہو کر چلے گئے اور کھانا پیچھے بھی چھوڑ گئے۔ دیکھا گیا تو ہانڈی میں اتنا ہی گوشت موجود تھا جتنا پکنے کے لیے رکھا تھا اور ہمارا آٹا بھی اتنا ہی تھا جتنا کہ پکانے سے پہلے تھا۔

(صحیح بخاری: ۴/۱۵۰۵، الرقم: ۳۸۷۶، صحیح مسلم: ۳/۱۶۱۰، الرقم: ۲۰۳۹، مستدرک حاکم: ۳/۳۲، الرقم: ۴۳۲۴)

پسینہ مبارک کی برکات

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر سے ہمیشہ پاکیزہ خوشبو آتی تھی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس خوشبو کو مشک و عنبر اور پھول کی خوشبو سے بڑھ کر پایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے لیے، اپنے بچوں کے لیے اور شادی بیاہ کے موقع پر اپنی بیٹیوں کے لیے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پسینہ مبارک کو حاصل کرتے۔ اس سے برکت کی امید رکھتے اور بڑے اہتمام کے ساتھ اس متاع عزیز کو سنبھال کر رکھتے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے گھر تشریف لے گئے اور وہیں آرام فرمایا۔ جب وہ باہر سے آئیں تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پسینہ مبارک آیا ہوا ہے جو چمڑے کے بستر پر جمع ہو گیا ہے۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا پسینہ مبارک کو پونچھ پونچھ کر

ایک بوتل میں جمع کرنے لگیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

فَفَزِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ: مَا تَصْنَعِیْنَ یَا اُمَّ سُلَیْمٍ؟ فَقَالَتْ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ! نَرْجُوْ بَرَکَتَہٗ لِصِبْیَانِنَا قَالَ: اَصَبْتِ ۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اچانک اٹھ بیٹھے اور فرمایا: اے ام سلیم! کیا کر رہی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہم اس سے اپنے بچوں کے لیے برکت حاصل کریں گے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو نے ٹھیک کیا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴/۱۸۱۵، الرقم: ۲۳۳۱، مسند احمد بن حنبل: ۳/۲۲۱، الرقم: ۱۳۳۹۰، ۱۳۳۹۰)

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیے ہیں
جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیے ہیں

میرے کریم سے گر قطرہ کسی نے مانگا
دریا بہا دیے ہیں دُر بے بہا دیے ہیں

لباس مبارک کی برکات

”مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا کا وصال ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تجہیز و تکفین کے لیے خصوصی اہتمام فرمایا۔ غسل کے بعد جب انہیں قمیص پہنانے کا موقعہ آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کرتہ مبارک عورتوں کو عطا فرمایا اور حکم دیا کہ یہ کرتہ انہیں پہنا کر اوپر کفن لپیٹ دیں۔“

(المعجم الکبیر: ۲۴/۳۵۱، الرقم: ۸۷۱، حلیۃ الاولیاء: ۳/۱۲۱)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرتہ عطا فرمانے کا مقصد یہی سمجھ میں آتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ وہ اس کے فیوض و برکات سے مستفید ہو

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ایک خاتون نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں ایک چادر پیش کی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ زیب تن فرمائی تو ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کتنی حسین چادر ہے۔ مجھے عنایت فرما دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عنایت فرمائی۔ حاضرین میں سے بعض نے اس کو اچھا نہیں سمجھا اور چادر مانگنے والے کو ملامت کی کہ جب تمہیں معلوم تھا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی سائل کو واپس نہیں لوٹاتے تو تم نے یہ چادر کیوں مانگی؟ اس شخص نے جواب دیا:

إِنِّي وَاللهِ مَا سَأَلْتُهُ لِأَلْبَسَهَا، إِنَّمَا سَأَلْتُهُ لِتَكُوْنَ كَفَنِي قَالَ سَهْلٌ: فَكَانَتْ كَفَنَهُ.

”خدا کی قسم! میں نے یہ چادر اس لیے نہیں مانگی کہ اسے پہنوں، میں نے (تو اس کی برکت کی امید سے) اس لیے مانگی ہے کہ یہ مبارک چادر میرا کفن ہو۔

حضرت سہل فرماتے ہیں: کہ یہ مبارک چادر بعد میں ان کا کفن بنی۔“

(صحیح بخاری: ۱/۴۲۹، الرقم: ۱۲۱۸، سنن ابن ماجہ: ۲/۱۱۷۷، الرقم: ۳۵۵۵، مسند احمد بن حنبل: ۵/۳۳۳، الرقم: ۲۲۸۷۶)

فائدہ

یعنی اس خوش بخت صحابی کو ان کی خواہش کے مطابق حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک چادر میں کفن دے کر دفنایا گیا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس حدیث کے فوائد میں لکھا ہے۔

وَفِيْهِ التَّبَرُّكُ بِآثَارِ الصَّالِحِيْنَ○

اور اس حدیث مبارکہ میں آثار صالحین سے تبرک کا ثبوت ہے۔

(ابن حجر عسقلانی، [illegible])

یہ بھی معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک لباس [illegible]

نے برکت رکھی تھی کہ نہ صرف دنیا میں لوگ اس کے اثر سے فیض یاب ہوتے رہے بلکہ بعداز وفات بھی اس کی برکات سے لوگوں کو فائدہ پہنچتا رہا ہے اور پہنچتا رہے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو لباس زیب تن فرمایا، نسبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے وہ بھی عام کپڑا تھا مگر جسد اطہر کے ساتھ منسوب ہونے کی وجہ سے وہ مشرف و متبرک ہو گیا۔ اسی لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خواہش رکھتے تھے کہ انہیں کفن کے لیے کوئی ایسا کپڑا میسر آئے جس کی جسد اطہر کے ساتھ کچھ نہ کچھ نسبت ہو۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض صحابہ کو ایسے بابرکت کپڑے عنایت فرما کر خود اپنے عمل سے یہ ثابت کیا کہ تبرکات صالحین سے برکت حاصل کرنا جائز اور مشروع ہے۔

عصا مبارک کی برکات

اللہ رب العزت نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تو اس وقت مصر میں ہر طرف جادو کی فرمانروائی تھی۔ ادنیٰ و اعلیٰ و حاکم و محکوم، فرعون اور اس کے پرستار سب جادو کی ساحرانہ بالادستی کے سامنے سرافگندہ تھے۔ اللہ کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وہ معجزات عطا فرمائے جنہوں نے جادو کی برتری کے غبارے سے ہمیشہ کے لیے ہوا نکال دی۔ اللہ کریم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو عصا عطا فرمایا۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین پر عصا مارا تو اس سے بارہ چشمے بہہ نکلے...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عصا کے کمالات تو صرف دنیا میں تھے مگر عصائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ آخرت میں بھی فائدہ دے گا۔

حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں گستاخ رسول سفیان بن خالد الہذلی کو واصل جہنم کر کے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارا چہرہ فلاح پائے۔ وہ کہتے ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں نے اس (خالد بن سفیان بن الہذلی) کو قتل کر دیا ہے تو آپ صلی [illegible] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ کھڑے

ہوئے اور اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لے گئے اور مجھے عصا عطا فرمایا اور فرمایا:
اے عبداللہ بن انیس! اسے اپنے پاس رکھ، پس جب میں یہ عصا لے کر لوگوں کے سامنے نکلا تو انہوں نے کہا کہ یہ عصا (ڈنڈا) کیا ہے؟ تو کہتے ہیں کہ میں نے کہا: یہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا کیا ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ اسے پاس رکھوں۔ لوگوں نے مجھ سے پوچھا: تم اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو واپس نہیں کرو گے؟
عبداللہ بن انیس کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! یہ عصا مبارک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے کس لیے عطا کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

آيَةٌ بَيْنِي وَ بَيْنَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَّ اَقَلَّ النَّاسِ الْمُتَخَصِّرُوْنَ يَوْمَئِذٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ . فَقَرَنَهَا عَبْدُ اللهِ بِسَيْفِهٖ فَلَمْ تَزَلْ مَعَهُ حَتّٰى اِذَا مَاتَ، اَمَرَبِهَا فَصُبَّتْ مَعَهُ فِي كَفْنِهٖ ثُمَّ دُفِنَا جَمِيْعًا .

''قیامت کے روز یہ تیرے اور میرے درمیان ایک نشانی ہوگی کہ جس دن بہت کم لوگ کسی کے ساتھ تعاون کرنے والے ہوں گے (راوی بیان کرتے ہیں کہ) حضرت عبداللہ بن انیس نے اس عصا کو اپنی تلوار کے ساتھ باندھ لیا اور وہ ہمیشہ ان کے پاس رہتا یہاں تک کہ ان کا وصال ہو گیا۔ انہوں نے عصا کے متعلق وصیت کی تھی کہ اس کو ان کے کفن میں رکھ دیا جائے اور پھر اسے ان کے ساتھ یکجا دفن کر دیا جائے۔''

(مسند احمد بن حنبل: ۳/۴۹۶، مسند ابو یعلی: ۲/۲۰۲، الرقم: ۹۰۵، سنن کبریٰ: ۳/۲۵۶، الرقم: ۵۸۲۰ھ)

درسِ عمل

پیاری بہنو!

جب حضور کے عصا کی اتنی برکت ہے تو
حضور کی ٹھنڈک نماز کی برکت کیا ہوگی

جب حضور کے عصا کی اتنی برکت ہے تو
درود و سلام کی برکت کیا ہوگی

جب حضور کے عصا کی اتنی برکت ہے تو — تلاوت قرآن کی برکت کیا ہوگی
جب حضور کے عصا کی اتنی برکت ہے تو — محبت رسول کی برکت کیا ہوگی
جب حضور کے عصا کی اتنی برکت ہے تو — سنت رسول کی برکت کیا ہوگی
جب حضور کے عصا کی اتنی برکت ہے تو — اطاعت رسول کی برکت کیا ہوگی
جب حضور کے عصا کی اتنی برکت ہے تو — شفقت رسول کی برکت کیا ہوگی
جب حضور کے عصا کی اتنی برکت ہے تو — نعت رسول کی برکت کیا ہوگی
جب حضور کے عصا کی اتنی برکت ہے تو — میلاد رسول کی برکت کیا ہوگی

اے کھجور کی شاخ...... اپنی قسمت پہ ناز کر

آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کے لمس کی برکت سے کھجور کی شاخ میں روشنی آ گئی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ عنہ ایک اندھیری رات میں طوفان باد و باراں کے دوران دیر تک حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے رہے۔ جاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی اور فرمایا:

> "اسے لے جاؤ! یہ تمہارے لیے دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے روشنی کرے گی اور جب تم اپنے گھر میں داخل ہو گے تو تمہیں ایک سیاہ چیز نظر آئے گی پس تم اسے اتنا مارنا کہ وہ نکل جائے کیونکہ وہ شیطان ہے۔"

حضرت قتادہ وہاں سے چلے تو وہ شاخ ان کے لیے روشن ہو گئی یہاں تک کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہوئے اور اندر جاتے ہی اس سیاہ چیز کو پا لیا اور اتنا مارا کہ وہ نکل گئی۔

(مسند احمد بن حنبل، ۳/۶۵، الرقم: ۱۱۶۴۲، المعجم الکبیر: ۱۹/۱۳، الرقم: ۱۹، مجمع الزوائد: ۲/۱۶۷)

برکتوں کی خوشبو......کل بھی تھی اور آج بھی ہے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیوض و برکات حاصل کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ جس چیز کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت ہو جاتی اسے دنیا و مافیہا سے عزیز تر جانتے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے عمل کے باعث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں یہ شعور بیدار ہو گیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آثار و تبرکات کو محفوظ رکھتے۔ ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کرتے اور ان سے برکت حاصل کرتے۔

صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے ادوار کے بعد نسل در نسل ہر زمانے میں اکابر ائمہ و مشائخ، علماء، محدثین کے علاوہ خلفاء و سلاطین بھی تبرکات و آثار رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو خصوصی اہتمام کے ساتھ بڑے ادب و احترام سے محفوظ رکھتے اور ان سے فیوض و برکات حاصل کرتے۔ خاص ایام پر بہت اہتمام کے ساتھ مسلمانوں کو ان کی زیارت کرائی جاتی، ان سے تبرک حاصل کیا جاتا، اور ان کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعائیں مانگی جاتی تھیں۔

(i) لاعلاج مریض......شفا پا گئے

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّهِمِ
مُحَمَّدٌ سَیِّدُ الْکَوْنَیْنِ وَالثَّقَلَیْنِ
وَالْفَرِیْقَیْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ
یَا اَکْرَمَ الْخَلْقِ مَالِیْ مَنْ اَلُوْذُ بِهٖ
سِوَاکَ عِنْدَ حُلُوْلِ الْحَادِثِ الْعَمَمِ
فَاِنَّ مِنْ جُوْدِکَ الدُّنْیَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِکَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

صاحب "قصیدہ بردہ شریف" امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کا نام کسی تعارف کا محتاج نہیں۔ اچانک ان پر فالج کا حملہ ہوا جس سے ان کا آدھا جسم بیکار ہو گیا۔ وہ عرصہ دراز تک اس عارضے میں مبتلا رہے اور کوئی علاج کارگر نہ ہوا۔ اس مصیبت و پریشانی کے عالم میں امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں خیال گزرا کہ اس سے پہلے تو دنیاوی حاکموں اور بادشاہوں کی قصیدہ گوئی کرتا رہا ہوں کیوں نہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں ایک قصیدہ لکھ کر اپنی اس مرض لا دوا کے لیے شفاء طلب کروں؟ چنانچہ اس بیماری کی حالت میں قصیدہ لکھا۔

رات کو سوئے تو مقدر بیدار ہو گیا اور خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے شرف یاب ہوئے۔ عالم خواب میں پورا قصیدہ آقائے کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو پڑھ کر سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے اس کلام سے اس درجہ خوش ہوئے کہ اپنی چادر مبارک ان پر ڈالی اور پورے بدن پر اپنا دست شفاء پھیرا جس سے دیرینہ بیماری کے اثرات جاتے رہے اور آپ فوراً شفایاب ہو گئے۔

اگلے دن صبح صبح آپ اپنے گھر سے نکلے اور سب سے پہلے جس سے آپ کی ملاقات ہوئی وہ اس زمانے کے مشہور بزرگ حضرت شیخ ابوالرجاء تھے۔ انہوں نے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ سے درخواست کی کہ وہ قصیدہ جو آپ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھا ہے مجھے بھی سنا دیں۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کون سا قصیدہ؟ انہوں نے کہا: وہ قصیدہ جس کا آغاز اس شعر سے ہوتا ہے۔

اَمِنْ تَذَكُّرِ جِيْرَانٍ بِذِيْ سَلَمٍ
مَزَجْتَ دَمْعًا جَرٰى مِنْ مُقْلَةٍ بِدَمٍ

"کیا تو نے ذی سلم کے پڑوسیوں کو یاد کرنے کی وجہ سے گوشہ چشم سے بہنے والے آنسوؤں کو [illegible]"

[illegible] کیا پھر

آپ کو کیسے پتہ چلا؟ انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم! جب آپ یہ قصیدہ آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا رہے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کا اظہار فرما رہے تھے تو میں بھی اس مجلس میں ہمہ تن گوش اسے سن رہا تھا۔ جس کے بعد یہ واقعہ مشہور ہو گیا اور اس قصیدہ کو وہ شہرت دوام ملی کہ آج تک اس کا تذکرہ زبان زد خاص و عام ہے اور اس سے حصول برکات کا سلسلہ جاری ہے۔

(خرپوتی، عصیدہ الشہدۃ شرح قصیدۃ البردۃ: ۳، تھانوی، نشر الطیب فی ذکر النبی الحبیب: ۲۹۹-۳۰۰)

قصیدہ بردہ کی وجہ تسمیہ

چونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ سے خوش ہو کر اپنی چادر مبارک ان کے بیمار جسم پر ڈالی تھی اور پھر اپنا دست شفاء بھی پھیرا تھا جس کی برکت سے وہ فوراً شفاء یاب ہو گئے لہٰذا اس چادر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اس قصیدہ کا نام ''قصیدہ بردہ'' مشہور ہوا۔

فائدہ

برکات رسول صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی جاری و ساری ہیں اور جس نے بھی اس قصیدہ کو درمان طلبی کا ذریعہ اور وسیلہ بنایا، اللہ رب العزت نے اسے بامراد کیا۔ اس کی برکت سے بہت سوں کو فالج سے صحت یابی اور آشوب چشم کی شدت سے نجات ملی اس طرح بہت سے دیگر پریشان حال لوگوں کے دینی و دنیاوی امور آسان ہوئے۔

نقش نعل پاک کی برکات

نقش نعل پاک کی برکات یہ ہیں کہ یہ

جس لشکر میں ہوگا — وہ فتح یاب ہوگا

جس قافلے میں ہوگا — وہ بحفاظت اپنی منزل تک پہنچے گا

جس کشتی میں ہوگا — وہ ڈوبنے سے محفوظ رہے گی

جس گھر میں ہوگا	وہ جلنے سے محفوظ رہے گا
جس مال و متاع میں ہوگا	وہ چوری سے محفوظ رہے گا

اور کسی بھی حاجت کے لیے صاحب نعلین (حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) سے توسل کیا جائے تو وہ پوری ہو کر رہے گی اور اس توسل سے ہر تنگی فراخی میں تبدیل ہوگی۔

نقش نعلین پاک کی آزمائی ہوئی فوائد و برکات میں سے یہ بھی ہے کہ جو شخص اس کو حصول برکت کی نیت سے اپنے پاس محفوظ رکھے تو اس کی برکت سے وہ شخص

ظالم کے ظلم سے	محفوظ رہے گا
دشمنوں کے غلبہ سے	محفوظ رہے گا
شیاطین کے شر سے	محفوظ رہے گا
حاسد کی نظر بد سے	محفوظ رہے گا

اسی طرح اگر کوئی حاملہ عورت شدت دردِ زہ میں اس کو اپنے دائیں پہلو پر رکھے تو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت و مشیت سے اس خاتون پر آسانی فرمائے گا۔ اس نقش مقدس کی برکتوں میں سے یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعے نظر بد اور جادو ٹونے سے آدمی امان میں رہتا ہے۔

نعل پاک کی برکت سے......درد سے نجات مل گئی

ابو جعفر احمد بن عبد الحمید جو کہ بہت بڑے عالم باعمل اور متقی و پرہیزگار شخص تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک طالب علم کو نعلین پاک کا نقش بنوا دیا۔ ایک دن وہ میرے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں نے گزشتہ رات اس نقش کی ایک حیران کن برکت کا مشاہدہ کیا ہے۔ میں نے اس سے پوچھا کہ تو نے کون سی عجیب برکت دیکھی ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ میری اہلیہ کو اچانک اتنا شدید درد ہوا کہ جس کی وجہ سے وہ قریب المرگ تھی میں نے وہ نقش نعلین پاک کا لے کر اس کے درد والی جگہ پر رکھا اور اللہ تعالیٰ سے یہ دعا مانگی:

[illegible] صاحب هذا النعل [illegible]

اے اللہ! آج ہم پر صاحب نعل (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کی برکت و کرامت ظاہر فرما دے۔

اس طالب علم نے بیان کیا کہ پس اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میری اہلیہ کو فوراً شفا عطا فرمائی۔ (قسطلانی، المواہب اللدنیہ: ۲/۳۶۶، ۳۶۷)

(ii) جان لیوا حادثہ میں..... بال بال بچ گئے

شہر فاس کے مفتی شیخ محمد قصار کے بچپن کا واقعہ ہے جس کو ثقہ اہل علم نے بیان کیا ہے: بچپن میں مفتی صاحب اپنے بعض رشتہ داروں کے ساتھ اپنے گھر کی نچلی منزل میں بیٹھے تھے۔ یہ بھی شہر فاس کی دیگر عام عمارتوں کی طرح ایک بڑی عمارت تھی جس کی بڑی بڑی دیواریں اور اونچے کمرے تھے۔ ان لوگوں کے سروں کے عین اوپر دیوار پر نقش نعلین پاک اس قدر بلندی پر لگا ہوا تھا کہ اگر کوئی شخص کھڑا ہو تو وہ سر کے برابر ہو۔

اللہ کی شان اوپر والی منزل نچلی منزل پر گر گئی اور پوری عمارت منہدم ہو گئی۔ لوگوں نے ملبے تلے دبے ہوئے لوگوں کی موت کا یقین کر لیا اور ایک دن سے زائد وہ ملبے تلے دبے رہے۔ ایک دن کے بعد لوگ کفن دفن کی غرض سے ملبہ ہٹاتے ہٹاتے ان تک پہنچے تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ نیچے دبے ہوئے جملہ افراد نقش نعلین پاک کی برکت سے زندہ و سلامت ہیں اور انہیں کوئی گزند تک نہیں پہنچی۔

یہ اللہ تعالیٰ کا خاص لطف و احسان اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کا صدقہ تھا کہ وہ اس جان لیوا حادثہ میں بال بال بچ گئے۔ ہوا یوں کہ جب اوپر والی دیوار گر گئی تو وہ ان پر مانند خیمہ ٹھہر گئی۔ دیوار کا اوپر والا حصہ اس جگہ سے جا لگا جس کے نیچے نعلین پاک تھا اور نچلا حصہ زمین میں گڑا ہو گیا جس سے ... طرح اوپر سے ... گرتے رہے جب یہ لوگ اس ... نعلین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے [illegible]

[illegible]

(iii) دریا کی طغیانی میں..... صحیح سلامت بچ گئے

صاحب فتح المتعال امام مقری رحمۃ اللہ علیہ خود اپنا مشاہدہ بیان کرتے ہیں کہ اس نقش پاک کے فوائد و برکات کا میں نے خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہے۔ ہوا یوں کہ میں ذیقعدہ شریف ۱۰۲۷ھ کو غرب جزائر میں ایک بحری جہاز پر سفر کر رہا تھا۔ سخت سردی کا موسم تھا۔ دریا خوب طغیانی پر تھا۔ سیلاب کے ایک تیز ریلے کے ساتھ جہاز کے کئی تختے ٹوٹ گئے۔ ہم سب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے اور تمام لوگ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے اور موت کا سامنا کرنے کے لیے تیار تھے کہ میں نے جہاز کے کپتان کے پاس نقش نعلین بھیجا کہ اس کی برکت سے خیر کی امید رکھے چنانچہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے ہم سب پر کرم فرمایا اور ہمیں صحیح و سلامت پار لگا دیا اور اسے سمندری سفر کے ماہر نے بڑی کرامت کی نشانی شمار کیا۔ (مقری، فتح المتعال فی مدح النعال: ۴۷۲)

نعل پاک کی قدر و منزلت

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو نعلین پاک استعمال فرمائے وہ بھی بڑے بابرکت ہو گئے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان نعلین کو تبرکاً محفوظ رکھا اور ان کے فیوض و برکات سے مستفیض ہوتے رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادمین میں سے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں تکیہ، مسواک، نعلین اور وضو کے لیے پانی لے کر حاضر رہتے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام فرماتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعلین مبارک پہنا دیتے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک اٹھا کر بغل میں دبا لیتے تھے۔

(امام قسطلانی، المواہب اللدنیہ: ۲/ ۱۱۸-۱۱۹، شبیر برادرز لاہور)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نعلین پاک کی بابت ابو بکر احمد بن امام ابو محمد

[illegible]

؎ وَنَعْلٍ خَضَعْنَا هَيْبَةً لِبَهَائِهَا
وَاِنَّا مَتٰى نَخْضَعْ لَهَا اَبَدًا نَعْلُوْ
فَضَعْهَا عَلٰى اَعْلَى الْمَفَارِقِ اِنَّهَا
حَقِيْقَتُهَا تَاجٌ وَصُوْرَتُهَا نَعْلٌ

ایسے جوتے کہ جن کی بلند و بالا عظمت کو ہم تسلیم کرتے ہیں، کیونکہ اس عظمت کو تسلیم کر کے ہی ہم بلند ہو سکتے ہیں۔ اس لیے انہیں بلند ترین جگہ پر رکھو کیونکہ درحقیقت یہ (سرکا) تاج ہیں اگرچہ دیکھنے میں جوتے ہیں۔

(المواہب اللدنیہ:۲/۴۷۰)

پیاری بہنو!

فرشتے نعل پاک کی قدر کرتے ہیں
انسان نعل پاک کی قدر کرتے ہیں
حیوان نعل پاک کی قدر کرتے ہیں
جنات نعل پاک کی قدر کرتے ہیں
چور، ڈاکو نعل پاک کی قدر کرتے ہیں
طوفان نعل پاک کی قدر کرتے ہیں
ناگہانی مصائب نعل پاک کی قدر کرتے ہیں

تو اللہ کریم نعل پاک رکھنے والوں پر کتنی رحمتیں برساتا ہوگا۔

؎ سر پہ رکھنے کو مل جائے نعل پاک حضور
تو پھر کہیں ہاں تاجدار ہم بھی ہیں

برکات رسول اور اسوۂ صحابہ

ہم اپنی روزمرہ ضروریات کی تکمیل کے لیے جو اشیاء استعمال کرتے ہیں ان کی زندگی
ازخود کوئی اہمیت نہیں ہوتی ان کی حیثیت صرف اتنی ہے کہ یہ ہماری ضروریات کی تکمیل کا

ذریعہ ہیں۔ مثلاً ہم تن ڈھانپنے کے لیے کپڑے پہنتے ہیں...... کھانے کے لیے برتن استعمال کرتے ہیں...... سفر کے لیے سواری کو ذریعہ بناتے ہیں...... یا رہنے کے لیے کسی شہر یا گاؤں میں مکان بناتے ہیں۔ لیکن اگر یہی عام اور معمولی اشیاء اللہ کے کسی مقرب بندے سے منسوب ہو جائیں تو محض نسبت کی بناء پر بڑی بابرکت، فیض رساں اور باعث صد افتخار ہو جاتی ہیں۔ بلکہ اگر کسی جگہ کو اللہ کے کسی نیک بندے کی آخری آرام گاہ بننے کی سعادت نصیب ہو جائے تو نہ صرف وہ زیارت گاہ خاص و عام بلکہ اس کے اردگرد کا پورا ماحول بابرکت ہو جاتا ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنی ظاہری حیات مبارکہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اندر رہ کر اپنی روزمرہ کی اشیاء استعمال کرتے تو وہ خوش نصیب صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدس سے برکت و فیض حاصل کرتے۔ احادیث مبارکہ میں ایسی بہت سی مثالیں مذکور ہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کو تبرکاً مس کرتے...... دوران حجامت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے جدا ہوتے بال حاصل کرنے کے لیے دیوانہ وار ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کے لیے جھپٹ پڑتے...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستعمل پانی سے تبرک حاصل کرتے...... الغرض ہر اس چیز سے انہوں نے برکت حاصل کی جس کو کسی نہ کسی طرح روزمرہ زندگی میں آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت حاصل ہوئی۔

(i) قدم رسول کی برکات

"حضرت عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان انصاری صحابہ میں سے تھے جو غزوۂ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ وہ ایک دفعہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میری نظر کمزور ہو گئی ہے اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں؟ جب بارش ہوتی ہے تو وہ نالہ جو میرے

اوران کے درمیان ہے بہنے لگتا ہے جس کے باعث میں ان کی مسجد تک نہیں جا سکتا کہ انہیں نماز پڑھاؤں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے گھر تشریف لے چلیں اور وہاں نماز پڑھیں تا کہ میں اسے نماز پڑھنے کی جگہ بنالوں۔

اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان شاء اللہ میں کسی دن آؤں گا۔ حضرت عتبان نے بتایا کہ دوسرے دن صبح حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ دن چڑھنے کے بعد میرے گھر تشریف لائے۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب معمول اجازت طلب فرمائی میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا۔ گھر میں تشریف لانے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے نہیں فرمایا: تم کس جگہ پسند کرتے ہو کہ میں تمہارے گھر میں نماز پڑھوں۔ میں نے گھر کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی، ہم بھی کھڑے ہوگئے اور صف بنائی، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعت (نفل) نماز پڑھی پھر سلام پھیرا۔'' (صحیح بخاری، ۱/۱۶۴، الرقم: ۴۱۵)

درس عمل

اس حدیث مبارکہ میں ان مقامات سے حصول برکت کا ثبوت ہے جہاں جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مبارک قدم رکھے اور جس جگہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے۔

؎ جن کے قدموں کا دھوون ہے آب حیات
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی ﷺ
جس نے مردہ دلوں کو دی عمر ابد
ہے وہ جان مسیحا ہمارا نبی ﷺ

(ii) تیرے قدموں کی ٹھوکر کی...... کیا بات ہے

حضرت عمرو بن شعیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چچا حضرت ابوطالب کے ساتھ عرفہ سے تین میل دور مقام ذی المجاز میں تھے کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پانی طلب کرتے ہوئے کہا:

”مجھے پیاس لگی ہے اور اس وقت میرے پاس پانی نہیں۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری سے اترے اور اپنا پاؤں مبارک زمین پر مارا تو زمین سے پانی نکلنے لگا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے چچا جان!) پی لیں۔“

جب انہوں نے پانی پی لیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اپنا قدم مبارک اسی جگہ رکھا تو وہ جگہ باہم مل گئی اور پانی کا اخراج بند ہو گیا۔

(الطبقات الکبریٰ: ۱/۱۵۲، ۱۵۳، المواہب اللدنیہ: ۵/۱۷۰)

غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک قدموں کی برکت سے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا اونٹ بھی تیز رفتار ہو گیا تھا۔ حدیث پاک میں ہے:

فَضَرَبَهٗ بِرِجْلِهٖ وَدَعَالَهٗ، فَسَارَ سَيْرًا لَمْ يَسِرْ مِثْلَهٗ

”پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پائے مبارک سے اسے ٹھوکر لگائی اور ساتھ ہی دعا فرمائی۔ پس وہ اتنا تیز رفتار ہوا کہ پہلے کبھی نہ تھا۔“

(مسند احمد بن حنبل: ۳/۲۹۹، صحیح مسلم: ۳/۱۲۲۱، الرقم: ۷۱۵، سنن نسائی: ۷/۲۹۷، الرقم: ۴۶۳۷)

تنبیہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات بالخصوص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے [illegible] ایسے خاص الفاظ برکت کے ساتھ منسوب کرتے ہوئے کبھی بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذہنوں میں یہ بات نہ آئی تھی کہ برکت تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے [illegible] سے ایسی چیز کا برملا اظہار ہوتا تھا

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے فلاں فائدہ ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ اپنے اس صحابی سے اونٹ کے بارے میں دریافت کیا کہ اب تیرے اونٹ کا کیا حال ہے تو انہوں نے عرض کیا:

بِخَيْرٍ قَدْ اَصَابَتْهُ بَرَكَتُكَ .

''بالکل ٹھیک ہے، اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت حاصل ہوگئی ہے۔''

(صحیح بخاری: ۳/۱۰۸۳، الرقم: ۲۸۰۵، صحیح مسلم: ۳/۱۲۲۱، الرقم: ۷۱۵)

قابلِ قدر بہنو!

یہ برکت صرف جانوروں تک محدود نہیں بلکہ

انبیاء تک	حضور کی برکت پہنچ گئی
صحابہ تک	حضور کی برکت پہنچ گئی
تابعین تک	حضور کی برکت پہنچ گئی
تبع تابعین تک	حضور کی برکت پہنچ گئی
محدثین تک	حضور کی برکت پہنچ گئی
مفسرین تک	حضور کی برکت پہنچ گئی
اولیاء کاملین تک	حضور کی برکت پہنچ گئی
اور ہم تک	حضور کی برکت پہنچ گئی

یہی وجہ ہے ناں کہ

اگر ہم مسلمان ہیں تو	حضور کی برکت سے
اگر ہم نمازی ہیں تو	حضور کی برکت سے
اگر ہم روزے دار ہیں تو	حضور کی برکت سے
اگر ہم عبادت گزار ہیں تو	حضور کی برکت سے
اگر ہم قاریٔ قرآن ہیں تو	حضور کی برکت سے
اگر ہم صاحبِ ایمان ہیں تو	[illegible]

اگر ہم قابل پہچان ہیں تو	حضور کی برکت سے
اگر ہم میلاد خوان ہیں تو	حضور کی برکت سے

(iii) میرا مسکن مدینہ ہو...... میرا مدفن مدینہ ہو

جس طرح دنیا میں اچھے اور صالح پڑوسی سے سکون ملتا ہے...... زندگی اچھی گزرتی ہے...... پریشانی کے وقت مدد ملتی ہے...... اسی طرح مرنے کے بعد میت کو اپنے نیک اور صالح پڑوسیوں سے فائدہ حاصل ہوتا ہے...... جب نیک پڑوسیوں پر انوار کی بارش ہوتی ہے تو فائدہ اسے بھی ہوتا ہے...... عذاب اس سے بھی کم ہوتا ہے...... درجات میں بلندی اس کو بھی نصیب ہوتی ہے۔

صحابہ کرام میں سے حضرات شیخین سیدنا ابوبکر صدیق اور سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی سب سے بڑی خواہش یہ تھی کہ انہیں قرب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن ہونا نصیب ہو، تاکہ عالم برزخ میں بھی قرب و وصال محبوب کے لمحات سے ان کی روحوں کو تسکین ملے۔ یار غار سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اس نیک خواہش کے بارے میں مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے اپنے سرہانے بٹھایا اور فرمایا: اے علی! جب میں فوت ہو جاؤں تو مجھے اس ہاتھ سے غسل دینا جس سے تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا تھا اور مجھے خوشبو لگانا اور مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کے پاس لے جانا، اگر تم دیکھو کہ دروازہ کھول دیا گیا ہے تو مجھے وہاں دفن کر دینا ورنہ واپس لا کر عامۃ المسلمین کے قبرستان میں دفن کر دینا تاوقتیکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ کو غسل اور کفن دیا گیا اور میں نے سب سے پہلے روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچ کر اجازت طلب کی [illegible] یا رسول اللہ! ابوبکر آپ سے داخلہ کی اجازت مانگ رہے

ہیں، پھر میں نے دیکھا کہ روضۂ اقدس کا دروازہ کھول دیا گیا اور آواز آئی۔ حبیب کو اس کے حبیب کے ہاں داخل کر دو بے شک حبیب ملاقات حبیب کے لیے مشتاق ہے۔''

(الخصائص الکبریٰ ۲/۴۹۲، السیرۃ الحلبیۃ ۳/۵۱۷)

اسی طرح امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی اپنے آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہونے کے بہت ہی زیادہ خواہاں تھے۔ جب قاتلانہ حملے کے نتیجے میں آپ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ رضی اللہ عنہ کو سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس اجازت لینے کے لیے بھیجا اگرچہ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا خود یہ خواہش رکھتی تھیں اور انہوں نے فرمایا ہوا تھا کہ وہ اس جگہ کو اپنی تدفین کے لیے پسند کرتی ہیں مگر وہ فرمانے لگیں کہ اب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے اوپر ترجیح دیتی ہوں۔

عبداللہ رضی اللہ عنہ واپس آئے اور اپنے والد کو خوشخبری سنائی۔ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

مَا كَانَ شَيْءٌ اَهَمَّ اِلَيَّ مِنْ ذَالِكَ الْمَضْجِعِ فَاِذَا قُبِضْتُ فَاحْمِلُوْنِيْ ثُمَّ سَلِّمُوْا، ثُمَّ قُلْ: يَسْتَاْذِنُ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَاِنْ اَذِنَتْ لِيَ فَادْفِنُوْنِيْ، وَاِلَّا فَرُدُّوْنِيْ اِلٰى مَقَابِرِ الْمُسْلِمِيْنَ ۔

''میرے نزدیک اس آرام گاہ سے بڑھ کر کوئی چیز اہم نہیں ہے۔ جب میں انتقال کر جاؤں تو مجھے اٹھا کر (اس جگہ پر) لے جانا، سلام عرض کرنا اور عرض کرنا عمر بن خطاب اجازت چاہتا ہے اگر وہ (سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) اجازت دے دیں تو دفن کر دینا ورنہ مجھے عام مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دینا۔'' (صحیح بخاری ۱/۱۸۶، رقم ۱۳۹۲، خصائص کبریٰ ۲/۴۹۲)

فائدہ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی

اس خواہش کی توجیہ صرف یہی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن ہونا باعث برکت سمجھتے تھے۔

قابل قدر بہنو!

جہاں سرور کائنات کے ہاتھ لگیں	وہاں برکتوں کی خوشبو
جہاں سرور کائنات کے قدم لگیں	وہاں برکتوں کی خوشبو
جہاں سرور کائنات کا لعاب دہن لگے	وہاں برکتوں کی خوشبو
جہاں سرور کائنات دم کریں	وہاں برکتوں کی خوشبو
جہاں سرور کائنات بیٹھ جائیں	وہاں برکتوں کی خوشبو
جہاں سرور کائنات کے بال ہوں	وہاں برکتوں کی خوشبو
جہاں سرور کائنات کے وضو کا پانی ہو	وہاں برکتوں کی خوشبو
جہاں سرور کائنات کی چادر ہو	وہاں برکتوں کی خوشبو
جہاں سرور کائنات کی قمیص مبارک ہو	وہاں برکتوں کی خوشبو

جہاں پورا جسم ہو وہاں برکتوں کی خوشبو کا عالم کیا ہوگا۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا عقیدہ

عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد یہ خیال کر کے شہر دلبر...... مدینہ منورہ...... سے شام چلے گئے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہ رہے تو پھر اس شہر میں کیا رہنا؟

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس فتح کیا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے خواب میں آئے اور فرمایا

"[illegible] کیوں ہے؟ اے بلال! کیا تو ہم سے ملاقات نہیں چاہتا؟"

[illegible] بلال رضی اللہ عنہ اشکبار ہو گئے۔ انہوں نے مدینہ کی

طرف رخت سفر باندھا، روضۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دی اور بے چین ہوکر غم فراق میں رونے اور تبرکا اپنے چہرے کو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ملنے لگے۔

(ابن حجر مکی، الجواہر المنظم: ۲۷)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ

بے شمار احادیث مبارکہ میں مسواک کی سخت اور بہت زیادہ تاکید فرمائی گئی ہے۔ مسواک کرنا سنت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اور حصول برکت کا ذریعہ ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ نَبِيُّ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَاكُ فَيُعْطِينِي السِّوَاكَ لِاَغْسِلَهُ فَاَبْدَاُ بِهٖ فَاَسْتَاكُ ثُمَّ اَغْسِلُهُ وَاَدْفَعُهُ اِلَيْهِ ۔

''حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسواک کیا کرتے تھے سو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے مسواک دھونے کے لیے عنایت فرماتے تو میں دھونے سے پہلے اسی سے تبرکا مسواک کرتی پھر اسے دھوکر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کرتی۔'' (سنن ابوداؤد: ۱/۱۴، الرقم: ۵۲، سنن کبریٰ: ۱/۳۹، الرقم: ۱۶۸)

فائدہ

اس روایت میں بھی تبرک کا واضح ثبوت ہے۔ شارحین حدیث نے مذکورہ روایت کی شرح میں لکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ عمل حصول برکت کے لیے تھا۔

مسواک کرنے سے	منہ کی پاکی حاصل ہوتی ہے
مسواک کرنے سے	سنت مصطفیٰ ادا ہوتی ہے
مسواک کرنے سے	رب کی رضا حاصل ہوتی ہے
مسواک کرنے سے	محبت مصطفیٰ حاصل ہوتی ہے
مسواک کرنے سے	دین کی حیا حاصل ہوتی ہے

مسواک کرنے سے نسبت مصطفیٰ حاصل ہوتی ہے

جب عام مسواک کی اتنی ساری برکات ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مسواک کی کتنی برکات ہوں گی۔

حضرت مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کا نظریہ

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ اَبَاہُ مَالِكَ بْنَ سِنَانٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ لَمَّا اُصِیْبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ وَجْھِہٖ یَوْمَ اُحُدٍ مَصَّ دَمَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَازْدَرَدَہٗ فَقِیْلَ لَہٗ: اَتَشْرَبُ الدَّمَ؟ قَالَ: نَعَمْ، اَشْرَبُ دَمَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: خَالَطَ دَمِیْ بِدَمِہٖ لَا تَمَسُّہُ النَّارُ

''حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ان کے والد حضرت مالک ابن سنان رضی اللہ عنہ غزوہ احد میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (چہرۂ اقدس پر آنے والے) زخم مبارک کو (اپنی زبان سے) چاٹنے اور (اس میں سے بہنے والا خون) چوسنے لگے۔ جس سے زخم کی جگہ چمکنے لگی ان سے کہا گیا کہ تم خون پی رہے ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا (پاک) خون پی رہا ہوں۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کے خون سے میرا خون مل گیا اسے دوزخ کی آگ کبھی نہیں چھو سکے گی۔'' (المعجم الاوسط: ۹/۴۷، الرقم: ۹۰۹۸، مجمع الزوائد: ۸/۲۷۰)

[illegible] کی ترجمانی یوں کرتے ہیں۔

[illegible] صدقے تجھ کے

[illegible] صدقے تجھ کے

مری جھولی کو بھر دے یا خدا صدقے محمد کے
خطا کاروں پہ کر نظر عطا صدقے محمد کے

ہمیں سارے جہاں میں یا الٰہی سرخرو رکھنا
بنام پنجتن مولا ہماری آبرو رکھنا
ہمیں طوفان عالم سے بچا صدقے محمد کے
مری جھولی کو بھر دے یا خدا صدقے محمد کے

مدینے پاک کی بستی ہمیں یا رب دکھا دینا
ہماری کشتی غم کو کنارے پر لگا دینا
ہمیں طوفان عالم سے بچا صدقے محمد کے
مری جھولی کو بھر دے یا خدا صدقے محمد کے

مرادیں سب کی پوری اے خدائے مہرباں کر دے
مسلمانوں کو مولا کامیاب و کامراں کر دے
عطا کر دے ہمارا مدعا صدقے محمد کے
مری جھولی کو بھر دے یا خدا صدقے محمد کے

ہمیں اپنی حقیقت سے الٰہی آشنا کر دے
محمد مصطفٰے کے عشق کی دولت عطا کر دے
الٰہی سب کی بگڑی کو بنا صدقے محمد کے
مری جھولی کو بھر دے یا خدا صدقے محمد کے

سراپا جرم میں ڈوبے ہوئے ہیں ہم گناہوں میں
بھٹکتے پھر رہے ہیں پُر خطر ہو [illegible] راہوں میں
ہماری بخش دے یا رب خطا صدقے محمد کے
مری جھولی کو بھر دے یا خدا صدقے محمد کے

روضہ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ ○ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا ○ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَـہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَلَوْ اَنَّھُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ جَآءُوْکَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰہَ وَاسْتَغْفَرَ لَھُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰہَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا ○

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ

نعت رسولِ مقبول ﷺ

آنکھیں جو خدا دے تو ہو دیدار محمد ﷺ
ہوں کان تو سنتے رہیں گفتار محمد ﷺ

اے کاش، مری قسمت خفتہ کبھی جاگے
اے کاش ملے خواب میں دیدار محمد ﷺ

سودائے محبت کی جنہیں ملتی ہے دولت
سر بیچ کے ہوتے ہیں خریدار محمد ﷺ

قید وہ ہے جو عشق محمد ﷺ سے ہے آزاد
آزاد وہ ہے جو ہے گرفتار محمد ﷺ

حافظ کی دعا تجھ سے ہے اے شافی مطلق
جیتا رہوں جب تک رہوں بیمار محمد ﷺ

☆☆☆

ابتدائیہ

محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ایمان کا جزو لاینفک ہے، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار کی آرزو ہر صاحب ایمان کی پہچان ہے، عاشقان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں دیدار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی متلاشی رہتی ہیں...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے غلاموں کو نوازتے ہیں...... انہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم آج بھی چہرۂ والضحیٰ کے مبارک نور سے فیض یاب کرتے اور اپنے دیدار کا شرف عظیم بخشتے ہیں...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت وہ عظیم سعادت ہے کہ جس پر ہر سعادت کو ناز ہے...... وہ خوش نصیب جنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات طیبہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حالت ایمان میں حاصل کیا (اور اسی حالت پر واصل بحق ہوئے) وہ ''صحابی رسول'' ہونے کے بے مثال اعزاز سے سرفراز ہوئے...... اسی طرح مذکورہ دو شرائط کے ساتھ ان ذوات مقدسہ کی زیارت کرنے والے ''تابعین'' اور ''تابعین'' کا دیدار کرنے والے ''تبع تابعین'' کہلائے، بلاشبہ ان سب ہستیوں کو یہ منفرد مقام تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کے سبب ملا۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک پر حاضر ہو کر سلام عرض کرنے والوں کا عظیم مقام و مرتبہ ہے۔ کیونکہ

روضۂ رسول کی زیارت سے بے چین دل کو سکون ملتا ہے
روضۂ رسول کی زیارت سے بے قرار آنکھوں کو نور ملتا ہے

روضہ رسول کی زیارت سے ڈوبے ہوئے کو سہارا ملتا ہے
روضہ رسول کی زیارت سے بخشش کا خزینہ ملتا ہے
روضہ رسول کی زیارت سے جنت کا نظارا ملتا ہے
روضہ رسول کی زیارت سے اللہ کا قرب ملتا ہے

☆☆☆

روضۂ رسول کا مقام و مرتبہ

نور خالق کی ضیاء ہے آستانہ رسول کا
مرکز جود و سخا ہے آستانہ رسول کا
گرچہ ہے زیرِ فلک صائم حقیقت مگر
عرش اعلیٰ سے سوا ہے آستانہ رسول کا

(۱) جنت کا باغ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف طریقوں سے از راہ شان وفضیلت کہیں اپنے روضۂ اقدس، کہیں اپنے بیت مبارک اور کہیں اپنے منبر اقدس کی زیارت کی ترغیب دی ہے۔ اس شان وفضیلت کو بیان کرکے ترغیب دینے کا مقصد یہ ہے کہ امت میں ان مقامات مقدسہ کی زیارت کا شوق اور رغبت پیدا ہو۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَيْنَ بَيْتِيْ وَ مِنْبَرِيْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَمِنْبَرِيْ عَلٰى حَوْضِيْ.

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔" (صحیح بخاری، [illegible] سنن نسائی، ۲، ۳۵، رقم ۶۹۵)

اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ رحمت کے نزول اور حصول سعادت میں میرے منبر کی جگہ جنت کے باغات میں سے ایک باغ کی مثل ہے۔ یا معنیٰ یہ ہے کہ اس جگہ پر عبادت کرنا جنت تک پہنچا دیتا ہے۔ نیز آپ نے یہ بھی فرمایا کہ میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ اس کا معنیٰ یہ ہے کہ قیامت کے دن یہ منبر منتقل کر کے میرے حوض پر نصب کر دیا جائے گا۔ اس حدیث کا معنیٰ یہ ہے کہ جو شخص نیک اعمال کرنے کے لیے میرے منبر کا قصد کرے گا اور اس کے سامنے حاضر ہوگا تو یہ منبر اس شخص کو حوض پر لے جائے گا اور اس کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اس حوض سے پئے گا۔

(ii) جنت کے باغوں میں......نماز پڑھئے

ساوا ساوا روضہ جدوں نظراں چہ آوے گا
سفر ایہہ جدائیاں والا سارا مک جاوے گا
جرماں تے چھٹے جا کے رحمتاں دے ماریو
دیندی آں مبارکاں میں حاجیو پیاریو

نوری نوری روضے دیاں نوری نوری جالیاں
اوہناں وچو پیندیاں نے چھکاں نرالیاں
چم چم جالیاں نوں اکھیاں نوں ٹھاریو
دیندی آں مبارکاں میں حاجیو پیاریو

روضہ تسی ویکھ لینا اللہ دے رسول دا
گھر تساں ویکھ لیناں فاطمہ بتول دا
جنتی کیاریاں وچ نفل گزاریو
طیبہ پاک جا کے میتوں دلوں ناں وساریو

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جو یہ خواہش رکھتا ہو کہ وہ جنت کے باغوں میں سے کسی باغ

میں نماز پڑھے تو وہ میری قبر اور منبر کے درمیان والی جگہ پر نماز پڑھے۔‘‘

(فردوس دیلمی:۳/۵۳۸،الرقم:۵۶۷۶)

اس موقع پر عاشق کے دل سے آواز نکلتی ہے کہ

میں سجدہ کروں یا کہ دل کو سنبھالوں
محمد ﷺ کی چوکھٹ نظر آ رہی ہے
اسی بے خودی میں کہیں کھو نہ جائیں
تڑپ کملی والے کی تڑپا رہی ہے
وہ عالم کا داتا میرے سامنے ہے
کہ کعبے کا کعبہ میرے سامنے ہے
ادا کیوں نہ فرض محبت کروں میں
خدا کی خدائی جھکی جا رہی ہے
فقیری کا مجھ میں نہیں ہے سلیقہ
نہ آتا ہے کچھ مانگنے کا طریقہ
ادھر بھی نگاہ کرم یا محمد ﷺ
زمانے کی جھولی بھری جا رہی ہے

گنبد خضریٰ......اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی

ہنجواں نال غسل دیاں سرکار ﷺ دے ویڑے نوں
اک وار جے دیکھ لواں غم خوار دے ویڑے نوں
کتے نور دی کن من ہے کتے بارش رحمت دی
رب سکن مینوں ویندا کدی یار دے ویڑے نوں
میری قسمت [illegible] مینوں لے چلی مدینے نوں
[illegible] دے ویڑے نوں

حوراں وی کرن سجدے جھکدے نیں ملائک وی
جنت دا روپ دتا رب یار دے ویڑے نوں

دل کردا اے اکھیاں دے شیشے وچ میں جڑلاں
اوس رب دے من موہنے شاہکار دے ویڑے نوں

روضے دے ستوناں نوں گل لایاں ٹھنڈ پیندی
دکھ تکیاں مک جاندے دربار دے ویڑے نوں

اس دنیا میں اللہ کی نشانیاں بہت ہیں۔ جیسے!

بیت اللہ...... اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی...... میدان عرفات...... اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی...... صفاومروہ...... اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی...... تمام مساجد...... حجر اسود...... مقام ابراہیم...... حرمت والے مہینے...... قربانی شعائر اللہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے۔

ذٰلِكَ وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝

اور جس نے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کی۔ تو بے شک یہ دلوں کے تقویٰ کے آثار میں سے ہے۔ (پ:۱۷، الحج:۳۲)

تو ثابت ہوا! اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرنے سے دلوں کا تقویٰ ملتا ہے۔ تو جس کو تقویٰ جیسی دولت مل جائے۔ اللہ اسے جنت عطا فرماتا ہے۔ اور یہ عام نشانیوں کی تعظیم کا صلہ ہے۔ اور جو گنبد خضریٰ اور صاحب گنبد خضریٰ کی تعظیم کرے۔ اس کا اجر کتنا عظیم ہو گا۔

گنبد خضریٰ کیا ہے؟

گنبد خضریٰ سرچشمہ نور ہے
گنبد خضریٰ مسکن جان [illegible] ہے
گنبد خضریٰ [illegible]

گنبدِ خضریٰ نور کی کان ہے

گنبدِ خضریٰ عاشقوں کی جان ہے

گنبدِ خضریٰ زمین میں سب سے افضل ہے

گنبدِ خضریٰ اکمل واجمل ہے

گنبدِ خضریٰ شعائر اللہ سے ہے

گنبدِ خضریٰ عاشقوں کی جان ہے۔ مسلمانوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔

گنبدِ خضریٰ وہ ہے جس پر جنت کا نور نازاں ہے

گنبدِ خضریٰ وہ ہے جو ساری دنیا میں فروزاں ہے

گنبدِ خضریٰ وہ ہے جسے نور کا نگینہ کہتے ہیں

گنبدِ خضریٰ وہ ہے جسے رحمت کا خزینہ کہتے ہیں

گنبدِ خضریٰ وہ ہے جس کے صدقے سے دنیا بچی ہوئی ہے

گنبدِ خضریٰ وہ ہے جس کے نور سے ساری کائنات سجی ہوئی ہے

گنبدِ خضریٰ وہ ہے جس پر آسمان بھی رشک کرتا ہے

گنبدِ خضریٰ وہ ہے جس کے جلوؤں سے جہاں چمک رہا ہے

جو بہن گنبدِ خضریٰ کی زیارت کے لیے جاتی ہے وہ اپنی خوش قسمتی کا اظہار کچھ یوں کرتی ہے۔

؎ کراں رب دا شکر ہزار چٹھیاں آئیاں نے
چلی آقا دے دربار چٹھیاں آئیاں نے

بھر گئے نے پلے میرے ہو گئے بخت سولے میرے
ہن لتھ گئے سارے بھار چٹھیاں آئیاں نے

ہوگئیاں منظور تے عرضاں کلیاں بھر گیاں سب مرضاں
[illegible] چٹھیاں آئیاں نے

خوشیاں دا اے آیا ویلا شہر مدینے ہونا میلہ
ہن اکھیاں لیئیاں ٹھار چٹھیاں آئیاں نے
دل خوشیاں تھیں جھمبر پاوے وچ ہواواں اڈدا جاوے
سب دور ہوئے آزار چٹھیاں آئیاں نے

روضۂ رسول کی زیارت......باعث سعادت ہے

محمد دا سوہنا نگر اللہ اللہ
بہاراں دا مرکز تے گھر اللہ اللہ

مدینے دی ہر رات اللہ اکبر
مدینے دی ہر اک سحر اللہ اللہ

صدا اللہ اللہ اوندی اے دن وچ
تے ہندی رہوے رات بھر اللہ اللہ

جھکی ہر طرف دھون ہے عاشقاں دی
میرے کملی والے دا گھر اللہ اللہ

تقدس تے ویکھو در مصطفیٰ دا
فرشتے وی مارن ناں پر اللہ اللہ

مدینے دی منزل توں قربان جاواں
مدینے دا نوری سفر اللہ اللہ

جدوں تکیا سوہنے دے روضے نوں صائم
گیا لہہ جہنم دا ڈر اللہ اللہ

(i) زائر......شفاعت رسول کا حقدار ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے روضۂ اقدس کی زیارت کرنے والے کو شفاعت

کے حقدار ہوتے ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهُ شَفَاعَتِیْ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری قبر انور کی زیارت کی اس کے حق میں میری شفاعت واجب ہوگئی۔

(سنن دار قطنی: ۲/۲۷۸، الرقم ۱۹۴، سنن کبریٰ: ۵/۲۴۵، شعب الایمان: ۳/۴۹۰، الرقم: ۴۱۵۹)

فائدہ

امام سبکی رقمطراز ہیں۔

"روضۂ اقدس کی زیارت کرنے والے عشاق کو وہ شفاعت نصیب ہوگی جو دوسروں کے حصہ میں نہیں آئے گی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ زائرین قبر انور ایک خاص شفاعت کے مستحق قرار دیئے جائیں گے اور انہیں بالخصوص یہ منفرد اعزاز حاصل ہوگا۔ اس سے یہ مراد بھی لی جا سکتی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کی برکت کے باعث شفاعت کے حقدار ٹھہرنے والے عمومی افراد میں زائر کا شامل ہونا واجب ہو جاتا ہے۔ بشارت کا فائدہ یہ بھی ہوگا کہ قبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا زائر اسلام پر ہی اس جہان فانی سے رخصت ہوگا۔ یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ فرشتے اور اللہ رب العزت کے مقرب بندے بھی شفاعت کرنے کا اعزاز رکھتے ہیں۔ لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت کے شرف سے مشرف ہونے والوں کا اعزاز یہ ہے کہ خود آقا صلی اللہ علیہ وسلم ان کی شفاعت فرمائیں گے۔" (شفاء السقام فی زیارت خیر الانام ص:۱۱)

(ii) زائر...... کی توبہ قبول ہوگی

؎ باب جنت کا نقشہ ہے باب حرم
ہے وہاں پر خدا کا کرم ہی کرم
جو بھی مانگو گے مل جائے گا بالیقیں
رحمت ذات باری کے دن آ گئے
زائرو! باب رحمت کے کھل جائیں گے
سارے دفتر گناہوں کے دھل جائیں گے
یاد رکھنا مجھے بھی خدا کے لیے
اب ہیں بخشش تمہاری کے دن آ گئے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے واضح الفاظ میں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری کا حکم یوں فرمایا ہے:

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِیْمًا۝

"اور (اے حبیب!) اگر وہ لوگ جب اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھتے تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے اور اللہ سے معافی مانگتے اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ان کے لیے مغفرت طلب کرتے تو وہ (اس وسیلہ اور شفاعت کی بناء پر) ضرور اللہ کو توبہ قبول فرمانے والا نہایت مہربان پاتے۔"

(پ:۵، النساء:۶۴)

خالق کائنات جل جلالہٗ کا یہ قرآن اور یہ فرمان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حیثیت کو واضح کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت اگرچہ ہر جگہ ہے لیکن جب جَآءُوْكَ کے تقاضے پورے ہوں گے تو پھر لَوَجَدُوا اللّٰهَ لوگ اللہ تعالیٰ کو پالیں گے۔

اگرچہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ سے پکارنے والے کی پکار کو سن لیتا ہے۔ لیکن فرمایا جب ان

کو ایسی مشکل آ گئی کسی گناہ میں مبتلا ہو گئے تو اب معافی چاہتے ہیں تو ان کو آپ کے پاس آنا ہوگا آپ کے پاس جب وہ آئیں گے تو اس کی بنیاد پر وہ معافی مانگیں گے اور آپ ان کی سفارش کر دیں گے۔ اور اس سفارش میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پابندی نہیں لگائی گئی کہ آپ نے فلاں امتی کی سفارش تو کرنی ہے لیکن فلاں کی نہیں کرنی۔ یہ بھی کچھ لوگوں کی غلط فہمی ہے کہ سفارش بالاذن کا مطلب یہ ہے کہ جو نام اللہ نے لیا ہے اسی کی سفارش کرنی ہے باقی کی نہیں ہوتی۔

اذن کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اذن عام دے دیا کہ جس کی بھی چاہتے ہو اس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے تو آپ اس کی سفارش فرما سکتے ہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب سفارش فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اس کو قبول کرتا ہوں اور جو گنہگار دعا کے لیے پہنچتا ہے اس کی دعا قبول کرتا ہوں اس کے لیے توبہ کا دروازہ کھول دیتا ہوں۔ یہ حکم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات میں بھی تھا۔ اور آج بھی موجود ہے۔ اس وقت اگر کسی سے ایسا ہو جاتا تھا تو وہ پہنچتا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے دکھ کا درماں فرما دیتے اور بعد میں آج بھی اگر کسی کے پاس ایسے اسباب ہیں تو وہ وہاں چلا جائے اور اگر ایسا نہیں تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار کے ساتھ امتی کا ایسا تعلق ہے کہ یہ یہاں بیٹھا ہوا ان پر صلوٰۃ وسلام پڑھتا ہے۔ وہ اس پورے ماحول کو زیر توجہ کر لیتے ہیں۔ یہ جس وقت اپنی درخواست کو پیش کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حیات کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس امتی کی سفارش فرما دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس بندے کے گناہوں کو معاف فرما دیتا ہے۔

کوئی کہتا ہے کعبہ میں خدا رہتا ہے
کوئی کہتا ہے سر عرش علی رہتا ہے
ہم فقیروں کا عقیدہ ہے کہ معبود عظیم
اپنے محبوب کے جلوؤں میں بسا رہتا ہے

امام حافظ ابن کثیر نے یہ روایت کیا کہ امام عتبی کہتے ہیں۔

كُنْتُ جَالِسًا عِنْدَ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

(کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے صدیوں بعد) میں روضہ پاک پہ بیٹھا ہوا تھا۔

جَآءَ اَعْرَابِيٌّ

ایک دیہاتی آ گیا

فَقَالَ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

اس نے آ کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کہا جو کہ پوری امت کا مزاج تھا اور ہے کہ وہ ایسے نہیں کہ معاذ اللہ مٹی میں مل گئے ہوں جو آتا ہے بولتا ہے اس کی سنتے ہیں اور سن کے جواب بھی دیتے ہیں اور مدد بھی فرماتے ہیں۔

جب اس شخص نے السلام علیک یا رسول اللہ کہا۔

امام عتبی بیٹھے ہیں اور یہ سب کچھ سن رہے ہیں تو اس شخص نے جو دیہاتی تھا سادہ تھا لیکن انداز اس کا بڑا عجیب تھا اور مبنی بر حقیقت تھا کہنے لگا:

سَمِعْتُ اللّٰهَ يَقُوْلُ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ○

میں نے اللہ کا یہ کلام سنا ہے کہ جب تم جانوں پر ظلم کر بیٹھو تو ان کے پاس آ جاؤ اور وہاں آ کر اپنی بات بیان کر دو وہاں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگو یہ سفارش کریں گے تمہارا کام بن جائے گا۔

یہ آیت پڑھنے کے بعد وہ شخص کہتا ہے۔

قَدْ جِئْتُكَ مُسْتَغْفِرًا

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے پاس آ گیا ہوں اور خود شخص آیا۔ آیت کا

حوالہ دے رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں پہنچ جایا کرو۔

میں آپ کے پاس پہنچ گیا۔

مُسْتَغْفِرًا لِذَنْبِیْ

اس حال میں کہ اپنے گناہوں کی معافی چاہتا ہوں اور اللہ سے بخشش چاہتا ہوں۔

مُسْتَشْفِعًا بِكَ

اور اس حال میں پہنچا ہوں کہ آپ سے سفارش بھی کروانا چاہتا ہوں۔

مُسْتَشْفِعًا بِكَ

اس میں ضمیر خطاب ہے یعنی سرکار کو اپنے سامنے موجود سمجھتے ہوئے کہا مُسْتَشْفِعًا بِكَ میں آپ کی سفارش چاہتا ہوں کہ آپ بھی سفارش فرمادیں تاکہ خالق کائنات جل جلالہٗ میرے لیے درِ توبہ کھول دے اور رحمتوں کا نزول ہو جائے۔

یہ کہنے کے بعد اس نے بڑی محبت سے یہ اشعار پڑھے جو آج بھی روضہ مبارک کے ستون کی جالی پر لکھے ہوئے ہیں۔ اگرچہ ظالموں نے بہت کچھ مٹا دیا لیکن یہ اشعار ابھی تک وہاں لکھے ہوئے ہیں۔ جو اس وقت امام عتبی سن رہے تھے اور دیہاتی مومن اشعار پڑھ رہا تھا کہتا ہے:

یَا خَیْرَ مَنْ دُفِنَتْ بِالْقَاعِ اَعْظُمُهٗ
فَطَابَ مِنْ طِیْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَکَمُ

نَفْسِی الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ اَنْتَ سَاکِنُهٗ
فِیْهِ الْعِفَافُ وَفِیْهِ الْجُوْدُ وَالْکَرَمُ

کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جتنے لوگ بھی اس زمین میں دفن ہوئے آپ ان سب کے سردار ہیں اور سب سے بہتر ہیں۔

قاع اس زمین کو کہتے ہیں جو پہاڑوں سے تھوڑی سی ہٹ کے ہو اور وادی کے اندر آئیں یعنی ہموار میدان جہاں پہاڑ نہ ہوں تو آپ اس زمین کے اندر آرام فرما ہیں آپ کا بدن

مبارک یہاں پر موجود ہے۔

فَطَابَ مِنْ طِيْبِهِنَّ الْقَاعُ وَالْاَكَمُ

آپ کے بدن کی خوشبو سے آپ کے اعضاء کی خوشبو سے یہ زمین بھی خوشبودار ہو گئی ہے اور جو دور دور تک پہاڑیاں اور ٹیلے ہیں سب سے خوشبو آ رہی ہے۔ اس جگہ جو اس کا انداز ہے وہ بھی بڑا نرالا ہے۔

يَا خَيْرُ مَنْ یہ بھی لوگوں کو جو لفظ یا پر اعتراض ہوتا ہے کہ بعد از وصال یہ نہیں بولنا چاہیے پہلے بھی اس نے آ کے یارسول اللہ کہا اور پھر یَا خَيْرُ مَنْ دُفِنَتْ جتنے بھی اس مرحلہ تدفین میں پہنچے جتنے بھی اس جگہ دفن ہوئے ان سب میں سے آپ بہتر ہیں۔ میں آپ سے عرض کر رہا ہوں۔ اور فرمانے لگا:

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ وَاَنْتَ سَاكِنُهُ

میری جان اس قبر پر فدا ہو جائے جس میں آپ موجود ہیں آپ کی ذات تو ذات رہی لیکن میرے محبوب علیہ السلام

نَفْسِي الْفِدَاءُ لِقَبْرٍ وَاَنْتَ سَاكِنُهُ

کتنا ادب ہے کہ جس قبر میں آپ محو آرام ہیں جس جگہ آپ آرام فرما رہے ہیں۔ میری جان بھی اس جگہ پر فدا ہو جائے۔

فِيْهِ الْعِفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

یہ قبر جس میں آپ تشریف فرما ہیں اس میں پاکدامنی ہے۔ اس میں کائنات کا جود آرام فرما ہے اور اس کے اندر کائنات کا کرم موجزن ہے اس نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدن کو جود و عفاف اور کرم کے ساتھ تعبیر کیا ہے کہ یہ عام نہیں جس طرح کوئی مردہ کسی قبر کے اندر پڑا ہو یہ قبر تو کائنات میں سب سے بڑا مرکز برکت ہے اور مرکز عطا ہے۔

فِيْهِ الْعِفَافُ وَفِيْهِ الْجُوْدُ وَالْكَرَمُ

زمانے بھر میں کہیں سے بھی اتنا نہیں ملتا جتنا یہاں سے ملتا ہے۔

فِیْهِ الْجُوْدُ

یہاں پر جود وسخا ہے اور یہاں پر عفاف اور تقدس ہے والکرم اور یہاں پر اللہ تعالیٰ کے کرم کے مناظر نظر آرہے ہیں۔

جس قبر کے اندر اے محبوب علیہ السلام آپ تشریف فرما ہیں۔

امام عتبی کہتے ہیں وہ دیہاتی یہ اشعار پڑھ کر رخصت ہو گیا میں وہاں بیٹھا تھا۔

کہتے ہیں اسی دوران

غَلَبَتْنِیْ عَیْنِیْ

مجھ پر نیند کا غلبہ ہو گیا میری آنکھیں فوراً بند ہو گئیں۔ میں جب نیند میں پہنچا تو

رَاَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا وہاں بیٹھے بیٹھے ابھی وہ دیہاتی گیا ہی تھا کہ اس کی برکت کی وجہ سے میرا بھی کام بن گیا میں نے جب آنکھیں بند کیں مجھ پہ نیند طاری ہو گئی تو میں نے دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور آپ فرمانے لگے۔

یَا عُتْبِیُّ اَلْحِقِ الْاَعْرَابِیَّ

اے عتبی میرا وہ امتی جو ابھی درخواست پیش کر کے گیا ہے تم اس کے پیچھے جاؤ اس کو جا کر

فَبَشِّرْهُ

یہ خوشخبری سنا دو۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ غَفَرَ لَهٗ

اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہوں کو معاف فرما دیا ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۲۲، در منثور: ۱/۵۲۳)

یہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے صدیوں بعد کی بات ہے۔ ایمان ہو
ایسا ہو اور ایمان جب ایسا ہے تو کام بھی ایسا ہی بن جاتا ہے وہ سادہ انسان آ کے جھگڑ
اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

اب میں آ گیا ہوں اور میں اسی عقیدے سے آیا ہوں کہ آپ میری سفارش کریں
گے اب میں بول رہا ہوں میری سن لو اور میری سفارش کر دو اور کس خوبصورت انداز میں
اس نے اشعار پڑھے جو آج بھی امت کے تسلسل میں ہمارا یہ عقیدہ ہے۔

اور جس وقت بات ہوئی ہے زیادہ دیر نہیں لگی وہ فارغ ہوئے ہیں اب کام تھا ک
حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنتے سمجھتے پھر دربار میں سفارش کرتے پھر اللہ تعالیٰ معاف کرتا او
پھر اس امتی کا کام بن جاتا۔

چند لمحوں میں یہ سارے مراحل پورے ہو گئے ہیں۔ محبوب علیہ السلام نے سن بھی
لیا ہے۔ اس کا مقصد کیا ہے یہ جان بھی لیا ہے اور پھر اللہ سے رابطہ بھی کر لیا اور اللہ سے
بخشوا بھی لیا ہے۔

اور پھر یہ خوشخبری سنوا بھی دی ہے کہ جاؤ اس کو کہہ دو کہ صرف یہ نہ سمجھنا کہ ابھی
تمہاری درخواست پیش ہوئی ہے بلکہ اس درخواست پر اللہ نے جواب دیا ہے کہ میں اس
کی بھی خبر دے رہا ہوں کہ میں نے درخواست کر دی ہے اور میرے رب نے تمہار
گناہوں کو معاف فرما دیا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ظاہری حیات جو بعد از وصال ہے یہ ہمارے
نزدیک حسی ہے۔ حقیقی ہے اور دنیاوی ہے۔ اور یہ حیات شہداء کی حیثیت سے کہیں بالا
ہے۔ شہداء کو ایسی حیات نہیں ملتی۔ جس طرح کہ خالق کائنات جل جلالہ نے رسول اکر
صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہے اور یہ واضح ہے کہ جب شہداء کو حیات آپ کے صد
ملی ہے تو ان کی حیات کی حیثیت اور ہے ہمارے محبوب علیہ السلام کی حیات کی حیثیت

اس سے بالکل مختلف ہے۔

شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ان کے دربار پہ جو لوگ صدا کرتے ہیں
ہر مصیبت سے وہ محفوظ رہا کرتے ہیں
جھوم اٹھتی ہے سر عرش خدا کی رحمت
جب گنہگار کی خاطر وہ دعا کرتے ہیں
میرے آقا کو مدینے میں نہ محدود کرو
آپ خدام کے سینوں میں رہا کرتے ہیں
ذکر سرکار میں ذکر خدا ہے واللہ
اس لیے ہم تو محمد ﷺ کی ثنا کرتے ہیں

(iii) زائر...... اللہ کریم کی پناہ گاہ میں

آل خطاب میں سے ایک شخص روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے قصداً میری زیارت کی، وہ قیامت کے دن اللہ کی پناہ میں ہوگا۔

(الترغیب والترہیب: ۲/۱۸۶، الرقم: ۱۸۰۱، شعب الایمان، الرقم: ۴۱۵۱، وفاء الوفاء: ۴/۱۳۴۳)

(iv) روضۂ رسول کی زیارت...... قربِ الٰہی کا عظیم ذریعہ

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: سنت یہ ہے کہ تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر (مبارک) پر قبلہ کی جانب سے آؤ، پھر اپنی پیٹھ قبلہ کی طرف کرو اور اپنا منہ قبر (انور) کی طرف کرو، پھر تم کہو:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللهِ وَبَرَکَاتُهٗ (مسند الامام الاعظم، ص: ۱۲۶)

فاضل عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں:

"علماء اس پر متفق ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت اللہ تعالیٰ

کا قرب حاصل کرنے کا سب سے عظیم ذریعہ ہے اور تمام اعمال شرعیہ میں سب سے افضل ہے اور جس نے اس کے جواز کا انکار کیا۔ وہ خود بھی گمراہ ہے اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتا ہے۔'' (حاشیہ مسند ابو حنیفہ' ص:۲۰۱)

نہ مجھ کو کبھی دکھایا مدینہ
اب تو دکھا دو خدایا مدینہ

وہ یثرب جو ظلمتوں کا تھا شہر پہلے
تو آقا ﷺ نے آ کر بنایا مدینہ

میرے نبی کے دم سے ہیں آئی بہاریں
کہ خیر الوریٰ نے بسایا مدینہ

میرے نبی کے روضۂ اطہر کو دیکھو
کیسے دوستوں نے سجایا مدینہ

ان کی نظر میں نہ جچتی ہے جنت
ہے جن کی نظر میں سمایا مدینہ

ایک شاعر نے اپنے جذبات کی ترجمانی کچھ اس انداز میں کی ہے۔

تیرا کھاواں میں تیرے گیت گانواں یا رسول اللہ
تیرا میلاد میں کیوں نہ مناواں یا رسول اللہ

مدینے پاک دے اندر میری اینہو عبادت اے
تیرے روضے تو ناں نظراں ہٹاواں یا رسول اللہ

(۷) سرکار کی حیات ظاہری جیسی زیارت کا ثواب

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے۔

''جس ... [illegible]

نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔'' (سنن دارقطنی: ۲/۲۷۸، شعب الایمان: ۳/۴۸۹، الرقم: ۴۱۵۴، المعجم الکبیر: ۱۲/۳۱۰، الرقم: ۱۳۴۹۷، سنن کبریٰ: ۵/۲۴۶، الرقم: ۱۰۰۵۴)

کدی وچہ خواب دے ہووے نظارا یا رسول اللہ ﷺ
چمک جاوے میری قسمت دا تارا یا رسول اللہ ﷺ
کسے نوں مان دنیا تے کسے نوں ہے عبادت تے
تے مینوں صرف تیرا ہے سہارا یا رسول اللہ ﷺ
عرش توں فرش تک سارا زمانہ جاندا اصغر
خدا تینوں، خدا نوں توں پیارا یا رسول اللہ ﷺ

(vi) اے اہل ایمان! ذرا ہوش کیجئے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان اقدس ہے:

''جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری (قبر انور کی) زیارت نہ کی تو اس نے میرے ساتھ جفا کی۔''

(سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام، ص: ۲۱، ابن حجر مکی، الجوہر المنظم، ص: ۲۸)

تنبیہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان بڑا واضح ہے بلکہ اس میں امت مسلمہ کے لیے کڑی تنبیہ بھی ہے کہ جس مسلمان نے حج کی سعادت عظمیٰ حاصل کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نہ کی اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جفا کی۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جفا کا مرتکب ہوا کیا اس کا ایمان سلامت رہ گیا؟

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق، حضور کے چاہنے والے تو یہ کہتے ہیں کہ

جس دل وچہ عشق محمد دا اس دل وچہ نور آ جاندا اے
جدوں لیئے نام محمد دا محفل نوں سرور آ جاندا اے

میں طور دی عظمت من داہاں پر وکھری شان مدینے دی
جدوں ٹریئے شہر مدینے نوں ہر قدم تے طور آ جاندا اے
جنہوں مل جائے قربت سوہنے دی اوہ نیڑے ربدے ہو جاندا
جیہڑا ہووے دور محمد توں او رب توں دور ہو جاندا اے

(vii) روضۂ رسول کی زیارت اور اسوۂ صحابہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے قرب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دفن ہونے کے لیے اجازت طلب کی تاکہ ہمہ وقت قربت و زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سیراب ہوتے رہیں۔ (صحیح بخاری: ۱/۴۶۹، الرقم: ۱۳۲۸)

حضرت کعب الاحبار کے قبول اسلام کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اُنہیں کہا: ''کیا آپ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ اقدس کی زیارت اور فیوض و برکات حاصل کرنے کے لیے میرے ساتھ مدینہ چلیں گے؟'' تو انہوں نے کہا: ''جی! امیر المؤمنین۔'' پھر جب کعب الاحبار اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ آئے تو سب سے پہلے بارگاہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دی اور سلام عرض کیا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے مدفن مبارک پر کھڑے ہو کر ان کی خدمت میں سلام عرض کیا اور دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ (واقدی، فتوح الشام: ۱/۳۱۸، ہیتمی، الجوہر المنظم: ۲۷، ۲۸)

زیارت مصطفیٰ کی برکات

نے دل کردا مدینے ٹر جاواں
دلدار محمد ویکھاں میں
سب ولیاں نبیاں قطباں دا
سردار محمد ویکھاں میں

ایس غم تھیں دل ہے چور مرا
ہے روضہ سجناں دور تیرا
کجھ ایسا کرم جے ہو جاوے
اک وار محمد ویکھاں میں
مرے عیب گناہ سب ڈھل جاون
در رحمت والے کھل جاون
اک وار جے جاواں تے جا کے
چمکار محمد ویکھاں میں

(i) آگ میں داخل نہیں ہوگا

وہ لوگ خوش نصیب ترین ہیں جو زیارت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سعادت حاصل کرتے ہیں اور جنہیں یہ نوید جانفزا سنائی گئی ہے:

حضرت سعید بن میسرہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”بیشک وہ آگ میں داخل نہیں ہوگا جس نے خواب میں مجھے دیکھا“

(کنز العمال: ۱۵/۳۸۴، الرقم: ۴۱۴۸۷)

(ii) خواب میں زیارت کرنے والے کو بیداری میں زیارت ہوگی

بعض نفوس قدسیہ اس سعادت کے بھی حامل ہوتے ہیں کہ وہ حالت بیداری میں زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف حاصل کرتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: مَنْ رَّآنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَةِ وَلَا یَتَمَثَّلُ الشَّیْطٰنُ بِیْ.

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، انہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے مجھے خواب میں دیکھا وہ عنقریب مجھے بیداری میں بھی دیکھے گا اور شیطان میری صورت اختیار نہیں کر سکتا۔‘‘ (صحیح بخاری:۶/۲۵۶۷، صحیح مسلم:۴/۱۷۷۵، الرقم:(۱۱)

۲۲۶۶، مسند احمد بن حنبل:۵/۳۰۶، الرقم:۲۲۶۵۹، سنن ابوداؤد:۴/۳۰۵، الرقم:۵۰۲۳)

(iii) زیارت رسول......حق ہے

عَنْ اَبِیْ قَتَادَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : مَنْ رَّآنِیْ فَقَدْ رَأَی الْحَقَّ

’’حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے (خواب میں یا حالت بیداری میں) مجھے دیکھا تو یقیناً اس نے حق کو دیکھا۔‘‘

(صحیح بخاری:۶/۲۵۹۵، صحیح مسلم:۴/۱۷۷۶، الرقم:۲۲۶۷، سنن دارمی:۲/۱۶۶، الرقم:۲۱۴۰

(iv) زیارت مقدسہ کے خواب کی تعبیرات

آئمہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی مختلف تعبیرات بیان کی ہیں۔

امام ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

☆ ’’اگر کوئی تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے کی سعادت حاصل کر لے تو مقروض ہونے کی صورت میں قرض سے سرخرو ہو گا۔ ☆ قیدی ہو تو رنج اسیری سے نجات پائے گا۔ ☆ دہشت زدہ ہو تو امن پائے گا...... اور قحط و تنگی دور ہو گی۔ ☆ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں ترش رو یا بیزاری کی حالت میں دیکھا تو یہ سستی دین و ترک سنت اور اس

ملک میں بدعت کے ظاہر ہونے کی دلیل ہے۔☆ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ اچھا لباس پہنے ہوئے ہیں تو یہ خواب امت کی دین و دنیا میں بہتری پر دلالت کرے گا۔☆ اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جنازہ دیکھے تو اس ملک میں رنج اور بہت مصیبت آئے گی...... اور اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کی زیارت کرے تو مال کثیر پائے گا۔"

(ابن سیرین، تفسیر الاحلام برحاشیہ تعطیر الانام از نابلسی: ۱/۲۵)

امام کرمانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

"جو کوئی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسرور و شاد ماں دیکھے تو یہ عزت، جاہ و حشمت اور کامیابی کی دلیل ہے۔" (ایضاً: ۲/۲۲)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ خواب میں پیغمبروں کی زیارت دس حوالوں سے ہے۔

(۱) رحمت، (۲) نعمت، (۳) عزت، (۴) بزرگی، (۵) دولت، (۶) ظفر مندی، (۷) سعادت، (۸) جمعیت، (۹) قوت، (۱۰) دونوں جہاں کی خیر

اور اس موضع، گاؤں یا علاقے کے لوگوں کی بہتری کی طرف بھی اشارہ ہے جس جگہ پر یہ خواب دیکھا گیا ہے۔ (ابن سیرین، تعبیر الرؤیا، ص: ۸۱)

(۷) اہلِ دل...... ہمہ وقت یادِ محبوب میں مستغرق رہتے ہیں

☆ شیخ احمد ابو العباس مرسی کا قول ان الفاظ میں منقول ہے:

"چالیس سال سے میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں سے اوجھل نہیں ہوا۔ اگر پلک جھپکنے کی مدت کے لیے بھی میں اللہ کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظروں سے اوجھل ہو جاؤں تو میں خود کو مسلمان تصور نہیں کرتا۔" (الطبقات الکبریٰ: ۲/۱۳)

اس قول سے ظاہر ہوا کہ اہل دل ہمہ وقت یادِ محبوب میں مستغرق رہتے ہیں اور

جو دم غافل سو دم کافر

کے مصداق غفلت میں گزرے ہوئے ایک لمحہ کو بھی کفر گردانتے ہیں۔

☆ شیخ سراج الدین بن ملقن ''طبقات الاولیاء'' میں لکھتے ہیں کہ سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا:

''میں نے نماز ظہر سے قبل حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تو کیوں نہیں بولتا؟ میں نے عرض کیا: اے میرے ابا جان! میں عجمی ہوں، فصحاء بغداد کے سامنے کیسے زبان کھولوں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنا منہ کھولو۔ پس میں نے منہ کھولا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں سات بار اپنا لعاب دہن ڈالا اور فرمایا: اب لوگوں سے گفتگو کر اور انہیں اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلا۔ اس کے بعد میں نے نماز ظہر ادا کی۔'' (سیوطی، الحاوی للفتاوی: ۲/۲۴۳، ابن حجر مکی، الفتاوی الحدیثیہ: ۲۵۶)

☆ ''امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے بائیس مرتبہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار بیداری کی حالت میں کیا۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند احادیث کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصحیح فرمائی اور انہوں نے انہیں درست کرلیا۔''

(فیض الباری علی صحیح بخاری: ۱/۲۰۴)

عاشقوں کی عقیدت پہ...... لاکھوں سلام

سَرَیْتَ مِنْ حَرَمٍ لَیْلاً اِلٰی حَرَمٍ
كَمَا سَرَی الْبَدْرُ فِیْ دَاجٍ مِنَ الظُّلَمِ

آپ ایک شب میں حرم شریف مکہ سے حرم محترم مسجد اقصیٰ تک (باوجودیکہ ان میں فاصلہ چالیس روز کے سفر کا ہے، ایسے ظاہر و باہر تیز رو کمال نورانیت وارتفاع کدورت کے ساتھ) تشریف لے گئے جیسا کہ بدر تاریکی کے پردہ میں نہایت درخشانی کے ساتھ جاتا ہے۔

وَبِتَّ تَرْقٰی اِلٰی اَنْ نِلْتَ مَنْزِلَةً
مِنْ قَابِ قَوْسَیْنِ لَمْ تُدْرَكْ وَلَمْ تُرَمِ

اور آپ نے بحالت ترقی رات گزاری اور یہاں تک ترقی فرمائی کہ ایسا قرب الٰہی حاصل کیا جس پر مقربان درگاہ خداوندی سے کوئی نہیں پہنچایا گیا تھا بلکہ اس مرتبہ کا بسبب غایت رخصت کسی نے قصد بھی نہیں کیا تھا۔

وَقَدَّمَتْكَ جَمِیْعُ الْاَنْبِیَآءِ بِهَا
وَالرُّسْلِ تَقْدِیْمَ مَخْدُوْمٍ عَلٰی خَدَمِ

آپ کو مسجد بیت المقدس میں تمام انبیاء و رسل نے اپنا امام و پیشوا بنایا جیسا مخدوم خادموں کا امام و پیشوا ہوتا ہے۔

وَاَنْتَ تَخْتَرِقُ السَّبْعَ الطِّبَاقَ بِهِمْ
فِیْ مَوْكِبٍ كُنْتَ فِیْهِ صَاحِبَ الْعَلَمِ

اور (منجملہ) آپ کی ترقیات کے یہ امر ہے کہ) آپ سات آسمانوں کو طے کرتے جاتے تھے جو ایک دوسرے پر ہے ایسے لشکر ملائکہ میں (جو بلحاظ آپ کی عظمت شان و تالیف قلب مبارک آپ کے ہمراہ تھا اور) جس کے

سرداراور صاحب علم آپ ہی تھے۔

☆ مولانا جامی نور اللہ مرقدہٗ واعلیٰ اللہ مراتبہٗ یہ نعت کہنے کے بعد جب ایک مرتبہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو ان کا ارادہ یہ تھا کہ روضۂ اقدس کے پاس کھڑے ہو کر اس نظم کو پڑھیں گے۔ جب حج کے بعد مدینہ منورہ کی حاضری کا ارادہ کیا تو امیر مکہ نے خواب میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کو یہ ارشاد فرمایا کہ اس کو (جامی کو) مدینہ نہ آنے دیں۔ امیر مکہ نے ممانعت کر دی مگر ان پر جذبۂ شوق اس قدر غالب تھا کہ یہ چھپ کر مدینہ منورہ کی طرف چل دیئے۔ امیر مکہ نے دوبارہ خواب دیکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ آ رہا ہے اس کو یہاں نہ آنے دو۔ امیر نے آدمی دوڑائے اور ان کو راستہ سے پکڑوا کر بلایا۔ ان پر سختی کی اور جیل خانہ میں ڈال دیا۔ اس پر امیر کو تیسری مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ یہ کوئی مجرم نہیں۔ بلکہ اس نے کچھ اشعار کہے ہیں جن کو یہاں آ کر میری قبر پر کھڑے ہو کر پڑھنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ اگر ایسا ہوا تو قبر سے مصافحہ کے لیے ہاتھ نکلے گا جس میں فتنہ ہوگا۔ اس پر ان کو جیل سے نکالا گیا اور بہت اعزاز واکرام کیا گیا۔

(شیخ الحدیث حضرت علامہ مولانا محمد زکریا صاحب' فضائل درود شریف، حکایات صحابہ، ص: ۸۰۳)

رکھتے ہیں وہ نظروں میں...... عنایت ہو تو ایسی ہو

ابو بکر محمد بن عمر بیان کرتے ہیں کہ میں ابو بکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ شبلی آ گئے۔ ابو بکر بن مجاہد ان کے لیے کھڑے ہوئے اور ان سے معانقہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا اے سیدی! آپ شبلی کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں حالانکہ آپ کا اور تمام اہل بغداد کا یہ خیال ہے کہ یہ دیوانہ ہے! انہوں نے کہا: میں نے اس کے ساتھ اسی طرح کیا ہے جس طرح میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے ساتھ کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ کیونکہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

زیارت کی۔ پھر دیکھا کہ شبلی آ رہا ہے۔ آپ اس کے لیے کھڑے ہوئے اور اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! آپ شبلی کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ نماز کے بعد یہ پڑھتا ہے۔

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ○

بے شک تمہارے پاس تم میں سے (ایک باعظمت) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تشریف لائے۔ تمہارا تکلیف و مشقت میں پڑنا ان پر سخت گراں (گزرتا) ہے۔ (اے لوگو!) وہ تمہارے لیے (بھلائی اور ہدایت) کے بڑے طالب و آرزومند رہتے ہیں (اور) مومنوں کے لیے نہایت (ہی) شفیق بے حد رحم فرمانے والے ہیں۔ (پ ۱۱، توبہ: ۱۲۸)

اس کے بعد مجھ پر درود (شریف) پڑھتا ہے اور ایک روایت میں ہے یہ ہر فرض کے بعد یہ دو آیتیں پڑھتا ہے۔ اس کے بعد مجھ پر درود پڑھتا ہے اور تین مرتبہ اس طرح پڑھتا ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْكَ يَا مُحَمَّدُ

انہوں نے کہا: پھر جب شبلی آئے تو میں نے ان سے پوچھا کہ آپ نماز کے بعد کیا ذکر کرتے ہیں؟ تو انہوں نے اسی طرح ذکر کیا۔ (جلاء الافہام، ص: ۲۵۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شبلی کا اسی (۸۰) سال سے یہ معمول ہے۔

آرزوئے حیات

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا خواہشمند ہر مسلمان اپنے دل میں یہ جذبات رکھتا ہے کہ

سنو جے میرے دکھڑے تے سناواں یا رسول اللہ ﷺ

[illegible]

میں اپنے شوق نوں ویکھاں کہ اپنے آپ نوں ویکھاں
میں کیہڑے مان تے گھر وچ بلاواں یا رسول اللہ ﷺ

بڑا چا اے زیارت دا بڑی حسرت اے ویکھن دی
کدی آؤ تے اکھاں تے بٹھاواں یا رسول اللہ ﷺ

کدوں صورت وکھاؤ گے کدوں حسرت مٹاؤ گے
کتے ویکھن توں پہلوں مر نہ جاواں یا رسول اللہ ﷺ

تساڈے ذکر وچ گزری، اے ساری زندگی میری
تساڈے عشق وچ دنیا توں جانواں یا رسول اللہ ﷺ

میں نظراں نیویاں کر کے پھراں میدان محشر وچ
خدا دے سامنے کیہہ منہ وکھانواں یا رسول اللہ ﷺ

بنا دیدار نہیں دارو کوئی اعظم دے درداں دا
میں کر کے ویکھیاں لکھاں دوانواں یا رسول اللہ ﷺ

☆☆☆

شہرِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۝ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِی الرَّحْمَةِ وَالْغُفْرَانِ۝ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ۝ فَاتِحِ بَابِ الرَّحْمَةِ وَالرِّضْوَانِ۝ یُنَوِّرُ الْقَلْبَ بِنُوْرِ الْعِرْفَانِ۝ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ۝ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ۝

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۝

مَا کَانَ لِاَهْلِ الْمَدِیْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ یَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ وَلَا یَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ط

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ۝

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِهٖ، کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِهٖ

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِهٖ، صَلُّوْا عَلَیْهِ وَآلِهٖ

نعت رسولِ مقبول ﷺ

روضے دی جالی وسدی اے یاں گنبد خضریٰ وسدا اے
اسیں جدھر نظراں چکنے آں بس شہر مدینہ وسدا اے

ہن ہور نہ توں ترسا سانوں ہن چھیتی کول بلا سانوں
بن ویکھے تیریاں گلیاں نوں ہن مشکل جینا وسدا اے

اساں جد دی ہوش سنبھالی اے اک در تے نظراں جمیاں نیں
در جگ وچ اساں غریباں نوں اکو ای سہارا وسدا اے

جد جاؤ اس دروازے تے منہ منگیاں مراداں ملدیاں نیں
جد ویکھو جوشاں وچ اوہدی رحمت دا دریا وسدا اے

میتوں تے تائب بخشش دا کوئی پاک نبی دے نام بناں
نہ ہور وسیلہ لبھدا اے، نہ ہور ذریعہ وسدا اے

☆☆☆

ابتدائیہ

گھٹاؤ اشک برساؤ مدینہ یاد آیا ہے
سماں ساون کا دکھلاؤ مدینہ یاد آیا ہے
تڑپ کر اے دل بے تاب تڑپا دے زمانے کو
جلا دو بجلیو آ کر خوشی کے آشیانے کو
مجھے کچھ اور تڑپاؤ، مدینہ یاد آیا ہے
نہ چھیڑو واعظو جنت کے لالہ زار کی باتیں
سناؤ آج بس مجھ کو دیار یار کی باتیں
مجھے کچھ اور تڑپاؤ، مدینہ یاد آیا ہے

سرکار دو جہاں، رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری سے اس شہر کو عظمتیں بخش دی گئیں......اس کی آب و ہوا میں تغیر رونما ہوا......اس کے معاشی حالات میں برکات کا ظہور ہوا......محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطہ زمین کو دعاؤں سے نوازا......ان دعاؤں کے صدقے مدینہ کو شہرت دوام نصیب ہوئی......اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی قیام گاہ اور آخری آرام گاہ بننے کے باعث اس کے درجات میں بلندی ہوگئی......اس سرزمین کی خاک کو مظہر جمال و جلال الٰہی کے قدم ناز کو بوسہ دینے کی سعادت میسر آئی......عشاق باصفا کی آنکھوں کا سرمہ بنی......گلستان مدینہ سے گزر کر جانے والا باد نسیم کا ہر جھونکا مردہ دلوں کو حیات نو، پژمردہ روحوں کو تازگی اور نشاط بانٹتا چلا گیا......اس شہر کے گلی کوچے، بازار اور تجارتی منڈیاں

عظمت والی ہیں جہاں سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم گزرا کرتے تھے...... وہ باغات اور نخلستان عظمت والے ہیں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے جایا کرتے تھے...... وہ کنوئیں اور چشمے عظمت والے ہیں جن سے نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم پانی نوش فرمایا کرتے تھے...... وہ محلے اور بستیاں عظمت والی ہیں جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثاروں کی دلجوئی اور عزت افزائی کے لیے قدم رنجہ فرمایا کرتے تھے...... وہ وادیاں اور آبی گزرگاہیں عظمت والی ہیں جہاں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا کرتا تھا۔

☆☆☆

شہر مصطفیٰ......قرآن کی روشنی میں

اے خطۂ محبوب خدا!......اے شہر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم! تو اللہ کا محبوب ترین شہر ہے......اے شہر نبی الحرمین صلی اللہ علیہ وسلم! تو تمدن کی آبرو ہے......تو ثقافت کی جان ہے......تیرے مکینوں نے ہی دنیا کو جنگل کے قانون سے نجات دلائی......افق عالم پر دائمی امن کی بشارتیں تو نے ہی تحریر کیں۔

اے شہر رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم! انسان دوستی تیری ہی فصیلوں کی خشت اول ہے......دختر حوا کے پاؤں کی زنجیر کاٹ کر اس کے برہنہ سر پر چادر رحمت دینے کے عمل خیر کا تو ہی امین ہے......معاشرے کے کچلے ہوئے طبقات کو جینے کا حق دینے میں تو نے ہی مرکزی کردار ادا کیا ہے......غلامی کے ادارے کے خاتمے کی بنیاد تیرے ہی منشور نامے کا حصہ بنی......معاشی عدل کا تصور تیری ہی دہلیز سے آفتاب نوید بن کر طلوع ہوا۔

اے شہر رسول ہاشمی صلی اللہ علیہ وسلم! پوری کائنات میں تجھے یہ منفرد اعزاز حاصل ہے کہ گنبد خضراء تیرے دامن منور میں موجود ہے......وہ گنبد خضراء جس کا تصور عشاق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بے تاب رکھتا ہے......وہ لوح جاں پر اپنی اس آرزو کا اظہار کرتے ہیں کہ کوئی انگلی پکڑ کر انہیں گنبد خضراء کی ٹھنڈی ٹھنڈی چھاؤں میں لے جائے......ان کی نظریں گنبد خضریٰ کی تلاش میں رہتی ہیں......ان کے ننھے منے بچے بھی دونوں ہاتھ اٹھا کر عکس گنبد خضراء کو سلام کرتے ہیں......وہ گنبد خضریٰ جہاں صبح و شام ستر ہزار فرشتے اترتے ہیں......حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہدیۂ درود و سلام بھیجتے ہیں......اور طواف گنبد خضراء میں مصروف رہتے ہیں۔

اے شہر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم!

تیری عظمتوں کو — سلام

تیری رفعتوں اور بلندیوں کو — سلام

تیرے اعزاز اور انعامات کو — سلام

تیرے مکینوں اور باسیوں کو — سلام

تیرے گداؤں اور فقیروں کی صداؤں کو — سلام

تیرے مسکینوں اور ضعیفوں کو — سلام

تیرے میدانوں اور پہاڑوں کو — سلام

تیری پاکیزہ ہواؤں اور معطر فضاؤں کو — سلام

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اس شہر دلنواز کا ذکر قرآن کریم میں چار مرتبہ آیا ہے۔

ارشاد ربانی ہے۔

(۱) وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ ﵑ

"اے (مسلمانو!) تمہارے گردونواح کے دیہاتی گنواروں میں بعض منافق ہیں اور بعض باشندگان مدینہ بھی۔" (پ ۱۱، التوبۃ ۱۰۱)

(۲) مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ

"اہل مدینہ اور ان کے گردونواح کے (رہنے والے) دیہاتی لوگوں کے لیے مناسب نہ تھا کہ وہ رسول اللہ سے (الگ ہو کر) پیچھے رہ جائیں اور نہ یہ کہ ان کی جان (مبارک) سے زیادہ اپنی جانوں سے رغبت رکھیں۔"

(پ ۱۱، التوبۃ ۱۲۰)

(۳) لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا٥

"البتہ اگر منافقین اور جن کے دلوں میں (نفس پرستی اور ہوس پرستی کی) بیماری ہے اور جو مدینہ میں جھوٹی افواہیں اڑایا کرتے ہیں (اپنی ان حرکتوں سے) باز نہ آئے تو ہم ضرور آپ کو ان کے پیچھے لگا دیں گے پھر وہ آپ کے پاس اس (مدینہ) میں بس تھوڑے ہی دن رہ سکیں گے۔" (پ:۲۲، الاحزاب:۶۰)

(۴) يَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَى الْمَدِيْنَةِ لَيُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ٥

"(اور یہ منافق) کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس گئے تو ہم میں جو عزت والے ہیں وہ ذلت والوں کو نکال دیں گے حالانکہ (وہ یہ نہیں سمجھتے کہ وہ خود ذلیل ہیں، درحقیقت) عزت اللہ کے لیے ہے اور اس کے رسول کے لیے اور (درجہ بدرجہ) مومنین کے لیے لیکن منافقین (یہ) نہیں جانتے۔"

(پ:۲۸، المنافقون:۸)

شہر مصطفیٰ...... حدیث کی روشنی میں

سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کو اس شہر سے بے پایاں محبت تھی۔ جب سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ کے مکانات کی دیواریں دکھائی دیتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری کو تیز کر دیتے اور یوں دعا مانگتے ہوئے اس میں داخل ہوتے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ لَّنَا بِهَا قَرَارًا وَّرِزْقًا حَسَنًا

"اے اللہ! اس شہر کو ہمارے لیے قرار گاہ بنا دے اور ہمیں خوبصورت رزق عطا

فرمانا۔"

شاعر نے کیا خوب اس شہر کی شان بیان کی ہے۔

محمد دا سوہنا نگر اللہ اللہ
بہاراں دا مرکز تے گھر اللہ اللہ
مدینے دی ہر رات اللہ اکبر
مدینے دی ہر اک سحر اللہ اللہ
صدا اللہ اللہ دی ہوندی اے دن وچ
تے ہندی رہوے رات بھر اللہ اللہ
مدینے دی منزل توں قربان جاواں
مدینے دا نوری سفر اللہ اللہ

(i) اہل مدینہ سے برائی کا ارادہ کرنے والا ...... تباہ ہو جائے گا

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینے سے اس قدر محبت تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو تکلیف پہنچانے والوں کے لیے سخت کلمات کہے اور انہیں اہل مدینہ کو اذیت پہنچانے سے منع فرمایا۔

عَنْ سَعْدِ بْنِ اَبِیْ وَقَّاصٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَلَا یُرِیْدُ اَحَدٌ اَھْلَ الْمَدِیْنَۃِ بِسُوْءٍ اِلَّا اَذَابَہُ اللّٰہُ فِی النَّارِ ذَوْبَ الرَّصَاصِ، اَوْ ذَوْبَ الْمِلْحِ فِی الْمَاءِ۔

"حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کو تکلیف پہنچانے کا ارادہ کرے گا اللہ تعالیٰ اسے [illegible] آگ میں اس طرح پگھلا دے گا جس طرح [illegible] پگھلتا ہے یا جس طرح نمک پانی میں [illegible]
[illegible]

حضرت سائب بن خلاد سے مروی ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَخَافَ اَهْلَ الْمَدِيْنَةِ ظُلْمًا اَخَافَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ وَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ مِنْهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ صَرْفًا وَّلَا عَدْلًا ۔

"جس نے اہل مدینہ کو از راہ ظلم خوفزدہ کیا اللہ تعالیٰ اس کو خوفزدہ کرے گا، اس پر اللہ کی، فرشتوں اور سب لوگوں کی پھٹکار ہو گی۔ اللہ تعالیٰ اس شخص سے قیامت کے دن نہ عذاب پھیرے گا اور نہ کوئی معاوضہ قبول کرے گا۔"

معقل بن یسار روایت کرتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةُ مُهَاجَرِیْ وَفِيْهَا مَضْجَعِیْ وَمِنْهَا مَبْعَثِیْ حَقِيْقٌ عَلٰى اُمَّتِیْ حِفْظُ جِيْرَانِیْ مَا اجْتَنَبُوا الْكَبَائِرَ وَمَنْ حَفِظَهُمْ كُنْتُ لَهٗ شَهِيْدًا وَّشَفِيْعًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ لَّمْ يَحْفَظْهُمْ سُقِیَ مِنْ طِيْنَةِ الْخَبَالِ

"حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ میری ہجرت گاہ ہے اسی میں میرا مزار ہو گا یہیں سے میں قیامت کے روز اٹھوں گا۔ میری امت پر لازم ہے کہ وہ میرے پڑوسیوں کی حفاظت کریں جب تک وہ کبیرہ گناہوں کے مرتکب نہ ہوں۔ جو شخص ان کی حفاظت کرے گا قیامت کے دن میں اس کا گواہ اور شفیع ہوں گا اور جو ان کی حفاظت نہیں کرے گا اس کو دوزخیوں کی پیپ اور خون پلایا جائے گا۔" (سبل الہدیٰ ۳/۳۴۶)

(۱۱) تبع حمیری کا سبق آموز واقعہ

بعض مورخین نے بیان کیا ہے تبع نے جب ملک مشرق کو فتح کیا تو اس کا گزر مدینہ طیبہ سے ہوا اس نے اپنے بیٹے کو یہاں چھوڑا اس نے اپنے ایک بیٹے کو اہل کا خلیفہ مقرر کیا اور خود آگے شام روانہ ہو گیا اہل مدینہ نے اس کے بیٹے کو دھوکے سے بہانے کے الزام میں قتل کر دیا تھا

اپنے بیٹے کے انتقام کے لیے مدینہ آیا۔ قتل وغارت شروع کر دی۔ اس کا گھوڑا جنگ میں مارا گیا اور قسم کھائی کہ وہ جب تک اس شہر مبارک کو برباد نہ کرے گا قدم باہر نہ کرے گا۔

آخر بعض احبار یہود اس کے پاس گئے اور کہا کہ یہ بلدہ مبارکہ اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں ہے اس کو کوئی خراب وتباہ نہیں کر سکتا۔ ہم اپنی کتاب میں اس کے اوصاف اور تعریفیں پڑھتے چلے آرہے ہیں۔ اس کا اصل نام طیبہ ہے اور یہ پیغمبر آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہجرت ہے۔ وہ اولاد آدم حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہوں گے۔ اس لیے تو اس کی خرابی کے خیال میں نہ رہ اور اس سخن سے باز رہ۔

تبع اسے سن کر جو خیال اس کے دل میں تھا اس سے باز آ گیا۔ اپنے دوستوں کے ساتھ یمن کی جانب روانہ ہو گیا۔ احبار کی زبانی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات سن کر اپنے دل میں آپ کا انس پیدا کیا۔

محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ تبع نے حضرت نبی آخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ایک گھر بنوایا اور چار سو علماء تورات مقرر کیے جو اسے ترک مرافقت کے لیے رہتے تھے۔ آخر اس نے شوق زیارت میں مدینے کا رہنا اختیار کیا۔ تبع نے ہر ایک کے واسطے ایک ایک گھر بنوایا اور ایک ایک خادمہ کافی مال ومتاع انہیں بخشا اور ایک خط لکھا جس میں اپنے اسلام کی شہادت درج کی اور ان محبت کے ابیات سے چند ایک یہ ہیں۔

شَهِدْتُ عَلٰى اَحْمَدٍ اِنَّهٗ
رَسُوْلٌ مِّنَ اللهِ بَارِئُ نَسَم

فَلَوْ مُدَّ عُمْرِیْ اِلٰی عُمْرِهٖ
لَکُنْتُ وَزِیْرًا لَّهٗ وَابْنُ عَمّ

ترجمہ: ”گواہی دی میں نے احمد پر اس بات کی کہ وہ بھیجا ہوا ہے خالق الخلق کا۔ اگر میری عمر ان کے اظہار تک رہی تو میں ان کا وزیر اور چچیرا بھائی ہوں گا۔“

اور اس خط کو مہر لگا کر اس جماعت کے سب سے بڑے آدمی کے حوالے کیا اور وصیت کی کہ وہ زمان مبارک نشان حضور علیہ السلام کو پالے تو یہ عریضہ ان کی خدمت میں پیش کرے۔ اگر نہ پا سکے تو اپنی اولاد کے حوالے کر دے۔ اور اسی طرح اولاد در اولاد چلتا رہے یہاں تک کہ نبی خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے اور اس نے ایک مکان خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تیار کرایا تا کہ وہ جس وقت تشریف لائیں اس میں مقیم ہوں۔

ایک عالم کو جس کی اولاد سے حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ تھے اس گھر کا متولی بنایا۔ مدینہ میں جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کی وہ سب ان علماء کی اولاد سے تھے۔ کہتے ہیں کہ وہ خط حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے وقت حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس محفوظ رہا۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں پیش کیا۔

(تاریخ مدینہ ص:۵۹، ۶۰، یوسف صالحی، سبل الہدیٰ والرشاد: ۳/۲۷۴)

(iii) یزید کا ظلم اور اس کا انجام

یزید پلید نے اہل مدینہ پر بے انتہا مظالم ڈھائے۔ میدان کربلا کے شہداء کے علاوہ مدینہ طیبہ میں بارہ ہزار چار سو ستانوے حضرات کو یزید کی فوج نے بحکم یزید پلید ظلم و ستم سے شہید کیا۔ ان ازلی شقیوں نے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گھوڑے باندھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اور منبر کے مابین مقام کو جس کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ گھوڑے لید اور پیشاب کرتے رہے۔

اس یزید پلید کا انجام اس دنیا میں بھی برا ہوا اور آخرت میں بھی برا ہوگا۔ آج بھی اگر کوئی یزید کا نام لے تو نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ امت مسلمہ کے بچے بچے کے دل میں بھی یزید کے لیے نفرت ہے اور اسے ذلیل اور برے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ قیامت والے دن بھی یزید پلید پر اللہ کی لعنت ہوگی اور اس کا انجام ذلیل لوگوں کے ساتھ ہوگا۔

(iv) طاعون و دجال سے محفوظ شہر

مدینے کی عظمت و شان کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بے شمار فرامین ہیں۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ: رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: عَلٰی اَنْقَابِ الْمَدِیْنَۃِ مَلَائِکَۃٌ لَا یَدْخُلُھَا الطَّاعُوْنُ وَلَا الدَّجَّالُ

’’حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ منورہ کے راستوں پر فرشتے (بطور محافظ مقرر) ہیں لہٰذا طاعون اور دجال اس (مقدس شہر) میں داخل نہیں ہوں گے۔‘‘

(صحیح بخاری ۲، ۶۶۴، الرقم: ۱۷۸۱، صحیح مسلم: ۲/۱۰۰۵، الرقم: ۱۳۷۹)

فائدہ

’’طاعون‘‘ ایک وباء کا نام ہے، جدید میڈیکل سائنس کی تحقیق یہ ہے کہ طاعون کی بیماری کی اصل وجہ ایک خوردبینی جرثومہ ہے جو ایک پسو نما کیڑے میں پرورش کرتا ہے۔ یہ پسو زیادہ تر چوہوں اور چوہوں کی اقسام کے جانوروں میں پائے جاتے ہیں اور چوہے کی کھال کے ساتھ چمٹے ہوتے ہیں۔ جب چوہے طاعون زدہ پسو کو سوار کرکے ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں یا مر جاتے ہیں تو پسو دوسرے جانوروں یا انسانوں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ یہ بیماری زیادہ تر انہی پسوؤں کے کاٹنے سے جنم لیتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ بیماری دوسرے ذرائع سے بھی ہوتی ہے۔ اس میں ہوا کے ذریعہ جرثومے کی بیمار آدمی سے تندرست آدمی تک منتقلی یا جرثومے کا کسی اور جانور میں [illegible] بیماری کی وجہ بنتا شامل ہے۔

طاعون دراصل جسم میں نکلنے والی گلٹیاں (غدود) ہیں یہ گلٹیاں [illegible]

ہاتھوں، پنڈلیوں اور سارے بدن میں نکلتی ہیں۔ اس کے ساتھ سوجن ہوتی ہے اور سخت درد ہوتا ہے۔ پھنسیاں جلن کے ساتھ نکلتی ہیں اور ان کی جگہ سیاہ، سرخ یا سبز ہوتی ہے اور اس کی وجہ سے گھبراہٹ ہوتی ہے۔

طاعون کا علاج ڈاکٹر کے مشورے سے اینٹی بائیوٹک (Antibiotics) دواؤں سے کریں اور اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر دعا اور استغفار کریں۔ (تبیان القرآن، ۱/ ۳۳۸-۳۳۹)

بلعم بن باعوراء کا عبرتناک واقعہ

منقول ہے کہ بلعم بن باعوراء اپنے دور کا بہت بڑا عالم، عابد و زاہد اور اسم اعظم جاننے والا تھا۔ اس کی روحانیت کا یہ عالم تھا کہ زمین سے عرش اعظم کو دیکھ لیا کرتا تھا۔ بہت ہی مستجاب الدعوات تھا (یعنی اس کی دعائیں بہت زیادہ مقبول ہوا کرتی تھیں) اس کے شاگردوں کی تعداد بھی بہت زیادہ تھی۔ اس کی درسگاہ میں طالب علموں کی دواتیں بارہ ہزار تھیں۔

جب حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام "قوم جبارین" سے جہاد کرنے کے لیے بنی اسرائیل کے لشکروں کو لے کر روانہ ہوئے تو بلعم بن باعوراء کی قوم اس کے پاس گھبرائی ہوئی آئی اور کہا: موسیٰ (علیہ السلام) بہت ہی بڑا اور نہایت ہی طاقتور لشکر لے کر حملہ آور ہونے والے ہیں۔ وہ ہمیں ہمارے ملک سے نکال کر اپنی قوم بنی اسرائیل کو دینا چاہتے ہیں۔ تم ان کے لیے ایسی بددعا کرو کہ وہ شکست کھا کر واپس چلے جائیں۔ تم چونکہ مستجاب الدعوات ہو (تمہاری دعا مقبول ہے) اس لیے تمہاری دعا بھی ضرور مقبول ہوگی۔ یہ سن کر بلعم بن باعوراء کانپ اٹھا اور کہنے لگا:

تمہارا ستیاناس ہو! خدا کی پناہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔ اور ان کے لشکر میں مومنوں اور فرشتوں کی جماعت ہے، بھلا میں ان پر کیسے بددعا کر سکتا ہوں؟ [illegible]

ملی۔ چنانچہ اس نے صاف انکار کرتے ہوئے کہا: اگر میں بددعا کروں گا تو میری دنیا و آخرت دونوں برباد ہو جائیں گی۔

یہ سن کر اس کی قوم نے بہت سے گراں قدر (مہنگے) ہدایا اور تحائف اسے دیئے یہاں تک کہ بلعم بن باعوراء پر حرص اور لالچ کا بھوت سوار ہو گیا۔ وہ مال کے جال میں پھنس کر اپنی گدھی پر سوار ہوا اور بددعا کے لیے چل پڑا۔ راستہ میں بار بار اس کی گدھی ٹھہر جاتی اور منہ موڑ کر واپس بھاگتی مگر یہ اس کو مار مار کر آگے بڑھاتا رہا۔ یہاں تک کہ گدھی کو اللہ عزوجل نے بولنے کی طاقت عطا فرمائی۔ تو وہ بول پڑی: ''تجھ پر افسوس! اے بلعم بن باعوراء! تو کہاں اور کدھر جا رہا ہے؟ دیکھ! میرے آگے فرشتے ہیں جو میرا راستہ روکتے اور میرا منہ موڑ کر مجھے پیچھے دھکیل رہے ہیں۔ اے بلعم! تیرا برا ہو، کیا تو اللہ عزوجل کے نبی اور مؤمنین کی جماعت پر بددعا کرے گا؟''

گدھی کی یہ گفتگو سن کر بھی بلعم بن باعوراء واپس نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ''حسبان'' نامی پہاڑ پر چڑھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکروں کو بغور دیکھا اور مال و دولت کے لالچ میں اس نے بددعا شروع کر دی۔ خدا عزوجل کی شان کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے بددعا کرتا تھا مگر اس کی زبان پر اس کی قوم کے لیے بددعا جاری ہو جاتی تھی۔ یہ دیکھ کر کئی مرتبہ اس کی قوم نے ٹوکا کہ اے بلعم! تجھے کیا ہوا کہ الٹی بددعا کر رہا ہے؟ اس نے کہا: اے میری قوم! میں کیا کروں؟ میں بولتا کچھ ہوں اور میری زبان سے کچھ اور ہی نکلتا ہے۔

پھر اچانک اس پر یہ عذاب نازل ہوا کہ اس کی زبان لٹک کر سینے پر آ گئی۔ اس وقت بلعم بن باعوراء نے اپنی قوم سے کہا: افسوس میری دنیا و آخرت برباد و غارت ہو گئیں۔ میرا ایمان جاتا رہا اور میں قہر قہار و غضب جبار عزوجل میں گرفتار ہو گیا۔ اب میری کوئی دعا قبول نہیں ہو سکتی مگر میں تم لوگوں کو ایک چال بتاتا ہوں تم لوگ ایسا کرو گے تو شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکروں کو شکست ہو جائے گی۔ تم لوگ ہزاروں

خوبصورت لڑکیوں کو بہترین لباس وزیورات پہنا کر بنی اسرائیل کے لشکروں میں بھیج دو۔ اگران کا ایک آدمی بھی بدکاری میں مبتلا ہو گیا تو پورے لشکر کو شکست ہو جائے گی۔

چنانچہ بلعم بن باعوراء کی قوم نے اس کے بتائے ہوئے مکر کا جال بچھایا، بہت سی خوبصورت دوشیزاؤں کو بناؤ سنگھار کے ساتھ بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیج دیا۔ بنی اسرائیل کا ایک رئیس ایک لڑکی کے فتنے میں مبتلا ہو گیا اس نے ایک لڑکی کو اپنے ساتھ لیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر پوچھا: اے اللہ عزوجل کے نبی! کیا یہ لڑکی میرے لیے حلال ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا: خبردار! یہ تیرے لیے حرام ہے۔ فوراً اس کو اپنے سے الگ کر دے۔ اور اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈر۔

مگر اس رئیس پر شہوت کا غلبہ تھا اس نے اپنے نبی علیہ السلام کی بات نہ مانی اور اس لڑکی سے بدکاری میں مبتلا ہو گیا۔ اس گناہ کی نحوست کا یہ اثر ہوا کہ بنی اسرائیل کے لشکر میں اچانک طاعون کی وبا پھیل گئی اور گھنٹے بھر میں ستر ہزار آدمی مر گئے۔ سارا لشکر منتشر ہو کر ناکام واپس چلا آیا۔ بلعم بن باعوراء بارگاہ الٰہی سے دھتکارا گیا۔ آخری دم تک اس کی زبان اس کے سینے پر لٹکتی رہی اور وہ بے ایمان ہو کر مرا۔ (صاوی، پ:۹، الاعراف: ۲/۲۷۷)

دجال کا تعارف اور شان مومن

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دجال کا خروج ہو گا تو مسلمانوں میں سے ایک شخص اس کی طرف روانہ ہو گا، اور ہتھیاروں سے مسلح دجال کے لوگ اس سے ملیں گے، وہ اس سے پوچھیں گے کہ تمہارا کہاں کا ارادہ ہے؟ وہ بتائے گا: میرا ارادہ اس شخص کی طرف ہے جس کا خروج ہوا ہے۔ وہ اس سے کہیں گے کہ کیا تم ہمارے رب پر ایمان نہیں لاتے؟ وہ شخص کہے گا کہ ہمیں اپنے رب کے متعلق کسی قسم کا شک نہیں ہے، وہ کہیں گے کہ اس کو قتل کر دو۔ وہ ایک دوسرے سے کہیں گے: کیا تمہارے رب نے تمہیں منع نہیں کیا تھا کہ تم اس کے بغیر کسی کو قتل نہیں کرنا۔ پھر وہ اس شخص کو دجال کے پاس لے جائیں گے۔

جب دجال کو وہ مؤمن شخص دیکھے گا تو کہے گا: اے لوگو! یہ وہ دجال ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر کیا تھا۔ پھر دجال اس مؤمن کو پکڑنے اور اس کا سر پھاڑنے کا حکم دے گا۔ اس مؤمن کی پیٹھ اور اس کے پیٹ پر ضرب لگائی جائے گی۔ پھر دجال اس مؤمن سے کہے گا: کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ مؤمن کہے گا: تم مسیح کذاب ہو۔ پھر اس مؤمن کو آرے سے چیرنے کا حکم دیا جائے گا اور سر کی مانگ سے لا کر اس کے قدموں تک اس کے دو ٹکڑے کر دیے جائیں گے۔ پھر دجال اس کے جسم کے دو ٹکڑوں کے پاس جا کر کہے گا: کھڑا ہو جا! تو وہ مؤمن سیدھا کھڑا ہو جائے گا۔

پھر دجال اس مؤمن سے کہے گا: کیا تم مجھ پر ایمان لاتے ہو؟ وہ مؤمن کہے گا: مجھے تو اب (تیرے دجال ہونے پر) اور زیادہ یقین ہو گیا۔ پھر وہ مؤمن کہے گا: اے لوگو! اب میرے بعد دجال کسی اور کے ساتھ یہ کاروائی نہیں کر سکے گا۔ دجال اس مؤمن کو پھر ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا لیکن اس مؤمن کے گلے سے لے کر ہنسلی تک کا حصہ تانبے کا بن جائے گا اور وہ اس کو ذبح کرنے کی طاقت نہیں رکھے گا۔ پھر وہ اس کے ہاتھ اور پیر پکڑ کر پھینک دے گا۔ لوگ یہ سمجھیں گے کہ اس کو آگ میں پھینکا ہے۔ حالانکہ وہ شخص جنت میں پہنچے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وہ مؤمن شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی شہادت کا حامل ہوگا۔ (صحیح مسلم، الرقم: ۲۹۳۸)

مدینہ شریف ...... برے لوگوں کو نکال دیتا ہے

مدینہ شریف کی یہ شان ہے کہ اس شہر میں صرف پاکیزہ لوگ رہتے ہیں اور برے اور منافق لوگوں کے لیے اس شہر میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

عَنْ عَدِيِّ بْنِ ثَابِتٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ سَمِعْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ يَقُوْلُ لَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى أُحُدٍ، رَجَعَ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِهِ، فَقَالَتْ فِرْقَةٌ نَقْتُلُهُمْ وَقَالَتْ فِرْقَةٌ لَا نَقْتُلُهُمْ

عدی بن ثابت، عبداللہ بن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سنا، وہ بیان کرتے ہیں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم (جنگ کے لیے) احد کی طرف گئے تو آپ کے اصحاب میں سے کچھ لوگ واپس آ گئے۔ تو مسلمانوں میں سے بعض نے کہا: ہم ان کو قتل کریں گے اور بعض لوگوں نے کہا: ہم ان کو قتل نہیں کریں گے۔

تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

فَمَا لَكُمْ فِي الْمُنٰفِقِيْنَ فِئَتَيْنِ

تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ منافقوں کے متعلق تمہاری دو رائیں ہو گئیں۔

(پ:۵، النساء:۸۸)

وَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّهَا تَنْفِي الرِّجَالَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ.

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مدینہ (برے) لوگوں کو نکال دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے زنگ کو نکال دیتی ہے۔

(صحیح مسلم، الرقم:۱۳۸۴، سنن ترمذی، الرقم:۳۰۳۹، مسند احمد:۳۵/۴۹۶-۴۹۵، الرقم:۲۱۶۳۰)

یہ غزوۂ احد کا واقعہ ہے جو کہ ۳ھ میں برپا ہوا، اس روز ہفتہ تھا اور شوال کی پندرہ تاریخ تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب روانہ ہوئے۔ آپ کے ساتھ لوگوں کی تعداد ایک ہزار تھی اور حملہ آور مشرکین کی تعداد تین ہزار تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم روانہ ہو کر احد پہاڑ پر اترے۔ عبداللہ بن ابی اپنے تین سو ساتھیوں سمیت لوٹ کر چلا گیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سات سو افراد رہ گئے۔

مشرکین کے گھڑ سواروں میں حضرت خالد بن ولید تھے جو اس وقت تک اسلام نہیں لائے تھے۔ اور ان کے ساتھ ایک سو گھڑ سوار تھے اور مسلمانوں کے پاس ایک گھوڑا بھی نہیں تھا۔ علامہ واقدی نے کہا ہے کہ مسلمانوں کے پاس دو گھوڑے تھے۔ ایک گھوڑا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا اور ایک گھوڑا حضرت ابو بریدہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔

عبداللہ بن ابی کے جو تین سو ساتھی عین معرکہ کارزار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ کر چلے گئے تھے ان کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی تھی۔

(عمدۃ القاری:۱۰/۳۵۲-۳۵۱)

منافقین کے جہادی قافلہ سے علیحدہ ہوتے ہی شہر مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم رفتہ رفتہ منافقین کی آلائشوں سے پاک ہوتا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے حالات پیدا کر دیئے کہ ان سازشی عناصر کا اس پاک شہر میں قیام پذیر رہنا ممکن ہی نہ رہا اور شہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم جان نثاران مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حصار آہنی بن گیا۔ اب قیامت تک یہ شہر دل نواز غلامان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے سکونت بنا رہے گا حتیٰ کہ دجال بھی اس مقدس شہر میں داخل نہ ہو سکے گا۔ اس شہر کی فصیلوں پر اللہ کی مدد و نصرت کے پرچم لہراتے رہیں گے۔

اسم مدینہ

وجہ تسمیہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ طیبہ میں آمد سے پہلے اس بستی کی آب و ہوا صحت کے لحاظ سے بڑی مضر تھی...... بخار اور دیگر متعدی بیماریاں وبا کی صورت میں یہاں پھوٹتی رہتی تھیں...... پانی خوش ذائقہ نہ تھا۔

پہلے اس شہر کا نام "یثرب" تھا۔

اس کو یثرب اس لیے کہتے تھے کہ یہ بیماریوں کا گھر تھا۔ جو وہاں جاتا تھا بیمار ہو جاتا تھا۔ پھر لوگ اس کو ملامت کرتے تھے کہ تم یثرب کیوں گئے۔ صحت مند گئے، بیمار ہو کر آئے، طاقتور سے کمزور ہو کر آ گئے۔

جب رحمت کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں قدم رنجہ فرمایا تو اس بستی کے مقدر کا ستارہ چمک اٹھا۔ یہ بستی یثرب کی بجائے مدینۃ الرسول کے معزز نام سے موسوم ہوئی صرف نام ہی تبدیل نہیں ہوا بلکہ اس کی آب و ہوا میں بھی خوشگوار تغیر رو پذیر ہو گیا چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شہر کو یثرب کے پرانے نام سے یاد کرنے سے منع فرمایا۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَمَّى الْمَدِيْنَةَ بِيَثْرِبَ فَلْيَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ هِيَ طَابَةٌ هِيَ طَابَةٌ هِيَ طَابَةٌ .

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص مدینہ کو یثرب کہے اسے چاہیے کہ وہ اپنی اس غلطی پر اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرے۔ یہ تو طابہ ہے یہ تو طابہ ہے یہ تو طابہ ہے۔'' (طابہ کا معنیٰ پاکیزہ ہے)

(مسند ابو یعلیٰ، الرقم: ۱۶۸۸، مسند احمد: ۴/۸۶)

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت تھی کہ یہ شہر صحت اور شفا کا مرکز بن گیا۔ پہلے وہاں صحت مند جاتے تھے تو بیمار ہو جاتے تھے، توانا جاتے تھے تو نحیف اور لاغر ہو جاتے تھے اور اب وہاں بیمار جاتے ہیں تو تندرست ہو جاتے ہیں، لاغر اور کمزور جاتے ہیں تو قوی اور توانا ہو جاتے ہیں، پہلے وہاں لوگ جانے پر ملامت کرتے تھے کہ تم مدینہ کیوں گئے اور اب حال یہ ہے کہ کوئی شخص حج کر کے آئے اور مدینہ ہو کر نہ آئے تو لوگ اس کو مدینہ نہ جانے پر ملامت کرتے ہیں کہ افسوس! تم حج کر کے آئے اور مدینہ ہو کر نہ آئے!

مدینے کی شان بیان کرتے ہوئے شاعر کہتا ہے:

سارے جگ تاں ودیاں چنگیاں مدینے دیاں پاک گلیاں

ڈھیریاں بکھریاں جنت دیاں کلیاں مدینے دیاں پاک گلیاں

ایہناں گلیاں وچ رہیا سوہنا پھردا سانوں ویکھنے دا چا بڑے چر دا
اتھے لکیاں نے میرے نبی دیاں تلیاں مدینے دیاں پاک گلیاں

مینہ رحمتاں دے سدا اوتھے وسدے جاندے روندے تے آوندے نے ہسدے
روضہ ویکھنے نوں سکھیاں نے چلیاں مدینے دیاں پاک گلیاں

پاکیزہ، خوشبودار شہر

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے مدینہ کا نام طیبہ رکھا ہے (یعنی پاکیزہ اور خوشبودار)(مسند ابو یعلی ، الرقم: ۷۴۴۳، المعجم الکبیر ، الرقم: ۱۹۷۶، مسند احمد: ۸۹/۵)

اسمائے مدینہ منورہ

مدینہ منورہ کے چند نام جو نسبتاً زیادہ مشہور ہیں درج ذیل ہیں۔

الحبیبہ ہے	مدینے کا اسم گرامی
قبۃ الاسلام ہے	مدینے کا اسم گرامی
الشافیہ ہے	مدینے کا اسم گرامی
طیبہ ہے	مدینے کا اسم گرامی
المبارکہ ہے	مدینے کا اسم گرامی
العاصمہ ہے	مدینے کا اسم گرامی
المحبہ ہے	مدینے کا اسم گرامی

چند مشہور نام یہ بھی ہیں۔

مدینے کا نام	دار الابرار ہے
مدینے کا نام	دار الانصار ہے

مدینے کا نام	دارالایمان ہے
مدینے کا نام	دارالفتح ہے
مدینے کا نام	دارالمہاجرین ہے
مدینے کا نام	دارالمصطفٰی ہے
مدینے کا نام	قلب الایمان ہے
مدینے کا نام	سیدۃ البلدان ہے

عظمتِ مدینہ

فروغ حرم ہیں، مدینے کی گلیاں
کرم ہی کرم ہیں مدینے کی گلیاں
غریبوں فقیروں کا ہیں یہ ٹھکانہ
گدا کا بھرم ہیں مدینے کی گلیاں
مرے مصطفٰے کے مرے دلربا کے
نشان قدم ہیں مدینے کی گلیاں
کوئی چھوڑ کر ان کو آئے تو کیسے
کہ باغ ارم ہیں مدینے کی گلیاں
یہاں سر کے بل گر چلو! یہ حرم ہے
بڑی محترم ہیں مدینے کی گلیاں
قدم چوم کر سرورِ انبیاء کے
ہوئی محتشم ہیں مدینے کی گلیاں

(۱) شہر دلنواز

تمام شہروں میں افضل ترین شہر ہونے کا اعزاز شہر مدینہ کو عطا ہوا کہ یہ اللہ رب

العزت کا بھی محبوب ترین شہر ہے۔

اللہ رب العزت نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے ولادت و سکونت مکہ مکرمہ کی قسم کھائی کہ اس کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اس میں چلتا پھرتا ہے۔ جب مدینہ منورہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کی سعادت حاصل کی تو یہ شہر دلنواز بھی خود بخود اللہ تعالیٰ کی قسم کے دائرہ رحمت میں آ گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○ وَاَنْتَ حِلٌّ بِهٰذَا الْبَلَدِ ○

"میں اس شہر (مکہ) کی قسم کھاتا ہوں (اے حبیب مکرم!) اس لیے کہ آپ اس شہر میں تشریف فرما ہیں۔" (پ:۳۰، البلد:۱،۲)

ابو محمد عبداللہ بن ابی عمر الشکری نے اپنے قصیدہ میں لکھا ہے۔

جَزَمَ الْجَمِيْعُ بِاَنَّ خَيْرَ الْاَرْضِ مَا
قَدْ حَاطَ ذَاتَ الْمُصْطَفٰى وَحَوَاهَا

"سب علماء نے اس بات کی تصدیق کی ہے کہ زمین کا وہ حصہ سب سے افضل ہے جو ذات پاک مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔"

وَنَعَمْ لَقَدْ صَدَقُوْا بِسَاكِنِهَا عَلَتْ
كَالنَّفْسِ حِيْنَ زَكَتْ زَكَا مَاْوَاهَا

"بے شک ایسا ہی ہے اور ان لوگوں نے سچ کہا ہے اپنے سکونت کرنے والے سے ہی اس قطعہ زمین کا درجہ بلند ہوا ہے جس طرح نفس جب پاکیزہ ہوتا ہے تو اس کا مسکن بھی پاکیزہ ہوتا ہے۔" (سبل الہدیٰ:۳/۲۹۳)

مدینے کی عظمت وشان بیان کرتے ہوئے کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اے دنیا کے انسانو! جو شہر مدینہ ہے
سچ مانو اسی شہر میں افلاک کا زینہ ہے

سنسار کے ماتھے پر بے مثل نگینہ ہے
ہر دن ہے وہاں عید ہر رات شبینہ ہے

(ii) روئے زمین کی......سب سے محبوب جگہ

مکان کی فضیلت مکین کی وجہ سے ہوتی ہے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو اس شہر دلنواز کو دنیا کے تمام شہروں پر فضیلت مل گئی۔

تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔

''میری قبر کی جگہ مجھے روئے زمین پر سب سے زیادہ محبوب ہے یعنی مدینہ کا خطہ (مجھے ہر خطہ سے زیادہ عزیز ہے) حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔''

(موطا امام مالک:۲/۴۶۲،الرقم:۹۸۸،فردوس دیلمی:۴/۹۵،الرقم:۶۲۹۸)

فائدہ

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہر فضیلت کا باعث ہیں۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے یہ امت خیر الامم ہے تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ اقدس تمام روئے زمین سے افضل کیوں نہیں ہوگا؟ جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی منبع فیض و خیرات ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار اقدس پر حاضری، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہونا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلۂ جلیلہ کا سوال کرنا تمام عبادات سے افضل ہے۔ قبر انور کے پاس دعاؤں کو قبولیت کا شرف ملتا ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور افضل کیوں نہ ہوگی جبکہ وہ ان عطاؤں کا سبب ہے اور وہ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّيَاضِ الْجَنَّةِ (جنت کے باغوں میں سے ایک باغ) ہے بلکہ جنت کے تمام باغوں سے افضل ہے۔ (سبل الہدیٰ:۳/۳۱۷)

اسی لیے تو ہم کہتے ہیں۔

جیہڑے سینے وچ عشق حبیب دا اے اللہ تائیں اوو سینہ پسند آیا

اقصیٰ اندر امامت لئی انبیاء سب نوں صرف عربی نگینہ پسند آیا

عطر پھلاں گلاب چنبیلیاں توں اوہدا نوری پسینہ پسند آیا

بڑے بڑے زمانے وچ شہر ڈٹھے ناصر مینوں مدینہ پسند آیا

(iii) قرآن کریم سے فتح ہونے کی سعادت

مدینہ منورہ کی ایک بہت بڑی فضیلت یہ بھی ہے کہ تمام شہر تلوار سے فتح ہوئے اور مدینہ منورہ قرآن سے فتح ہوا۔

اسی لیے تو

محبت ہے تو مدینے میں

مودت ہے تو مدینے میں

رحمت ہے تو مدینے میں

فرحت ہے تو مدینے میں

رفعت ہے تو مدینے میں

برکت ہے تو مدینے میں

عزت ہے تو مدینے میں

نورانیت ہے تو مدینے میں

رسالت ہے تو مدینے میں

نبوت ہے تو مدینے میں

خوشبوؤں کا دیس

خوشبو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کا حصہ تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جن راستوں سے گزرتے وہ راستے مہک اٹھتے۔ ہر سو خوشبو پھیل جاتی اور صحابہ کرام رضی

اللہ عنہم جان لیتے کہ اس راستہ سے تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ہوا ہے۔ آج بھی شہر مدینہ کے درودیوار اسی خوشبو سے معطر و معنبر ہیں۔

اس کا تذکرہ ابن بطال ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"جسے مدینہ منورہ کی حاضری کی سعادت نصیب ہوئی وہ شہر معطر کی مٹی اور بام و در سے ایک دلآویز (مسحور کن) خوشبو پائے گا۔

(فتح الباری:۴/۸۹، وفاء الوفاء:۱/۱۷)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

"اب بھی مدینہ کے درودیوار خوشبوؤں سے رچے بسے ہوئے ہیں اور اہل محبت اپنی محبت کے ذریعہ ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں اور بعض عاشق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشبو سونگھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتے۔"

علامہ اقبال نے کیا خوب کہا ہے:

خاک طیبہ از دو عالم خوشتر است
آں خنک شہرے کہ آں جا دلبر است

ربا کیہڑا او شہر مدینہ ایں
جتھے دلبر یار نگینہ ایں
جدے بدن دا عطر پسینہ ایں
پڑھو لا الہ الا اللہ یا محمد پاک رسول اللہ

اس شہر سے بہتر ...... شہر نہیں

مصعب روایت کرتے ہیں کہ جب خلیفہ مہدی مدینہ طیبہ آیا تو حضرت امام مالک اور دوسرے اشراف نے کئی میل باہر جا کر اس کا استقبال کیا خلیفہ نے جب امام مالک کو دیکھا تو وہ لوگوں سے ہٹ کر امام مالک کی طرف متوجہ ہوا اور آپ کو گلے لگایا اور سلام عرض کیا اور گھوڑا آپ کے ساتھ چلتا رہا امام مالک اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِنَّكَ تَدْخُلُ الْاٰنَ الْمَدِيْنَةَ فَتَمُرُّ بِقَوْمٍ عَنْ يَمِيْنِكَ وَيَسَارِكَ وَهُمْ اَوْلَادُ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ فَسَلِّمْ عَلَيْهِمْ فَاِنَّ مَا عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ قَوْمٌ خَيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَلَا خَيْرٌ مِّنَ الْمَدِيْنَةِ قَالَ مِنْ اَيْنَ قُلْتَ ذَاكَ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ وَقَالَ لِاَنَّهٗ لَا يُعْرَفُ قَبْرُ نَبِيِّ الْيَوْمَ عَلٰى وَجْهِ الْاَرْضِ غَيْرَ قَبْرِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَنْ كَانَ قَبْرُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَهُمْ فَيَنْبَغِيْ اَنْ يُّعْرَفَ فَضْلُهُمْ عَلٰى غَيْرِهِمْ وَفَعَلَ الْمَهْدِيُّ مَا اَمَرَهٗ بِهٖ ۔

''اے امیر المؤمنین! اب آپ مدینہ طیبہ میں داخل ہونے والے ہیں آپ گزریں گے اور آپ کے دائیں بائیں وہ لوگ ہوں گے جو مہاجرین اور انصار کی اولاد ہیں پس آپ ان سب کو سلام عرض کریں کیونکہ روئے زمین پر اہل مدینہ سے بہتر کوئی قوم نہیں اور مدینہ سے بہتر کوئی اور شہر نہیں۔

مہدی نے کہا اے ابا عبداللہ! آپ کے اس قول کی دلیل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ روئے زمین پر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار پر انوار کے علاوہ کسی نبی کی قبر معلوم نہیں ہے۔ وہ خوش نصیب لوگ ہیں جن کے درمیان محمد عربی کا مزار شریف ہے تو ہمیں چاہئے کہ ہم ان کی فضیلت وشان کا اقرار کریں۔''

چنانچہ خلیفہ مہدی نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ (سبل الہدیٰ:۳/۳۴۸)

مدینہ منورہ......دار الشفاء ہے

خدا کی عظمتیں کیا ہیں محمد مصطفیٰ ﷺ جانے
مقام مصطفےٰ کیا ہے محمد ﷺ کا خدا جانے

مریض مصطفےٰ ہوں میں طبیبو چھیڑو نہ مجھ کو
مدینے مجھ کو پہنچا دو تو پھر دار الشفاء جانے

میری مٹی مدینے پاک کی راہ میں بچھا دینا
کہاں لے جائیگی اس کو مدینے کی ہوا جانے
مدینے پاک کی تم مانگتے رہنا دعا یارو
اثر ہو گا نہیں ہو گا نبی جانے دعا جانے

مدینہ دائمی شہر امن ہے
مدینہ راحت قلب و جاں ہے
مدینہ منزل سکون و عافیت ہے
مدینہ عطاو بخشش کا مرکز ہے
مدینہ آسودہ لمحوں کا مسکن ہے

اس لیے کہ اللہ اور اس کے محبوب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ترین شہر ہے۔

جب یہ شہر محض یثرب بستی تھا۔ ابھی اس کی فضاؤں میں نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کے سانسوں کی خوشبو رچی بسی نہیں تھی تو یہ شہر وبائی امراض کا گھر تھا، جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم کو چومتے ہوئے مکہ معظمہ سے ہجرت کر کے شہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی مدینہ منورہ میں آنے لگے تو ہر آنے والا وبائی امراض اور بخار میں مبتلا ہو جاتا۔

سیدنا ابو بکر صدیق، حضرت عامر بن فہیرہ اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم بخار کی شدت سے اس قدر نڈھال ہو گئے کہ یوں لگا جیسے وہ چند دنوں کے مہمان ہیں۔ ایک دن تاجدار کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اور بارگاہ خداوندی میں التماس کیا:

"اے اللہ! مدینہ کو بھی مکہ جیسا پیارا بنا دے، بلکہ مکہ سے بھی محبوب تر کر دے۔ اے اللہ! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت دے اور مدینہ [illegible] جحفہ (مقام) میں تبدیل کر دے۔ اور اس کے

وبائی امراض جحفہ منتقل فرما دے۔"

(صحیح بخاری:۲/۶۶۷، الرقم:۱۷۹۰، صحیح مسلم:۲/۱۰۰۳، الرقم:۱۳۷۶، مسند احمد بن حنبل:۶/۵۶)

اسی لیے تو آج

برکتوں کے انوار	مدینے میں ہیں
قبولیت کے اسرار	مدینے میں ہیں
اللہ کے دلدار	مدینے میں ہیں
رسول اللہ کے یار	مدینے میں ہیں
صحابہ کا پیار	مدینے میں ہے
ائمہ کا معیار	مدینے میں ہے
اصفیاء کا وقار	مدینے میں ہے
اخیاء کا قرار	مدینے میں ہے
اشکوں کا اظہار	مدینے میں ہے
دلوں کی پکار	مدینے میں ہے
صدیق کی وفا	مدینے میں ہے
عمر کی تلوار	مدینے میں ہے
عثمان کی حیا	مدینے میں ہے
اہل صفا کی بقا	مدینے میں ہے
ہماری بخشش کی ضیاء	مدینے میں ہے
بیماروں کے لیے شفاء	مدینے میں ہے

وبائیں...... ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گئیں

حضرت ابن زبالہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کے وقت ایک شخص کو دیکھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مکہ معظمہ سے ابھی ابھی آ

رہا ہے۔ اس شخص سے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: تجھے راستے میں کوئی ملا؟ وہ شخص گویا ہوا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی شخص کو نہیں دیکھا البتہ بکھرے بالوں والی ایک سیاہ فام عورت کو ضرور دیکھا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

”وہ (وبائی) بخار تھا، جو آج کے بعد کبھی واپس نہیں آئے گا۔“

(وفاء الوفاء: ۱/۶۰، شرح الموطا: ۳/ ۲۸۷)

فائدہ

اس کے بعد مدینہ منورہ کے مکین وبائی بخار سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نجات پا گئے۔ مدینہ منورہ کے تمام فضائل و خصائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود اقدس کی بدولت ہیں۔ وبائی بخار سے نجات بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں کی خیرات ہے۔

ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

ے مریضو چھوڑ دو رونا شفا لاؤ مدینے سے
چلو تقدیر بھی اپنی بنا لاؤ مدینے سے

میں ناصر ہوں مریض مصطفےٰ میری دوا یہ ہے
ہواؤ مٹی مدینے کی اٹھا لاؤ مدینے سے

دوسرے مقام پر یوں ترجمانی کی۔

ے اسی لدھواں شفا واں دے گھٹ ہی شوقین آں
نام محمد ساڈوں مٹھائی تو ودھ اے

کیہڑی شے نبی دی گدائی تو ودھ اے
مدینے دی مٹی دوائی توں ودھ اے

مدینہ منورہ......باعث خیر و برکت ہے

؎ بگڑی ہوئی بنتی ہے ہر بات مدینے میں
غمخوار محمد کی ہے ذات مدینے میں
آؤ بھی گنہگارو پہنچو سبھی مدینے میں
ہے بٹتی شفاعت کی خیرات مدینے میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شہر مدینہ کے لیے خیر و برکت کی دعا فرمائی جس کے صدقہ سے اللہ تعالیٰ نے اس شہر کے مکینوں کو ہر قسم کی فراوانی عطا فرمائی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مدینے میں مہنگائی کی بدولت سخت تنگی ہوئی تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوتے ہوئے) فرمایا: تم صبر کرو اور خوشخبری سناؤ کہ میں نے تمہارے ناپ تول کے پیمانوں میں برکت کی دعا کی ہے۔ تم مل کر کھاؤ اور جدا جدا نہ ہوا کرو کیونکہ ایک شخص کا کھانا دو کو کفایت کرے گا اور دو کا کھانا چار کے لیے، چار کا کھانا پانچ اور چھ اشخاص کو کافی ہوگا اور یقیناً جماعت میں برکت ہے۔

جس نے مدینہ کی بھوک پیاس اور مشقت وسختی پر صبر کیا میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا اور جو کوئی مدینہ سے منہ موڑ کے نکلے گا اللہ تعالیٰ اس سے بہتر کو مدینہ میں سکونت عطا کرے گا۔ اور جس نے اس کے ساتھ کسی قسم کی برائی کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ اسے (دوزخ میں) اس طرح پگھلائے گا جیسے نمک پانی میں پگھلتا ہے۔ (مسند بزار: ۱/۲۴۰، الرقم: ۱۲۷، الترغیب والترہیب: ۲/۱۴۵، الرقم: ۱۸۵۷)

یہی وجہ ہے ناں کہ آج اگر

سکون ہے	تو	مدینے میں ہے
[illegible] ہے	تو	مدینے میں ہے
وقار ہے	تو	مدینے میں ہے

معیار ہے	تو	مدینے میں ہے
پیار ہے	تو	مدینے میں ہے
پھلوں کی کثرت ہے	تو	مدینے میں ہے
رزق میں برکت ہے	تو	مدینے میں ہے

سرورِ کائنات کی مقدس دعائیں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں برکت کے لیے دعائیں کیں۔

• عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : قَالَ: اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ بِالْمَدِيْنَةِ ضِعْفَي مَا جَعَلْتَ بِمَكَّةَ مِنَ الْبَرَكَةِ ۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی: اے اللہ! مدینہ منورہ میں اس سے دوگنا برکت عطا فرما جتنی تو نے مکہ مکرمہ میں رکھی ہے۔'' (صحیح بخاری:۲/۶۶۶، الرقم:۱۷۸۶، صحیح مسلم:۲/۹۹۴، الرقم:۱۳۶۹، الترغیب والترہیب:۲/۱۴۸، الرقم:۱۸۷۳)

جنت ہے مدینے میں تسنیم مدینے میں
سب نعمتیں ہوتی ہیں تقسیم مدینے میں

کوشش تو بہت کی تھی سجدوں سے جبیں روکوں
کرنا ہی پڑی سر کو تعظیم مدینے میں

نازل ہوں ملک جیسے افلاک سے صف باندھے
یوں دیکھی ہے اشکوں کی تنظیم مدینے میں

ملتی نہیں شہ کو بھی وہ تخت حکومت سے
ہوتی ہے گدا کی جو تکریم مدینے میں

فیضان سے ان کے ہی زندہ ہے جہاں صائم
[illegible]

مدنی اشیاء کی عظمت وشان

ے میرے سوہنے آقا دا دربار اعلیٰ
مدینے دی گلیاں تے بازار اعلیٰ

بے شک انج تے سارے نبی محترم نیں
مگر سارے نبیاں دا سردار اعلیٰ

ابوبکر عمر و عثمان حیدر
میرے مدنی آقا دا ہر یار اعلیٰ

والضحیٰ چہرہ تے یٰسین دا سہرا
اعلیٰ نیں زلفاں تے رخسار اعلیٰ

اپنے پرائیاں نے تسلیم کیتا
ہے لجپال آقا دا کردار اعلیٰ

جو شے مدنی کہیا! وے ہر اک جاوے صدقے
کیونکہ او تھے نیں رحمت دے آثار اعلیٰ

ایک شاعر نے اپنے الفاظ کو کچھ اس طرح ترتیب دیا ہے کہ

کونین دے والی دا گھر بار بڑا سوہنا
سب دی مدینے دا دربار بڑا سوہنا

انج مسجد نبوی دی ہر چیز بڑی سوہنی
جیہوا روضے دے نال جڑیا مینار بڑا سوہنا

صدیق عمر عثمان حیدر توں میں صدقے جاں
میرے کملی والے دا ہر یار بڑا سوہنا

سب رستے مدینے دے سانوں جان توں پیارے نیں
جیہوا روضے دے ول جاندا بازار بڑا سوہنا

دنیاں دے سفراں توں بندہ اک وی تے جاندا اے
پر سفر مدینے دا ہر وار بڑا سوہنا

عجوہ کھجور کی عظمت وشان

یوں تو ہر وہ چیز جسے مدینہ طیبہ سے نسبت ہو جائے حصول برکت کا ذریعہ ہے۔ مگر اس شہر خنک کی کھجوریں اپنی خاصیت کے اعتبار سے دافع غم اور دافع بلاء ہیں۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص ہر صبح سات عجوہ کھجوریں کھائے گا اس دن اس پر کسی زہر اور جادو کا اثر نہیں ہوگا۔'' (صحیح بخاری، ۵/۲۰۷۵، الرقم: ۵۱۳۰، صحیح مسلم، ۳/۱۶۱۸، الرقم: ۲۰۴۷، سنن ابوداؤد، ۴/۸، الرقم: ۳۸۷۶، مسند احمد بن حنبل: ۱/۱۸۱)

بعض کہتے ہیں کہ اصل اس کھجور کی وہ کھجور کا درخت ہے جسے سید الکائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے خود لگایا تھا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے مدینہ منورہ کے بعض باغات کی طرف سے جارہے تھے ناگاہ ایک کھجور کے درخت سے آواز آئی۔

هٰذَا مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْاَنْبِيَاءِ وَهٰذَا عَلِيٌّ سَيِّدُ الْاَوْلِيَاءِ اَبُو الْاَئِمَّةِ الطَّاهِرِيْنَ.

یعنی یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سید الانبیاء ہیں اور یہ حضرت علی سلام اللہ علیہ سید الاولیاء اور آئمہ طاہرین کے اب امجد ہیں۔

جب دوسرے درخت سے گزرے اس سے آواز آئی۔

هٰذَا مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَهٰذَا عَلِيٌّ سَيْفُ اللّٰهِ

یعنی یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم محبوب خدا ہیں اور یہ علی تلوار خدا ہیں۔

اسی وجہ سے اس کو صیحانی کہتے ہیں کیونکہ لغت میں صیحہ بمعنی آواز ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ

كَانَ اَحَبَّ التَّمْرِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْعَجْوَةُ

"یعنی سب کھجوروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو قسم عجوہ زیادہ محبوب تھی۔"

اور ظاہر ہے کہ اس کی مذکورہ بالا تاثیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی وجہ سے حاصل ہوگی۔ (تاریخ مدینہ، ص:۳۴،۳۵، مطبوعہ: نوری کتب خانہ، لاہور)

احد پہاڑ کی عظمت وشان

احد پہاڑ کی عظمت وشان یہ ہے کہ

عَنْ اَبِىْ حُمَيْدٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اَقْبَلْنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ غَزْوَةِ تَبُوْكَ حَتّٰى اِذَا اَشْرَفْنَا عَلَى الْمَدِيْنَةِ قَالَ: هٰذِهٖ طَابَةُ وَهٰذَا اُحُدٌ جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَ نُحِبُّهُ

"حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک سے واپسی کے دوران حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب ہم مدینہ منورہ کے نزدیک پہنچے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ طابہ (یعنی مدینہ منورہ) ہے اور یہ احد پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں۔" (صحیح بخاری: ۴/۱۶۱۰، الرقم: ۴۱۹۰، صحیح مسلم: ۲/۱۰۱۱، الرقم: ۱۳۹۲، مسند احمد بن حنبل: ۵/۴۲۴، الرقم: ۲۳۶۵۲)

تمام صحابہ چاہتے کہ حضور	ہم سے محبت کریں
تمام تابعین چاہتے کہ حضور	ہم سے محبت کریں
تمام اولیاء چاہتے کہ حضور	ہم سے محبت کریں
تمام اصفیاء چاہتے کہ حضور	ہم سے محبت کریں
تمام مومنین چاہتے کہ حضور	ہم سے محبت کریں

تمام انسان چاہتے کہ حضور ہم سے محبت کریں
تمام حیوانات چاہتے کہ حضور ہم سے محبت کریں
تمام نباتات چاہتے کہ حضور ہم سے محبت کریں
تمام چرند پرند چاہتے کہ حضور ہم سے محبت کریں

مگر قربان جائیں اے پہاڑ تیری قسمت پر کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود تجھ سے محبت کا اعلان فرمارہے ہیں۔

جنت کی وادی......ہے مدینے کے اندر

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ، وَمِنْبَرِیْ عَلٰی حَوْضِیْ.

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے گھر اور میرے منبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔'' (صحیح بخاری: ۱/۳۹۹، الرقم: ۱۱۳۸، صحیح مسلم: ۲/۱۱۰، ۱۱۱، الرقم: ۱۳۹۰-۱۳۹۱، سنن ترمذی: ۵۰/ ۷۱۸-۷۱۹، الرقم: ۳۹۱۵-۳۹۱۶)

وادی مدینہ......ایمان کی پناہ گاہ ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ الْاِیْمَانَ لَیَارِزُ اِلَی الْمَدِیْنَةِ کَمَا تَارِزُ الْحَیَّةُ اِلٰی جُحْرِهَا

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان مدینہ کی طرف لوٹ جائے گا جس طرح سانپ اپنے

بل (سوراخ) کی طرف لوٹ جاتا ہے۔"

(صحیح مسلم، الرقم: ۱۴۷، سنن ابن ماجہ، الرقم: ۳۱۱۱، مسند احمد: ۲۸۶/۲)

درسِ ہدایت

ایمان پر ثابت قدم رہنے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں...... اور ایمان کے لیے جو جان و مال کی قربانیاں دینی پڑتی ہیں...... اور ایمان کے تقاضوں اور اسلام کے احکام پر عمل کرنے میں جو مشقتیں برداشت کرنی پڑتی ہیں...... اور نفس کی خواہشوں اور اس کی مرغوب چیزوں کو جو ترک کرنا پڑتا ہے...... انہیں دیکھ کر نفس پرست، تن آسان اور کم ہمت لوگ گھبرا جاتے ہیں اور حوصلہ ہار جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ایمان اور اسلام کی وجہ سے تو ان کو فلاں فلاں مشکل اور مشقت والا کام کرنا پڑے گا، مرغوب اور لذیذ چیزوں کو چھوڑنا پڑے گا تو پھر وہ ایمان کے تقاضوں اور اسلام کے احکام سے اس طرح خوف زدہ ہوتے ہیں جس طرح کوئی شخص سانپ کو دیکھ کر خوف زدہ ہوتا ہے۔

مدینے میں موت...... باعث سعادت ہے

کملی والے نگاہ کرم ہو اگر پھر دوا چاہئے نہ شفا چاہئے
میں مریض محبت ہوں مجھ کو تو بس اک نظر یا حبیب خدا چاہئے

اب تو ہو نظر رحمت مرے مصطفےٰ آخری وقت ہے تیرے بیمار کا
کچھ بھی اس کے سوا میں نہیں مانگتا تیرے دامن کی ٹھنڈی ہوا چاہئے

تلخیٔ حشر کیا ہم کو تڑپائے گی خود ہی قدموں میں جنت چلی آئے گی
بات بگڑی ہوئی سب کی بن جائے گی بس ترے نام کا آسرا چاہئے

موت کچھ بھی نہیں موت سے کیوں ڈروں ایک جاں کیا فدا لاکھ جانیں کروں
روز مر کر جیوں روز جی کر مروں پر مدینہ میں صائم قضا چاہیے

موت......باعث شفاعت

حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مدینہ طیبہ میں سکونت پذیر ہونے کی رغبت دلائی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے متعدد ارشادات میں فرمایا کہ یمن فتح ہوگا۔ عراق فتح ہوگا دیگر ممالک فتح ہوں گے لوگ بکثرت اس مفتوحہ علاقوں میں جا کر آباد ہوں گے لیکن درحقیقت ان کا مدینہ میں قیام ان کے لیے بہتر ہوگا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنِ اسْتَطَاعَ اَنْ يَّمُوْتَ بِالْمَدِيْنَةِ فَلْيَمُتْ بِهَا، فَاِنِّيْ اَشْفَعُ لِمَنْ يَّمُوْتُ بِهَا.

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے لیے مدینہ منورہ میں مرنا ممکن ہو تو اسے یہاں ہی مرنا چاہیے کیونکہ میں یہاں مرنے والوں کی شفاعت کروں گا۔''

(مسند احمد بن حنبل: ۲/۱۰۴، الرقم: ۵۸۱۸، سنن ترمذی: ۵/۷۱۹، الرقم: ۳۹۱۷، الترغیب والترہیب: ۲/۱۴۶، الرقم: ۱۸۵۹)

؎ سرکار دے در وے رہندی اے نظر میری
اس در دی گدائی تے ہندی اے گزر میری

مراں شہر مدینے وچ ایہو آرزو سینے وچ
ہوواں دفن مدینے وچ رہوے ٹھنڈی قبر میری

درس ہدایت

مدینہ منورہ میں موت نجات اخروی کا پروانہ ہے۔ عشاق کو مدینہ میں ایک چھوٹے سے گھر کی تمنا اسی لیے ہوتی ہے کہ ہمیں موت آئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں

آئے، جنازہ اٹھے تو شہرِ نبی کی گلیوں میں اٹھے۔ تا کہ انہیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں تدفین کی سعادت حاصل ہو۔ اور انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت نصیب ہو جائے۔

اقبال نے اس ضمن میں کیا خوب آرزو کی ہے:

؎ دیں اور کو حضور یہ پیغامِ زندگی
میں موت ڈھونڈتا ہوں زمینِ حجاز میں

گھبراہٹ سے محفوظ لوگ

قیامت کے دن جب ہر شخص پریشان حال ہوگا۔ اور گھبراہٹ کا شکار ہوگا اس دن کچھ ایسے لوگ بھی ہوں گے جو گھبراہٹ سے محفوظ ہوں گے جو امن وامان میں ہوں گے۔

عَنْ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ زَارَ قَبْرِيْ، اَوْ قَالَ: مَنْ زَارَنِيْ كُنْتُ لَهٗ شَفِيْعًا اَوْ شَهِيْدًا، وَمَنْ مَّاتَ فِيْ اَحَدِ الْحَرَمَيْنِ بَعَثَهُ اللهُ فِي الْآمِنِيْنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

"حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: جس نے میری قبر کی زیارت کی، یا فرمایا: جس نے میری زیارت کی تو میں قیامت کے دن اس کی شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔ جو شخص حرمین میں سے کسی ایک میں فوت ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن امن پانے والوں میں سے اٹھائے گا۔"

(سنن کبریٰ: ۵/۲۴۵، الرقم: ۱۰۰۵۳؛ شعب الایمان: ۳/۴۸۹، الرقم: ۴۱۵۳).

شاعر نے کیا خوب ارشاد فرمایا ہے:

؎ میں بھلا لاں دیے لڑ لگیاں او میرے تکھا غم پر سے رہندے نے
میری آساں امیداں دے سدا بوٹے ہرے رہندے نے

خیال یار وچ میں مست رہندا آں دنے راتی
میرے دل وچ سجن وسدا میرے دیدے ٹھرے رہندے
نیازی مینوں غم کادا میری نسبت ہے لاثانی
کسے دے زہن جو بن کے قسم رب دی کھرتے رہندے

حضرت امام مالک کی مدینہ پاک سے محبت

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے سوائے ایک حج کے اور حج نہیں کیا اور سوائے حج فرض کے پھر کبھی مکہ شریف نہیں گئے۔ صرف اس لئے ڈرتے کہ سوائے مدینہ طیبہ کے اور جگہ موت نہ آجائے۔ ساری عمر مدینہ طیبہ میں گزاری اور وہیں مدفون ہوئے۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی، تاریخ مدینہ، ص: ۲۹، مطبوعہ: نوری کتب خانہ لاہور)

یا محمد میں جنت نہیں مانگتا تیری بستی میں چھوٹا سا گھر چاہیے
میرے سجدوں کی ہے بس یہی آرزو تیری چوکھٹ ترا سنگ در چاہیے
غم کے ماروں کا سرکار رکھنا بھرم بہر شبیر ہو اک نگاہ کرم
دور ہو جائیں گے سارے دنیا کے غم تیری رحمت بھری اک نظر چاہیے

مدینے میں صبر کا...... اجر بے مثال

مدینہ منورہ کو یہ اعزاز لازوال اس لیے ملا کہ والی کونین صلی اللہ علیہ وسلم یہاں آرام فرما ہیں۔ ساکنان مدینہ کو بتقاضائے بشریت بعض اوقات مصائب و آلام سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔

دکھ درد	سفر زندگی کا حصہ ہیں
بیماری	سفر زندگی کا حصہ ہے
بھوک و پیاس	سفر زندگی کا حصہ ہے
سختیاں	سفر زندگی کا حصہ ہیں

آزمائشیں سفرزندگی کا حصہ ہیں

اہل مدینہ بھی ان سختیوں کو جھیلتے ہیں اگر صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا جائے اور حرف شکوہ زبان پر آنے نہ پائے تو اس میں ان کے لیے بڑی فضیلت ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا یَصْبِرُ عَلٰی لَاْوَاءِ الْمَدِیْنَةِ وَشِدَّتِهَا اَحَدٌ مِّنْ اُمَّتِیْ اِلَّا کُنْتُ لَهٗ شَفِیْعًا یَوْمَ الْقِیَامَةِ اَوْ شَهِیْدًا ۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت میں سے جو کوئی بھی مدینہ طیبہ کی سختی اور شدت پر صبر کرے گا میں قیامت کے دن اس کی ضرور شفاعت کروں گا یا اس کے حق میں گواہی دوں گا۔'' (صحیح مسلم: ۲/۱۰۰۴، الرقم: ۱۳۷۸، مسند احمد بن حنبل: ۲/۳۹۷، الرقم: ۹۱۶۱، سنن ترمذی: ۵/۷۲۲، الرقم: ۳۹۲۴)

؎ سانوں بھلا مدینے دا نظارا یا رسول اللہ ﷺ
سدا و سدا رہوے تیرا دوارا یا رسول اللہ ﷺ
فرشتے، اولیاء، جن و بشر، شاہ و گدا سب دا
تیرے دربار توں ہوندا گزارا یا رسول اللہ ﷺ

مدینہ منورہ میں کی گئی نیکیاں......اپنی مثال آپ ہیں

؎ ہم مدینے میں تنہا نکل جائیں گے
اور گلیوں میں قصداً بھٹک جائیں گے
ہم وہاں جا کے واپس نہیں آئیں گے
ڈھونڈتے ڈھونڈتے لوگ تھک جائیں گے
قافلوں کو تکلف ہے ہم سے اگر
ہم بھی بے بس نہیں بے سہارا نہیں

خود انہی کو پکاریں گے ہم دور سے
راستے میں اگر پاؤں تھک جائیں گے

نام آقا ﷺ جہاں بھی لیا جائے گا
ذکر ان کا جہاں بھی کیا جائے گا

نور ہی نور سینوں میں بھر جائے گا
ساری محفل میں جلوے لپک جائیں گے

ان کی چشم کرم کو ہے اس کی خبر
کس مسافر کو کتنا ہے شوق سفر

ہم کو اقبال جب بھی اجازت ملی
ہم بھی آقا ﷺ کے دربار تک جائیں گے

ایک رمضان گزاریں.....ثواب ہزار رمضان کا پائیں

اللہ کریم کا امت مسلمہ پر یہ کتنا بڑا کرم ہے کہ اس نے اپنے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے شہر میں کی جانے والی عبادات وطاعات کا اجر وثواب کئی گنا بڑھا دیا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری وساری رہے گا۔

حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مدینہ منورہ میں رمضان کسی دوسرے شہر میں رمضان سے ہزار گنا بہتر ہے اور مدینہ منورہ کا جمعہ کسی دوسرے شہر میں جمعہ سے ہزار گنا بہتر ہے۔"

(المعجم الکبیر:۱/۳۷۲،الرقم:۱۱۴۴،الترغیب والترہیب:۲/۱۴۱،۱،الرقم:۱۸۳۷)

مسجد نبوی میں نماز پڑھنے کی فضیلت

جو کوئی مسجد نبوی میں چالیس روز مسلسل نمازیں ادا کرے اسے جہنم کی آگ سے نجات مل جاتی ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی فِیْ مَسْجِدِیْ اَرْبَعِیْنَ صَلٰوۃً

''جس شخص نے لگاتار چالیس نمازیں میری مسجد میں ادا کیں۔

لَا یَفُوْتُہٗ صَلَاۃٌ کُتِبَتْ لَہٗ بَرَاءَۃٌ مِّنَ النَّارِ وَنَجَاۃٌ مِّنَ الْعَذَابِ وَبَرِیْءٌ مِّنَ النِّفَاقِ۔

اس کے لیے (جہنم کی) آگ، عذاب (آخرت) اور نفاق سے نجات لکھ دی جاتی ہے۔ (مسند احمد بن حنبل: ۱۵۵/۳، المعجم الاوسط: ۳۲۵/۵، الرقم: ۵۴۴۴)

احادیث مبارکہ میں یہ بھی مذکور ہے کہ مسجد نبوی میں ادا کی جانے والی نمازوں کا ثواب حج کے برابر ملتا ہے۔

حضرت حنیف رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جو شخص وضو کر کے میری اس مسجد میں نماز کی ادائیگی کی غرض سے نکلا اور میری مسجد میں آ کر نماز پڑھی تو اسے حج کے برابر ثواب کا حق دار ٹھہرایا جائے گا۔''

(شعب الایمان: ۵۰۰۳/۳، الرقم: ۴۱۹۱، الترغیب والترہیب: ۱۴۴/۲، الرقم: ۱۸۴۴)

اس ضمن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث مبارکہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''کسی شخص کا اپنے گھر میں ادا کی گئی نماز کا ثواب اسی ایک نماز کا ہے، محلے کی مسجد میں ۲۵ نمازوں کا ثواب ہے۔ جس مسجد میں جمعہ ہوتا ہو وہاں ۵۰۰ نمازوں کا ثواب ہے اور مسجد اقصیٰ میں پچاس ہزار نمازوں کا ثواب ہے۔ اسی طرح میری مسجد (میں ادا کی گئی) نماز کا ثواب بھی پچاس ہزار نمازوں

کے برابر ہے۔اور مسجد حرام میں (ادا کی گئی نماز کا) ثواب ایک لاکھ نمازوں (کے برابر) ہے۔"

(سنن ابن ماجہ:۱/۴۵۳، الرقم:۱۴۱۳، المعجم الاوسط:۷/۷، الرقم:۷۰۰۴)

رحمت دی تصویر مدینہ
عاشق دی جاگیر مدینہ
ہر عاشق دا قبلہ کعبہ
عشق دی زنجیر مدینہ
مر جاواں تے کر چھڈیا جے
کفن اتے تحریر مدینہ

مسجد نبوی کی عظمت وفضیلت

حدیث پاک میں ہے۔

مَنْ حَجَّ اِلٰی مَکَّۃَ ثُمَّ قَصَدَنِیْ فِیْ مَسْجِدِیْ کُتِبَتْ لَہٗ حَجَّتَانِ مَبْرُوْرَتَانِ ۔

جس نے مکہ شریف کا حج کیا پھر قصد کیا میری زیارت کا میری مسجد میں اس کے واسطے دو حج مبرور لکھے جاتے ہیں۔ قصد زیارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسجد شریف سے مشرف ہونا حج مبرور ومقبول کے برابر ہے بلکہ حج کی قبولیت کا سبب ہے جو کہا گیا ہے اور جزاء حج مبرور جنت ہے جس طرح احادیث میں آیا ہے کہ حج مبرور وہ ہوتا ہے کہ جس میں ارتکاب محرمات ومناہی نہ کرے اور ریاکاری کا اس میں دخل تک نہ ہو یہ ضرور پروردگار کو قبول ہوتا ہے۔

(تاریخ مدینہ، ص:۲۰۵، مطبوعہ: نوری کتب خانہ لاہور)

کونین دے والی دا گھر بار بڑا سوہنا
سوہنے رب دی [illegible] بڑا سوہنا

انج مسجد نبوی دی ہر چیز بڑی سوہنی
جیہڑا روضے دے نال جڑیا پیار بڑا سوہنا

ایک عاشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کی آواز ہمیشہ یہی ہوتی ہے کہ

مدینے پاک دے اندر جدوں میں پہنچ جاواں گا
اپنا حال آقا نوں رو رو کے سناواں گاں
کدی ہدیہ کراں گا پیش میں پڑھ پڑھ دروداں دا
کدی خاک مدینہ چم کے اکھیاں نال لاواں گا
شفاعت یا رسول اللہ ﷺ شفاعت یا رسول اللہ ﷺ
میں ایہہ فریاد کر کے مقدر نوں جگاواں گا
اور بے شک سن دے نیں ایتھے وی پر دربار تے جا کے
غبار آقا دے در دا اپنی اکھیاں وچ میں پاواں گا
خدا دے کولوں منگناں اے میں صدقہ سوہنے مدنی دا
وسیلہ اپنے مرشد نوں دعاواں وچ بناواں گا
ہے اتھے پھر اے فریاد یوسف دی تیرے اگے
مدینے وچ مدینے والیا کس دن میں آواں گا

☆☆☆

حیاتِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ ○ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ ○ الَّذِىْ كَانَ نَبِيًّا وَّاٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ ○ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَزْوَاجِهٖ وَعِتْرَتِهٖ وَاَوْلِيَاءِ اُمَّتِهٖ اَجْمَعِيْنَ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ ○

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ

وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عُرْبٍ وَّمِنْ عَجَمِ

نعت رسول مقبول ﷺ

دھماں دو جگ دے وچ دھمیاں تے مکی مدنی سرداروں دیاں
تھاں تھاں تے صفتاں ہون پیاں اس خالق دے دلداروں دیاں

نت اون ملک آسماناں توں میں صدقے اس دیاں شاناں توں
پچھ کربل دے مہماناں توں شاناں ساڈی سرکاروں دیاں

دیکھو کیڈا شان ودھایا اے محبوب نوں کول بلایا اے
ایہہ بھید کسے نہ پایا اے کیہہ گلاں ہوئیاں پیار دیاں

تیرا نام لیاں بت سجدہ کرن تیرے خادم مردے زندہ کرن
چن سورج نوں شرمندہ کرن چمکاں تیرے رخسار دیاں

اعظم سے جے کرم حضور کرن میں کوجی نوں منظور کرن
نہ در توں اپنے دور کرن میں منگتی اس دربار دیاں

☆☆☆

ابتدائیہ

حضور سید المرسلین محبوب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک سراپا رحمت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمۃ للعالمین، تمام جہانوں کے لیے رحمت بنایا ہے۔ سارے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خوان رحمت سے پل رہے ہیں۔ اس بھری کائنات میں جہاں بھی رحمت کا بسیرا ہے۔ جس جگہ بھی رحمت و شفقت کی بہاریں ہیں یہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ ہے۔

کائنات میں چہل پہل رحمت کے طفیل ہے اگر رحمت نہ رہے تو کائنات تباہ و برباد ہو کر پردہ عدم میں چلی جائے۔ رحمت کا مرکز و محور وجود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ تو ثابت یہ بالکل واضح ہوئی کہ اگر یہ جہاں رنگ و نور میں ڈھلا ہوا ہے تو وجود مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم حیات حقیقی سے متصف ہیں۔

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمن دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے
نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

☆☆☆

حیاتِ مصطفٰی...... قرآن کی روشنی میں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کی صورتیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ

اور خوب جان لو کہ تمہارے درمیان رسول اللہ موجود ہیں۔ (پ:۲۶، الحجرات: ۷)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کی دو صورتیں ہیں۔

پہلی صورت

پہلی صورت ظاہری اور مادی ہے جو ظاہر ہے کہ صحابہ کرام ہی کے ساتھ خاص تھی کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت ان کی نظروں کے سامنے موجود رہتے تھے...... صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے دیدار سے مشرف ہوتے رہتے تھے...... آپ کی تعلیم سے خوب فیض یاب ہوتے تھے...... ان کے عشق و محبت کا یہ حال تھا کہ ہر ایک کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ اپنا زیادہ وقت اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں گزارے...... اس لیے ہر کوئی یہی چاہتا تھا کہ بس مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر اسے رہائش کا موقع میسر آ جائے کہ ان کے نزدیک سب سے بڑی عبادت اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت اور صحبت تھی...... وہ کسی لحہ بھی اس سے محروم ہونا نہ چاہتے تھے...... کسی لحظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی ان کے لیے قابل برداشت نہ تھی۔

غرضیکہ "فِیْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ" کی ایک ظاہری و مادی صورت ہے جو وقتی تھی...... عارضی تھی...... ختم ہو گئی تو کیا (العیاذ باللہ) رسول اب ہم میں موجود نہیں۔ یہ وہی سوچ

سکتا ہے جو رسول کو اپنے جیسا، عام انسان خیال کرے۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول ہم میں موجود ہیں۔

دوسری صورت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی کی دوسری صورت یہ ہے کہ "رسول کریم ہم میں موجود ہیں" بایں صورت کہ ہم سے پردہ کیے ہوئے ہیں لیکن اپنے دنیاوی جسم اطہر کے ساتھ اسی زمین پر رونق افروز ہیں کہ انہیں کا مستند ارشاد ہے:

اِنَّ اللہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَآءِ

کہ بیشک اللہ نے زمین پر حرام کر دیا ہے کہ وہ نبیوں کے جسم کو کھائے۔

فَنَبِیُّ اللہِ حَیٌّ

تو اللہ کا نبی زندہ ہے۔

ایک مومن کے لیے یہ ارشاد رسول ہرگز باعث حیرت نہیں کہ وہ اللہ کے خالق ہونے پر یقین رکھتا ہے اور اس حقیقت کو بھی تسلیم کرتا ہے کہ اپنی مخلوق میں ایک مخصوص تاثیر پیدا کرنے والا وہی ہے نیز وہ جب چاہتا ہے جس چیز کو چاہتا ہے تاثیر تبدیل فرما دیتا ہے۔ مثلاً آگ کی تاثیر جلا دینا ہی ہے لیکن یہ حکم رب ہی تھا۔

یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰهِیْمَ ۝

اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم پر۔ (پ:۱۷، الانبیاء:۶۹)

پس ہر چیز کو خاکستر کر ڈالنے والی آگ اللہ کے خلیل کا بال بھی بیکا نہ کر سکی بلکہ سلامتی بن گئی...... گلزار بن گئی...... اسی طرح جس کپڑے سے اللہ کے محبوب ہاتھ پونچھ لیں کیا مجال ہے کہ آگ اسے جلا سکے...... جبکہ زمین کی تاثیر اپنے دفینوں کو کھا جانا ہی نہیں بلکہ وہ انہیں اگاتی بھی ہے...... اور ان کی حفاظت بھی کرتی ہے...... پس کوئی وجہ حیرت نہیں اس حقیقت پر کہ نبی کا جسم اطہر قبر میں بطور امانت محفوظ ہے کہ زمین کو اللہ کا بھی حکم ہے کیا مجال زمین کی کہ اللہ کے حکم کے خلاف نبی کا مقدس جسم رتی برابر بھی خراب

کر پائے۔

جیسے ہر چیز برابر نہیں...... ویسے ہی ہر انسان برابر نہیں

زمین میں دفن ہونے کے بعد ہر چیز ایک ہی مدت میں نہیں گلتی اور سڑتی بلکہ ہر چیز کی نرمی اور سختی کی مناسبت سے اس پر مٹی اثر کرتی ہے مثلاً گوشت، ہڈی سے پہلے گل جاتا ہے...... یا لوہا ہڈی سے بھی زیادہ عرصہ زمین میں باقی رہتا ہے اور پلاسٹک پر تو ان دونوں سے بھی زیادہ مدت کے بعد مٹی کا اثر ہوتا ہے...... یہی حال اور بہت سے معدنیات اور جمادات کا ہے...... نیز اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کے اجسام کو ایک جیسا نہیں بنایا کہ بعض جسم عوارضات مثلاً موسم وغیرہ کے اثرات جلد قبول کرتے ہیں...... اور بعض بہت دیر میں متاثر ہوتے ہیں...... جبکہ نبی کا جسم مبارک تو ہر اعتبار سے عام انسانوں سے ممتاز ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے فضلات میں بھی تعفن نہیں ہوتا۔ اسی لیے تو

☆...... حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا پیشاب پی لیا تھا اور معلوم ہونے پر آپ نے مژدہ سنایا کہ "اے ام ایمن اب تمہارے جسم کو جہنم کی آگ نہ جلا سکے گی۔"

☆...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پسینہ ایک بے نظیر عطر تھا جس کے استعمال کر لینے والی عورت کے بچوں تک میں وہ مہک آتی تھی۔

☆...... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھوک، زخموں اور بیماریوں کے لیے مداوا تھا اور جس سے کھاری پانی میٹھا ہو جاتا اور خشک کنوئیں پانی سے لبریز ہو جاتے تھے۔

☆...... ایسا ممتاز و مقدس اور مخصوص جسم جب زمین کو نصیب ہو تو کیا زمین اس کو گلا دے گی، سڑا دے گی جبکہ اس حصہ زمین کو اسی مبارک جسم کے طفیل یہ عظمت حاصل ہوئی کہ اس خالق نے اس کو اپنے عرش کریم سے بھی افضل و اشرف قرار دے دیا ہے۔ یقیناً زمین ایسی ناشکری اور بدنصیب نہیں۔

وہ انسان تھے

نبی کے صدقے — تاج شرافت ملا

نبی کے صدقے — انسانیت ملی

نبی کے صدقے — انسانی اقدار ملیں

نبی کے صدقے — اخلاق کی تعلیم ملی

نبی کے صدقے — عبادات کے طریقے ملے

نبی کے صدقے — معاملات کی گتھیاں سلجھانے کے نسخے ملے

نبی کے صدقے — خالق و مالک رب کا پتہ ملا

نبی کے صدقے — خدا تک رسائی کی راہیں ملیں

اب خود تو وہ شخص متقی و پرہیز گار بن گیا...... متبع شریعت بن گیا...... اور صالح ہونے کا دعویدار بن بیٹھا...... اور اپنے محسن آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کے نبی کو (العیاذ باللہ) مردہ کہنے لگا...... عام انسانوں کی طرح اس کے جسم کے بھی خاک ہو جانے کا یقین کرنے لگا...... اب اسے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہتے میں شرم آنے لگی۔ یہی انسان ناشکرا اور بدنصیب ہے۔ ہمارا عقیدہ اور ایمان تو یہ ہے کہ ہمارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں اس دنیاوی جسم مقدس کے ساتھ زندہ ہیں۔

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

حضور...... سب پر گواہ ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَكَيْفَ إِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ بِشَهِيدٍ وَجِئْنَا بِكَ عَلَى هَؤُلَاءِ شَهِيدًا ۝

پھر اس دن کیا حال ہوگا جب ہم ہر امت سے ایک گواہ لائیں گے اور (اے حبیب!) ہم آپ کو ان سب پر گواہ لائیں گے۔ (پ۵، النساء، ۴۱)

تشریح وتوضیح

اس آیت مبارکہ کی تفسیر وتوضیح کرتے ہوئے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تفسیر فتح العزیز'' المعروف بہ ''تفسیر عزیزی'' میں لکھتے ہیں۔

''تمہارا رسول صلی اللہ علیہ وسلم تم پر گواہی دے گا کیونکہ وہ نور نبوت کے ذریعے اپنے دین کے ہر ماننے والے کے رتبہ سے آگاہ ہیں کہ وہ میرے دین میں کس درجہ میں پہنچ چکا ہے؟ اور اس کے ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ اور وہ کون سا پردہ ہے جس کی وجہ سے اس کی ترقی رکی ہوئی ہے؟ چنانچہ وہ تمہارے گناہوں کو بھی پہچانتے ہیں اور تمہارے ایمان کے درجوں کو اور تمہارے نیک و بد تمام اعمال کو اور تمہارے اخلاص و نفاق کو بھی خوب پہچانتے ہیں۔'' (فتح العزیز، پارہ دوم، سورۃ البقرہ، آیت:۱۴۳، ص:۵۱۸)

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ

مر گئے جہاں دے اوہو ای کہن مر گئے
ساڈا تے ہر اک تاجدار زندہ
ساڈے نبی زندہ ساڈے ولی زندہ
ہر مزار زندہ ہر دربار زندہ

شاہد کائنات ہونا...... حضور اکرم کی حیات کی دلیل ہے

ارشاد خداوندی ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا ۙ وَّ دَاعِیًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَ سِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝

اے نبی کریم! بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ کر، بشارتیں سنانے والا، غضب الٰہی سے ڈر سنانے والا، اللہ کے اذن سے دعوت الی اللہ اور

ایسا آفتاب بنا کر بھیجا ہے جو دوسروں کو منور فرمانے والا ہے۔

(پ:۲۲،الاحزاب:۴۵-۴۶)

اس آیت کریمہ میں لفظ شاہد پر غور کیجئے۔

حضور نبی اکرم کا جان کائنات ہونا ۔۔۔ حضور کی حیات کی دلیل ہے
حضور نبی اکرم کا اصل کائنات ہونا ۔۔۔ حضور کی حیات کی دلیل ہے
حضور نبی اکرم کا شان کائنات ہونا ۔۔۔ حضور کی حیات کی دلیل ہے
حضور نبی اکرم کا مرکز کائنات ہونا ۔۔۔ حضور کی حیات کی دلیل ہے
حضور نبی اکرم کا سلطان کائنات ہونا ۔۔۔ حضور کی حیات کی دلیل ہے
حضور نبی اکرم کا مقصود کائنات ہونا ۔۔۔ حضور کی حیات کی دلیل ہے
حضور نبی اکرم کا ذیشان کائنات ہونا ۔۔۔ حضور کی حیات کی دلیل ہے
حضور نبی اکرم کا باعث تخلیق کائنات ہونا ۔۔۔ حضور کی حیات کی دلیل ہے
حضور نبی اکرم کا بہار کائنات ہونا ۔۔۔ حضور کی حیات کی دلیل ہے
حضور نبی اکرم کا سردار کائنات ہونا ۔۔۔ حضور کی حیات کی دلیل ہے
حضور نبی اکرم کا شاہد کائنات ہونا ۔۔۔ حضور کی حیات کی دلیل ہے

ہماری زندگی......رسول کریم کی برکت سے ہے

ہزاروں سال سے میں نے زمانہ چھان مارا ہے
حسین دیکھا مگر سرکار سا میں نے نہیں کوئی

کیا تھا آخری یہ فیصلہ جبرئیل نے صائم
محمد سا حسین ہرگز دو عالم میں نہیں کوئی

زندہ نبی دیتے ہیں جواب اپنے غلاموں کو
درود پڑھتا ہے کہیں کوئی سلام پڑھتا ہے کہیں کوئی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ

نبی مومنوں کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ عزیز وقریب ہیں۔ (پ:۲۱، الاحزاب:۶)

انسان کے سب سے قریب اس کی جان ہوتی ہے۔ تو اس آیت کریمہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ نبی مومنوں کے ان کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ تو گویا

انسانوں کی زندگی	حضور کی برکت سے ہے
حیوانوں کی زندگی	حضور کی برکت سے ہے
چرند پرند کی زندگی	حضور کی برکت سے ہے
نباتات کی زندگی	حضور کی برکت سے ہے
سورج کی زندگی	حضور کی برکت سے ہے
چاند کی زندگی	حضور کی برکت سے ہے
معدنیات کی زندگی	حضور کی برکت سے ہے

الغرض جب کائنات کی ہر چیز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہے تو کیا خوب فرمایا ہے تاجدار گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

اس صورت نوں میں جان آکھاں
جان آکھاں کہ جان جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں
جس شان توں شاناں سب بنیاں

گویا

زمین وزماں میں	حضور کا جلوہ
مکین ومکاں میں	حضور کا جلوہ
چنیں وچناں میں	حضور کا جلوہ
ہمیں وہماں میں	حضور کا جلوہ

اور پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ

صباء میں حضور کا جلوہ ہے
ہوا میں حضور کا جلوہ ہے
گھٹا میں حضور کا جلوہ ہے
فضا میں حضور کا جلوہ ہے
ضیاء میں حضور کا جلوہ ہے
جلا میں حضور کا جلوہ ہے
خلا میں حضور کا جلوہ ہے
سماء میں حضور کا جلوہ ہے
ثرا میں حضور کا جلوہ ہے
علیٰ میں حضور کا جلوہ ہے

؎ محمد رونق بزم جہاں بھی ہیں جہاں بھی ہیں
ہیں زینت سب مکانوں کی مکیں لامکاں بھی ہیں

مرا دل ہے مدینے میں مرے دل میں مدینہ ہے
میں سمجھتا ہوں آقا وہاں بھی ہیں یہاں بھی ہیں

حیاتِ مصطفیٰ ...... حدیث کی روشنی میں

(i) حضور ...... سلام کا جواب دیتے ہیں

امام ابن ابی الدنیا اور امام بیہقی نے سلیمان بن سحیم سے روایت کی ہے کہ میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! لوگ آ کر آپ کو سلام عرض کرتے ہیں، کیا آپ ان کا سلام سمجھتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں! اور میں ان کو جواب دیتا ہوں۔ (الدر المنثور ۲: ۳۴۴)

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار پر حاضری کا خواہشمند ہر شخص یہی کہتا ہے

کہ

جتھے مدنی دا ڈیرا اے نی جندڑیے چل چلئے
اتھے کوئی نہ تیرا اے نی جندڑیے چل چلئے

اساں جاناں مدینے نوں ملنا عربی نگینے نوں
سانوں شوق ودھیرا اے نی جندڑیے چل چلئے

بوٹا آس دا کھل جاوے گا سانوں مدنی جے مل جاوے گا
اوہدے باجھ ہنیرا اے نی جندڑیے چل چلئے

(ii) اللہ کے نبی زندہ ہوتے ہیں

عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ: اَکْثِرُوا الصَّلَاةَ عَلَیَّ یَوْمَ الْجُمُعَةِ، فَاِنَّهُ مَشْهُوْدٌ تَشْهَدُهُ الْمَلَائِکَةُ، وَاِنَّ اَحَدًا لَنْ یُّصَلِّیَ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلَاتُهُ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْهَا۔ قَالَ: قُلْتُ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ! قَالَ: وَبَعْدَ الْمَوْتِ اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ، فَنَبِیُّ اللّٰهِ حَیٌّ یُّرْزَقُ

”حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود بھیجا کرو، یہ یوم مشہود (یعنی میری بارگاہ میں فرشتوں کی خصوصی حاضری کا دن ہے) اس دن فرشتے (خصوصی طور پر کثرت سے میری بارگاہ میں) حاضر ہوتے ہیں۔ جب کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو اس کے فارغ ہونے تک اس کا درود میرے سامنے پیش کر دیا جاتا ہے۔

حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے عرض کیا

(یارسول اللہ!) اور آپ کے وصال کے بعد (کیا ہوگا)؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں (میری ظاہری) وفات کے بعد بھی (میرے سامنے اسی طرح پیش کیا جائے گا کیونکہ) اللہ تعالیٰ نے زمین کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کے جسموں کا کھانا حرام کر دیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کا نبی زندہ ہوتا ہے اور اسے رزق بھی عطا کیا جاتا ہے۔"

(سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز: ۱/۵۲۴، الرقم: ۱۶۳۷، الترغیب والترہیب: ۲/۳۲۸، الرقم: ۲۵۸۲)

ے آتش آب درندیاں تائیں ڈھوں حکم رباناں
پیغمبر دا جسم مبارک روا نئیں آیا کھانا

کوئی آج درود پڑھے	حضور سنیں گے
کوئی کل درود پڑھے	حضور سنیں گے
کوئی جب بھی درود پڑھے	حضور سنیں گے
کوئی جہاں بھی درود پڑھے	حضور سنیں گے
کوئی جتنی بار درود پڑھے	حضور سنیں گے
کوئی یہاں درود پڑھے	حضور سنیں گے
کوئی وہاں درود پڑھے	حضور سنیں گے
کوئی لاکھ بار درود پڑھے	حضور سنیں گے
لاکھوں لوگ درود پڑھیں	حضور سنیں گے
کوئی جب تک پڑھتا رہے	حضور سنیں گے

(iii) قبر انور میں...... نماز کی ادائیگی

یہ دو ٹوک اور واضح اعلان ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام زندہ ہیں...... جن خوش نصیب افراد کے سروں پر نبوت کا تاج ہے...... جنہیں اللہ کریم نے نبی بنا کر مبعوث فرمایا...... [illegible] جانے کے بعد ختم نہیں ہو گئے...... اس دنیا سے رخصتی سے ان کی

حیات کا چراغ گل نہیں ہو گیا...... بلکہ وہ زندہ و پائندہ ہیں......ان کو زندہ ماننا ایمان کی نشانی ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَلْاَنْبِيَاءُ اَحْيَاءٌ فِيْ قُبُوْرِهِمْ يُصَلُّوْنَ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''انبیاء کرام زندہ ہیں اور اپنے اپنے مزارات میں صلوات (نمازیں) ادا فرماتے ہیں۔''

(مسند ابو یعلی ۶/ ۱۴۷، الرقم ۳۴۲۵، مسند دیلمی: ۱/ ۱۱۹، الرقم: ۴۰۳، مجمع الزوائد: ۸/ ۲۱۱)

حضور نبی اکرم کے ارشادات کو ماننا	ایمان ہے
حضور نبی اکرم کے فرمودات کو ماننا	ایمان ہے
حضور نبی اکرم کی تعلیمات کو ماننا	ایمان ہے

اس حدیث پاک میں انبیاء کرام علیہم السلام کو زندہ کہا گیا ہے۔ اب ان کو زندہ ماننا ہی ایمان ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کو زندہ نہ ماننا ایمان کے نہ ہونے کی نشانی ہے۔

اب اگر کوئی آدمی اس صریح ارشاد کی روشنی میں انبیاء کرام علیہم السلام کو زندہ نہ مانے یا ان کی زندگی کو حقیقی زندگی نہ جانے بلکہ تاویل کر کے حقیقت کا انکار کرے تو اسے بہر حال اپنے ایمان کی فکر کرنی چاہئے۔ یاد رہے ایمان ہی سب سے بڑی دولت ہے اگر ایمان ملے تو اللہ کے جملہ انعامات کی امید کی جا سکتی ہے اگر ایمان ہی نہیں تو پھر اس کی ابدی و سرمدی رحمتوں کو کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: اَتَيْتُ لَيْلَةَ اُسْرِيَ بِيْ عَلٰى مُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ عِنْدَ الْكَثِيْبِ

الْاَحْمَرِ وَهُوَ قَائِمٌ يُّصَلِّيْ فِيْ قَبْرِهٖ ۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس رات مجھے سیر کروائی گئی (معراج کی رات) میں موسیٰ علیہ السلام کے ہاں آیا کثیب احمر کے پاس وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز ادا فرمارہے تھے۔

(صحیح مسلم: ۴/۵۲۴، الرقم: ۲۳۷۵، سنن نسائی: ۳/۲۱۲، الرقم: ۱۶۳۷، مسند امام احمد: ۱۰/۴۸۰، الرقم: ۱۲۴۴۳)

اہم نکات

اس حدیث پاک سے درج ذیل نکات سامنے آتے ہیں۔

(۱) حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پاک کا کمال دیکھیے حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے مزار کے اندر ہیں آپ ان کی جملہ کیفیات کا مشاہدہ فرمارہے ہیں۔

(۲) وہ نماز پڑھ رہے ہیں اس کا بھی مشاہدہ اور وہ حالت قیام میں ہیں اس کا بھی مشاہدہ ہے۔

(۳) اس حدیث پاک سے معلوم ہوتا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اپنے اپنے مزار مقدسہ میں زندہ ہیں اور جب چاہیں نمازیں بھی ادا فرماتے ہیں۔

(۴) اس حدیث پاک سے یہ بات بھی یہاں عیاں ہوتی ہے کہ بزرگان دین کے مزارات پر جانا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مبارکہ ہے۔

(۵) قبر میں کھڑے ہونے کی جگہ نہیں ہوتی لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

اس سے معلوم ہوا کہ ہر قبر ایک جیسی نہیں ہوتی کسی کی قبر بند پنجرہ ہوتی ہے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے طفیل خصوصی اطاعت گزاران کے مزارات جنت کے باغات ہوتے ہیں اور تاحد نگاہ کشادہ ہوتے ہیں۔

(۶) پتہ چلا کہ عظیم ہستیاں قبر میں جا کر بھی نماز نہیں چھوڑتیں ہمیں بھی ان بزرگ

ہستیوں کی اطاعت کرتے ہوئے نماز کی پابندی کرنی چاہیے۔

وہ اجساد جن پر خالق کائنات نے اتنا کرم کیا اور ان کو نبوت کا مرکز بنایا۔ اور اتنی تجلیات عطا فرمادیں کہ جب وہ دنیا سے چلے جاتے ہیں تو اس کے بعد خالق کائنات ان کو ایسی حیات دے دیتا ہے کہ جس کی بدولت وہ کھڑے بھی ہیں......نماز بھی پڑھ رہے ہیں...... حیات سلامت ہے...... ذہانت موجود ہے...... عقل ہے...... حافظہ ہے...... سب کچھ ہے اور پھر نماز ادا کر رہے ہیں تو یہ شان ہے اللہ کے رسولوں کی کہ خالق کائنات جل جلالہٗ ان کو مرنے کے بعد ایسی حیات عطا فرمادیتا ہے۔

(iv) حضرت موسیٰ علیہ السلام کا......امت محمدیہ پر احسان

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (شب معراج) اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں تو میں ان (نمازوں) کے ساتھ واپس آیا یہاں تک کہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا تو انہوں نے سوال کیا:

مَا فَرَضَ اللّٰهُ لَكَ عَلٰى اُمَّتِكَ؟

اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کے لیے آپ پر کیا فرض کیا ہے؟

میں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے کہا:

فَارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ، فَاِنَّ اُمَّتَكَ لَا تُطِيْقُ ذَالِكَ

اپنے رب کی طرف واپس جائیے کیونکہ آپ کی امت اس (کی ادائیگی) کی طاقت نہیں رکھتی۔

پس انہوں نے مجھے واپس لوٹا دیا۔ (میری درخواست پر) اللہ تعالیٰ نے ان کا ایک حصہ کم کردیا۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف واپس گیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک حصہ کم کردیا ہے۔ انہوں نے کہا: اپنے رب کی طرف (پھر) جائیے کیونکہ آپ کی امت میں ان کی (ادائیگی کی) طاقت بھی نہیں ہے۔ پس میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کا

ایک حصہ اور کم کر دیا۔ میں ان کی طرف آیا تو انہوں نے پھر کہا: اپنے رب کی طرف جائیے کیونکہ آپ کی امت میں ان کی ادائیگی کی طاقت نہیں ہے۔

میں واپس لوٹا تو (اللہ تعالیٰ نے) فرمایا: یہ (ہیں تو) پانچ (نمازیں) مگر (ثواب کے اعتبار سے) پچاس (کے برابر) ہیں۔ میرے ہاں احکامات تبدیل نہیں ہوا کرتے۔ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے کہا: اپنے رب کی طرف جائیے (اور مزید کمی کے لیے درخواست کیجئے) میں نے کہا:

اَسْتَحْيَيْتُ مِنْ رَبِّي ثُمَّ انْطَلَقَ بِيْ حَتّٰى انْتَهٰى بِيْ اِلٰى سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى وَغَشِيَهَا اَلْوَانٌ لَا اَدْرِيْ مَا هِيَ، ثُمَّ اُدْخِلْتُ الْجَنَّةَ فَاِذَا فِيْهَا حَبَائِلُ اللُّؤْلُؤِ وَاِذَا تُرَابُهَا الْمِسْكُ ۔

مجھے اب اپنے رب سے حیا آتی ہے۔ پھر (جبرائیل علیہ السلام) مجھے لے کر چلے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے جسے مختلف رنگوں نے ڈھانپ رکھا تھا۔ نہیں معلوم کہ وہ کیا ہیں؟ پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا جس میں موتیوں کے ہار ہیں اور اس کی مٹی مشک (کی مانند خوشبودار) ہے۔

(صحیح بخاری: ۱/ ۱۳۶، الرقم: ۳۴۲، صحیح مسلم: ۱/ ۱۴۸، الرقم: ۱۶۳)

دعوتِ فکر

اس حدیث سے ظاہر ہوا۔ کہ! نبی زندہ ہوتے ہیں۔ وصال کے بعد بھی۔ اور انبیاء کرام وصال کے بعد بھی مدد کرتے ہیں۔ جیسے اس حدیث سے ثابت ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام وصال کے کتنی دیر بعد معراج کی رات جب آقا علیہ السلام کو ملے۔ تو پچاس نمازوں سے پانچ کروا دیں۔ تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہم پہ بہت احسان ہے۔

ہم پڑھتے پانچ ہیں۔ لیکن ثواب پچاس کا ملتا ہے۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے۔ جیسے ایک دن انسان کام کرے۔ اور پورے مہینے کی تنخواہ مل جائے۔ لیکن کتنا بدبخت ہے وہ شخص جو نماز قضا کر کے اس فائدے سے محروم رہتا ہے۔ اللہ سب مسلمانوں کو نماز پڑھنے کی

توفیق عطا فرمائے۔

(۷) دربان کی ہے یہ طاقت......تو......سردار کا عالم کیا ہوگا

جب نیک بخت امتی بارگاہ خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت ادب واحترام سے سلام عرض کرتا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی اس سلام کو سنتے ہیں اور اللہ کریم کے مقرر کردہ فرشتے بھی بارگاہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچ کر عرض کرتے ہیں کہ یا رسول اللہ فلاں آدمی آپ پر سلام پیش کر رہا ہے۔

عَنْ عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ اللهَ وَكَّلَ بِقَبْرِىْ مَلَكًا اَعْطَاهُ اَسْمَاعَ الْخَلَائِقِ، فَلَا يُصَلِّيْ عَلَيَّ اَحَدٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا بَلَّغَنِيْ بِاِسْمِهٖ وَاسْمِ اَبِيْهِ، هٰذَا فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ قَدْ صَلّٰى عَلَيْكَ .

''حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کی آوازیں سننے (اور سمجھنے) کی قوت عطاء فرمائی ہے۔ پس روز قیامت تک جو بھی مجھ پر درود پڑھے گا، وہ فرشتہ اس درود پڑھنے والے کا نام اور اس کے والد کا نام مجھے پہنچائے گا اور عرض کرے گا: یا رسول اللہ! فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے۔''

(مسند بزار: ۴/۲۵۵، الرقم: ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، مجمع الزوائد: ۱۰/۱۶۲)

روضہ اقدس پر متعین یہ فرشتہ کتنے نصیبوں والا ہے در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دربانی ہزاروں بادشاہیوں سے افضل و برتر ہے یہ دربان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم در مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے کس درجہ باکمال ہے کہ تمام مخلوق کی آوازوں کو سنتا ہے اور اس کی اطلاع حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچاتا ہے۔

ذرا غور کیجئے!

ایک ہی وقت میں کتنے لوگ درود شریف کا نذرانہ بارگاہ خیر الوریٰ میں پیش کرتے ہیں بسا اوقات لاکھوں افراد بیک وقت درود شریف پڑھ رہے ہوتے ہیں۔ یہ فرشتہ ہر ایک کی آواز کو پہنچاتا ہے اور ہر ایک کے درود شریف کی تعداد جانتا ہے اور پھر ایک ایک کا نام مع ولدیت کے پیش کر دیتا ہے۔

اگر ایک دربان کو اللہ تعالیٰ یہ کمالات عطا فرماتا ہے کہ بیک وقت لاکھوں نہیں کروڑوں کی آوازیں سنتا ہے کروڑوں نہیں اربوں کی آوازیں سنتا ہے اور ہر ایک کو مع اس کی ولدیت کے جانتا ہے تو جس دربار کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اس پر کرم کیا خود اس دربار کے مکین محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا عالم کیا ہوگا۔ یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایک کی آواز کو سنتے ہیں اپنے امتیوں کی صداؤں کو سنتے ہیں اور باذن اللہ اپنے روضہ اقدس میں جلوہ گری فرماتے ہوئے کرم بھی فرماتے ہیں۔

(vi) کان لعل کرامت پہ...... لاکھوں سلام

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار گہربار کس درجہ فیوض و برکات سے لبریز ہے اور حاضری دینے والے افراد پر کس درجہ لطف و کرم کی برکھا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اقدس کے انتظامات کسی بھی بادشاہ کے دربار سے کم نہیں فرمائے بلکہ یہ دربار اقدس جملہ رعنائیوں سے پوری آب و تاب سے اس عالم گیتی پر اپنی نوازشات فرما رہا ہے۔

عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا: اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: حَيْثُمَا كُنْتُمْ، فَصَلُّوْا عَلَيَّ فَإِنَّ صَلَاتَكُمْ تَبْلُغُنِيْ.

''حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (اے میرے امتیو!) تم جہاں کہیں بھی ہو مجھ پر درود شریف بھیجا کرو کیونکہ تمہارا

درود شریف مجھ تک پہنچتا ہے۔" (الترغیب والترہیب:۲/۴۹۶، الرقم:۲۴۷۵، مسند امام احمد:۱۴/۴۰۳، الرقم:۸۸۰۴، مجمع الزوائد:۱۰/۲۵۲)

فائدہ

آج حیرت انگیز ایجادات کا دور ہے اس دور میں ہم ایک جگہ بیٹھے بیک وقت کئی ذرائع سے رابطہ کر لیتے ہیں۔قربان جائیں اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت وعظمت پہ کہ غیر سائنسی دور میں بھی اللہ ذوالجلال والاکرام نے آپ کی خاطر کیا کیا انتظام فرمائے۔ یہ انتظامات زندہ نبی کے لیے ہیں جو آج بھی اپنے روضہ اقدس میں زندہ و جاوید ہیں اور صدیوں سے آپ کی بارگاہ میں جو خوش قسمت بھی درود شریف کا نذرانہ پیش کرتا ہے وہ درود شریف بارگاہ خیر الوریٰ میں پہنچ جاتا ہے اور یہ سلسلہ تا قیامت قائم ودائم رہے گا۔

دنیا کے انتظامات میں خلل آ سکتا ہے خرابی وفساد سے نظام معطل ہو سکتا ہے لیکن جب انتظام فرمانے والا ساری کائنات کا خالق و مالک ہو اور ہر چیز پر قادر ہو تو وہ نظام اس قسم کے نقائص وعیوب سے منزہ ہوا کرتا ہے۔

تو پتہ چلا کہ حضور کے لیے

دور اور نزدیک	برابر ہیں
زمان ومکان	برابر ہیں
رات اور دن	برابر ہیں
اونچی اور آہستہ آواز	برابر ہے

ہم یہاں سے پکاریں وہ مدینے سنیں
مصطفےٰ کی سماعت پہ لاکھوں سلام
دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان
کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام

(vii) درود وسلام......اور......روح رسول کی خصوصیت

وہ امتی کتنے نصیبوں والا ہے جسے بارگاہ خیر الوریٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے سلام کا جواب آئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کو سلامتی کی دعا دے دیں یقیناً وہ دونوں جہانوں میں سلامت رہے گا۔ دنیا کی آفات سے دنیاوی پریشانیوں سے سلامت رہے گا۔ وقت نزع تکالیف سے یوں سلامت رہے گا کہ اپنا ایمان سلامت لے جائے گا اور پھر میدان حشر میں قیامت کی ہولناکیوں سے محفوظ و مامون رہے گا اور جو قیامت کی ہولناکیوں سے بچ گیا وہ نجات ابدی پا گیا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَا مِنْ اَحَدٍ يُسَلِّمُ عَلَيَّ اِلَّا رَدَّ اللّٰهُ عَلَيَّ رُوْحِیْ حَتّٰى اَرُدَّ عَلَيْهِ السَّلَامَ.

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (میری امت میں سے کوئی شخص) ایسا نہیں جو مجھ پر سلام بھیجے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر میری روح واپس لوٹا دی ہوئی ہے یہاں تک کہ میں ہر سلام کرنے والے (کو اس) کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔“

(سنن ابوداود: ۲/۲۱۸، الرقم: ۲۰۴۱، مسند احمد بن حنبل: ۲/۵۲۷، الرقم: ۱۰۸۶۷، سنن کبریٰ: ۵/۲۴۵، الرقم: ...، شعب الایمان: ۲/۲۱۷، الرقم: ۴۱۶۱-۴۱۸۱)

تشریح وتوضیح

”مجھ پر میری روح واپس لوٹا دی جاتی ہے“ اس کا یہ مطلب نہیں کہ روح پہلے بدن سے نکل چکی ہوگی جب قبر پر کوئی سلام کہے گا تو روح واپس آ جائے گی۔ اس سے بہت تکلیف لازم آئے گی۔ اس واسطے کہ وہاں کوئی سال میں ایک دو سلام تو نہیں جاتے وہاں تو لاکھوں فرشی بھی سلام پہنچاتے ہیں اور لاکھوں عرشی بھی سلام پہنچاتے ہیں تو اگر ہر سلام کے وقت آئے اور پھر نکل جائے پھر آئے اور پھر نکل جائے تو پھر یہ ایک تکلیف کا

معاملہ بن جائے گا حالانکہ سلام کا مطلب تو ایک راحتوں کی دعا ہے تو خالق کائنات نے یہ بندوبست کر رکھا ہے۔

رد روح کا مطلب یہ ہے کہ پہلے اللہ کے جمال میں یوں مستغرق ہیں کہ وہ توجہات اللہ کے دربار میں زیادہ ہیں لیکن جب امتیوں کا سلام پہنچتا ہے تو ادھر سے توجہ اللہ کے حکم سے ان پر بھی فرما دیتے ہیں کہ یہ تمہارے غلام ہیں اگرچہ تمہیں دیکھ نہیں سکے اب دور سے قریب سے پڑھ رہے ہیں ان پر توجہ کر دو۔ یہ رد روح کا مطلب ہے فرمایا کہ مجھ پر میری روح کو لوٹا دیا جائے گا کہ میں ادھر سے عالم ملکوت سے جو استغراق ہوتا ہے اس مشاہدہ سے نکل کر ادھر بھی توجہ کروں گا اور جو سلام کہے گا اس کا جواب میں اپنے کسی سیکرٹری سے نہیں دلواؤں گا میرے غلامو! سہارا رکھو اور خوش ہو جاؤ تم مجھے کہتے ہو سلامت رہو میں تمہیں کہتا ہوں سلامت رہو میں خود جواب دوں گا۔

اس میں کتنی لذت ہے اور اس میں غمزدوں کے لیے کتنا سہارا ہے اور قیامت تک کے لیے یہ کتنا بڑا ہمارے لیے حصار ہے کہ انسان جہاں کہیں غموں کی دھوپ میں جھلنے لگے فوراً اس دربار میں سلام کہے فائدہ اس کا کتنا ہوگا۔ یہ کہے گا۔

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

میں آپ کے لیے سلامتی کی دعائیں کر رہا ہوں تو ادھر سرکار مدینہ کہیں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا اُمَّتِیْ

اے میرے امتی میں تجھے سلامتی میں دیکھنا چاہتا ہوں اور سرکار جس کے لیے سلامتی کی دعا کر دیں اسے غم نڈھال کیسے کر سکتے ہیں تو یہ قیامت تک کے لیے ان لوگوں کو جو بالخصوص بعد میں آنے والے تھے ایک ذریعہ دے دیا گیا کہ تم اپنے آپ کو نبی علیہ السلام کے دربار سے دور نہ سمجھو۔ وہ تمہیں پہچانتے ہیں اور تمہارے سلام کا جواب بھی ارشاد فرماتے ہیں اور جواب دینا پہلے سننے سے مستلزم ہے اگر کوئی سنائی نہ دے تو جواب کیسے دے یہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا اقتضاء النص سے یہ ماننا پڑے گا اس مقام پر کہ پہلے سنتے

ہیں پھر جواب دیتے ہیں اور پھر جب بیک وقت کروڑوں کے پہنچ رہے ہوں تو ان کے ہاں اللہ کی دی ہوئی توفیق سے اتنا وسیع مطالعہ ہے کہ ہر لحہ جو جو بولتا ہے اس کو جانتے ہیں اور اس کو اسی طرح کا جواب دیتے ہیں جس طرح کا وہ سلام کرتا ہے وہ محبت جو اس نے ظاہر کی ہے اسی طرح اپنی طرف سے محبت کا اظہار فرما دیتے ہیں۔ یہ حیات رسول کی بہت بڑی دلیل ہے۔

درس عمل

اے میری مسلمان بہنو! حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ بڑی محبت و پیار سے اور ایمان و یقین سے اپنے دل کو حاضر کر کے اپنی زبان سے ادا کر دے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

تو دیکھنا مدینے کے تاجدار صلی اللہ علیہ وسلم سے جواب آئے گا اور جب وہاں سے جواب آ گیا تو دونوں جہاں کے بگڑے مقدر سنور جائیں گے۔
صرف اب ہی نہیں بلکہ جب بھی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد آئے آپ کی بارگاہ میں درود و سلام کا نذرانہ پیش کر دے یہ نذرانہ کل قیامت کو کام آئے گا اور تیری ابدی سعادتوں کا ضامن ہوگا۔

(viii) حضور کی حیات بھی بہتر ...... حضور کا وصال بھی بہتر

بکر بن عبداللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری حیات تمہارے لیے بہتر ہے تم باتیں کرتے ہو اور تمہارے لیے حدیث بیان کی جاتی ہے اور جب میں وفات پا جاؤں گا تو میری وفات تمہارے لیے بہتر ہوگی مجھ پر تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ جب میں نیک عمل دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوں اور جب برا عمل دیکھتا ہوں تو تمہارے لیے استغفار کرتا ہوں۔

(الطبقات الکبریٰ: ۲/۱۹۴، الجامع الصغیر: ۱/۵۸۲، کنز العمال: ۱۱/۴۰۷)

تو پتہ یہ چلا کہ

اچھے اعمال کا جان لینا — حیات مصطفےٰ کی دلیل ہے
برے اعمال کا جان لینا — حیات مصطفےٰ کی دلیل ہے
اللہ کی حمد و ثنا کرنا — حیات مصطفےٰ کی دلیل ہے
استغفار کرنا — حیات مصطفےٰ کی دلیل ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لیے شفقت و محبت دیکھئے کہ امتی کے برے اعمال دیکھ کر اس کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ تو پھر ہم کیوں نہ کہیں:

؎ تیرے قدموں میں آنا میرا کام تھا میری قسمت جگانا تیرا کام ہے
میری آنکھوں کو ہے دید کی آرزو رخ سے پردہ ہٹانا تیرا کام ہے

ظلم جانوں پہ جب بے بہا کر لیے جرم و عصیاں شہا حد سے جب بڑھ گئے
تیرے مجرم تیرے در پہ حاضر ہوئے اب انہیں بخشوانا تیرا کام ہے

حضور اکرم کا فرمان

''حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس شخص نے جمعہ کے دن یا جمعہ کی رات کو مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھا، اللہ تعالیٰ اس کی سو حاجات پوری کرتا ہے۔ ستر آخرت کی حاجتیں اور تیس دنیا کی حاجتیں اور اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے ایک فرشتہ مقرر کرتا ہے جو اس درود کو میری قبر میں داخل کرتا ہے جیسے تمہارے پاس ہدیے اور تحفے داخل ہوتے ہیں اور میری وفات کے بعد بھی میرا علم اسی طرح ہے جس طرح میری حیات میں تھا۔''

(کنز العمال، الرقم: ۲۲۴۲، جمع الجوامع، الرقم: ۲۲۳۵۵، اتحاف السادۃ المتقین: ۳/۲۷۳)

حیات مصطفےٰ......نگاہ صحابہ میں

(i) رحمت کی برسات...... ہے صدقے حضور کے

حضرت مالک دار رضی اللہ عنہ جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وزیر خوراک تھے روایت کرتے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہو گئے تو ایک صحابی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر پر حاضر ہوئے اور عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِسْتَسْقِ لِاُمَّتِكَ فَاِنَّهُمْ قَدْ هَلَكُوْا

یارسول اللہ! آپ (اللہ تعالیٰ سے) اپنی امت کے لیے سیرابی مانگیں کیونکہ وہ (قحط سالی کے باعث) ہلاک ہوگئی ہے۔

تو خواب میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس صحابی کے پاس تشریف لائے اور فرمایا:

اِئْتِ عُمَرَ فَاقْرِئْهُ السَّلَامَ، وَاَخْبِرْهُ اِنَّكُمْ مُسْقِيُّوْنَ

عمر کے پاس جاؤ اسے میرا سلام کہو اور اسے بتاؤ کہ تم سیراب کیے جاؤ گے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۶/۳۵۶، الرقم: ۳۲۰۰۲، کنز العمال: ۸/۴۳۱، الرقم: ۲۳۵۳۵، دلائل النبوۃ: ۷/۴۷)

؎ کرو نظر کرم دکھیاں دے ولے یا رسول اللہ
دکھاں درداں نے ویہڑے آن ملے یا رسول اللہ

قابل قدر بہنو!

رحمت کا ذریعہ	رسول مکرم ہیں
ایمان کی اصل	رسول مکرم ہیں
ایمان کی جان	رسول مکرم ہیں
صحابہ کی پہچان	رسول مکرم ہیں
رونق جہان	رسول مکرم ہیں

باعث عزت	رسول مکرم ہیں
ذریعۂ مدحت	رسول مکرم ہیں
وسیلۂ جنت	رسول مکرم ہیں
امتی کے لیے سعادت	رسول مکرم ہیں

یہی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات جاودانی کی نشانیاں ہیں۔

(ii) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی گواہی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ظاہری دنیا سے پردہ فرما جانے کے بعد اکثر روضہ مبارک پر حاضر ہوا کرتی تھیں۔

(مسند احمد بن حنبل: ۲۰۲/۶، مستدرک حاکم: ۶۱/۳، الرقم: ۴۴۰۲)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اہل مدینہ کو قحط سالی کے خاتمے کے لیے قبر انور پر حاضر ہو کر توسل کرنے کی تلقین فرمائی۔

''مدینہ کے لوگ سخت قحط میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے (اپنی دگرگوں حالت کی) شکایت کی۔ آپ نے فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے پاس جاؤ اور اس سے ایک کھڑکی آسمان کی طرف اس طرح کھولو کہ قبر انور اور آسمان کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ رہے۔

راوی کہتے ہیں کہ ایسا کرنے کی دیر تھی کہ بہت زیادہ بارش ہوئی حتیٰ کہ خوب سبزہ اگ آیا اور اونٹ اتنے موٹے ہو گئے کہ (محسوس ہوتا تھا) جیسے وہ چربی سے پھٹ پڑیں گے۔ لہٰذا اس سال کا نام ہی ''عام الفتق'' (سبزہ و کشادگی کا سال) رکھ دیا گیا۔''

(سنن دارمی: ۵۶/۱، الرقم: ۹۲، المواہب اللدنیہ: ۲۷۶/۳، وفاء الوفا: ۵۶۰/۲)

کیا خوب کہا ہے شاعر نے

ہندا اے کرم خوش بختاں تے سلطان مدینے والے دا
کوئی قسمت والا بن دا اے مہمان مدینے والے دا

بلبل نوں سار چمن دی اے، وچھڑے نوں تانگھ ملن دی اے
دل والے ای دل وچ رکھدے نے ارمان مدینے والے دا

عرشی بے چین سلامی نوں، فرشی بے چین غلامی نوں
اللہ ہی بہتر جان دا اے کی شان مدینے والے دا

سرکار دے منگن والیاں دی تاریخ گواہی دیندی اے
کردا اے حکومت دنیا تے دربان مدینے والے دا

سوہنے دے مسافر چلے نیں، چلے سوہنے دے ولے نیں
سوہنے دیاں یاداں پلے نیں سامان مدینے والے دا

سینے وچ یاد مدینے دی، بلاں تے نام محمد دا
میرے تے بڑی ڈاہڈا اے احسان مدینے والے دا

ذرا تلاش کر۔ میرے نبی کی حیات

جہاں میں نظر آئے گی

جناں میں نظر آئے گی

گہر میں نظر آئے گی

صدف میں نظر آئے گی

حجر میں نظر آئے گی

خذف میں نظر آئے گی

کرم میں نظر آئے گی

شرف میں نظر آئے گی

عیاں میں نظر آئے گی

نہاں میں نظر آئے گی

ادا میں نظر آئے گی

نوا میں | نظر آئے گی
حیا میں | نظر آئے گی
بقا میں | نظر آئے گی

اے دل میں عشق محمدی کی تڑپ رکھنے والو!
تمہیں حق کے ہر اک نشان میں حیات نبی نظر آئے گی

(iii) حضرت عبداللہ بن عمر کا معمول

عبداللہ بن دینار بیان کرتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ جب سفر سے واپس لوٹتے تو مسجد (نبوی) میں داخل ہوتے اور عرض کرتے:

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللهِ! اَلسَّلَامُ عَلٰى اَبِىْ بَكْرٍ! اَلسَّلَامُ عَلٰى اَبِىْ۔

''اے اللہ کے رسول! آپ پر سلامتی ہو، ابوبکر پر سلامتی ہو (اور) میرے والد پر بھی سلامتی ہو۔''

اس کے بعد حضرت عبداللہ بن عمر دو رکعات نماز ادا فرماتے۔

(ابن اسحاق ازدی، فضل الصلاۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم: ۹۰، ۹۱، الرقم: ۹۷-۹۸)

حضرت ابن عمر کے معمول سے پتہ چلا کہ اے دو جہاں کے حبیب

تو ہے جان کائنات | یا رسول اللہ
تو ہے نور کائنات | یا رسول اللہ
تو ہے پیر کائنات | یا رسول اللہ
تو ہے تنویر کائنات | یا رسول اللہ
تو ہے حسن کائنات | یا رسول اللہ
تو ہے عظمت کائنات | یا رسول اللہ
تو ہے رحمت کائنات | یا رسول اللہ

؎ پھول میں چاند میں تاروں میں تبسم ان کا
ان کے جلوؤں کے سوا دنیا میں کیا رکھا ہے
دھوپ سورج کی ضیاؤں کو سمجھنے والو
یہ تو سرکار نے پردے کو اٹھا رکھا ہے

(iv) حضرت بلال کو سرکار نے خود بلا لیا

؎ جب مناظر مدینے کے مل جائیں گے
خود بخود پھول زخموں کے کھل جائیں گے
خون کے آنسو بہا، خوب دریا چلا
کشت دل آبیاری کے دن آ گئے
آہ دل یوں نکل کہ آسماں رو پڑے
جان من یوں تڑپ کہ جہاں رو پڑے
چیر کے رکھ دے صائم گریبان دل
کیفیت اضطراری کے دن آ گئے

عاشق مصطفیٰ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال مبارک کے بعد یہ خیال کر کے شہر دلبر...... مدینہ منورہ...... سے شام چلے گئے کہ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی نہ رہے تو پھر اس شہر میں کیا رہنا!

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بیت المقدس فتح کیا تو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے خواب میں آئے اور فرمایا:

”اے بلال! یہ فرقت کیوں ہے؟ اے بلال! کیا تو ہم سے ملاقات نہیں چاہتا؟“

اس کے بعد حضرت بلال رضی اللہ عنہ اشک بار ہو گئے۔ انہوں نے مدینے کی طرف رخت سفر باندھا، روضۂ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پہ حاضری دی اور بے چین ہو کر غم

فراق میں رونے اور اپنے چہرے کو روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ملنے لگے۔
(سبکی، شفاء السقام فی زیارت خیر الانام: ۳۹، ابن حجر مکی، الجواہر المنظم: ۲۷)

فائدہ

اسی لیے تو ہم کہتے ہیں۔

لب پہ نعت پاک کا نغمہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے
میرے نبی سے میرا رشتہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے
پست وہ کیسے ہو سکتا ہے جس کو حق نے بلند کیا
دونوں جہاں میں ان کا چرچہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے
اور کسی جانب کیوں جائیں اور کسی جانب کیوں دیکھیں
اپنا سب کچھ گنبد خضریٰ کل بھی تھا اور آج بھی ہے
فکر نہیں ہے ہم کو کچھ بھی غم کی دھوپ پڑی تو کیا
ہم پر ان کے فضل کا سایہ کل بھی تھا اور آج بھی ہے

(۷) حیات رسول......اور......عقیدۂ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا

اہل قبور اپنی اپنی شان کے مطابق زندہ ہیں تو جو بھی ان کو السلام علیکم کہے گا تو یہ انشاء اللہ جواب سے نوازیں گے کیونکہ سلام کہنا سنت ہے اور اس کا جواب دینا ضروری ہوا کرتا ہے۔

عَنْ عَآئِشَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كُنْتُ اَدْخُلُ بَيْتِیَ الَّذِیْ دُفِنَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ فَاَضَعُ ثَوْبِیْ فَاَقُوْلُ: اِنَّمَا هُوَ زَوْجِیْ وَاَبِیْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ مَعَهُمْ فَوَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُ اِلَّا وَاَنَا مَشْدُوْدَةٌ عَلَیَّ ثِيَابِیْ حَيَاءً مِّنْ عُمَرَ ۔

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب میں اس حجرہ مبارک میں داخل ہوتی جہاں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے والد

(حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) مدفون ہیں تو میں پردے کا کپڑا اتار دیتی تھی اور کہتی تھی: بے شک وہاں میرے خاوند اور میرے والد ہیں (جن سے پردہ ضروری نہیں ہوتا) لیکن جب وہاں ان کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی مدفون ہو گئے تو میں وہاں حضرت عمر سے حیاء کی خاطر مکمل حجاب میں داخل ہوتی تھی۔''

(مسند احمد بن حنبل: ۶/۲۰۲، الرقم: ۲۵۷۰۰، مستدرک حاکم: ۳/۶۳، الرقم: ۴۴۰۲)

درسِ ہدایت

یہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا طرزِ عمل ہے آپ نے پوری امت کو راہ ہدایت بتائی کہ جو قبور میں چلے جاتے ہیں وہ عدم محض نہیں ہو جاتے بلکہ جیسے ان کا رتبہ ومقام ہے ویسے ہی وہ زندۂ جاوید ہیں۔

جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں صرف حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ مدفون رہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بے روک ٹوک اس حجرہ مبارکہ میں داخل ہو جاتیں اور فرماتیں ایک اللہ کے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور دوسرے میرے ابا جان ہیں دونوں سے پردہ کیسا؟ اور جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ ساتھ دفن ہو جاتے ہیں تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا باپردہ داخل ہوتیں حضرت عمر سے حیا کرتے ہوئے۔

یہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ایمان ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حیاۃ بقیہ سے متصف مانتی ہیں۔ ان کا ایمان ہے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی ہر حرکت کا مشاہدہ کر رہے ہیں صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کی آمد و رفت سے باخبر ہی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے آپ کے یار بھی حیاۃ سے سرفراز ہیں اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اسی طرح پردہ کرتی ہیں جس طرح وہ اس دنیا میں پردہ کیا کرتی تھیں۔

کیا کمال کی سیرت ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی کہ حضرت عمر کے وصال کے بعد بھی پردہ کرتی ہیں اور آج کی خواتین ہیں۔ کہتی ہیں کہ پردہ صرف دل کا ہوتا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے وصال فرمانے سے ان کی زندگی و حیثیت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

گویا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ

چمن میں جلوے ــ میرے نبی کے
کلی میں جلوے ــ میرے نبی کے
ہر نبی میں جلوے ــ میرے نبی کے
ہر ولی میں جلوے ــ میرے نبی کے
حرم میں جلوے ــ میرے نبی کے
گلی میں جلوے ــ میرے نبی کے
ابوبکر میں جلوے ــ میرے نبی کے
عمر میں جلوے ــ میرے نبی کے

(vi) دوست کو......دوست کے پاس لے جاؤ

حضرت سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ کے آخری لمحات میں آپ کی بارگاہ میں حاضر تھا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

''اے علی! جب میرا انتقال ہو جائے تو مجھے اسی مبارک برتن سے غسل دینا جس برتن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا گیا تھا۔ پھر مجھے کفن دے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی جانب لے جانا اور بارگاہ رسالت سے یوں اجازت طلب کرنا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھٰذَا اَبُوْبَکْرٍ یَسْتَاْذِنُ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ پر سلام ہو ابوبکر آپ کی خدمت میں حاضر ہیں اور اجازت چاہتے ہیں۔

اگر روضہ اقدس کا دروازہ کھلے تو مجھے اس میں دفن کر دینا اور اگر اجازت نہ ملے تو مسلمانوں کے قبرستان (جنت البقیع) میں دفن کر دینا۔''

حضرت سیّدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

''میں حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو غسل وکفن کے معاملات سے فارغ ہونے کے بعد آپ رضی اللہ عنہ کی وصیت کے مطابق روضۂ محبوب کے دروازے پر حاضر ہوا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں یوں عرض کی:

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوبکر آپ سے اجازت چاہتے ہیں۔''

حضرت سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جیسے ہی میرے الفاظ مکمل ہوئے تو میں نے دیکھا کہ روضہ رسول اللہ کا دروازہ کھل گیا اور اندر سے آواز آئی:

اَدْخِلُوا الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ

''یعنی محبوب کو محبوب سے ملا دو۔''

چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ کو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفنا دیا گیا۔

(الخصائص الکبریٰ:۲/۴۹۲، السیرۃ الحلبیۃ:۳/۵۱۷)

درسِ ہدایت

اگر حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو زندہ نہ جانتے تو ہرگز ایسی وصیت نہ فرماتے کہ روضہ اقدس کے سامنے میرا جنازہ رکھ کر نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت طلب کی جائے۔ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وصیت کی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اسے عملی جامہ پہنایا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہ عقیدہ تھا کہ محبوب پروردگار صلی اللہ علیہ وسلم بعد وصال بھی قبر انور میں زندہ وحیات

اورصاحب تصرفات واختیارات ہیں۔

؎ تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ
مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے

درسِ فکر

امام اہلسنت، حضرت علامہ مولانا الحاج الحافظ القاری شاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ عاشقان رسول کو تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''جب وہ (یعنی گستاخان رسول) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کریں اصلاً (یعنی بالکل) تمہارے قلب میں ان (گستاخوں) کی عظمت، ان کی محبت کا نام ونشان نہ رہے..... فوراً ان (گستاخوں) سے الگ ہو جاؤ..... ان (لوگوں) کو دودھ سے مکھی کی طرح نکال کر پھینک دو..... ان (بدبختوں) کی صورت..... ان کے نام سے نفرت کھاؤ..... پھر نہ تم اپنے رشتے..... علاقے..... دوستی..... الفت کا پاس کرو..... نہ ان کی مولویت..... مشیخیت..... بزرگی..... فضیلت کو خطرے (یعنی خاطر) میں لاؤ۔ آخر یہ جو کچھ (رشتہ وتعلق) تھا، محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کی بنا پر تھا۔ جب یہ شخص ان ہی کی شان میں گستاخ ہو پھر ہمیں اس سے کیا علاقہ (تعلق) رہا؟'' (ایمان کی پہچان، ص:۵۸)

؎ انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد! میں دنیا سے مسلمان گیا

؎ اف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت کو اگر مان گیا

حیات مصطفےٰ...... نگاہ اسلاف میں

(i) یارسول اللہ! میں آج آپ کا مہمان ہوں

ابن الجلاء کہتے ہیں کہ میں مدینۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں آیا اور مجھ پر ایک دو فاقے آگئے ہیں۔ قبر شریف پر حاضر ہوا اور عرض کیا۔

اَنَا ضَیْفُکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کا مہمان ہوں۔

مجھے نیند آ گئی۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو میں نے خواب میں دیکھا کہ آپ نے مجھے ایک روٹی عنایت کی ہے۔ آدھی کو تو میں نے خواب میں کھا لیا جب میں بیدار ہوا تو دوسری نصف میرے ہاتھ میں باقی تھی۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی، تاریخ مدینہ، ص: ۲۳۸، مطبوعہ: نوری کتب خانہ لاہور)

احمد بن صوفی کہتے ہیں کہ میں تین مہینہ تک جنگلوں میں پھرتا رہا اور میرے جسم کی پوست ساری گل گئی تھی۔ پھر میں مدینہ منورہ آیا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دوستوں پر سلام عرض کیا اور سو گیا۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں احمد تو آ گیا دیکھ تیرا کیا حال ہے۔ میں نے کہا:

اَنَا جَائِعٌ اَنَا فِیْ ضَیْفِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

"میں بھوکا ہوں میں آپ کا مہمان ہوں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔"

آپ نے فرمایا: ہاتھ کھول۔ جب میں نے کھولا تو اس میں چند درہم تھے۔ بیدار ہوا تو بھی میرے ہاتھ میں تھے۔ میں بازار گیا۔ فطیرہ اور فالودہ خریدا اور کھایا اور پھر بستی کو چل دیا۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی، تاریخ مدینہ، ص: ۲۳۹، مطبوعہ: نوری کتب خانہ لاہور)

رحمت کے مدینے میں سامانِ نظر آئے
ہر آنکھ میں اشکوں کے طوفان نظر آئے

سرکار مدینہ کا ہر اک ہی بھکاری ہے
طیبہ کے گداؤں میں سلطان نظر آئے

گلیاں ہوں مدینے کی یا باغ مدینے کے
ہر طرف محمد کا فیضان نظر آئے

ہر ایک کو خود آقا ہاتھوں سے کھلاتے ہیں
جتنے بھی مدینے میں مہمان نظر آئے

(ii) لعاب دہن کی برکت پہ......لاکھوں سلام

شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ میں نے ظہر سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے میرے بیٹے! تم خطاب کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: یارسول اللہ! میں عجمی شخص ہوں۔ فصحاء بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں؟ آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو، میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے اس میں سات مرتبہ لعاب دہن ڈالا اور آپ نے فرمایا: لوگوں سے کلام کرو اور انہیں حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اپنے رب کے دین کی دعوت دو۔ پھر میں ظہر کی نماز پڑھ کر لوگوں کے سامنے بیٹھ گیا۔ میرے پاس بہت مخلوق آئی اور مجھ پر کلام ملتبس ہوگیا۔

پھر میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زیارت کی جو میرے سامنے مجلس میں کھڑے ہوئے تھے۔ آپ نے مجھ سے فرمایا: اے میرے بیٹے! کلام کیوں نہیں کرتے؟ میں نے کہا: اے میرے والد گرامی! مجھ پر کلام ملتبس ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: اپنا منہ کھولو، میں نے منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں چھ مرتبہ لعاب دہن ڈالا، میں نے کہا: آپ نے سات بار مکمل کیوں نہیں کیا؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کی وجہ سے۔ پھر وہ مجھ سے غائب ہوگئے۔

(تبیان القرآن: ۱۰/۲۳۳، روح المعانی، [illegible])

(iii) دیدار تیرا ہے حیات کی ضمانت...... یا رسول اللہ

شیخ سراج الدین نے لکھا ہے کہ شیخ خلیفہ بن موسیٰ النہر ملکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نینداور بیداری میں بہ کثرت زیارت کرتے تھے اور انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نیند اور بیداری میں اکثر افعال حاصل کیے۔ اور ایک بار انہوں نے ایک رات میں آپ کی سترہ مرتبہ زیارت کی۔ ان باریوں میں سے ایک بار میں آپ نے فرمایا: اے خلیفہ! میری زیارت کے لیے بے قرار نہ ہوا کرو۔ کیونکہ بہت سے اولیاء میری زیارت کی حسرت میں فوت ہو گئے۔

اور شیخ تاج الدین بن عطاء اللہ نے ''لطائف المنن'' میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے شیخ ابوالعباس مرسی سے کہا: اپنے اس ہاتھ سے میرے ساتھ مصافحہ کیجئے۔ انہوں نے کہا: میں نے اس ہاتھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور کسی سے مصافحہ نہیں کیا اور شیخ مرسی نے کہا: اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پلک جھپکنے کی مقدار بھی میری نظروں سے اوجھل ہوں تو میں اپنے آپ کو مسلمان شمار نہیں کرتا۔ (ایضاً)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کل بھی رسول تھے...... آج بھی رسول ہیں...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے رسول ہیں......

حضور نبیوں کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
حضور عرش کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
حضور فرش کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
حضور سورج کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
حضور چاند کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
حضور جنت کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
حضور فرشتوں کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
حضور [illegible] کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

حضور اپنوں کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
حضور بیگانوں کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
حضور اولیاء کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
حضور نقباء کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
حضور اتقیاء کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
حضور دشمنوں کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
حضور دیوانوں کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟
حضور دوستوں کے رسول ہیں — یہ حیات مصطفیٰ کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

حیات مصطفیٰ پر چند ایک مزید دلائل

(i) ہر آنکھ...... برابر نہیں ہوتی

''علامہ شرنبلالی نے اپنی کتاب ''نور الایضاح'' میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی فصل قائم کی ہے جس میں انہوں نے فرمایا: محققین کے نزدیک یہ امر طے شدہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حیات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو (آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کے لائق) رزق دیا جاتا ہے اور آپ جملہ حلاوتوں اور عبادات سے مستفید ہوتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے ان لوگوں کی نگاہوں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اوجھل ہیں جو مقامات عالیہ سے قاصر ہیں۔'' (نور الایضاح،ص:۳۹۱)

حضور نبی اکرم کو ابوجہل نے بھی دیکھا — مگر — ابوجہل ہی رہا
حضور نبی اکرم کو ابولہب نے بھی دیکھا — مگر — ابولہب ہی رہا
حضور نبی اکرم کو عتبہ نے بھی دیکھا — مگر — عتبہ ہی رہا
حضور نبی اکرم کو شیبہ نے بھی دیکھا — مگر — شیبہ ہی رہا

قربان جائیں عاشق رسول کی آنکھ پہ

ابوبکر نے حضور کو دیکھا تو صدیق اکبر بن گئے
عمر نے دیکھا تو فاروق اعظم بن گئے
عثمان نے دیکھا تو سخاوت کے پیکر بن گئے
علی نے دیکھا تو شیر خدا بن گئے
بلال حبشی نے دیکھا تو موذن رسول بن گئے

ے جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا
اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام

(ii) محمد ﷺ کے غلاموں کا......کفن میلا نہیں ہوتا

"حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ جب ولید بن عبدالملک کے زمانے میں (حجرۂ مبارک کی) دیواران (لوگوں) پر گری تو ایک قدم ظاہر ہوا۔ لوگ ڈر گئے اور سمجھے کہ شاید یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک ہے۔ انہیں پہچاننے والا کوئی نہ ملا یہاں تک کہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے (پہچان لیا اور) کہا: خدا کی قسم یہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قدم مبارک نہیں بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قدم ہے۔"

(صحیح بخاری، کتاب الجنائز: ۱/۴۶۸، الرقم: ۱۳۲۶، الطبقات الکبریٰ: ۳/۳۶۸)

ے زمین میلی نہیں ہوتی زمن میلا نہیں ہوتا
محمد ﷺ کے غلاموں کا کفن میلا نہیں ہوتا

محبت کملی والے سے وہ جذبہ ہے سنو لوگو!
یہ جس من میں سما جائے وہ من میلا نہیں ہوتا

جو نام مصطفی ﷺ چومے نہیں دکھتی کبھی آنکھیں
[illegible]

درسِ ہدایت

جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کی یہ شان ہے کہ وہ اپنی قبروں میں صحیح سلامت ہیں...... امن وسکون میں ہیں...... ان کے جسم محفوظ ہیں...... وہ اللہ کے کرم کی رحمتوں میں ہیں تو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کیا ہوگی؟

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	تو	سرورکائنات ہیں
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	تو	وجہ تخلیق کائنات ہیں
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	تو	جمیع البرکات ہیں
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	تو	فخر موجودات ہیں
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	تو	جامع الحسنات ہیں
حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم	تو	محبوب رب کائنات ہیں

حضور تو بدرجہ اولیٰ اپنی قبر میں زندہ وحیات ہیں۔ اور اپنے غلاموں کی مدد کرتے ہیں۔

(iii) شہداء زندہ ہیں...... تو...... نبی اکرم کیوں نہیں؟

امام قسطلانی نے ''المواہب'' میں فرمایا: بے شک یہ ثابت ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام حج کرتے ہیں اور تلبیہ کہتے ہیں اگر یہ کہا جائے کہ وہ وفات پا چکے ہیں اور اخروی گھر میں ہیں نہ کہ دارالعمل میں تو اس بات کا جواب یہ ہے کہ ان کا حال شہداء کی طرح بلکہ ان سے بھی افضل ہے۔ جب شہداء اپنے رب کے ہاں زندہ ہیں اور انہیں (ان کی شان کے لائق رزق دیا جاتا ہے تو اگر انبیاء کرام علیہم السلام حج کریں اور نمازیں پڑھیں تو اس میں کیا بعید ہے۔

(قسطلانی، المواہب اللدنیہ: ۲/ ۶۹۵، زرقانی شرح مواہب اللدنیہ: ۷/ ۳۶۵-۳۶۹)

(iv) دنیوی حیات کے آثار......اور حیات رسول

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات بعداز وصال حیات دنیوی ہے۔ جو دنیا میں آثار مرتب ہوتے ہیں وہ سرکار کی حیات اور انبیاء علیہم السلام کی حیات پر بھی مرتب ہوتے ہیں۔کوئی بلائے اس کی بات کو سن لینا......سمجھ لینا......قبر میں نماز پڑھ لینا......قبر میں اللہ کا دیا ہوا رزق کھالینا......قبر کے اندر رہتے ہوئے حالات پر مطلع رہنا......قبر کے اندر رہتے ہوئے امت کے حالات سے واقف ہونا...... جو سلام کرے اس کے سلام کا جواب دینا...... جو مدد چاہے اللہ کے اذن سے اس کی مدد کر دینا۔ یہ حیات حسی اور دنیوی کا مطلب ہے۔

(v) حیات انبیاء اور حیات شہداء میں فرق

شہداء کی جو حیات ہے وہ معنوی ہے وہ حسی نہیں اور ان کی حیات اخروی ہے وہ دنیوی نہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات حسی ہے اور حقیقی ہے اور دنیوی ہے۔ اسی وجہ سے ہی خالق کائنات نے حرام کر دیا ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کا جب وصال ہو جاتا ہے تو ان کی زوجہ سے کسی کا نکاح نہیں ہوسکتا۔ کسی حال میں بھی نہیں ہوسکتا۔ اس واسطے کہ جن کے شوہر زندہ ہوں ان سے آگے کس طرح نکاح ہوسکتے ہیں۔

لیکن شہداء جن کے بارے میں قرآن بل احیاء کہہ رہا ہے وہ زندہ ہیں لیکن پھر بھی ایسی زندگی نہیں جیسی انبیاء کی زندگی ہو۔ اس واسطے شہداء کی وفات کے بعد ان کی ازواج کا آگے نکاح ہوسکتا ہے لیکن انبیاء کرام علیہم السلام کو اللہ نے ایسی زندگی عطا کر رکھی ہے کہ جو شہداء کرام کی حیات سے اتنی بالاتر ہے کہ ان کے عقد میں جو ازواج آ گئی ہیں وہ ان کے وصال کے بعد کسی اور کے عقد میں نہیں جا سکتیں۔

تو کتنی سوچنے کی بات ہے کہ قرآن نے جن کو بل احیاء کہا ان کی حیات تو بندے تسلیم کر لیں۔ لیکن جن کے صدقے میں ان کو حیات ملی ہے ان کی حیات کا انکار کر دیں۔

حیات شہداء ایک ملے شدہ حقیقت ... [illegible]

(vi) حیات رسول پر......کلمہ شریف کی گواہی

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ امت کا اتفاقی مسئلہ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے آج بھی امت اس عقیدے کی لطافت کو محسوس کرتی ہے اس واسطے بچے بچے سے پوچھ لو:

لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

کا مطلب کیا ہے تو کوئی بھی ایسا نہیں ہے کہ جو یہ کہے گا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول تھے نہیں نہیں بلکہ بچہ بچہ بولے گا کہ اللہ کے رسول ہیں۔ تو جب ان کی رسالت کے ڈنکے بج رہے ہیں تو ان کی حیات کے بھی ڈنکے بج رہے ہیں۔

فجر کی اذان میں گواہی	محمد اللہ کے رسول ہیں
ظہر کی اذان میں گواہی	محمد اللہ کے رسول ہیں
عصر کی اذان میں گواہی	محمد اللہ کے رسول ہیں
مغرب کی اذان میں گواہی	محمد اللہ کے رسول ہیں
عشاء کی اذان میں گواہی	محمد اللہ کے رسول ہیں
مشرق میں گواہی	محمد اللہ کے رسول ہیں
مغرب میں گواہی	محمد اللہ کے رسول ہیں
شمال میں گواہی	محمد اللہ کے رسول ہیں
جنوب میں گواہی	محمد اللہ کے رسول ہیں

تو جب ہر سمت یہی چرچا ہے کہ محمد اللہ کے رسول ہیں تو پھر یہ بھی چرچے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں کیونکہ موجود اور زندہ کے لیے "ہے" استعمال ہوتا ہے اور گزرے ہوئے کے لیے "تھے" استعمال ہوتا ہے۔ تو "محمد اللہ کے رسول ہیں" اس بات کی سب سے بڑی گواہی ہے کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ وحیات ہیں۔

(vii) حیات مصطفٰے پر اہم دلیل

سلطان نور الدین سید محمود بن زنگی کہ جمال الدین اصفہانی جس کا وزیر تھا۔ اس نے سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک رات تین دفعہ خواب میں دیکھا۔ آپ دو اشخاص جو وہاں کھڑے ہیں ان کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ مجھے ان دو شخصوں کے شر سے خلاصی دے۔ سلطان نے فراست سے جان لیا کہ ہو نہ ہو آج مدینہ منورہ میں کوئی امر غریب پیدا ہوا ہے جس کو پہنچنا چاہیے۔

سلطان اسی وقت آخر شب کو خفیہ طور پر اپنے بیس خواص اور بہت کچھ مال و متاع ساتھ لے کر مدینہ طیبہ کو روانہ ہو پڑا۔ سولہ دن کے عرصہ میں شام سے مدینہ طیبہ پہنچ گیا۔ ان دو ملعونوں کی کھوج میں آتے ہی لگ گیا۔ اس نے صدقات انعام و اکرام کو ان کے حاضر ہونے کا وسیلہ بنایا اور حکم دیا کہ ہر خاص و عام اہل مدینہ میں سے اس سے انعام و اکرام حاصل کریں مگر پھر بھی وہ دو اشکال دکھائی تک بھی سلطان کو نہ دیں جو بادشاہ نے خواب میں دیکھی تھیں۔

سلطان نے آخر کار یہ پوچھا کہ آیا کوئی ایسا شخص بھی رہ گیا ہے کہ جس نے اس سے انعام و اکرام حاصل نہ کیا ہو؟ لوگوں نے کہا رہا تو ایسا کوئی بھی نہیں مگر دو مغربی کہ نہایت صالح، سخی جواد اور عفیف ہیں۔ جو شب و روز اپنی جگہ پر عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اور کسی سے اختلاط نہیں رکھتے۔ اپنے حجرے سے بہت کم باہر نکلتے ہیں۔ سلطان نے ان کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔

حسب الحکم وہ لوگ لائے گئے۔ سلطان دیکھتے ہی پہچان گیا کہ یہ وہی دو شخص ہیں جن کو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دکھایا ہے۔ پوچھا تم یہاں کہاں رہتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ حجرہ شریف کے قریب ایک رباط میں۔ یہ مقام اب بھی روضہ مبارک کے غربی جانب واقع ہے اور ویران پڑی ہے۔ اس کی شباک دیوار مسجد میں رکھی ہے۔ سلطان ان کی عدم موجودگی میں اس مکان میں گھس گیا جس کا انہوں نے نشان دیا تھا۔

کہتے ہیں وہاں سلطان نے ایک قرآن پاک کو طاقچہ میں پڑا ہوا پایا۔ کچھ کتابیں وعظ و نصیحت کی کچھ مال ایک طرف ڈھیر لگا ہے جو فقراء مدینہ پر صرف کیا کرتے تھے۔ اور ان کی خواب گاہ پر ایک چٹائی پڑی ہے۔ سلطان شہید نے اس چٹائی کو اٹھایا تو ایک سرنگ حجرہ مبارک کی طرف کھدی ہوئی دیکھی اور ایک طرف کو ایک کنواں کھدا دیکھا جس میں سرنگ کی مٹی بھرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاس چمڑے کے دو تھیلے تھے جن میں مٹی بھر کر بقیع کے ارد گرد رات کو ڈال آتے تھے۔ سخت جھڑکیوں اور کافی سزا کے بعد انہوں نے بتلایا کہ وہ نصرانی ہیں اور نصاریٰ نے انہیں مغربی حجاج کے لباس میں کافی مال دے کر بھیجا تھا کہ مدینہ طیبہ کو پہنچ کر حجرہ شریفہ میں داخل ہو کر جسم اطہر حضرت سید کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے نعوذ باللہ گستاخی کریں۔ جب یہ نقب قبر شریف کے قریب پہنچی تھی کافی ابر و بار بجلی کی کڑک ودھما کہ اور زلزلہ عظیم پیدا ہوا تھا۔ اسی رات کی صبح کو سلطان سعید پہنچ گیا تھا یہ سن کر سلطان پر ایک عجیب حالت طاری ہوئی اور کافی وقت گریہ و زاری میں گزرا اور حجرہ شریف کی شباک کے نیچے ان ہر دو ناپاکوں کی گردنیں مار ڈالیں۔ اور شام کے قریب انہیں جلا دیا۔ اور حریم حجرہ کے گرد ایک گہری خندق کھودی جو پانی تک پہنچ گئی۔ اور سیسہ پگھلا کر اس میں بھر دیا تا کہ وجود شریف تک پھر کبھی کوئی بھی نہ پہنچ سکے۔

(شیخ عبدالحق محدث دہلوی، تاریخ مدینہ، ص: ۱۲۶-۱۲۷ مطبوعہ: نوری کتب خانہ لاہور)

طبری ''ریاض نظرہ'' میں لکھتے ہیں کہ حلب کے رافضیوں کا ایک گروہ امیر مدینہ کے پاس آیا بہت سا مال اور ہدیہ اس کے پاس لایا اس غرض سے کہ روضہ مبارک میں دروازہ بنا کر اجساد مطہر سیّدنا ابوبکر صدیق و عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو نکال ڈالیں۔ امیر مدینہ نے بھی بوجہ مذہبی اور لالچ کے قبول کر لیا اور اس نامطبوع و نامقبول فعل کی اجازت دے دی اور ساتھ ہی دربان حرم شریف کو کہا کہ جس وقت یہ لوگ آئیں ان کے لیے حرم شریف کھول دیں اور یہ جو کچھ بھی وہاں کریں مانع نہ ہوتا۔

دربان کا بیان ہے کہ جب لوگوں نے نماز عشاء پڑھ لی اور دروازے بند کرنے کا وقت آیا تو چالیس آدمی پھاوڑے، کدالیں اور شمعیں ہاتھوں میں لیے باب الاسلام پر موجود تھے اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے امیر کے حکم کے مطابق ان کے لیے دروازہ کھول دیا۔ خود ایک گوشہ میں دبک کر بیٹھ کر گریہ شروع کر دیا اور سوچنے لگا کہ نا معلوم کیا قیامت برپا ہوگی۔

سبحان اللہ! ابھی وہ منبر شریف تک پہنچنے نہ پائے تھے کہ سب کے سب مع اسباب و آلات جو کچھ ہمراہ لائے تھے اس ستون کے نیچے جو زیادت عثمان رضی اللہ عنہ کے قریب واقع ہے زمین میں دھنس گئے۔ امیر مدینہ ان کا منتظر تھا جب بہت دیر ہوئی تو امیر نے مجھے بلا کر اس قوم کا حال پوچھا۔ میں نے جو کچھ دیکھا تھا بیان کر دیا۔ امیر نے اس بات کو باور نہ کیا۔ کہا کہ تو دیوانہ ہے۔ میں نے کہا خود چل کر دیکھئے۔ اب تک خسف (زمین پھٹنے) کا اثر باقی ہے۔ (شیخ عبدالحق محدث دہلوی، تاریخ مدینہ، ص: ۱۲۹، مطبوعہ: نوری کتب خانہ لاہور)

اے حیات نبی کے منکر! ذرا تو ہی بتا۔

حضرت صدیق اکبر کے لیے اُدْخِلُو الْحَبِیْبَ کا اعلان فرمانے والے کون ہیں؟

حضرت عثمان غنی کو جنت میں بلانے والے کون ہیں؟

حضرت عمر تک بارش کا پیغام پہنچانے والے کون ہیں؟

روضے پر آنے والے کو بخشش کی بشارت سنانے والے کون ہیں؟

حضرت جامی کو انعام دلوانے والے کون ہیں؟

حضرت بلال کو روضے پر بلانے والے کون ہیں؟

حضرت بوصیری کو چادر عطا فرمانے والے کون ہیں؟

حضرت جلال الدین کو دیدار کروانے والے کون ہیں؟

حضرت عبدالرحیم کو بال عطا فرمانے والے کون ہیں؟

حضرت غوث پاک کو خطاب سکھانے والے کون ہیں؟

حضرت ابوالخیر کو خواب میں روٹی دینے والے کون ہیں؟

نقب زنی کرنے والوں کو پکڑوانے والے کون ہیں؟

یقیناً یہ ہیں میرے اور تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

آؤ...... پھر مل کر کہتے ہیں۔

؎ دیکھا نہیں شاہا تجھ سا زمانے میں حسیں کوئی
نہ تجھ سا دلنشین کوئی نہ تجھ سا مہ جبین کوئی

ہزاروں سال سے میں نے زمانہ چھان مارا ہے
حسیں دیکھا مگر سرکار سا میں نے نہیں کوئی

کیا تھا آخری یہ فیصلہ جبرئیل نے صائم
محمد سا حسیں ہرگز دو عالم میں نہیں کوئی

ہر ایک کو دیئے ہیں بخشش و انعام کے تحفے
اس جیسا قاسم زمانے میں نہیں کوئی

☆☆☆

اطاعتِ مُصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَا يَكْشِفُ الشَّدَآئِدَ اِلَّا هُوَ ۞ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا هُوَ ۞ وَلَا يَدْفَعُ الْمَكَائِدَ اِلَّا هُوَ ۞ وَلَا يُنَوِّرُ الْقَلْبَ اِلَّا هُوَ ۞ لَا حَافِظَ اِلَّا هُوَ ۞ وَلَا نَاصِرَ اِلَّا هُوَ ۞ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَآءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ ۞

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۞

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۞

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ ۞

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ
فَاِنَّ مِنْ جُوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتَهَا
وَمِنْ عُلُوْمِكَ عِلْمَ اللَّوْحِ وَالْقَلَمِ

نعت رسولِ مقبول ﷺ

ارض و سما ہیں تابع فرمان مصطفیٰ ﷺ
ہر سو رواں ہے چشمۂ فیضان مصطفیٰ ﷺ

جان و جگر قمر کے ہیں قربان مصطفیٰ ﷺ
کوئی نہیں ہے خلق میں ہم شان مصطفیٰ ﷺ

ان کے فروغ حسن سے ہے رشک آفتاب
ہر ذرہ زمین پہ ہے احسان مصطفیٰ ﷺ

امت کے حق میں آپ کی شفقت تو دیکھیے
ہے رَبِّ اغْفِرْ اُمَّتِیْ ارمان مصطفیٰ ﷺ

دست خدا ہے دست شہنشاہ دوسرا
ظاہر ہے مَارَمَیْتَ سے یہ شان مصطفیٰ ﷺ

دونوں جہاں کی نعمتوں سے بہرہ ور ہیں وہ
آیا ہے جن کے ہاتھ میں دامان مصطفیٰ ﷺ

اللہ رے یہ عظمت دین محمدی ﷺ
گونجا ہے بر و بحر میں اعلان مصطفیٰ ﷺ

جائے گا پھر نہ آتش دوزخ میں وہ کبھی
دل سے ہوا جو بندۂ خاصان مصطفیٰ ﷺ

☆☆☆

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے۔ جن میں سے ایک بہت بڑی نعمت، نعمت عقل ہے۔ عقل کی بدولت انسان اس کائنات کی بے شمار گتھیوں کو سلجھاتا رہا ہے۔ سلجھا رہا ہے اور سلجھاتا رہے گا۔ اس حقیقت سے کسی کو بھی مجال انکار نہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسانی عقل اپنی تمام وسعتوں کے باوجود کچھ حدود رکھتی ہے اور اس کائنات کی وسعتیں اس کے احاطے میں نہیں سما سکتیں۔ سائنس اپنی تمام تر ترقی کے باوجود ابھی نظام شمسی کی بھول بھلیوں میں سرگرداں ہے جو کروڑوں کہکشاؤں میں سے ایک کہکشاں کا معمولی سا حصہ ہے۔ اس زاویۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو اس حقیقت کا اعتراف آسان ہو جاتا ہے کہ ان گنت کائناتی حقائق میں سے، عقل انسانی کے ذریعے، محض چند حقائق ہی کا ادراک ممکن ہے۔

اللہ کریم نے بنی نوع انسان کو

عزت وعظمت کا	تاج عطا فرمایا
علم وہنر کی	دولت سے نوازا
حواس خمسہ کی	نعمت سے نوازا
عقل وخرد کی	بلندیاں عطا کیں

پھر اس مشت خاک کی رہنمائی کے لیے رسولوں کو مبعوث فرمایا اور انہیں الہامی کتابیں عطا فرمائیں۔ ان دو واسطوں سے حضرت انسان کو ان تمام علوم سے بہرہ ور فرمایا جو اس کے حواس اور عقل کی رسائی سے بھی ماوراء تھے۔ کتاب وسنت کے ذریعے اللہ کریم

نے انسان کو جو علم عطا فرمایا اس کا مقصد علم برائے علم نہیں بلکہ علم برائے ہدایت ہے۔

قرآن کریم میں ایسی متعدد آیات ہیں جن کا تعصب کی عینک اتار کر مطالعہ کیا جائے تو اطاعت خدا اور اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان تفریق ممکن نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ کے بے شمار احکامات ایسے ہیں جن پر اطاعت رسول کے بغیر عمل ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جو بے شمار عظمتیں عطا فرمائی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی غیر مشروط اطاعت کو ضروری قرار دیا۔

☆☆☆

اطاعت رسول......قرآن کی روشنی میں

(i) اطاعت مصطفیٰ......محبت خدا کا ذریعہ ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۝

"(اے حبیب!) آپ فرما دیں اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو تب اللہ تمہیں (اپنا) محبوب بنا لے گا اور تمہارے لیے تمہارے گناہ معاف فرما دے گا اور اللہ نہایت بخشنے والا مہربان ہے۔"

(پ:۳، آل عمران:۳۱)

گویا اس آیت کریمہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ

تم ظاہری و باطنی طور پر اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو	اللہ تم سے محبت کرے گا
تم اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو	اللہ تم سے محبت کرے گا
تم اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر کی تصدیق کرو	اللہ تم سے محبت کرے گا
تم اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت قبول کرو	اللہ تم سے محبت کرے گا
تم اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح دو	اللہ تم سے محبت کرے گا
تم اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں غیر کی محبت کو فنا کر دو	اللہ تم سے محبت کرے گا

درس ہدایت

محبت الٰہی کا دعویٰ کرنے والوں کا یہ دعویٰ اسی وقت قابل قبول ہوگا جب وہ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے۔ اگر دل و جان سے رسول

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے تو اللہ تعالیٰ جس سب سے بڑی نعمت سے سرفراز فرمائے گا وہ محبوب الٰہی ہونے کا شرف بخشا جائے گا۔ اور تمہارے نامۂ اعمال کی سیاہی کو رحمت اور مغفرت کے پانی سے صاف کر دیا جائے گا۔ جب حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کرنے والے اور حضور کی اطاعت کرنے والے یہودی مسلمان ہو کر اللہ کے محبوب بن سکتے ہیں۔ ان کی بخشش ہو سکتی ہے تو اگر امت مسلمہ اتباع حبیب کو اپنا شعار بنا لے اور سنت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں اپنی سیرت کو ڈھال لے تو کیا یہ محبوبیت کی خلعت فاخرہ سے نوازی نہیں جائے گی؟

(ii) اطاعت مصطفٰے ...... بہتر انجام کی ضمانت ہے

ارشاد خداوندی ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِیْلًا۠

”اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے (اہل حق) صاحبان امر کی، پھر اگر کسی مسئلہ میں تم باہم اختلاف کرو تو اسے (حتمی فیصلہ کے لیے) اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف لوٹا دو اگر تم اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، (تو) یہی (تمہارے حق میں) بہتر اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔“

(پ:۵، النساء:۵۹)

فائدہ

اس آیت کریمہ میں اللہ کریم نے جس طرح اپنی اطاعت کا حکم دیا بالکل اسی طرح رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی غیر مشروط اطاعت کا حکم دیا۔ جو اللہ اور یوم آخرت

کہ وہ غیر مشروط طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کرے۔

(iii) ہدایت ملتی ہے.....اطاعت رسول سے

ارشاد ربانی ہے۔

فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ كَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۝

"سو تم اللہ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) پر ایمان لاؤ جو (شان اُمیت کا حامل) نبی ہے (یعنی اس نے اللہ کے سوا کسی سے کچھ نہیں پڑھا مگر جمیع خلق سے زیادہ جانتا ہے اور کفر وشرک کے معاشرے میں جوان ہوا مگر بطن مادر سے نکلے ہوئے بچے کی طرح معصوم اور پاکیزہ ہے) جو اللہ پر اور اس کے (سارے نازل کردہ) کلاموں پر ایمان رکھتا ہے اور تم انہی کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پا سکو۔" (پ:۹، الاعراف:۱۵۸)

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کریم نے اولین وآخرین کے لیے رہبر اعظم بنا کر بھیجا ہے۔

ہر خاص و عام کے رہبر — میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
ہر امیر و غریب کے رہبر — میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
ہر بادشاہ و فقیر کے رہبر — میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
ہر عربی و عجمی کے رہبر — میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
ہر رومی و حبشی کے رہبر — میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

اس لیے ہدایت اور فلاح کا راستہ یہی ہے کہ اللہ کریم کی نازل کردہ کتاب قرآن مجید کی پیروی کی جائے اور رسول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔

(iv) رحمت الٰہی کی بارشیں...... ہیں اطاعت رسول کا صدقہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۙ

''یقیناً اللہ نے نبی (معظم صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت سے توجہ فرمائی اور ان مہاجرین اور انصار پر (بھی) جنہوں نے (غزوۂ تبوک کی) مشکل گھڑی میں (بھی) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کی اس (صورت حال) کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے، پھر وہ ان پر لطف و رحمت سے متوجہ ہوا، بے شک وہ ان پر نہایت شفیق، نہایت مہربان ہے۔'' (پ:۱۱، التوبۃ:۱۱۷)

غزوۂ تبوک کے زمانہ میں جب مسلمان طرح طرح کی مشکلات میں گھرے ہوئے تھے...... سخت گرمی کا موسم تھا...... سفر بڑا طویل اور کٹھن تھا...... قیصر روم کے لشکر جرار سے مقابلہ تھا...... سواریوں کی از حد قلت تھی...... راشن بھی کم تھا...... پانی کمیاب تھا...... ایسے مشکل وقت میں مسلمانوں کو فتح کیسے ہوئی؟ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے سے۔ اس لیے امت مسلمہ کو چاہیے کہ اپنی زندگی کے ہر لمحے میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو سرفہرست رکھیں تاکہ کامیابی کی منازل طے کی جا سکیں۔

(v) امن و حفاظت کی نعمتیں

سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے رہنے کا حکم قرآن میں اس طرح سے دیا جا رہا ہے کہ

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ○

''اور تم نماز (کے نظام) کو قائم رکھو اور زکوٰۃ کی ادائیگی (کا انتظام) کرتے رہو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی (مکمل) اطاعت بجالاؤ تاکہ تم پر رحم فرمایا جائے (یعنی غلبہ واقتدار، استحکام اور امن وحفاظت کی نعمتوں کو برقرار رکھا جائے گا)'' (پ:۱۸، النور:۵۶)

گویا معلوم ہوا کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو	دشمن پر غلبہ ملے گا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو	اقتدار کی دولت ملے گی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو	دین و دنیا میں نصرت ملے گی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو	دین و دنیا میں استحکام ملے گا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو	امن وامان ملے گا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو	اللہ کا رحم ملے گا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو	دنیا کی نعمتیں ملیں گی
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو	آخرت میں بھلائی ملے گی

اطاعتِ مصطفیٰ......حدیث کی روشنی میں

(i) واہ! لڑکے......تیری قسمت پہ لاکھوں سلام

ایک یہودی لڑکا جس کا گھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کے قریب ہی تھا۔ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کیا کرتا تھا۔ آپ کے چھوٹے چھوٹے کام کرتا۔ آپ کے لیے وضو کا پانی لے آتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر یا مسجد میں جانے لگتے تو [illegible] کسی کو کوئی چیز دینی یا لینی

ہوتی تو یہ بھاگ کر جاتا اور آپ کا کام کر آتا۔

ایک مرتبہ وہ یہودی لڑکا بیمار ہو گیا اور کئی روز تک آپ کی خدمت کے لیے نہ آ سکا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاحظہ فرمایا کہ وہ لڑکا جو صبح و شام آپ کی خدمت میں حاضر ہوتا تھا چند دنوں سے نظر نہیں آ رہا۔ اس کے بارے میں معلوم کروایا کہ وہ کہاں ہے؟ آپ کو بتایا گیا: وہ تو بیمار ہے۔ اپنے گھر میں بستر پر ہے۔ کائنات کی معروف ترین ہستی کو جب معلوم ہوا کہ ان کا چھوٹا سا خادم بیمار ہے تو اس کے یہودی ہونے کے باوجود تیمارداری کرنے کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر تشریف لے جاتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اس کے گھر پہنچے تو اس یہودی لڑکے کا باپ بھی گھر میں موجود تھا۔ اس بچے کی خوش قسمتی کے کیا کہنے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی تیمارداری کے لیے تشریف لائے ہیں۔ یہ چارپائی پر لیٹا ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سرہانے بیٹھ جاتے ہیں۔ اسے شفقت بھری نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ اس کا حال پوچھتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ اس بچے کا آخری وقت آ چکا ہے۔ اس پر نزع کا عالم طاری ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ یہ لڑکا دنیا سے جا رہا ہے۔ ہو سکے تو اسے عذاب جہنم سے بچانے کی کوشش کی جائے۔ چنانچہ اس کی زندگی کا چراغ گل ہونے سے قبل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکے کو مخاطب کیا اور فرمایا:

يَا فُلَانُ قُلْ: لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ

"اے بچے! لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ دو۔"

اس لڑکے نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سنی تو آنکھیں کھول کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخ انور کو دیکھا۔ آپ اس سے فرما رہے تھے کہو: اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

اس لڑکے نے اپنی کروٹ بدلی، اپنے چہرے کو اپنے قریب کھڑے والد کی طرف

کیا اور سوالیہ نظروں سے والد کی طرف دیکھنے لگا۔ اجازت طلب کرنے لگا۔ اس کا باپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا تھا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ یہ سچے نبی ہیں۔ اپنے بیٹے سے کہنے لگا:

أَطِعْ أَبَا الْقَاسِمِ

"ابوالقاسم کی بات مان لو۔"

محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہہ رہے ہیں اس پر عمل کرو۔ اس کے باپ نے جیسے ہی اجازت دی لڑکے کے ہونٹوں سے آواز آنے لگی:

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔"

ادھر اس کی زبان سے یہ کلمات نکلے اور ادھر اس کی زندگی کے بقیہ لمحات تیزی سے ختم ہونے لگے۔ اس نے چند آخری سانسیں لیں اور اس دار فانی سے رخصت ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے گھر سے باہر تشریف لائے۔ آپ مطمئن ہیں۔ آپ اللہ کا شکر، اللہ کی حمد اور تعریف بیان کر رہے ہیں، فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ أَنْقَذَهٗ بِیْ مِنَ النَّارِ

"اس اللہ کا شکر ہے جس نے میری وجہ سے اس لڑکے کو جہنم کی آگ سے بچا لیا ہے۔"

(صحیح بخاری، الرقم: ۱۳۵۶؛ سنن ابی داؤد، الرقم: ۳۰۹۵؛ مسند احمد: ۳/۲۶۰؛ سنن نسائی: ۴/۲۵۶، ۷/۵۵)

فائدہ

معلوم ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے سے ہی جہنم کی آگ سے آزادی ملتی ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی کامیابی مقدر بنتی ہے۔ ایک یہودی لڑکے نے زندگی کے آخری لمحات میں رسول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی

اطاعت کی تو جہنم کی آگ سے بچ گیا تو جو ساری زندگی اطاعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں گزار دے اس کو دوزخ کی آگ کیسے جلا سکے گی؟

(ii) سونے کی انگوٹھی...... نظروں سے گر گئی

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى خَاتَمًا مِنْ ذَهَبٍ فِيْ يَدِ رَجُلٍ، فَنَزَعَهُ وَقَالَ: يَعْمِدُ اَحَدُكُمْ اِلٰى جَمْرَةٍ مِنْ نَارٍ فَيَجْعَلُهَا فِيْ يَدِهِ، فَقِيْلَ لِلرَّجُلِ بَعْدَ مَا ذَهَبَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، خُذْ خَاتَمَكَ، اِنْتَفِعْ بِهِ قَالَ: وَاللّٰهِ، لَا آخُذُهُ اَبَدًا وَقَدْ طَرَحَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ.

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان فرماتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص آگ کے انگارے کو اپنے ہاتھ میں لینے کا قصد کرتا ہے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد اس شخص سے کہا گیا: جاؤ اپنی انگوٹھی اٹھا لو اور (اسے فروخت کر کے ہی) نفع حاصل کر لو۔ اس نے کہا: خدا کی قسم! جس چیز کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھینک دیا ہو اس کو میں کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔'' (صحیح مسلم: ۳/ ۱۶۵۵، الرقم: ۲۰۹۰، شعب الایمان: ۵/ ۱۹۵، الرقم: ۶۲۳۴، الترغیب والترہیب: ۳/ ۷۳، الرقم: ۳۱۲۹)

(iii) اطاعت رسول کا صلہ...... ہے جنت میں رفاقت رسول کی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک صحابی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے

يَا رَسُوْلَ اللهِ، اِنَّكَ لَاَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ نَّفْسِيْ وَاِنَّكَ لَاَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَهْلِيْ وَاَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ وَّلَدِيْ ۔

یا رسول اللہ! آپ مجھے میری جان، اہل وعیال اور اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہیں۔ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں تو آپ کو ہی یاد کرتا رہتا ہوں اور اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک حاضر ہو کر آپ کی زیارت نہ کرلوں۔ لیکن جب مجھے اپنی موت اور آپ کے وصال مبارک کا خیال آتا ہے تو سوچتا ہوں کہ آپ تو جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند ترین مقام پر جلوہ افروز ہوں گے اور جب میں جنت میں داخل ہوں گا تو خدشہ ہے کہ کہیں آپ کی زیارت سے محروم نہ رہ جاؤں۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کے جواب میں سکوت فرمایا: یہاں تک کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام اس آیت مبارکہ کو لے کر نازل ہوئے۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ

اور جو کوئی اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرے تو یہی لوگ (روز قیامت) ان (ہستیوں) کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے (خاص) انعام فرمایا ہے۔ (پ:۵، النساء:۶۹)

پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو بلایا اور اسے یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

(المعجم الاوسط: ۱/۱۵۲، الرقم: ۴۷۷، تفسیر ابن کثیر: ۱/۵۲۴، در منثور ۲/۱۸۲)

امام قسطلانی مواہب اللدنیہ ۲/۴۹۳، ۴۹۹ میں فرماتے ہیں:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت — دلوں کی حیات ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت — بصیرتوں کا نور ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت — دلوں کی شفاء ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت — نفسوں کے باغات ہیں

[illegible]

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت	دہشت زدہ لوگوں کا انس ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت	حیران لوگوں کی رہنما ہے

(iv) حضور کی اتباع..... محبت کی علامت ہے

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی کچھ علامات ہیں مثلاً:

حضور کی سنت کو اپنانا	حضور کی محبت کی علامت ہے
حضور کے راستے پر چلنا	حضور کی محبت کی علامت ہے
حضور کی سیرت طیبہ سے رہنمائی لینا	حضور کی محبت کی علامت ہے
حضور کی شریعت پر عمل کرنا	حضور کی محبت کی علامت ہے
حضور کی اتباع کرنا	حضور کی محبت کی علامت ہے

گویا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری کرنے والا ہی حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے۔ اور جب کوئی بندہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہے تو اس کی جزا پھر یہ ملتی ہے کہ اللہ بھی اس بندے سے محبت کرنے لگتا ہے۔

(v) مطیع رسول کو...... غسل ملائکہ نے دیا

جو شخص حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری میں مگن و مصروف رہتا ہے۔ اس کی شان و عظمت کیا ہے سنئے اور اپنے سینوں کو نور ایمان سے ٹھنڈا کیجئے۔

حضرت عبداللہ بن زبیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا، جبکہ لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور جا چکے تھے یہاں تک کہ بعض لوگ مسجد کی ایک طرف ایک پہاڑ کے پاس [illegible] گئے۔ پھر وہ واپس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوٹ آئے [illegible] حضرت حنظلہ بن ابی عامر [illegible] اس پر چل آرہے تھے [illegible]

آور ہو کر انہیں شہید کر دیا۔ اور اس وقت آپ ابوسفیان کو قتل کرنے ہی والے تھے۔

پس حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إِنَّ صَاحِبَكُمْ حَنْظَلَةَ تَغْسِلُهُ الْمَلَائِكَةُ

یہ تمہارا دوست حنظلہ ہے جسے ملائکہ غسل دے رہے ہیں۔

پس اس کی اہلیہ سے اس کی وجہ پوچھو۔

(صحابہ کے پوچھنے پر) آپ کی اہلیہ نے کہا کہ جب انہوں (حضرت حنظلہ) نے جنگ کی پکار سنی اس وقت آپ جنبی تھے (اور آپ بغیر نہائے فوراً دربار مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو گئے)

فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : فَذَاكَ قَدْ غَسَلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی وجہ ہے کہ ملائکہ نے انہیں غسل دیا۔

(مستدرک حاکم: ۳/۲۲۵، الرقم: ۴۹۱۷، حلیۃ الاولیاء: ۱/۳۵۷، سنن کبری: ۴/۱۵، الرقم: ۶۶۰۶)

دعوتِ عمل

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی کیسی سوچ تھی کہ وہ حضور کے بلانے پر تاخیر نہیں کرتے تھے اور ہر حال میں حضور کی اطاعت کے لیے حاضر ہو جاتے تھے۔ آج ہم ہیں کہ حضور کی اطاعت کرنے کی بجائے بہانے تلاش کرتے ہیں اور مختلف قسم کے سوالات کر کے دین سے دوری اختیار کر لیتے ہیں۔

(vi) جنت کی بشارت..... زبان رسول سے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے کے لیے جنت کی بشارت سنائی گئی ہے:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: كُلُّ أُمَّتِي يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ إِلَّا مَنْ أَبَى۔ قَالُوْا:

يَا رَسُوْلَ اللهِ، وَمَنْ يَّأْبٰى؟ قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ، وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کس نے انکار کیا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔''

(صحیح بخاری: ۶/۲۶۵۵، الرقم: ۶۸۵۱، مستدرک حاکم: ۱/۱۲۲، الرقم: ۱۸۲، مسند احمد بن حنبل: ۲/۳۶۱، الرقم: ۸۷۱۳)

اطاعت رسول کے ایمان افروز واقعات

(i) سورج بھی جان گیا...... کتنی ہے طاقت رسول کی

کائنات کی ہر چیز حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتی ہے۔

جن وانس	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں
چرند وپرند	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں
شجر وحجر	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں
بحر وبر	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں
شمس وقمر	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتے ہیں

سورج کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں سر تسلیم خم کرنے کا ایمان افروز واقع سنئے۔

عَنْ اَسْمَاءَ بِنْتِ عُمَيْسٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُوْحٰى اِلَيْهِ وَرَأْسُهُ [illegible]

اللهُ عَنْهُ ۔ فَلَمْ يُصَلِّ الْعَصْرَ حَتّٰى غَرَبَتِ الشَّمْسُ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : اَللّٰهُمَّ، اِنَّ عَلِيًّا كَانَ فِيْ طَاعَتِكَ وَطَاعَةِ رَسُوْلِكَ، فَارْدُدْ عَلَيْهِ الشَّمْسَ ۔ قَالَتْ اَسْمَاءُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا: فَرَاَيْتُهَا غَرَبَتْ وَرَاَيْتُهَا طَلَعَتْ بَعْدَ مَا غَرَبَتْ ۔

''حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا سے مروی ہے: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہو رہی تھی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر اقدس حضرت علی رضی اللہ عنہ کی گود میں تھا۔ وہ عصر کی نماز نہ پڑھ سکے یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی: اے اللہ! علی تیری اور تیرے رسول کی اطاعت میں تھا اس پر سورج واپس لوٹا دے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے اسے غروب ہوتے ہوئے بھی دیکھا اور یہ بھی دیکھا کہ وہ غروب ہونے کے بعد دوبارہ طلوع ہوا۔'' (المعجم الکبیر، ۲۴: ۱۴۷، الرقم: ۳۹۰، الخصائص الکبریٰ، ۲: ۱۳۷)

ڈوبا سورج کسی نے بھی پھیرا نہیں
کوئی مثل ید اللہ بھی دیکھا نہیں

جس کی طاقت کا کوئی ٹھکانہ نہیں
جس کو بار دو عالم کی پرواہ نہیں

ایسے بازو کی قوت پہ لاکھوں سلام
شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

(iii) صدیق اکبر ... اور اذانِ محبت مصطفیٰ

حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قابل اعتماد اور قابل ... قرآن میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی

[illegible]

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

''اگر تم ان کی (یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلبہ اسلام کی جدوجہد میں) مدد نہ کرو گے (تو کیا ہوا) سو بے شک اللہ نے ان کو (اس وقت بھی) مدد سے نوازا تھا جب کافروں نے انہیں (وطن مکہ سے) نکال دیا تھا درآنحالیکہ وہ دو (ہجرت کرنے والوں) میں سے دوسرے تھے جبکہ دونوں (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) غار (ثور) میں تھے جب وہ اپنے ساتھی (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) سے فرما رہے تھے غمزدہ نہ ہو بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پس اللہ نے ان پر اپنی تسکین نازل فرما دی اور انہیں (فرشتوں کے) ایسے لشکروں کے ذریعے قوت بخشی جنہیں تم نہ دیکھ سکے اور اس نے کافروں کی بات کو پست و فروتر کر دیا اور اللہ کا فرمان تو (ہمیشہ) بلند و بالا ہی ہے۔ اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔''

(پ:۱۰، التوبہ:۴۰)

جب کفار مکہ نے اپنی مجلس شوریٰ میں یہ طے کر لیا تھا کہ آج رات تمام قبیلوں کا ایک ایک جوان حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کرے اور جب آپ باہر نکلیں تو سب یکبارگی حملہ کر کے حضور کو شہید کر دیں۔ اسی رات کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اے حبیب! صدیق اکبر کو ساتھ لو اور آج مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ کو چلے جاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر کو ساتھ لے کر مکہ سے [illegible]
آ کر [illegible]

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پہلے خود اندر گئے۔ غار کو تمام خس و خاشاک سے صاف کیا۔ جتنے سوراخ تھے ان کو بند کیا۔ ایک سوراخ باقی رہ گیا اس میں اپنے پاؤں کی ایڑھی رکھ دی اور عرض کی کہ حضور اندر قدم رنجہ فرمائیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے زانو پر سر مبارک رکھا اور استراحت فرما ہو گئے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بخت کی یاوری کا کیا کہنا جاں تاب نگاہیں اور بیقرار دل اپنے محبوب کے روئے زیبا کے مشاہدہ میں مستغرق ہے۔ نہ دل سیر ہوتا ہے اور نہ آنکھیں۔ وہ حسن سرمدی وہ جمال حقیقی جس کی دل آویزیوں نے چشم فطرت کو تصویر حیرت بنا دیا تھا۔ آج صدیق اکبر کے آغوش میں جلوہ فرما ہے۔

اے بخت صدیق کی رفعتو! تم پر یہ خاک پریشان قربان اور یہ قلب حزیں نثار!

اسی اثناء میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایڑھی میں سانپ نے ڈس دیا۔ زہر سارے جسم میں سرایت کر گیا لیکن کیا مجال کہ پاؤں میں جنبش تک ہوئی ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیدار ہوئے۔ اپنے یار غار کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر وجہ دریافت فرمائی۔ پھر جہاں سانپ نے ڈسا تھا وہاں اپنا لعاب دہن لگایا جس سے درد اور تکلیف کافور ہو گئی۔

؎ اس در سے ہدایت پائی لاکھوں نے ہزاروں نے
اس در سے شفا پائی دکھ درد کے ماروں نے

اہل مکہ تلاش میں ادھر ادھر مارے مارے پھر رہے تھے۔ ایک ماہر کھوجی کے ہمراہ پاؤں کے نشان دیکھتے دیکھتے اس غار کے دہانے تک پہنچ گئے۔ جب قدموں کی آہٹ سنائی دی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے جھک کر دیکھا تو معلوم ہوا کہ غار کی ایک جانب غار کے منہ پر کھڑی ہے۔ اپنے محبوب کو یوں خطرہ میں گھرا دیکھ کر بے چین ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ اگر انہوں نے جھک کر دیکھا تو ہمیں پالیں گے۔ حضور [illegible] صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اے ابو بکر! ان دو کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اطمینان و تسکین کی ایک مخصوص کیفیت اپنے حبیب مکرم پر نازل فرمائی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر بھی اس کا ورود ہوا۔ جس سے ان کی ہر طرح کی پریشانی دور ہو گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تین دن تک وہاں قیام فرما رہے۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی بڑی صاحبزادی آ کر کھانا پہنچا جاتیں۔ آپ کے صاحبزادے ہر روز کی نئی خبریں دے جاتے۔ اور آپ کا چرواہا عامر بن فہیرہ رات کو ریوڑ لے آتا اور تازہ دودھ پیش کرتا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے کنبہ کا ہر فرد بلکہ غلام تک اتنے مخلص اور قابل اعتماد تھے کہ کسی نے راز افشاء نہ کیا اور گراں قدر انعام کا لالچ ان کے غلام کے دل کو بھی نہ للچا سکا۔ کفار مکہ نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی جو سازش کی تھی اس طرح ناکام ہوئی اور اللہ کی بات جو ہمیشہ بلند رہتی ہے اس موقع پر بھی بلند ہو گئی۔ (ضیاء القرآن: ۲/ ۲۰۵-۲۰۶)

فائدہ

جب کفار مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف سازش کی تو

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ — حضور کی اطاعت میں مصروف تھے

صدیق اکبر کی صاحبزادی — حضور کی اطاعت میں مصروف تھی

صدیق اکبر کا صاحبزادہ — حضور کی اطاعت میں مصروف تھا

صدیق اکبر کا چرواہا — حضور کی اطاعت میں مصروف تھا

اور ان کے اخلاص کی بدولت ہی یہ راز افشاء نہ ہو سکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم غار میں ہیں۔ اس موقع پر شاعر نے کیا خوب صدیق اکبر کی سوچ کو بیان کیا ہے

[illegible] مرے تو آپ ہی سب کچھ ہیں رحمت عالم [illegible]

[illegible]

تمہاری یاد کو کیسے نہ زندگی سمجھوں
یہی تو ایک سہارا ہے زندگی کے لیے

(iii) اطاعت گزاروں سے......اللہ راضی ہوگیا

وہ پاک ہستیاں (مہاجرین وانصار) جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے مکرم نبی کی دعوت اس وقت قبول کی جب کہ اس کو قبول کرنا ہزاروں مصیبتوں اور تکلیفوں کو دعوت دینا تھا۔ اس وقت اسلام کی اعانت کے لیے اپنے آپ کو پیش کیا جب اسلام بڑی بیکسی کی حالت میں تھا۔ اللہ تعالیٰ کو اپنے ان مخلص، جانباز اور پاکباز بندوں پر ناز ہے بلکہ ساری انسانیت کو ان پر فخر ہے جنہوں نے حضور کی اطاعت میں اپنی زندگیوں کو وقف کر دیا۔ اللہ تعالیٰ اپنے ان مخلص، جانباز اور پاکباز بندوں پر راضی ہوگیا اور ان کی شان بندہ پروری اور ذرہ نوازی کو دیکھ کر اس کے بندے بھی اس سے راضی ہوگئے۔

قرآن میں ارشاد ہوتا ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

"اور مہاجرین اور ان کے مددگار (انصار) میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور درجۂ احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہوگیا اور وہ (سب) اس سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ وہ ان میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی زبردست کامیابی ہے۔" (پ۱۱، التوبہ: ۱۰۰)

اپنے مخلص، جانباز اور پاکباز بندوں پہ جتنا فخر کیا جائے کم ہے۔ جنہوں نے حضور کی اطاعت کے لیے اپنے وطن چھوڑ دیے

حضور کی اطاعت کے لیے	اپنے خونی رشتے توڑ دیے
حضور کی اطاعت کے لیے	اپنے سر کٹا دیے
حضور کی اطاعت کے لیے	کفار کی سختیوں کو برداشت کیا
حضور کی اطاعت کے لیے	تکلیفوں کو برداشت کیا

اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت کی ابدی نعمتوں سے بھی سرفراز فرمایا۔ اور صرف یہی نہیں کہ وہ خود ہی اس دولت سے خوشنود ہوے بلکہ قیامت تک جو بھی خلوص و دیانت سے ان کی پیروی کرے گا وہ بھی عنایات ربانی کا مستحق ہوگا۔

(iv) بیعت کرنے والوں میں...... جذبہ صدق و وفا تھا

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرنے والوں کے جذبہ صدق و وفا اور اطاعت گزاری کو قرآن یوں بیان کرتا ہے۔

لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا ۝

بے شک اللہ مومنوں سے راضی ہو گیا جب وہ (حدیبیہ میں) درخت کے نیچے آپ سے بیعت کر رہے تھے۔ سو جو (جذبہ صدق و وفا) ان کے دلوں میں تھا اللہ نے معلوم کر لیا تو اللہ نے ان (کے دلوں) پر خاص تسکین نازل فرمائی اور انہیں ایک بہت ہی قریب فتح (خیبر) کا انعام عطا فرمایا۔

(پ۲۶، الفتح:۱۸)

وہ افراد جنہوں نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی وہ بہت بلند شان والے تھے ان کی شان یہ تھی کہ:

وہ	مردان پاکباز تھے
وہ	عاشقان وفا کیش تھے
وہ	منزل مہرووفا کے بلند اقبال مسافر تھے

وہ جاں سپاری اور وفاشعاری کا حوصلہ رکھتے تھے

وہ اللہ کے محبوب کے غلام تھے

وہ اللہ کے محبوب کی اطاعت کرنے والے تھے

وہ آغوشِ لطف وکرم کے پروردہ تھے

وہ اسلام کے لشکر کے غازی تھے

(v) میرے لیے ہے...... خدا کا رسول بس

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا جوئی، مزاج رسالت کی رعایت، اطاعت گزاری اور منشاء نبوت کی جستجو میں ہمہ تن مستغرق و منہمک رہتے تھے۔

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ ہمیں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ دینے کا حکم فرمایا: اس حکم کی تعمیل کے لیے میرے پاس مال تھا۔ میں نے (اپنے آپ سے) کہا: اگر میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے کبھی سبقت لے جاسکا تو آج سبقت لے جاؤں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اپنا نصف مال لے کر حاضر خدمت ہوا۔ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟ میں نے عرض کیا: اتنا ہی مال ان کے لیے چھوڑ آیا ہوں۔ (اتنے میں) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کچھ ان کے پاس تھا وہ سب کچھ لے کر حاضر خدمت ہوئے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَا اَبَا بَکْرٍ مَا اَبْقَیْتَ لِاَھْلِکَ؟

اے ابوبکر! اپنے گھر والوں کے لیے کیا چھوڑ آئے ہو؟

انہوں نے عرض کیا:

اَبْقَيْتُ لَهُمُ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ

میں ان کے لیے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ آیا ہوں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے (دل میں) کہا۔ میں ان سے کسی شے میں آگے نہ بڑھ سکوں گا۔

(سنن ترمذی: ۶/ ۶۱۴، الرقم: ۳۶۷۵، سنن ابوداؤد: ۲/ ۱۲۹، الرقم: ۱۶۷۸)

پروانے کے لیے چراغ ہے بلبل کے لیے پھول بس
صدیق کے لیے ہے خدا کا رسول بس

اگر یوں کہا جائے تو قلب کو کیسی تسکین نصیب ہوگی۔

روٹھتی ہے خدائی تو روٹھے، پیارے نبی سے مگر رشتہ نہ ٹوٹے
بھولتا ہے سب کچھ تو بھولے، مگر یاد رہے یہ اصول بس

مَنْ اَحَبَّنِیْ کَانَ مَعِیَ فِی الْجَنَّةِ فرمان نبی ہے
مامون ہو گیا عذاب سے حب رسول ہو قبول بس

شاہان زمانہ سے سابق ہے ظفر، نعلین نبی ہے اس کا تاج سر
اور آنکھوں کے لیے ہے کافی مدینے کی دھول بس

(vi) اے اونٹ!...... ذرا قریب آجاؤ

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کچھ لوگ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا:

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنَّ بَعِيْرًا لَنَا قَطَ فِيْ حَائِطٍ

یا رسول اللہ! ہمارا ایک اونٹ ہے جو سرکش ہو گیا ہے اور باغ میں موجود ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس اونٹ کے پاس آئے اور اس سے فرمایا:

تَعَالَ

میرے قریب آؤ

فَجَاءَ مُطَاطِئًا رَأْسَهٗ حَتّٰی خَطَمَهٗ وَاَعْطَاهُ اَصْحَابَهٗ

وہ اطاعت گزاری سے اپنا سر جھکاتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے لگام دے دی اور اسے اس کے مالکوں کے سپرد کر دیا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، کَاَنَّهٗ عَلِمَ اَنَّکَ نَبِیٌّ!

یا رسول اللہ! ایسے لگتا ہے جیسے وہ جانتا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں!

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَا بَیْنَ لَا بَتَیْهَا اَحَدٌ اِلَّا یَعْلَمُ اَنِّیْ نَبِیٌّ اِلَّا کَفَرَةُ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ

''دو جہانوں میں سوائے نافرمان جنات اور انسانوں کے ہر کوئی جانتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا نبی ہوں۔''

(المعجم الکبیر:۱۲/ ۱۵۵، الرقم: ۱۲۷۴۳، دلائل النبوۃ:۱/ ۱۲۹، الرقم:۱۳۹)

حضور کی اطاعت میں سستی/ نافرمانی......شدید پریشانی

(i) الٹے پاؤں پھرنے والا......نافرمان ہے

وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ کُنْتَ عَلَیْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ ط

''اور آپ پہلے جس قبلہ پر تھے ہم نے صرف اس لیے مقرر کیا تھا کہ ہم (پرکھ کر) ظاہر کر دیں کہ کون (ہمارے) رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی کرتا ہے (اور) کون اپنے الٹے پاؤں پھر جاتا ہے۔''

(پ:۲، البقرۃ:۱۴۳)

اس آیت کریمہ میں بیان کیا جا رہا ہے کہ سولہ سترہ ماہ کے لیے بیت المقدس کو قبلہ

مقرر کرنے اور پھر کعبہ کو حسب سابق بنا دینے کی ایک حکمت یہ ہے کہ وہ جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بے چون وچرا اطاعت کرتے ہیں ان لوگوں سے ممتاز اور علیحدہ ہو جائیں جو بات بات پر اعتراض کرنے اور اپنی عقل کی سند حاصل کرنے کے خوگر ہیں۔

(پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن: ۱/۱۰۲)

(ii) خدا اور رسول کی...... مخالفت سے بچتے رہو

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار یہ تاکید کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور مخالفت و نافرمانی کی جرأت نہ کرو۔

ارشاد خداوندی ہے۔

وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّیْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰی رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِیْنُ ○

''اور تم اللہ کی اطاعت کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو اور (خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے) بچتے رہو۔ پھر اگر تم نے روگردانی کی تو جان لو کہ ہمارے رسول پر صرف (احکام کا) واضح طور پہنچا دینا ہی ہے (اور وہ یہ فریضہ ادا فرما چکے ہیں)'' (پ:۷، المائدۃ:۹۲)

(iii) حضور کی نافرمانی...... درحقیقت انکار ہے

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی سوائے اس کے جس نے انکار کیا۔ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! انکار کون کرے گا؟ فرمایا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے انکار کیا۔'' (صحیح بخاری: ۶/۲۶۵۵، الرقم: ۶۸۵۱، مسند احمد بن حنبل: ۲/۳۶۱، الرقم: ۸۷۱۳، مستدرک حاکم: ۱/۱۲۲، الرقم: ۱۸۲)

درسِ ہدایت

قابل قدر بچو! یاد رکھو!

حضور کا نافرمان	رحمتوں سے محروم رہے گا
حضور کا نافرمان	برکتوں سے محروم رہے گا
حضور کا نافرمان	نیکیوں سے محروم رہے گا
حضور کا نافرمان	رفعتوں سے محروم رہے گا
حضور کا نافرمان	قدر و منزلت سے محروم رہے گا
حضور کا نافرمان	جنت سے محروم رہے گا

(۱۷) حضور سے منہ پھیرنا...... کفر ہے

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روگردانی کرنے والوں کے بارے میں قرآن میں یوں ارشاد ہوتا ہے:

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ ج فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ○

"آپ فرما دیجئے کہ اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو پھر اگر وہ روگردانی کریں تو اللہ کافروں کو پسند نہیں کرتا۔" (پ:۳، آل عمران:۳۲)

درسِ ہدایت

آج کل بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ صرف قرآن کی پیروی ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ضرورت نہیں۔ ایسے لوگوں کو چاہئے کہ وہ قرآن کی ہی آیات میں غور کریں بے شمار مقامات پر قرآن میں نہایت واضح انداز میں اور زوردار انداز میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ کی اطاعت کرو تو ساتھ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی اطاعت کرو

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم مانو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپناؤ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی پیروی کرو
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرو

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرو گے تو ہی قرآن کی بے شمار آیات کی تعمیل ہو گی دوسری صورت میں اگر کوئی حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے روگردانی کرے گا تو گویا وہ قرآن کی آیات کا انکار کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو پسند نہیں کرتا۔

(۷) حضور کی نافرمانی......منافقت ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرنے والے منافقوں کی طرح ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَإِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلٰى مَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ وَإِلَى الرَّسُوْلِ رَأَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا ۝

"اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کے نازل کردہ (قرآن) کی طرف اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف آ جاؤ تو آپ منافقوں کو دیکھیں گے کہ وہ آپ (کی طرف رجوع کرنے) سے گریزاں رہتے ہیں۔"

(پ:۵، النساء:۶۱)

دعوتِ عمل

اس آیت سے معلوم ہوا کہ منافقین کی یہ عادت تھی کہ جس مقدمہ کے متعلق انہیں یہ یقین ہوتا کہ فیصلہ ان کے حق میں ہو گا اس کے تصفیہ کے لیے تو بارگاہ نبوت میں حاضر ہوتے اور جس کے متعلق یہ خیال ہوتا کہ ہم جھوٹے ہیں اس کے لیے ایسے حاکم کے پاس جاتے جہاں انہیں معلوم ہوتا کہ ہم اپنے اثر و رسوخ اور رشوت سے اپنے حق میں فیصلہ کرا

لیں گے۔آج بھی بعض لوگ ایسے امور میں تو شریعت کے مطابق فیصلہ کرانے پر بڑے مصر ہوتے ہیں جہاں انہیں فائدہ کی توقع ہو اور جہاں یہ خیال ہو کہ شریعت کا قانون ان کے خلاف ہے تو اس وقت دوسرے قوانین اور رسم و رواج وغیرہ کی آڑ لیتے ہیں اور شریعت کے قریب بھی نہیں پھٹکتے۔آپ خود سوچیں کہ ان کے درمیان اور عہد رسالت کے منافقین کے درمیان پھر کیا فرق ہوا۔(ضیاء القرآن:۱/۳۵۸ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

(vi) حضور کی نافرمانی پر......قرآنی وعید

ارشاد خداوندی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝

''اے ایمان والو! تم اللہ کی اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کرو اور اس سے روگردانی مت کرو حالانکہ تم سن رہے ہو۔''

(پ:۹، الانفال:۲۰)

اس آیت کریمہ میں ایمان والوں کو یہ تاکید کی جارہی ہے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اے اہل ایمان تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم

قرآن کو پڑھتے بھی ہو ــــ اور حضور کی نافرمانی بھی کرتے ہو
قرآن کو سنتے بھی ہو ــــ اور حضور کی نافرمانی بھی کرتے ہو
قرآن پر عمل کا دعویٰ بھی کرتے ہو ــــ اور حضور کی نافرمانی بھی کرتے ہو
شریعت اسلامیہ کی پابندی کا دعویٰ بھی کرتے ہو ــــ اور حضور کی نافرمانی بھی کرتے ہو

اے ایمان والو! ذرا غور کرو!

حضور نے نماز پڑھنے کا حکم دیا ــــ ہم نماز نہیں پڑھتے کیوں؟
حضور نے چغلی غیبت سے منع کیا ــــ ہم غیبت کرتے ہیں کیوں؟
حضور نے حسد سے منع کیا ــــ ہم حسد کرتے ہیں کیوں؟

حضور نے رشوت لینے سے منع کیا	ہم رشوت لیتے ہیں کیوں؟
حضور نے عاجزی کا حکم دیا	ہم اکڑتے ہیں کیوں؟
حضور نے اخوت کا درس دیا	ہم دشمنی کرتے ہیں کیوں؟
حضور نے صلہ رحمی کا حکم دیا	ہم قطع رحمی کرتے ہیں کیوں؟
حضور نے رشتوں کو جوڑنے کا حکم دیا	ہم توڑتے ہیں کیوں؟
حضور نے محبت کا درس دیا	ہم نفرت کا بیج بوتے ہیں کیوں؟

اے ایمان والو! اگر

اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی	برکتیں لینا چاہتے ہو
اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی	رحمتیں لینا چاہتے ہو
اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی	محبتیں لینا چاہتے ہو
اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی	بشارتیں لینا چاہتے ہو

تو قرآن کے اس فرمان کو اپنے پلو سے باندھ لو اور اس پر عمل کرو۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝

"اور جو کچھ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تمہیں عطا فرمائیں سو اسے لے لیا کرو اور جس سے تمہیں منع فرمائیں سو (اس سے) رک جایا کرو، اور اللہ سے ڈرتے رہو (یعنی رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم و عطا پر کبھی زبان طعن نہ کھولو) بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔" (پ۲۸، الحشر:۷)

(vii) حضور کی نافرمانی سے..... اعمال ضائع ہو جاتے ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

اَعْمَالَكُمْ○

"اے ایمان والو! تم اللہ کی اطاعت کیا کرو اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت کیا کرو اور اپنے اعمال برباد مت کرو۔" (پ:۲۶، محمد:۳۳)

درسِ ہدایت

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنی چاہئے کیونکہ جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہیں کرے گا اس کے اعمال برباد ہو جائیں گے۔ تو جب کسی کے اعمال ہی برباد ہو جائیں۔

اس کی نمازیں برباد ہو جائیں
اس کے روزے برباد ہو جائیں
اس کی عبادتیں برباد ہو جائیں

تو قیامت کے دن ایسے شخص کی کیا حالت ہوگی؟ اس کی شرمندگی کا عالم کیا ہوگا؟ تو قیامت کے دن اعلیٰ وارفع مقام حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی جائے۔

(viii) حضور کی نافرمانی......اللہ کی نافرمانی ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ، وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ۔

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے میری اطاعت کی سو اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی سو اس نے اللہ عزوجل کی نافرمانی کی۔"

(صحیح البخاری، ۶/۲۶۱۱، رقم: ۶۷۱۸، صحیح مسلم، ۳/۱۴۶۶، رقم: ۱۸۳۵، سنن نسائی، ۷/۱۵۴، رقم: [illegible])

(ix) حضرت کعب کی......دردناک کہانی

حضرت سیّدنا عبداللہ بن کعب بن مالک رضی اللہ عنہما جو اپنے والد کے نابینا ہونے پر ان کا ہاتھ پکڑ انہیں چلایا کرتے تھے ان سے مروی ہے کہ میں نے حضرت سیّدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے سنا۔ وہ غزوہ تبوک میں اپنے پیچھے رہ جانے کا واقعہ بیان کرتے تھے کہ میں کسی غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے نہیں رہا سوائے غزوۂ تبوک کے، ہاں غزوۂ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا مگر غزوۂ بدر میں شریک نہ ہونے والوں میں سے کسی پر عتاب نہیں کیا گیا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان، قریش کے مقابلہ کے ارادہ سے تشریف لے گئے تھے۔ یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے مسلمانوں اور ان کے دشمنوں کو بغیر کسی معیاد کے اکٹھا کر دیا۔ میں عقبہ کی رات میں بھی بارگاہ نبوی میں حاضر تھا جب ہم نے اسلام کی اعانت پر عہد و میثاق کیا تھا۔ میں اس کے مقابلہ میں بدر کی شرکت کو زیادہ پسند نہ کرتا تھا حالانکہ لوگوں میں بدر کا زیادہ چرچا تھا۔

☆ غزوۂ تبوک میں پیچھے رہنے والوں کا واقعہ

غزوۂ تبوک سے میرے پیچھے رہنے والوں کا واقعہ یوں ہے کہ میں دوسرے غزوات کی بہ نسبت ان دنوں زیادہ طاقتور اور بہت مالدار تھا۔ اللہ عزوجل کی قسم! اس سے پہلے میرے پاس کبھی دو سواریاں اکٹھی نہیں ہوئیں۔ جبکہ اس موقع پر مجھے دو سواریاں میسر تھیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جب کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو اصل معاملہ لوگوں سے مخفی رکھتے۔ اس غزوے کے وقت گرمی شدید، سفر دراز، راستے غیر آباد جنگل اور قدم قدم پر دشمن موجود تھے۔

چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے سامنے تمام معاملہ واضح کر دیا تاکہ اس کے مطابق زادِ راہ تیار کر لیں۔ انہیں یہ بھی بتا دیا کہ کس طرف جانا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ مسلمانوں کی کثیر تعداد تھی۔ کسی رجسٹر وغیرہ میں ان کے نام محفوظ نہیں

کیے گئے تھے۔حضرت سیدنا کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص غائب ہونا چاہتا اس کا خیال ہوتا کہ اس کی غیر حاضری پوشیدہ رہے گی جب تک کہ اس کے بارے میں وحی نازل نہ ہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس غزوہ کے لیے اس وقت تشریف لے گئے جب پھل اور سائے مرغوب تھے۔ مجھے بھی ان چیزوں کی طرف رغبت تھی۔رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمان جہاد کی تیاری کر چکے تھے۔میں صبح کے وقت تیاری شروع کرنے کا ارادہ کرتا لیکن پھر کچھ نہ کرتا اور اپنے دل میں یہی کہتا کہ میں اس پر قادر ہوں کہ جب چاہوں گا سامان تیار کرلوں گا۔

اسی طرح دیر ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ لوگوں کی کوششیں تیز ہو گئیں اور ایک صبح مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہو گئے اور میں نے ابھی تک کوئی تیاری نہیں کی۔میرا یہی حال رہا اور مسلمان تیز رفتاری سے چلتے ہوئے بہت دور نکل گئے۔میں نے چاہا کہ میں جا کر ان سے مل جاؤں اور کاش کہ میں نے ایسا کرلیا ہوتا مگر میری تقدیر میں ایسا نہیں تھا۔رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں باہر لوگوں کی طرف نکلتا تو مجھے یہ دیکھ کر دکھ ہوتا کہ منافقین اور کمزور و معذور افراد کے سوا اپنے جیسا کوئی دوسرا نظر نہ آتا۔

☆ تبوک پہنچنے تک میرا ذکر نہ ہوا

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک پہنچنے تک میرا ذکر نہ کیا،تبوک میں آپ صحابہ کرام کی مجلس میں تشریف فرما تھے کہ آپ نے پوچھا: کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا کیا بنا؟ بنو سلمہ کے ایک آدمی نے کہا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسے دو چادروں اور دونوں پہلوؤں کے نظارے نے روک رکھا ہے۔حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا: تم نے بری بات کہی ہے۔یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم ان کے متعلق بھلائی کے سوا کچھ نہیں جانتے (ان کا پیچھے رہنا کسی مجبوری کی وجہ سے ہوگا)

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

اسی دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو سفید لباس میں ریگستان سے آتے ہوئے دیکھ کر فرمایا: ''ابوخیثمہ ہو جا!'' جب وہ آئے تو واقعی! ابوخیثمہ انصاری رضی اللہ عنہ تھے، یہ وہی صحابی ہیں جنہوں نے ایک صاع کھجور صدقہ کی تھیں تو منافقین نے (اس کم مقدار پر) انہیں طعنہ دیا تھا۔

☆حضور کی ناراضگی سے بچنے کے لیے تدبیریں

حضرت کعب فرماتے ہیں جب مجھے پتہ چلا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مع لشکر تبوک سے واپس تشریف لا رہے ہیں تو میرا غم تازہ ہو گیا اور جھوٹے خیالات دل میں آنے لگے اور میں سوچنے لگا کہ کل کس بات کے ذریعے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی سے بچ سکوں گا۔ اس سلسلے میں، میں نے اپنے گھر کے تمام سمجھدار لوگوں سے مشورہ کیا۔

جب یہ مشہور ہو گیا کہ عنقریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لانے ہی والے ہیں، تو میرے ذہن سے تمام جھوٹے بہانے نکل گئے اور میں نے جان لیا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غضب سے کسی جھوٹ کے باعث ہرگز نہ بچ سکوں گا۔ لہٰذا اب میں نے سچ بولنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صبح کے وقت تشریف لائے آپ کی عادت مبارکہ تھی کہ سفر سے واپسی پر پہلے مسجد میں تشریف لاتے، دو رکعت نماز ادا فرما کر لوگوں کے درمیان بیٹھ جاتے۔ حسب معمول آپ نے ایسا ہی کیا۔ پھر غزوہ سے پیچھے رہ جانے والے لوگ قسمیں کھا کھا کر عذر پیش کرنے لگے۔ ان کی تعداد اسی (۸۰) سے کچھ زائد تھی۔ آپ نے ظاہر کو قبول کرتے ہوئے ان کی بیعت کی تجدید کی۔ ان کے لیے دعائے مغفرت فرمائی اور ان کا باطن اللہ عزوجل کے سپرد کر دیا۔

پھر میں حاضر ہوا سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غضب آمیز تبسم فرمایا

اور کہا: "آگے آؤ" چنانچہ میں آپ کے سامنے جا بیٹھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تجھے کس چیز نے غزوے سے پیچھے رکھا۔ کیا تو نے سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے عرض کی: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ کے علاوہ کسی دنیادار کے پاس بیٹھا ہوتا تو یقیناً کسی بہانے اس کی ناراضی سے بچ جاتا۔ مجھے قوت کلام عطا کی گئی ہے۔

لیکن اللہ عزوجل کی قسم! اگر آج میں جھوٹ بول کر آپ کو راضی کرلوں تو عنقریب اللہ عزوجل آپ کو مجھ سے ناراض کردے گا اور اگر آپ سے سچ سچ کہہ دوں گا تو اگرچہ ابھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ پر ناراضگی کا اظہار فرمائیں گے۔ لیکن مجھے اللہ عزوجل سے اچھے انجام کی امید ہے۔ اللہ عزوجل کی قسم! مجھے کوئی مجبوری نہ تھی۔ واللہ! میں کبھی اس سے زیادہ قوت وفراخی والا نہ تھا جب میں آپ سے پیچھے رہا۔

☆اللہ کے فیصلے کا انتظار

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس شخص نے سچ کہا۔ (پھر فرمایا:) اٹھ جاؤ، یہاں تک کہ اللہ عزوجل تمہارے بارے میں کچھ فیصلہ فرمائے۔ چنانچہ میں اٹھ گیا اور بنو سلمہ کے کچھ لوگ بھی میرے پیچھے چل پڑے۔ کہنے لگے، خدا کی قسم! ہمارے علم کے مطابق اس سے پہلے تم سے کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا، دوسرے لوگوں کی طرح تم سے کوئی عذر کیوں نہ بن سکا۔ تمہارے گناہ کی معافی کے لیے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بخشش کی دعا مانگنا ہی کافی تھا۔ اللہ عزوجل کی قسم! وہ مسلسل مجھے ملامت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے ارادہ کیا کہ واپس جا کر اپنے آپ کو جھٹلاؤں۔

☆قطع کلامی کا حکم

پھر میں نے پوچھا کیا اس معاملہ میں میرے ساتھ کوئی اور بھی شریک ہے انہوں نے کہا ہاں دو آدمی اور بھی ہیں انہوں نے بھی وہی بات کہی ہے جو تم نے کہی انہیں بھی تمہاری طرح جواب دیا گیا ہے۔ میں نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ کہا:

مرارہ بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ واقفی رضی اللہ عنہما۔

یہ دونوں بہت نیک تھے۔ غزوۂ بدر میں شریک ہو چکے تھے اور میرے لیے بہترین نمونہ تھے۔ جب مجھے ان کا معلوم ہوا تو میں اپنی سچائی پر قائم رہا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوہ تبوک سے پیچھے رہ جانے والوں میں سے صرف ہم تینوں سے قطع کلامی کا حکم فرمایا۔

چنانچہ لوگ ہم سے دور رہنے لگے۔ یہاں تک کہ میرے لیے زمین بھی بدل چکی تھی گویا کہ یہ وہ زمین نہ تھی جس کو میں اس سے پہلے پہچانتا تھا۔ پچاس (۵۰) دن تک ہماری یہی حالت رہی میرے دونوں ساتھی عاجز ہو کر اپنے گھروں میں بیٹھے رونے لگے۔

☆ قطع کلامی کے باعث حالات کی سنگینی

چونکہ میں ان سے جوان اور طاقتور تھا اس لیے باہر نکلتا مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا اور بازاروں میں گھومتا پھرتا، لیکن کوئی آدمی مجھ سے بات نہ کرتا۔ میں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے بعد تشریف فرما ہوتے میں سلام عرض کرتا اور دل میں کہتا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سلام کا جواب دینے کے لیے لب مبارک ہلائے ہیں یا نہیں؟

پھر میں آپ کے قریب ہی نماز پڑھتا اور نظر چرا کر دیکھتا جب میں نماز میں مشغول ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم میری طرف دیکھتے اور جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھتا تو آپ دوسری طرف توجہ فرما لیتے۔ جب لوگوں کے مجھ سے قطع تعلق کو ایک طویل عرصہ گزر گیا تو میں ایک دن اپنے چچازاد بھائی حضرت ابوقتادہ (رضی اللہ عنہ) کے باغ کی دیوار پھلانگ کر ان کے پاس گیا وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھے۔ میں نے سلام کیا لیکن انہوں نے جواب نہ دیا۔

میں نے کہا: اے ابوقتادہ رضی اللہ عنہ! تم کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کیا تم

نہیں جانتے کہ میں اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت رکھتا ہوں؟ وہ خاموش رہے، میں نے دوبارہ ان کو قسم دی وہ پھر خاموش رہے، میں نے تیسری بار قسم دی تو کہنے لگے: اللہ عزوجل اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔ (یہ سن کر) میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، میں واپس لوٹا اور دیوار پھلانگ کر باہر آ گیا۔

☆ شاہ غسان کا خط

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں ایک دن مدینے کے بازار میں تھا کہ ملک شام کا ایک کسان جو غلہ بیچنے مدینہ منورہ آیا تھا اس نے کہا کہ مجھے کعب بن مالک کا پتہ کون بتائے گا؟ لوگوں نے میری طرف اشارہ کیا تو اس نے مجھے شاہ غسان کا ایک خط دیا، جس میں لکھا تھا:

> "امابعد! مجھے پتہ چلا ہے کہ تمہارے ساتھی (یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم) نے تم پر ظلم کیا حالانکہ اللہ عزوجل نے تمہیں ذلت و رسوائی کا گھر نہیں دیا ہے۔ ہمارے پاس چلے آؤ ہم تمہاری خاطر کریں گے۔"

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ خط پڑھ کر میں نے کہا کہ یہ بھی ایک آزمائش ہے، پس میں نے وہ خط جلتے تنور میں ڈال دیا۔

☆ زوجہ سے علیحدگی کا حکم

جب پچاس (۵۰) راتوں میں سے چالیس (۴۰) راتیں گزر گئیں اور وحی میں بھی تاخیر ہوئی تو ایک دن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد نے آ کر کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اپنی زوجہ کو علیحدہ کر دو۔ میں نے کہا: کیا اسے طلاق دے دوں؟ کہا: نہیں بلکہ اسے علیحدہ کر دو اور اس سے قربت نہ کرنا۔ میرے دوسرے ساتھیوں کو بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی پیغام بھجوایا، میں نے اپنی زوجہ سے کہا کہ تم اپنے ماں باپ کے ہاں چلی جاؤ اور جب تک اللہ عزوجل اس معاملہ میں کوئی فیصلہ نہ فرمادے وہیں رہو۔

ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی: یارسول اللہ! ہلال بن امیہ بہت بوڑھے ہیں ان کے پاس کوئی خادم بھی نہیں۔ اگر میں ان کی خدمت کرتی رہوں تو کیا آپ اس کو ناگوار سمجھیں گے؟ فرمایا: نہیں، لیکن وہ تیرے نزدیک نہ آئے۔ انہوں نے عرض کی: اللہ عزوجل کی قسم! وہ تو اب ایسی باتوں کی طرف توجہ ہی نہیں کرتے اور جب سے یہ واقعہ پیش آیا وہ اب تک مسلسل رو رہے ہیں۔

(حضرت سیدنا کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:) میرے گھر والوں میں سے کسی نے مجھ سے کہا: تم بھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی زوجہ کے بارے میں اجازت لے لیتے۔ ہلال بن امیہ کی زوجہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی خدمت کی اجازت دے دی ہے۔ میں نے کہا: بخدا! میں ایک جوان آدمی ہوں۔ میں اس بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت نہیں لوں گا اور مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ آپ مجھے کیا جواب ارشاد فرمائیں گے۔

☆ توبہ قبول ہوگئی

اسی حالت میں دس (۱۰) راتیں اور گزر گئیں۔ جب پچاس (۵۰) راتیں پوری ہو گئیں تو پچاسویں رات کی صبح کو میں نے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھی اور میری بالکل وہی حالت تھی جس کا اللہ عزوجل نے ذکر فرمایا۔ میں اپنی جان سے بیزار ہو چکا تھا اور زمین کشادگی کے باوجود مجھ پر تنگ ہو چکی تھی۔ اچانک میں نے "سلع" پہاڑی پر ایک منادی کی آواز سنی جو با آواز بلند کہہ رہا تھا "اے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ! تمہیں خوشخبری ہو۔" یہ سن کر میں سجدے میں گر پڑا مجھے معلوم ہو گیا کہ فراخی کا وقت آ چکا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد لوگوں میں اعلان فرما دیا کہ اللہ عزوجل نے ہماری توبہ قبول فرمالی ہے۔

چنانچہ لوگ مجھے خوشخبری دینے لگے۔ میرے ساتھیوں کی طرف بھی خوشخبری دینے

والے جانے لگے۔ایک شخص گھوڑا دوڑاتا ہوا میری طرف آیا۔اسلم قبیلہ سے ایک آدمی دوڑ کر پہاڑ پر چڑھ گیا۔اس کی آواز گھڑسوار کی رفتار سے تیز تھی۔(لہٰذا پہلے مجھ تک پہنچی) جب خوشخبری سنانے والا میرے پاس آیا تو میں نے اپنے کپڑے اتار کر اسے دے دیئے۔یہ خوشخبری سنانے کا صلہ تھا۔اللہ عزوجل کی قسم! میں اس وقت صرف ان دو کپڑوں کا مالک تھا۔پھر میں نے دو کپڑے ادھار لے کر پہنے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کے لیے چل دیا۔لوگوں کی فوج در فوج نے مجھ سے ملاقات کی اور قبولیت توبہ کی مبارکباد دینے لگے۔وہ کہہ رہے تھے مبارک ہو! اللہ عزوجل نے تمہاری توبہ قبول فرمالی ہے۔

☆حضور کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا

جب میں مسجد میں پہنچا تو دیکھا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور لوگ آپ کے اردگرد بیٹھے ہیں۔طلحہ بن عبیداللہ رضی اللہ عنہ مجھے دیکھ کر جلدی سے میری طرف لپکے مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارکباد دی۔اللہ عزوجل کی قسم! مہاجرین میں سے ان کے سوا کوئی نہیں اٹھا۔(راوی کہتے ہیں) حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی اس عنایت کو کبھی فراموش نہیں کیا۔

حضرت سیدنا کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے دمک رہا تھا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: ''تمہیں اس دن کی خوشخبری ہو کہ جب سے تمہاری ماں نے تمہیں جنا، آج کا دن سب سے بہتر ہے۔'' میں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے یا اللہ عزوجل کی طرف سے؟'' فرمایا: ''نہیں بلکہ اللہ عزوجل کی طرف سے۔'' اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ خوشی سے چاند کی طرح چمکنے لگتا گویا کہ چاند کا ٹکڑا ہو [illegible] ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی کا اندازہ ہو جاتا۔

☆ میں اپنا مال صدقہ کرتا ہوں

جب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیٹھ گیا تو عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری توبہ کی تکمیل یہ ہے کہ میں اپنا مال اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر صدقہ کردوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کچھ مال اپنے پاس رکھو، تمہارے لیے بہتر ہے۔ میں نے عرض کی: میں اپنا خیبر والا حصہ رکھ لیتا ہوں۔ اور اللہ عزوجل نے مجھے سچ بولنے کے سبب نجات عطا فرمائی ہے۔ لہٰذا میری تکمیل توبہ سے یہ بھی ہے کہ میں آئندہ بھی ہمیشہ سچ ہی بولوں گا۔ پس اللہ عزوجل کی قسم! جب سے میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات کہی اس وقت سے میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ عزوجل نے سچ بولنے کی وجہ سے مجھ سے زیادہ انعام عطا فرمایا ہو اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرنے کے بعد سے آج تک میں نے کبھی جھوٹ بولنے کا ارادہ بھی نہیں کیا اور امید ہے کہ اللہ عزوجل آئندہ بھی مجھے جھوٹ بولنے سے محفوظ رکھے گا۔ اللہ عزوجل نے (ہمارے بارے میں) یہ آیات کریمہ نازل فرمائیں۔

لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰۤى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْۤا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّاۤ اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ۝

یقیناً اللہ تعالیٰ نے نبی (معظم صلی اللہ علیہ وسلم) پر رحمت سے توجہ فرمائی اور ان مہاجرین اور انصار پر (بھی) جنہوں نے (غزوۂ تبوک کی) گھڑی میں (بھی) آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی

(صورتحال) کے بعد کہ قریب تھا کہ ان میں سے ایک گروہ کے دل پھر جاتے، پھر وہ ان پر لطف ورحمت سے متوجہ ہوا، بیشک وہ ان پر نہایت شفیق، نہایت مہربان ہے۔ اور ان تین شخصوں پر (بھی نظر رحمت فرمادی) جن (کے فیصلہ) کو مؤخر کیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود کشادگی کے ان پر تنگ ہوگئی اور (خود) ان کی جانیں (بھی) ان پر دوبھر ہوگئیں اور انہیں یقین ہوگیا کہ اللہ (کے عذاب) سے پناہ کا کوئی ٹھکانہ نہیں بجز اس کی طرف (رجوع کے)، تب اللہ ان پر لطف وکرم سے مائل ہوا تاکہ وہ (بھی) توبہ ورجوع پر قائم رہیں۔ بے شک اللہ ہی بڑا توبہ قبول فرمانے والا، نہایت مہربان ہے۔ اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اہل صدق (کی معیت) میں شامل رہو۔ (پ۱۱، التوبۃ:۱۱۹-۱۱۷)

☆ سچ کی بدولت انعام ملا

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خدا عزوجل کی قسم! جب سے مجھے اللہ عزوجل نے اسلام کی دولت عطا فرمائی۔ مجھ پر اس سے بڑا اور کوئی انعام نہیں کیا کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچ بولا اور جھوٹ نہ بولا ورنہ میں بھی جھوٹ بولنے والوں کی طرح ہلاک ہوجاتا کیونکہ اللہ عزوجل نے جھوٹ بولنے والوں کو جس قدر برا قرار دیا شاید ہی دوسروں کو اس قدر قابل مذمت قرار دیا ہو۔

اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

سَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ اِلَیْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ رِجْسٌ٘ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۝ یَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا یَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِیْنَ ۝

اب تمہارے آگے اللہ کی قسمیں کھائیں گے جب تم ان کی طرف پلٹ کر

جاؤ گے تا کہ تم ان سے درگزر کرو، پس تم ان کی طرف التفات ہی نہ کرو۔ بیشک وہ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانہ جہنم ہے یہ اس کا بدلہ ہے جو وہ کمایا کرتے تھے۔ یہ تمہارے لیے قسمیں کھاتے ہیں تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ۔ سو (اے مسلمانو!) اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو (بھی) اللہ نافرمان قوم سے راضی نہیں ہوگا۔ (پ:۱۱، التوبۃ:۹۶-۹۵)

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، ہم تینوں کا معاملہ ان لوگوں سے الگ ہے جن کے قسم کھانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول فرما لیا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارا معاملہ مؤخر کر دیا یہاں تک کہ اللہ عزوجل نے ہمارا فیصلہ یوں فرمایا: "وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ...... الخ" اس آیت سے غزوہ سے پیچھے رہ جانا مراد نہیں بلکہ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے معاملہ کو ان لوگوں کے معاملہ سے مؤخر کر دینا مراد ہے۔ جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے قسمیں کھائیں اور عذر خواہی کی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا عذر قبول فرما لیا۔

(مسلم، کتاب التوبۃ، ص:۱۴۸۲، الرقم:۲۷۶۹)

فائدہ

اس حدیث پاک سے بے شمار فوائد حاصل ہوتے ہیں۔

☆...... سفر سے لوٹنے والے کے لیے گھر جانے سے پہلے مسجد میں جا کر نماز (نفل) ادا کرنا مستحب ہے۔

☆...... جب کسی کو کوئی نعمت ملے یا کوئی بڑی مصیبت دور ہو تو اسے خوشخبری دینا مستحب ہے۔

☆...... غم یا مصیبت کے ٹل جانے پر صدقہ کرنا مستحب ہے۔

☆...... سچائی میں نجات ہے۔

☆...... مومنین اور منافقین میں امتیاز ہو گیا۔

☆......صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا جذبہ اس قدر پختہ تھا کہ جب حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے قطع کلامی کا حکم ہوا تو کسی نے بھی حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے کلام نہ کیا۔

☆......حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت نہ کر کے غزوہ میں شرکت نہ کی تو اس بات پر ان کو ندامت ہوئی اور اپنے آپ کو مواخذہ کے لیے پیش کر دیا۔

خواتین اسلام کیلئے عظیم خوشخبری

مسجد نبوی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔ اچانک اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا داخل ہوتی ہیں اور عرض کرتی ہیں: اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان، میں خواتین کی نمائندہ بن کر حاضر ہوئی ہوں۔ میرے پیچھے عورتوں کی ایک جماعت ہے جس کی ترجمانی کرنے کے لیے میں حاضر ہوئی ہوں۔ ان تمام کے احساسات اور جذبات وہی ہیں جو میں بیان کرنے جا رہی ہوں۔ میرے ایک ایک لفظ کی وہ تائید کریں گی۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنی بات شروع کی:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى بَعَثَكَ إِلَى الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ كَافَّةً فَآمَنَّا بِكَ وَاتَّبَعْنَاكَ

"آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام بنی نوع انسان کے مردوں اور عورتوں کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے ہم خواتین بھی آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی فرمانبرداری کی۔"

"وَنَحْنُ ـ مَعْشَرَ النِّسَاءِ ـ مَقْصُورَاتٌ مُخَدَّرَاتٌ قَوَاعِدُ بُيُوتِ وَمَوَاضِعُ شَهَوَاتِ الرِّجَالِ وَحَامِلَاتُ أَوْلَادِهِمْ، وَإِنَّ الرِّجَالَ فُضِّلُوا بِالْجُمُعَاتِ وَشُهُودِ الْجَنَائِزِ وَالْجِهَادِ، وَإِذَا خَرَجُوا

لِلْجِهَادِ حَفِظْنَا لَهُمْ اَمْوَالَهُمْ وَرَبَّيْنَا اَوْلَادَهُمْ اَفَنُشَارِكُهُمْ فِي الْاَجْرِ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟“

”ہم خواتین گھروں میں قید رہ کر پردہ نشینی کی حالت میں گھر کی ذمہ داریاں سنبھالتی ہیں۔ اپنے خاوند کو راحت و سکون پہنچاتی ہیں اور ان کے لیے اولاد کو جنم دیتی ہیں۔ مردوں کو ہم پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ وہ مساجد میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں۔ کوئی فوت ہو جائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکلتے ہیں جب ہمارے شوہر جہاد کے لیے جاتے ہیں تو ہم ان کے مال و دولت کی حفاظت کرتی ہیں اور ان کی اولاد کی پرورش کرتی ہیں۔ اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)! کیا مردوں کے نیک اعمال کے ثواب میں کچھ ہمارا حصہ بھی ہے؟“

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور ان سے فرمایا:

هَلْ سَمِعْتُمْ مَقَالَةَ امْرَاَةٍ اَحْسَنَ سُؤَالاً عَنْ دِيْنِهَا مِنْ هٰذِهٖ ۔

”کیا تم نے دین کے حوالے سے اس عورت سے بہتر کسی کو سوال کرتے ہوئے سنا ہے؟“

انہوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! واقعی ہم نے اس سے بہتر کسی عورت کی گفتگو نہیں سنی۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

اِنْصَرِفِيْ يَا اَسْمَاءُ وَاَعْلِمِيْ مَنْ وَّرَاءَكِ مِنَ النِّسَاءِ اَنَّ حُسْنَ تَبَعُّلِ اِحْدَاكُنَّ لِزَوْجِهَا وَطَلَبَهَا مَرْضَاتَهٗ وَاتِّبَاعَهَا مُوَافَقَتَهٗ تَعْدِلُ كُلَّ مَا ذَكَرْتِ لِلرِّجَالِ ۔

”اے اسماء! (خوش خوش) واپس جاؤ اور دیگر خواتین کو بتاؤ کہ عورت اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے اس کی رضامندی طلب کرے اور ان

کی موافقت کر کے اس کے پیچھے پیچھے چلے، اسے وہی ثواب ملے گا جس کا تم نے مردوں کے لیے ذکر کیا ہے۔"

اب اسماء رضی اللہ عنہا اس حال میں واپس ہوئیں کہ زبان پر لَآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ اور اللّٰہُ اَکْبَـرُ کے کلمات ہیں کیونکہ ان کی وساطت سے قیامت تک کی مسلمان عورتوں کو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک عظیم خوشخبری مل گئی۔ (درمنثور للسیوطی: ۱۵۳/۲)

دعوتِ عمل

قابل قدر ماؤ اور بہنو!

عورتیں بھی سرکار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرمانبرداری میں کبھی پیچھے نہیں رہیں۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے خاوند کی فرمانبرداری کریں...... اس کو راضی رکھیں...... خاوند کے حکم پر چلیں...... خاوند کی نافرمانی نہ کریں...... جب خاوند گھر نہ ہو تو اس کے مال و دولت، گھر بار کی حفاظت کریں...... بچوں کی پرورش کریں...... پردہ نشینی کو اپناتے ہوئے گھر کی ذمہ داریاں پوری کریں...... تو جو عورت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کرے گی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے گی اس کے لیے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عظیم خوشخبری ہے کہ اسے مردوں کے برابر ثواب ملے گا۔

☆☆☆

صبرِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ذِی الرَّحْمَۃِ وَالْغُفْرَانِ ○ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ ○ فَاتِحِ بَابِ الرَّحْمَۃِ وَالرِّضْوَانِ ○ یُنَوِّرُ الْقَلْبَ بِنُوْرِ الْعِرْفَانِ ○ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ

نعت رسولِ مقبول ﷺ

میں گدائے مصطفیٰ ہوں میری عظمتیں نہ پوچھو
مجھے دیکھ کر جہنم کو بھی آ گیا پسینہ

مجھے دشمنو! نہ چھیڑو میرا ہے جہاں میں کوئی
میں ابھی پکار لوں گا نہیں دور ہے مدینہ

میں مریض مصطفیٰ ہوں مجھے چھیڑو نہ طبیبو!
میری زندگی جو چاہو مجھے لے چلو مدینہ

میرے ڈوبنے میں باقی نہ کوئی کسر رہی تھی
کہا "المدد محمدؐ" تو ابھر گیا سفینہ

سوا اس کے میرے دل میں کوئی آرزو نہیں ہے
مجھے موت بھی آئے تو ہو سامنے مدینہ

کبھی اے شکیل دل سے نہ مٹے خیال احمد ﷺ
اسی آرزو میں مرنا اسی آرزو میں جینا

☆☆☆

ابتدائیہ

شریعت اسلامیہ نے ایک مومن وموحد پر لازم قرار دیا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرے اور ان کی فرمانبرداری کو حرز جاں بنائے یہ اطاعت، یہ فرمانبرداری نفس پر شاق گزرتی ہے۔ اس لیے نفس یہ چاہتا ہے کہ میں آزادانہ رہوں مجھ پر کوئی پابندی نہ ہو نہ میں کسی کی اطاعت کروں اور نہ کسی کی فرمانبرداری میں آؤں۔

صبر نفس کے منہ زور گھوڑے کو لگام ڈالنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جن امور کا حکم دیا ہے انہیں بجالانا ہے۔ پانچوں وقت اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہونا نفس پر بڑا بھاری ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی آزاد طبع کو روک کر اطاعت خداوندی کرنا اور بارگاہ ایزدی میں سربسجود ہونا صبر ہے۔

انسان جب گھر سے باہر نکلتا ہے تو سفر کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے۔ مختلف قسم کے مصائب وآلام سے دوچار ہوتا ہے ایسے مواقع پر حدود شرعیہ کی پابندی کرتے ہوئے اپنے نفس کو خواہشات کی تکمیل سے بچانا صبر ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کوئی آدمی طیش دلاتا ہے انسان کو گالی دیتا ہے اب نفس جب تک دو چار گالیاں نہ دے لے اسے چین نہیں آتا۔ اس وقت نفس کو روکنا ... جھگڑا نہ کرنے دینا صبر کہلاتا ہے۔

اللہ کریم اپنے جس بندے کو [illegible]
[illegible]
[illegible]

جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات	بے مثال ہیں
جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات	بے مثال ہیں
جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام	بے مثال ہے
جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا احترام	بے مثال ہے
جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاص	بے مثال ہے
جس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انس	بے مثال ہے
اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر بھی	بے مثال ہے

☆☆☆

صبر......قرآن کی روشنی میں

(i) صبر کرنا......بے حساب اجر و ثواب کمانا ہے

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا یُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

بلاشبہ صبر کرنے والوں کو ان کا اجر بے حساب انداز سے پورا دیا جائے گا۔

(پ:۲۳،الزمر:۱۰)

(ii) صبر کرنا......باہمت کام ہے

ارشاد خداوندی ہے:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

اور بے شک جس نے صبر کیا اور بخش دیا تو یہ ضرور ہمت کے کام ہیں۔

(پ:۲۵،الشوریٰ:۴۳)

(iii) صبر سے......مدد طلب کرو

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ۝

اے ایمان والو! صبر اور نماز کے ذریعے (مجھ سے) مدد چاہا کرو یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (پ:۲،البقرہ:۱۵۳)

فائدہ

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ اہل ایمان سے مخاطب ہے اور انہیں کامیابی وکامرانی کے راز سے آگاہ فرما رہا ہے۔اے ایمان والو! جب تم پر مصائب وآلام آجائیں تم کسی پریشانی میں گھر جاؤ،کسی بلا میں گرفتار ہو جاؤ تو ان تمام امور میں سرخرو ہونے کا ایک ہی طریقہ ہے اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ط صبر وصلاۃ سے مدد چاہو۔یعنی ان مصائب و آلام اور مشکلات پر صبر کا دامن نہ چھوڑو اور اللہ عزوجل کے حضور سر بندگی جھکا دو جو مرد مومن صبر کا پیکر ہے اور صلاۃ پر مداومت اختیار کرتا ہو وہ کبھی خائب وخاسر نہیں ہوتا بلکہ ہمیشہ کامیاب وکامران ہوتا ہے۔

(iv) آزمائش کے وقت......اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ پڑھو

اللہ عزوجل اہل ایمان کو جس طرح نعمتیں دے کر آزماتا ہے اسی طرح کبھی کبھی نعمتیں لے کر بھی آزماتا ہے۔اور جب کوئی نعمت اہل ایمان سے چھین لی جائے تو یہ داویلا تو نہیں کرتا؟ یہ آپے سے باہر تو نہیں ہوتا؟ کیا یہ صبر اختیار کرتا ہے یا نہیں؟ اللہ عزوجل کی طرف سے آزمائش کے مختلف رنگ ہیں۔

اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ط وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ۝

اور ہم ضرور بالضرور تمہیں آزمائیں گے کچھ خوف اور بھوک سے اور کچھ مالوں اور جانوں اور پھلوں کے نقصان سے اور (اے حبیب!) آپ (ان) صبر کرنے والوں کو خوشخبری سنا دیں۔(پ:۲،البقرہ:۱۵۵)

اے ایمان والو!

کبھی تمہاری آزمائش ـ دشمن کے خوف سے ہوگی

کبھی تمہاری آزمائش ـ قحط سالی سے ہوگی

کبھی تمہاری آزمائش — شدید بھوک سے ہوگی
کبھی تمہاری آزمائش — فقر و فاقہ سے ہوگی
کبھی تمہاری آزمائش — فصلوں کی کمی سے ہوگی
کبھی تمہاری آزمائش — اولاد کی موت سے ہوگی
کبھی تمہاری آزمائش — مقاصد کے حصول میں مشکلات سے ہوگی
کبھی تمہاری آزمائش — افرادی قوت کی کمی سے ہوگی

ان مختلف قسم کی آزمائشوں کے ذریعے جھوٹے، سچوں سے اور اہل بصیرت، منافقوں سے الگ ہو جائیں گے۔

دعوتِ فکر

☆......کبھی اہل ایمان کو خوف میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اس سے یہ دیکھنا مقصود ہے کہ کیا ایمان والا حالت خوف سے دامن شریعت چھوڑ تو نہیں دیتا کیا اس حالت میں وہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو پس پشت تو نہیں ڈالتا ہاں! ہاں! سچے مومن اس حالت میں بھی صبر کا دامن تھامے رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔

☆......کبھی بھوک میں مبتلا کر دیا جاتا ہے اہل ایمان پر کئی کئی دن فاقے آتے ہیں کیا ایسی حالت میں وہ ناجائز ذرائع سے بھوک مٹانے کی کوشش تو نہیں کرتے۔ ہاں سچا مومن فاقے پہ فاقے برداشت کرتا ہے لیکن غلط طریقے سے روزی کے حصول کا سوچنا بھی نہیں ہے۔

☆......کبھی مال کی کمی میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ پہلے مال کی فراوانی ہوتی ہے دلجمعی سے اہل ایمان عبادت کرتے ہیں۔ خالق و مالک کے حضور سر جھکاتے ہیں اور اپنے من کی دنیا آباد کرتے ہیں۔ لیکن اچانک ان پر مال کی کمی آجاتی ہے پہلے مال فراوانی تھی [illegible]

خوشحالی میں ہو یا تنگی میں، امارت میں ہو یا حسرت میں کسی بھی حالت میں اس کے ذوق بندگی میں فرق نہیں آتا اور وہ پہلے ہی کی طرح عبادت کا مزہ لیا کرتا ہے۔

☆......کبھی جانوں میں کمی میں مبتلا کر دیا جاتا ہے۔ ہنستا بستا گھر ہوتا ہے اچانک اہل ایمان کا نور نظر اللہ کو پیارا ہو جاتا ہے اس عالم میں بھی ایمان والے اللہ کا در ترک نہیں کرتے اللہ ذوالجلال والاکرام کی رضا پر راضی رہتے ہیں۔

☆......کبھی پھلوں میں کمی آ جاتی ہے اس سے بھی ایمان والے کی حلاوت ایمان میں فرق نہیں آیا کرتا۔ بلکہ اس کا ذوق بندگی پہلے کی طرح برقرار رہتا ہے۔ اس کی مناجاتوں کا کیف اور اس کے طویل سجدوں کی لذت حسب سابق برقرار رہتی ہے۔ کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ مال اللہ دیتا ہے۔ اللہ جو چاہے وہ کرتا ہے بندہ کا کام صرف بندگی ہے۔

(۷) صابرین کے لیے......بشارت مصطفیٰ

اللہ رب العزت نے اپنے حبیب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد فرمایا کہ اہل ایمان جو صبر کے وصف سے متصف ہیں یعنی صابرین کو بشارت دیجئے۔ انہیں خوشخبری سنائیے۔ خوشی کی خبر ویسے بھی پہنچ جائے تو وہ انسان کو خوش کر دیتی ہے۔ لیکن صبر کرنے والوں کے بختوں کو سلام کرنے کو جی چاہتا ہے کہ ان کو خوشی کی خبر من جانب اللہ آ رہی ہے اور خبر دینے والے خود حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیا صبر کے صلہ میں یہی ایک انعام کافی نہیں۔ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا صرف ایک مرتبہ خوش ہو جانا ہزار سالہ زندگی کی عبادت کے صلہ میں ہے۔ پھر بھی یہ سودا مہنگا نہیں بلکہ سستا ہے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی سے بڑھ کر ایک مومن کے لیے اور کوئی چیز اہم نہیں ہے۔

صدر الافاضل حضرت علامہ مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ اس آیت مبارکہ کے تحت فرماتے ہیں "آزمائش سے فرمانبرداری اور نافرمان کے حال کا ظاہر کرنا مراد ہے۔"

امام شافعی نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا کہ "خوف سے اللہ عزوجل کا ڈر...... بھوک سے رمضان کے روزے...... مالوں کی کمی سے زکوٰۃ وصدقات دینا...... جانوں کی کمی سے امراض کے ذریعے موتیں ہونا...... اور پھلوں کی کمی سے اولاد کی موت مراد ہے اس لیے کہ اولاد دل کا پھل ہوتی ہے۔"

فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ

"جب کسی کا بچہ مرتا ہے تو اللہ عزوجل ملائکہ (فرشتوں) سے فرماتا ہے۔ تم نے میرے بندے کے بچے کی روح قبض کر لی؟ وہ عرض کرتے ہیں: ہاں! یارب (عزوجل) پھر فرماتا ہے: تم نے اس کے دل کا پھل لے لیا؟ عرض کرتے ہیں: ہاں! پھر اللہ (عزوجل) فرماتا ہے: اس پر میرے بندے نے کیا کہا: عرض کرتے ہیں: اس نے تیری حمد کی اور

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّـآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ پڑھا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے: اس کے لیے جنت میں مکان بناؤ اور اس کا نام "بیت الحمد" رکھو۔ مصیبت کے پیش آنے سے قبل خبر دینے میں حکمتیں ہیں: ایک تو یہ کہ اس سے آدمی کو مصیبت کے وقت صبر کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ ایک یہ جب کافر دیکھیں کہ مسلمان بلاو مصیبت کے وقت صابر و شاکر اور استقلال کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہتا ہے تو انہیں دین کی خوبی معلوم ہو اور اس کی طرف رغبت ہو۔ ایک یہ کہ آنے والی مصیبت سے قبل اطلاع دے دینا غیبی خبر اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے ایک حکمت یہ کہ منافقین کے قدم ابتلاء کی خبر سے اکھڑ جائیں اور مومن و منافق میں امتیاز ہو جائے۔

(سید نعیم الدین مراد آبادی، خزائن العرفان، پ:۲، البقرہ:۱۵۵)

(vi) اہل ایمان کا...... یقین کامل

اہل ایمان کو جب کوئی مصیبت و تکلیف آئے کوئی پریشانی یا دکھ آئے تو ان کی زبانوں پر ایک جملہ جاری ہوتا ہے:

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

"بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور اس کی طرف ہم لوٹ کر جانے والے ہیں۔"

اس جملہ میں وہ حقیقت ابدی کارفرما ہے جو اہل ایمان کے یقین کامل کا پتہ بتاتی ہے۔ صبر کرنے والے اللہ تعالیٰ کے جمیع احکام اور فیصلوں کے آگے سر تسلیم خم کرنے والے اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والے وہ خوش نصیب ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نوازشات ہیں اور ان پر اللہ کی رحمت کی بارش برستی ہے اور وہ سدا اللہ کے کرم سے سرفراز رہتے ہیں۔ اور یہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں۔ یہی لوگ راہ جنت کے راہی ہیں اور یہی لوگ ہیں جن کے مقدر میں ابدی نجات ہے۔

صبر......حدیث کی روشنی میں

یہ دنیا مصیبتوں کا گھر ہے۔ دنیاوی زندگی کے سفر میں انسان کو قدم قدم پر مصائب وآلام سے واسطہ پڑتا ہے۔ زندگی کے ان آلام ومصائب کا کامیابی سے مقابلہ کرنے کا واحد ذریعہ صبر ہے۔ صبر کی اس عظیم دولت کے ذریعے اللہ تعالیٰ اپنے ان بندوں کو مصائب وآلام کی بھٹی سے کندن بنا کر نکالتا ہے۔

(i) دو محبوب چیزوں کے عوض......جنت ملے گی

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ قَالَ اِذَا ابْتَلَيْتُ عَبْدِيْ بِحَبِيْبَتَيْهِ فَصَبَرَ عَوَّضْتُهُ مِنْهُمَا الْجَنَّةَ يُرِيْدُ عَيْنَيْهِ

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے: جب میں اپنے کسی بندے کو اس کی دو محبوب چیزوں کے ذریعے آزمائش میں مبتلا کروں پھر وہ صبر کرے تو اس کے عوض اسے جنت دوں

گا۔ دو محبوب چیزوں سے مراد اس کی دونوں آنکھیں ہیں۔

(صحیح بخاری ۶/۴، الرقم: ۵۶۵۳)

فائدہ

حدیث میں فرمایا: حبیبتیہ یعنی دو محبوب چیزیں، آگے اس کی وضاحت بھی فرمائی یعنی دونوں آنکھیں، اس لیے کہ انسان کے بدن میں سے اہم اور محبوب عضو آنکھیں ہیں۔

یہ عالم دنیا جہاں رنگ و بو نور میں ڈھلا ہوا ہے۔ ہر طرف اللہ کریم کی صنعت دکھائی دیتی ہے۔

کہیں نور برساتا سورج ہے — کہیں تاروں بھری رات ہے
کہیں چودھویں کا چاند ہے — کہیں سپیدہ سحر مسحور کرتی ہے
کہیں رنگ برنگے پھول ہیں — کہیں لہلہاتے کھیت ہیں
کہیں دریاؤں کی روانی ہے — کہیں سمندر کی موجیں ہیں
کہیں گرتی آبشاریں ہیں — کہیں ابلتے چشمے ہیں
کہیں فلک بوس پہاڑ ہیں — کہیں برف سے ڈھکی چوٹیاں ہیں

سب اللہ جل جلالہٗ کی قدرت اور اس کی ربوبیت کا برملا اظہار کر رہی ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ یہ سب نظارے آنکھ سے ہیں آنکھ ہے تو جہاں ہے اور آنکھ کا نور نہیں تو جہاں بھی بے نور معلوم ہوتا ہے۔

آنکھ اللہ کا وہ عطیہ ہے جس سے انسان اپنے ماں باپ کے چہروں کی زیارت کرتا ہے۔ غمگین انسان جب اپنے پھول جیسے بیٹے کے چہرے کو دیکھتا ہے تو اس کے سارے غم بھول جاتے ہیں۔

یہ آنکھ اللہ عزوجل کا خصوصی عطیہ ہے اللہ عزوجل اپنے بندے کو آزمانے کے لیے کبھی اس کی آنکھیں لے لیتا ہے جہاں آنکھوں کے جانے سے آدمی [illegible]

صبر کا دامن تھامے رکھے۔ اللہ عزوجل کی رضا پر راضی رہے تو اللہ عزوجل کا وعدہ ہے کہ میں ان آنکھوں کے بدلے اسے جنت دوں گا۔

یہ عارضی نور چلا گیا لیکن صبر کرنے والا دائمی نور لے گیا یہ مخلوق کو دیکھنے والا نور نہ رہا تو صبر کا پیکر ابد الآباد تک خالق کے نور کے جلوے اپنے مقدر کر گیا یہ سودا مہنگا نہیں بلکہ بڑا سستا سودا ہے۔ پوچھے کوئی عشاق سے...... پوچھے کوئی اللہ عزوجل کے دیوانوں سے اگر ان کا سب کچھ چھن جائے اور اس کے بدلے انہیں جلوۂ الٰہی نصیب ہو تو یہ جلوہ ان کے سب دکھوں کا مداوا بلکہ تمام کدوکاوش کا حاصل ہے...... جب کوئی شخص قرآن کو دیکھے تو اس کا دل خوش ہوتا ہے...... جب کوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھے تو اس کا دل خوش ہوتا ہے...... جب کوئی خانہ کعبہ کو دیکھے تو اس کا دل خوش ہوتا ہے...... جب کوئی گنبد خضریٰ کو دیکھے تو اس کا دل خوش ہوتا ہے...... قربان جائیں اس شخص کی شان وعظمت پر جس کو اللہ کریم اپنا دیدار نصیب کرے گا اس کا دل کتنا خوش ہوگا۔

(ii) بڑا ثواب...... بڑی مصیبت کے ساتھ ہے

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے اس کے گناہوں کی جلد ہی دنیا میں سزا دے دیتا ہے اور اگر کسی بندے سے برائی کا ارادہ فرماتا ہے تو گناہ کے سبب اس کا بدلہ روک رکھتا ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اسے پورا بدلہ دے گا۔

اسی سند سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکور ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بڑا ثواب بڑی مصیبت کے ساتھ ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزماتا ہے پس جو اس پر راضی ہو اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا ہے اور جو ناراض ہو اس کے لیے ناراضگی ہے۔

(سنن ترمذی: ۲/۲۰۱، الرقم: ۲۳۹۶، مسند ابو یعلیٰ: ۷/۲۴۷، الرقم: ۴۲۵۴، مستدرک حاکم: ۴/۶۵۱، الرقم: ۸۷۹۹)

(iii) کاش!......دنیا میں آزمائش آجاتی

عَنْ جَابِرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَوَدُّ اَهْلُ الْعَافِيَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حِيْنَ يُعْطَى اَهْلُ الْبَلَاءِ الثَّوَابَ لَوْ اَنَّ جُلُوْدَهُمْ كَانَتْ قُرِضَتْ فِي الدُّنْيَا بِالْمَقَارِيْضِ

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے روز جب مصیبت زدہ لوگوں کو ثواب دیا جائے گا تو آرام وسکون والے تمنا کریں گے کاش! دنیا میں ان کے چمڑے قینچیوں سے کاٹے جاتے۔''

(سنن ترمذی:۴/۶۰۳،الرقم:۲۴۰۲،شعب الایمان:۷/۱۸۰،الرقم:۹۹۲۱،مسند الفردوس:۳/۲۲۲،الرقم:۵۲۵۶)

درسِ ہدایت

دنیا میں جب کسی کو مصیبت پہنچتی ہے تو اس وقت انسان بہت مایوس ہو جاتا ہے اور عیش وآرام میں زندگی گزارنے والے لوگ مصیبت زدہ کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اس کی بے بسی کو اچھالتے ہیں اور بے رحموں کی طرح ان سے سلوک کرتے ہیں مگر کل قیامت کے دن جب یہی مصیب زدہ اجر وثواب حاصل کریں گے تو وہ لوگ جو دنیا میں پرسکون زندگی بسر کر رہے تھے ان کو دیکھ کر حسرت سے کہیں گے کہ کاش ان کو بھی دنیا میں ہی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا دنیا میں ہی وہ تکلیف برداشت کر لیتے تاکہ قیامت کے دن ان کو بھی اجر وثواب ملتا۔

(iv) صاحب کرامت بچہ......اور راہب

حضرت سیدنا صہیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم سے پہلے لوگوں میں ایک بادشاہ ہوا کرتا تھا جس کے پاس ایک جادوگر تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوا تو اس نے بادشاہ سے کہا: میں بوڑھا ہو گیا ہوں لہٰذا میرے پاس کسی لڑکے کو بھجواؤ تاکہ میں اسے جادو سکھاؤں۔ چنانچہ بادشاہ نے اس کے پاس ایک

لڑکا بھیج دیا تو وہ اسے سکھانے لگا۔ لڑکے کے راستے میں ایک راہب رہتا تھا۔ راہب کی باتیں اسے بہت اچھی لگتیں۔ چنانچہ وہ اس کے پاس بیٹھتا اور اس کی باتیں سنتا۔ جب وہ جادوگر کے پاس دیر سے پہنچتا تو وہ اسے مارتا۔ لڑکے نے راہب سے شکایت کی تو اس نے کہا: جب جادوگر سے ڈر محسوس کرو تو کہہ دیا کرو کہ مجھے گھر والوں نے روک رکھا تھا اور جب گھر والوں کا خوف ہو تو کہہ دو کہ مجھے جادوگر نے روک رکھا تھا۔"

☆ افضل کون ہے؟...... جادوگر یا راہب

(چنانچہ یونہی سلسلہ چلتا رہا) پھر ایک دن لڑکے نے راستے میں ایک بہت بڑا جانور دیکھا۔ جس نے لوگوں کا راستہ روک رکھا تھا تو اس نے دل میں کہا: آج معلوم کروں گا کہ جادوگر افضل ہے یا راہب؟ چنانچہ اس نے یہ دعا مانگی:

اَللّٰھُمَّ اِنْ کَانَ اَمْرُ الرَّاھِبِ اَحَبَّ اِلَیْکَ مِنْ اَمْرِ السَّاحِرِ فَاقْتُلْ ھٰذِہِ الدَّابَّۃَ حَتّٰی یَمْضِیَ النَّاسُ ۔

اے اللہ! اگر راہب کا معاملہ تیرے نزدیک جادوگر کے معاملے سے زیادہ پسند ہے تو اس جانور کو ہلاک کر دے تاکہ لوگ گزر سکیں۔

پھر اس نے ایک پتھر پھینکا اور اس جانور کو ہلاک کر دیا تو لوگ گزر گئے۔

☆ عنقریب تمہاری آزمائش ہوگی

اس نے راہب کے پاس آکر واقعہ سنایا تو راہب نے کہا: بیٹا!

اَنْتَ الْیَوْمَ اَفْضَلُ مِنِّیْ

"آج تم مجھ سے افضل ہو گئے ہو۔"

تمہارا معاملہ وہاں تک پہنچ گیا جس کو میں دیکھ رہا ہوں اور عنقریب تمہاری آزمائش ہوگی۔ جب تمہیں آزمایا جائے تو میرے بارے میں نہ بتانا۔

اب لڑکے کی یہ کیفیت ہوگئی کہ (اللہ عزوجل کے حکم سے) وہ پیدائشی اندھوں اور برص والوں کو شفا دینے لگا اور لوگوں کا ہر قسم کا علاج کرنے لگا۔ بادشاہ کا ایک ہم مجلس نابینا

تھا جب اس نے لڑکے کے بارے میں سنا تو بہت سے تحائف لے کر اس کے پاس آیا اور کہا: اگر تو مجھے شفا دے دے تو یہ سب کچھ تجھے دے دیا جائے گا۔ اس نے کہا: میں کسی کو شفا نہیں دیتا۔ شفا تو اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔ اگر تو اس پر ایمان لے آئے تو میں دعا کروں گا اور وہ تجھے شفا دے گا۔

چنانچہ وہ اللہ عزوجل پر ایمان لایا اور اللہ عزوجل نے اسے شفا دی۔ پھر وہ حسب معمول بادشاہ کے پاس آ کر بیٹھا تو بادشاہ نے پوچھا: تیری بینائی کس نے لوٹا دی؟ اس نے کہا: میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا: کیا میرے علاوہ بھی تیرا کوئی رب ہے؟ اس نے کہا:

رَبِّیْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ

''میرا اور تیرا رب اللہ عزوجل ہے۔''

یہ سن کر بادشاہ نے اسے پکڑا اور اس وقت تک سزا دیتا رہا جب تک کہ اس نے لڑکے کے بارے میں نہ بتا دیا۔ پھر اس لڑکے کو لایا گیا تو بادشاہ نے کہا:

''اے لڑکے تیرا جادو اس حد تک پہنچ گیا ہے کہ تو مادر زاد اندھوں اور برص والوں کو تندرست کر دیتا ہے۔ اور اب تو خوب ماہر ہو گیا۔''

لڑکے نے کہا: میں تو کسی کو شفا نہیں دیتا بلکہ

اِنَّمَا یَشْفِی اللّٰهُ

''اللہ عزوجل شفا دیتا ہے۔''

(یہ سن کر) بادشاہ نے اسے پکڑا اور مسلسل سزا دیتا رہا یہاں تک کہ اس نے راہب کا پتہ بتا دیا۔

☆ راہب کے سر کے دو ٹکڑے کر دیئے گئے

راہب کو لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اپنا دین چھوڑ دے تو اس نے صاف انکار کر دیا۔ بادشاہ نے آرا اس کے سر کے درمیان رکھا اور سر کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر اپنے

مصاحب سے کہا کہ وہ اپنا دین چھوڑ دے تو اس نے بھی انکار کر دیا بادشاہ نے اس کے سر پر بھی آرا رکھا اور اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔

☆لڑکے کو مارنے کی تدبیریں

پھر لڑکے کو لایا گیا اور اس سے بھی دین چھوڑنے کا مطالبہ کیا گیا اس نے بھی انکار کر دیا۔ چنانچہ اسے چند آدمیوں کے حوالے کیا گیا کہ اگر یہ اپنے نئے دین سے پلٹ جائے تو ٹھیک ورنہ اسے فلاں پہاڑ کی چوٹی سے نیچے گرا دینا۔ چنانچہ لوگ اسے پہاڑ کی چوٹی پر لے گئے تو اس نے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ

"اے اللہ عزوجل! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے کفایت کر۔"

چنانچہ، پہاڑ لرزنے لگا اور وہ گر پڑے، لڑکا بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا: تیرے ساتھ جانے والوں نے کیا کیا؟ کہا: اللہ عزوجل نے مجھے ان سے بچا لیا۔ بادشاہ نے اسے کچھ اور آدمیوں کے حوالے کیا اور کہا: اسے کشتی میں سوار کر کے دریا کے وسط میں لے جاؤ اگر اپنے دین سے پھر جائے تو بہتر ہے ورنہ اسے (دریا میں) پھینک دینا۔ چنانچہ: وہ اسے لے گئے: تو اس نے دعا کی:

اَللّٰھُمَّ اکْفِنِیْھِمْ بِمَا شِئْتَ

"اے اللہ! تو جس طرح چاہے مجھے ان سے محفوظ رکھ۔"

چنانچہ، کشتی الٹ گئی اور وہ غرق ہو گئے۔ لڑکا پھر بادشاہ کے پاس پہنچ گیا۔ بادشاہ نے پوچھا: تیرے ساتھ جانے والے کہاں ہیں؟ اس نے کہا: اللہ عزوجل نے مجھے ان سے بچا لیا اور تو اس وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکتا جب تک میری بات پوری نہ کرے۔ بادشاہ نے کہا: تمہاری کیا بات ہے؟ اس نے کہا: لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے مجھے ایک لکڑی پر سولی چڑھا دے پھر میرے ترکش سے ایک تیر لے کر یہ الفاظ کہتے ہوئے مجھے تیر مار دے۔

بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ

”اللہ عزوجل کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے۔“

تو جب ایسا کرے گا تو مجھے قتل کر سکے گا۔

چنانچہ بادشاہ نے لوگوں کو ایک جگہ جمع کر کے لڑکے کو سولی پر چڑھا کر اس کے ترکش سے ایک تیر لیا اور کمان میں رکھ کر کہا:

بِسْمِ اللّٰہِ رَبِّ الْغُلَامِ

”اللہ عزوجل کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے۔“

اور تیر پھینک دیا جو لڑکے کو کنپٹی پر لگا۔ اس نے اپنا ہاتھ کنپٹی پر رکھا اور اس دارِ فانی سے کوچ کر گیا۔

☆ آگ کی خندق کھودنے کا حکم

یہ دیکھ کر وہاں موجود لوگوں نے کہا: ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لے آئے۔ جب لوگوں کی یہ حالت بادشاہ کو بتا کر کہا گیا کہ تجھے جس بات کا خطرہ تھا اللہ عزوجل نے وہ سب کچھ تیرے ساتھ کر دیا ہے یہ سن کر بادشاہ نے گلیوں کے دہانے پر خندق کھودنے کا حکم دیا۔ چنانچہ خندقیں کھود کر ان میں آگ جلا دی گئی اور بادشاہ نے اعلان کر دیا کہ جو شخص اپنے دین سے باز نہ آئے اسے آگ میں ڈال دیا جائے گا یا اس سے کہا جائے آگ میں داخل ہو جا! چنانچہ لوگوں نے ایسا ہی کیا یہاں تک کہ ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ آئی وہ آگ میں داخل ہونے سے کچھ ہچکچانے لگی تو بچے نے کہا:

یَا اُمَّہْ اِصْبِرِیْ فَاِنَّکِ عَلَی الْحَقِّ

”ماں صبر کر تو حق پر ہے۔“

(صحیح مسلم، [illegible])

درسِ عمل

معلوم ہوا کہ نیکی کی [illegible]

وہ ان مصائب پر صبر کرتے ہیں یہ بھی معلوم ہوا کہ چاہے کتنے ہی شدید مصائب کا سامنا ہو اظہار حق سے نہیں ڈرنا چاہیے بلکہ ہر مشکل گھڑی میں اللہ کی طرف رجوع اور اس سے دعا کرنی چاہیے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک بادشاہ اپنی بادشاہت کو استحکام بخشنے کے لیے اور اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے ایک جادوگر کا سہارا لیتا ہے۔ ظالم حکمران جتنے اوپر سے مضبوط دکھائی دیتے ہیں اندر سے اتنے ہی کھوکھلے ہوتے ہیں یہ اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے کچھ اس قسم کے افراد کی مدد کے محتاج ہوتے ہیں اور یہ لوگ اپنے شعبدوں سے اپنے ہاتھ کی صفائی سے رعایا کو مرغوب کرنے کی سعی میں لگے رہتے ہیں جس سے بادشاہ کو مزید ظلم و زیادتی کا موقع مل جاتا ہے۔ ظالم و جابر حکمران مخلوق خدا کو اپنا عبد (غلام) بنانے والے حکمران قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں جواب دہ ہوں گے تو وہاں ان کے ساتھ ان افراد کو جو خفیہ طور پر ان کے معاون ہوتے ہیں بھی جواب دہ ہونا پڑے گا اور ظالمین کی سزا میں یہ بھی برابر کے شریک ہوں گے۔

صبر......اور اسوۂ انبیاء کرام علیہم السلام

(i) نبی کی دعا......قوم کی بخشش کے لیے

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: كَأَنِّي أَنْظُرُ إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْكِي نَبِيًّا مِنَ الْأَنْبِيَاءِ، ضَرَبَهُ قَوْمُهُ فَأَدْمَوْهُ، فَهُوَ يَمْسَحُ الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ، وَيَقُوْلُ: رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي فَإِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گویا اب بھی میں (چشم تصور سے) حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک نبی کا ذکر فرما رہے ہیں جن کی قوم نے ان کو مارا اور لہولہان کر دیا تو وہ اپنے

چہرے سے خون پونچھتے جاتے ہیں اور کہتے ہیں: اے رب! میری قوم کو بخش دے کیونکہ یہ نہیں جانتے (کہ میں کون ہوں)

(صحیح بخاری: ۲۵۳۹/۶، الرقم: ۶۵۳۰، صحیح مسلم: ۱۴۱۷/۳، الرقم: ۱۷۹۲، سنن ابن ماجہ: ۱۳۳۵/۲، الرقم: ۴۰۲۵، مسند احمد بن حنبل: ۳۸۰/۱، الرقم: ۳۶۱۱)

(ii) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صبر

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ اِذِ ابْتَلٰۤی اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ

اور (وہ وقت یاد کرو) جب ابراہیم (علیہ السلام) کو ان کے رب نے کئی باتوں میں آزمایا تو انہوں نے وہ پوری کر دیں۔ (پ:۱، البقرہ:۱۲۴)

اللہ کریم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مختلف قسم کی آزمائشوں میں ڈالا مثلاً

☆ ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ میں ڈالے گئے۔

☆ ...... ان کو حکم ہوا کہ اپنی چہیتی بیوی اور ننھے بچے کو بیابان میں چھوڑ آئیں۔

☆ ...... کعبہ کی تعمیر کی دشوار ذمہ داری سونپی گئی۔

☆ ...... بیٹے کو ذبح کرنے کا حکم ہوا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ کریم کی طرف سے جیسے جیسے حکم ملتے رہے وہ ویسے کرتے رہے۔ اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس کی جزا ان کو یہ ملی کہ نوع انسانی کے امام ٹھہرے۔

(iii) حضرت ایوب علیہ السلام کا صبر

حضرت ایوب علیہ السلام نے جسمانی، مالی مصیبتیں برداشت کیں اور صبر کا ایسا نمونہ پیش کیا کہ خود اللہ رب العزت نے تعریف فرمائی:

ارشاد فرمایا:

اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ ۝

بے شک ہم نے اسے ثابت قدم پایا (ایوب علیہ السلام) کیا خوب بندہ تھا۔ بے شک وہ (ہماری طرف) بہت رجوع کرنے والا تھا۔

(پ:۲۳،ص:۴۴)

جب حضرت سیّدنا ایوب علیہ السلام کی آزمائش کا وقت قریب آیا تو حضرت سیّدنا جرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر عرض کی: اے ایوب (علیہ السلام) عنقریب آپ کا رب عزوجل آپ پر ایسی آزمائش اور ہولناک معاملہ نازل فرمائے گا کہ جسے پہاڑ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ حضرت سیّدنا ایوب علیہ السلام نے فرمایا:

اگر میں محبوب کے ساتھ تعلق میں ثابت قدم رہا تو ضرور صبر کروں گا یہاں تک کہ میرے بارے میں یوں کہا جائے۔ "یہ انتہائی تعجب خیز بندہ ہے۔" پھر آپ علیہ السلام کو یہ ندا دی گئی:

"اے ایوب! آزمائش کے لیے تیار ہو جاؤ اور میرا حکم و فیصلہ نازل ہونے تک صبر کرتے رہو۔"

آپ کی آزمائش کا سبب یہ تھا کہ ابلیس لعین نے حسد کی وجہ سے طرح طرح کے مکر و حیلے سے آپ پر غالب ہونا چاہا لیکن نہ ہو سکا تو کہنے لگا: یا اللہ عزوجل! ایوب شکر گزار بندہ ہے وہ اس لیے فرمانبردار ہے کہ تو نے اسے مال، رزق اور اولاد میں وسعت عطا فرمائی اور صحت بخشی ہے۔ اگر تو یہ سب کچھ واپس لے لے تو ایک لمحہ بھی تیری اطاعت نہ کرے گا۔ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا:

"وہ اپنی حالت میں ہرگز تبدیلی نہ کرے گا۔"

چنانچہ آزمائش شروع ہوئی اور آپ کی ساری اولاد لے لی گئی اس پر آپ علیہ السلام اور زیادہ عبادت کرنے لگے۔ دوسرے دن مال جلا دیا گیا تو فرمایا: تمام عطائیں اسی کی ہیں جو چاہے لے لے چاہے باقی رکھے۔ تیسرے دن آپ علیہ السلام صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ شیطان لعین نے آپ علیہ السلام کے جسم پر پھونک ماری تو آپ علیہ السلام

جسمانی بیماری میں مبتلا ہو گئے۔ لیکن آپ علیہ السلام ظاہر و باطن میں اللہ عزوجل کا ذکر کرتے رہتے۔

مال واولاد چلے جانے کے بعد جب آپ علیہ السلام جسم کی آزمائش میں مبتلا ہوئے تو فرمایا: تمام خوبیاں اللہ عزوجل کے لیے ہیں جس نے مجھے اپنی عبادت کے لیے چن لیا اور مجھ پر اپنا خاص فضل اور بھلائی فرمائی اور مجھے اپنے علاوہ کسی چیز میں مشغول نہ رکھا۔ حضرت سیّدنا ایوب علیہ السلام ہمیشہ ذکر کرتے رہے اور اپنے رب عزوجل کی حمد اور شکر بجالاتے رہے۔

آزمائش انسان کے احوال کو ظاہر اور محبت کے دعوے دار کی حالت بہت جلد واضح کر دیتی ہے۔ اللہ عزوجل نے اپنے پیارے نبی حضرت ایوب علیہ السلام پر ستر ہزار قسم کی آزمائشیں نازل فرمائیں لیکن آپ علیہ السلام نے صبر و شکر کیا اور شکوہ نہ کیا۔ ہم تو ایک کانٹا بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ جبکہ حضرت سیّدنا ایوب علیہ السلام کو اولاد لے کر آزمایا گیا مگر آپ علیہ السلام نے عبادت میں اضافہ کر دیا۔ مال لے لیا گیا مگر محبت الٰہی میں ذرہ برابر کمی نہ آئی۔ تمام آزمائشوں پر راضی رہے اور ظاہری و باطنی طور پر بالکل کوئی شکوہ نہ کیا۔

چنانچہ آپ علیہ السلام کو ندا دی گئی: اے ایوب! تو نے ہماری آزمائشوں پر صبر کیا تو ہم تجھے تیرا مال اور اولاد لوٹا دیں گے اور تیرے جسم کو آزمائش سے عافیت بخشیں گے۔ اور تیرا نام اپنی آخری کتاب میں لکھ دیں گے اور تیرا ذکر محبوب بندوں کے رجسٹر میں پھیلا دیں گے۔ (الروض الفائق، ص:۸۷، المستدرک، ۲/ ح ۵۸۱۰، حلیۃ الاولیاء ۳/ ۳۷۵)

(iv) حضرت آسیہ سلام اللہ علیہا کا صبر

حضرت سیدتنا آسیہ بنت مزاحم سلام اللہ علیہا فرعون کی بیوی تھیں۔ حضرت آسیہ سلام اللہ علیہا نے جب جادوگروں کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں مغلوب

[illegible]

جب فرعون کو خبر ہوئی تو اس ظالم نے ان پر بڑے بڑے عذاب کیے۔ بہت زیادہ زدوکوب کے بعد چومیخا کر دیا یعنی چار کھونٹیاں گاڑ کر حضرت آسیہ سلام اللہ علیہا کے چاروں ہاتھوں پیروں میں لوہے کی میخیں ٹھونک کر چاروں کھونٹوں میں اس طرح جکڑ دیا کہ وہ ہل بھی نہیں سکتی تھیں اور دھوپ کی تپش میں ڈال دیا اور بھاری پتھر ان کے سینے پر رکھنے کا حکم دیا۔ جب پتھر لایا گیا تو حضرت آسیہ سلام اللہ علیہا نے اللہ رب العزت کی بارگاہ میں عرض کی:

"یارب عزوجل! میرے لیے جنت میں ایک گھر بنا دے۔" انہیں جنت میں سفید موتیوں سے بنا ہوا ان کا گھر دکھایا گیا اور پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی روح قبض کر لی پس جب ان کے جسم پر پتھر رکھا گیا تو ان کے جسم میں روح نہیں تھی تو انہیں کچھ بھی درد محسوس نہ ہوا۔

ابن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ وہ زندہ ہی اٹھا کر جنت میں پہنچا دی گئیں۔ پس وہ جنت میں کھاتی اور پیتی ہیں۔ (عمدۃ القاری: ۱۱/۱۴۴)

ایہہ صبر بہت پیارا اے
اس صبر دا راز نیارا اے
وچ قبر دے خاص سہارا اے
پڑھو لا الٰہ الا اللہ ہے محمد پاک رسول اللہ

صبر......اور اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم

میرے کریم آقا نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تمام کمالات اور صفات میں انبیاء سابقین سے افضل و اعلیٰ ہیں لہٰذا صبر جیسا عظیم کمال بھی آپ میں انتہا ہی نمایاں ہے

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حبیب رب اکبر ہیں

میرے آقا حامی مضطر ہیں
میرے آقا حق کے پیغمبر ہیں
میرے آقا حامی وناصر ہیں
میرے آقا حلم سراسر ہیں
میرے آقا حق وصداقت کے مظہر ہیں
میرے آقا حسن سراسر ہیں
میرے آقا صبر کے پیکر ہیں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیوی زندگی کا آغاز ہی ابتلاء سے ہوا۔اس دنیا پر قدم رنجا فرمانے سے پہلے ہی آپ کے والد ماجد کا انتقال ہو چکا تھا۔یتیمی کے اس زخم پر مرہم رکھنے والی ہستیاں والدہ ماجدہ اور جدامجد بھی بچپن ہی کے مرحلے میں داغ مفارقت دے گئے۔دنیا کے کفر گڑھ کو کفر وشرک سے پاک کر کے وہاں توحید خداوندی کے جھنڈے لہرانے کے خداداد فریضہ کی ادائیگی کے لیے کام کا آغاز کیا تو مشفق چچا اور جان نثار رفیقہ حیات کو قدم قدم پر اپنے ساتھ پایا لیکن جب سارا مکہ خون کا پیاسا ہو گیا تو ان دونوں مونس وغمخوار ہستیوں کی جدائی کا صدمہ بھی برداشت کرنا پڑا۔

مکہ جیسے مقدس شہر کو چھوڑا، بیت اللہ الحرام سے جدائی کے داغ کو سینے میں چھپایا، گھر بار قبیلہ اور خاندان چھوڑا۔نہ صرف کفار مکہ سے بلکہ ابتداء میں پورے عرب کے کفار سے اور پھر دنیا کے جابر ترین بادشاہوں کے خلاف، مٹھی بھر جاں نثاروں کی معیت میں جنگیں لڑیں۔ان میں سے ہر لمحہ صبر آزما تھا لیکن خدا کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر حال میں صبر کی وہ مثالیں پیش کیں جن کے تصور سے ہی انسان حیرت کے سمندر میں ڈوب جاتا ہے۔

سلام اس پر کہ جس نے بیکسوں کی دستگیری کی
سلام اس پر کہ جس نے بادشاہی میں فقیری کی

سلام اس پر کہ جس نے خون کے پیاسوں کو قبائیں دیں
سلام اس پر کہ جس نے گالیاں سن کر دعائیں دیں

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ صبر سے عبارت ہے۔ چند مثالیں صبر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنئے اور اپنے دلوں میں اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں کے تصور کو جاگزین کریں۔ اور زندگی کی آزمائشوں میں حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کر کے دنیا اور آخرت کی عظمتوں سے بہرہ ور ہوسکیں۔

(i) تکلیف پہنچانے والا......انعام لے گیا

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بیٹھا کرتے تھے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ جاتے تو ہم بھی اٹھ جاتے۔ ایک دن آپ اٹھے تو ہم بھی آپ کے ساتھ اٹھے۔ جب آپ مسجد کے درمیان پہنچے تو ایک اعرابی نے آپ کی چادر کو زور سے کھینچا آپ کی چادر کھردری تھی جس سے آپ کی گردن مبارک پر اس کا نشان رہ گیا۔ پھر اعرابی نے کہا:

اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! یہ مال جو تمہارے پاس ہے اس سے میرے یہ دو اونٹ لاد دو کیونکہ جو تم مجھے دو گے وہ نہ تمہارا مال ہے نہ تمہارے والد کا۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

نہیں! میں تجھے نہیں دوں گا جب تک تم میری چادر کھینچنے کا بدلہ نہ دو۔

اعرابی نے کہا: اللہ کی قسم میں آپ کو بدلہ نہیں دوں گا۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ یہی فرمایا اور ہر مرتبہ اعرابی نے یہی کہا کہ میں آپ کو بدلہ نہیں دوں گا۔ جب ہم نے اعرابی کا قول سنا تو ہم تیزی سے اس کی طرف دوڑے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

"جس نے میری بات سنی میں اسے قسم دیتا ہوں کہ اپنی جگہ سے نہ ہٹے جب تک میں اسے اجازت نہ دے دوں۔" پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے کہا:

اے فلاں! اسے ایک اونٹ گندم اور ایک اونٹ کھجور دے دو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چلو۔ (سنن نسائی، ص:۶۸۷، الرقم:۴۷۸۵)

(ii) ایسے صبر و تحمل پہ...... لاکھوں سلام

تورات شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صفات کو بڑے نمایاں طور پر بیان کیا گیا ہے۔ ان میں ایک صفت: يَسْبِقُ حِلْمُهُ غَضَبَهُ آپ کا تحمل آپ کے غصے پر غالب ہوگا۔ دوسری صفت: وَلَا يَزِيْدُهُ شِدَّةُ الْجَهْلِ عَلَيْهِ إِلَّا حِلْمًا آپ کے ساتھ شدید جہالت کے سلوک کے باوجود آپ کے تحمل و بردباری میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا۔

یہ دونوں صفات کتنی شاندار ہیں کہ میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں موجود تمام صفات ہی اعلیٰ و ارفع ہیں۔

دو جہاں کے تاج والے — میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
دین کو نافذ کرنے والے — میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
دولت ایمان بخشنے والے — میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
دشمن کی بات بھی نہ ٹالنے والے — میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
دین کی نصرت فرمانے والے — میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
دین میں صبر و استقامت والے — میرے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں

زید بن سعنہ مشہور یہودی عالم تھا۔ وہ تورات کا عالم تھا اور حق کا متلاشی تھا۔ اس نے تورات میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پڑھ رکھی تھیں۔ جب اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان صفات کی روشنی میں جانچا تو اسے یقین ہو گیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول ہیں اور آپ کو واقعی اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ مگر اوپر ذکر کی گئی دو صفات ایسی تھیں جن کی وہ تصدیق اب تک نہ کر سکا تھا۔ اس نے ارادہ کیا کہ وہ ان دو صفات کا مشاہدہ کرنے کے بعد اسلام قبول کرے گا۔

چونکہ زید بن سعنہ حق کی تلاش میں تھا۔ وہ مختلف بہانوں سے رسول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مجالس میں آتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرتا اور مذکورہ صفات کو آپ کی ذات گرامی میں دیکھنے کے لیے بے تاب رہتا تھا۔ چند ہی روز گزرے تھے کہ اسے یہ موقع میسر آ گیا۔

زید بن سعنہ کہتا ہے۔ میں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک شخص اپنی سواری پر آیا اور اس نے اپنی قوم کے بارے میں بتایا: اللہ کے رسول! میرا تعلق فلاں قبیلے اور بستی سے ہے۔ ان لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ اگر تم لوگ اسلام قبول کر لو گے تو تمہارے پاس صبح و شام بڑی وافر مقدار میں رزق آئے گا۔ انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔

اب صورت حال یہ ہے کہ ان دنوں قحط سالی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں یہ لوگ بھوک اور بدحالی کے باعث مرتد نہ ہو جائیں۔ آپ اگر مناسب خیال فرمائیں تو ان کے لیے کچھ مال و متاع بھجوا دیں تاکہ ان کی بھوک کا مداوا ہو جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا گویا آپ ان سے پوچھنا چاہتے تھے کہ کیا ہمارے پاس ان دنوں بیت المال میں کچھ مال موجود ہے جو ان کو بھیجا جا سکے۔

مگر یوں محسوس ہوتا تھا کہ ان ایام میں بیت المال خالی تھا۔ شاید اس لیے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی خاموشی سے بات واضح ہو گئی۔ زید بن سعنہ نے موقع غنیمت جانا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی: میرے پاس اس مسئلے کا حل موجود ہے۔ آپ مجھے فلاں باغ کی کھجوریں ایک مقررہ مدت کے بعد ادا کر دیں، مگر ان کی قیمت ابھی مجھ سے لے لیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

نَعَمْ، لٰكِنْ لَا تُسَمِّ حَائِطَ بَنِي فُلَانٍ

"ٹھیک ہے لیکن یہ درست ہے کہ تم کسی معین مدت کے بعد کھجور کی متعین مقدار ادا کر

دوں گا مگر کسی مخصوص باغ کا نام نہ لو۔ ہم آپ کو جہاں سے ممکن ہوا کھجوریں دے دیں گے۔"

زید بن سعنہ کہنے لگا:

قَبِلْتُ

"مجھے منظور ہے۔"

زید کہتا ہے:

فَاَعْطَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَمَانِيْنَ مِثْقَالاً مِنَ الذَّهَبِ

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونے کے اسی (۸۰) دینار دیے۔

آپ نے یہ سارا مال اس اعرابی کے حوالے کرتے ہوئے فرمایا:

اَعْجِلْ عَلَيْهِمْ وَاَغِثْهُمْ بِهَا

"جلدی ان کے پاس پہنچو اور اس مال سے اپنی قوم کی مدد کرو۔"

وہ شخص دعائیں دیتا ہوا رخصت ہو گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے میں چند روز ابھی باقی تھے۔ مگر میں نے آپ کے صبر اور تحمل و بردباری کو جانچنے کا فیصلہ کر لیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا ابوبکر اور سیدنا عمر فاروق اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ایک جنازے میں شرکت کے لیے بقیع الغرقد میں تشریف لے گئے تھے۔ جب آپ جنازے سے فارغ ہوئے تو میں بھی وہاں پہنچ گیا۔ میں نے اپنے منصوبے کے مطابق اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر پکڑ لی اور اسے خوب زور سے کھینچا۔ چادر آپ کے کندھے سے اتر گئی۔ میں نے ساتھ ہی نہایت کرخت لہجے میں کہا:

اَدِّمَا عَلَيْكَ مِنْ حَقِّيْ وَمِنْ دَيْنِيْ يَا مُحَمَّدُ فَوَاللّٰهِ مَا عَلِمْتُكُمْ يَا بَنِيْ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ اِلَّا مُطْلًا فِيْ اَدَاءِ الْحُقُوْقِ وَسَدَادِ الدُّيُوْنِ

''اے محمد! میرا حق اور میرا قرض واپس کر دو۔ اللہ کی قسم! تم عبدالمطلب کی اولاد حقوق کی ادائیگی اور قرض کی واپسی میں جان بوجھ کر تاخیر کرتے ہو۔''

زید کا مطالبہ ویسے ہی غیر معقول اور ناجائز تھا۔ ابھی وعدے کی مدت میں کئی دن باقی تھے۔ پھر انداز ایسا اپنایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پورے خاندان کو درمیان میں گھسیٹ لیا۔ یہ بدتمیزی سے بھرا اخلاق کسی شخص کو غصہ دلانے کے لیے کافی تھی۔ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی اس موقع پر موجود تھے اور اس یہودی کی بکواس سن رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہرزہ سرائی سن کر تو خاموش نہ رہ سکے۔

عمر فاروق رضی اللہ عنہ کہنے لگے: او اللہ کے دشمن! تمہاری یہ جرأت کہ تم اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس قسم کی گھٹیا گفتگو کر رہے ہو۔ میں یہ کیا سن رہا ہوں؟ اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضی کا خیال نہ ہوتا تو میں اس بدتمیزی پر تمہاری گردن اڑا دیتا۔ تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی کہ تم ایسی واہیات گفتگو کرو!؟

ادھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر دیکھیے کہ آپ یہودی کی انتہائی نامناسب اور بیہودہ گفتگو سن کر بھی مشتعل نہیں ہوئے بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر مسکراہٹ کھل گئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو مخاطب ہو کر فرمایا:

''عمر! ایسی بات نہ کہو۔ تمہیں چاہیے تھا:

أَنْ تَأْمُرَنِي بِحُسْنِ الْأَدَاءِ وَتَأْمُرَهُ بِحُسْنِ التَّقَاضِي

مجھ سے کہتے کہ میں اس کا قرض خوش اسلوبی سے ادا کر دوں اور اسے کہتے کہ قرض کا تقاضا اچھے طریقے سے کرے۔''

یہودی عالم نے نبی مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کی اس بلندی اور روح کی پاکیزگی کے سامنے سے ہو کر کہ وہ جو اسے گفتگو سن رہا ہے۔

اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقع پر سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو حکم دیا:

يَا عُمَرُ! خُذْهُ وَاَعْطِهِ حَقَّهُ وَزِدْهُ عِشْرِيْنَ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ جَزَاءَ مَا رَوَّعْتَهُ

''اے عمر! اسے ساتھ لے جا کر اس کا حق ادا کر دو اور اسے بیس صاع (پچاس کلو) کھجوریں زیادہ ادا کر دو، یہ اس چیز کا بدلہ ہے جو تم نے اس کو دھمکایا ہے۔''

زید بن سعنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو پوری توجہ سے سن رہا تھا۔ وہ حیران تھا کہ اس قدر اشتعال انگیز گفتگو کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم حسب سابق تبسم کناں ہیں۔ بلاشبہ آپ کا حلم غصے پر سبقت لے گیا ہے۔

زید بن سعنہ کہتا ہے کہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ مجھے ساتھ لے کر بیت المال گئے۔ میرا قرض واپس کیا اور حسب ہدایت بیس صاع کھجوریں زیادہ دیں۔ جب میں نے کھجوریں وصول کر لیں تو سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے کہا: یہ میرا حق مجھے مل گیا اس بات کی سمجھ تو آتی ہے مگر یہ بیس صاع زیادہ کس لیے دیئے جا رہے ہیں؟ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اسی طرح ہے۔ یہ اس چیز کا بدلہ ہے جو میں نے تمہیں ڈرایا تھا۔

زید کہتا ہے: میں نے سیدنا عمر سے کہا: کیا تم مجھے جانتے ہو؟ عمر فاروق نے کہا: تم خود ہی اپنا تعارف کرا دو۔ میں نے کہا میں زید بن سعنہ ہوں۔

قَالَ عُمَرُ: اَلْحِبْرُ

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: یعنی وہی جو مشہور یہودی عالم ہے۔

میں نے جواب دیا: ہاں! (اَلْحِبْرُ)

لگتا ہے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس کا نام تو سن رکھا تھا مگر اس سے ملاقات نہیں ہوئی تھی اور وہ اسے پہچانتے نہ تھے۔ اسی لیے انہوں نے تعجب سے کہا (اَلْحِبْرُ) عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جس

انداز میں گفتگو کی ہے اور ان کے ساتھ جس طرح بداخلاقی سے پیش آئے ہو۔ تمہیں ہرگز اس کا کوئی حق نہیں تھا۔ زید بن سعنہ نے کہا: عمر تم بالکل درست کہتے ہو۔ مگر تمہیں معلوم نہیں کہ میں حق کا متلاشی تھا:

وَاللّٰهِ يَا ابْنَ الْخَطَّابِ! مَا مِنْ شَيْءٍ مِنْ عَلَامَاتِ النُّبُوَّةِ اِلَّا وَقَدْ عَرَضْتُهُ فِيْ وَجْهِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ نَظَرْتُ اِلَيْهِ وَلٰكِنَّنِيْ لَمْ اَخْتَبِرْ مِنْهُ خَصْلَتَيْنِ مِنْ خِصَالِ النُّبُوَّةِ

''اللہ کی قسم! خطاب کے بیٹے! میں نے جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نگاہ ڈالی تھی تو نبوت کی تمام علامات دیکھ لی تھیں۔ صرف دو صفتیں باقی رہ گئی تھیں۔''

قَالَ عُمَرُ: وَمَا هُمَا؟

''سیدنا عمر نے پوچھا: وہ کون سی دو صفتیں تھیں؟''

یہودی عالم کہنے لگا:

اَلْاُوْلٰى: يَسْبِقُ حِلْمُهُ غَضَبَهُ

پہلی صفت یہ کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تحمل ان کے غصے پر غالب ہوگا۔

وَالثَّانِيَةُ: لَا تَزِيْدُهُ شِدَّةُ الْجَهْلِ عَلَيْهِ اِلَّا حِلْمًا

''اور دوسری یہ کہ جیسے جیسے ان کے ساتھ زیادہ بدتمیزی کی جائے ویسے ویسے ہی ان کے حوصلے اور برداشت میں اضافہ ہوگا۔''

آج میں نے ان دو صفات کا بھی خوب مشاہدہ کر لیا ہے۔ بلاشبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نبی آخر الزماں ہیں۔ عمر! میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں آج سے اسلام قبول کرتا ہوں۔

پھر زید بن سعنہ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی معیت میں مسجد نبوی میں آیا اور سب کے سامنے واشگاف الفاظ میں کہا:

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

زید بن سعنہ اسلام قبول کرنے کے بعد تمام غزوات میں آپ کے ہمرکاب رہے۔ یہ انتہائی مالدار شخص تھے۔ مال کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دریا دلی سے بھی نواز رکھا تھا۔ اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ یہ غزوۂ تبوک کے دوران فوت ہوئے۔ (المعجم الکبیر: [illegible]، ودلائل النبوۃ للبیہقی: [illegible])

خلق کے داد رس سب کے فریاد رس
کہف روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے بے کس کی دولت پہ لاکھوں درود
مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام

(iii) صبرِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرائیل امین کی تسلیاں

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ کے صبر آزما لمحات میں وہ مشکل ترین وقت بھی ہے جو آپ نے تبلیغ دین کی خاطر، طائف کی گلیوں میں، اپنی راہ گم کردہ قوم کے مظالم سہتے ہوئے گزارا اور ان مظالم پر صبر کا جو انداز اختیار کیا جو صرف آپ ہی کا حصہ ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک دن حضرت جبرائیل امین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے۔ آپ کا دل بہت دکھی تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم لہولہان تھا۔ مکہ کے کسی شخص نے آپ کو مضروب کیا تھا۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا: "آپ کو کیا تکلیف پہنچی ہے؟" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ان لوگوں نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔" جبریل امین علیہ السلام نے عرض کیا: کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں آپ کو نشانی دکھاؤں؟ آپ نے فرمایا: ہاں۔ انہوں نے وادی کی دوسری طرف ایک درخت کی طرف دیکھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: آپ اس درخت کو بلائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس درخت کو بلایا [illegible] آپ کے

پاس آیا حتیٰ کہ آپ کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

جبریل علیہ السلام نے عرض کیا! اس کو لوٹ جانے کا حکم دیجئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حکم دیا تو وہ لوٹ گیا حتیٰ کہ اپنی جگہ پر پہنچ گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری تسلی کے لیے یہ کافی ہے۔ (سنن ابن ماجہ،ص:۲۹۱)

(۱۷) چہرہ اقدس..... خون سے رنگین ہو گیا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں: جنگ احد کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کا دانت مبارک شہید ہو گیا۔ اور آپ کے سر پر زخم آئے۔ خون بہہ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر آنے لگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چہرے سے خون صاف کر رہے تھے اور فرما رہے تھے:

''وہ قوم کیسے فلاح پا سکتی ہے جنہوں نے اپنے نبی کے چہرے کو خون سے رنگین کیا ہے جبکہ وہ انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہا ہے۔'' اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ

(اے حبیب! اب) آپ کا اس معاملہ سے کوئی تعلق نہیں۔

(پ:۴، آل عمران:۱۲۸) (سنن ابن ماجہ،ص:۲۹۱)

درس عمل

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو دشمنان اسلام نے چاہے روحانی تکلیف پہنچائی ہو یا جسمانی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبر کا ایسا عظیم نمونہ پیش کیا جس میں قیامت تک کے انسانوں کے لیے درس عمل موجود ہے۔

فائدہ

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات جن عمدہ صفات کا مجموعہ تھی وہ تمام اعلیٰ و ارفع ہیں۔ کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر پہلو بے مثال ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت بھی — بے مثال ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفقت بھی — بے مثال ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت بھی — بے مثال ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سخاوت بھی — بے مثال ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حلم بھی — بے مثال ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عفوودرگزر بھی — بے مثال ہے
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صبر بھی — بے مثال ہے

ے ایہہ پیارا کملی والا اے
ایہنیں کیتا نور اجالا اے
ایہدا صبر سب توں اعلیٰ اے
پڑھو لا الٰہ الا اللہ یا محمد سرور صل علیٰ

صبر......اوراسوۂ صحابہ کرام علیہم الرضوان

جس طرح سابقہ امتوں کے نیک لوگوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھائے گئے۔حتیٰ کہ انہیں بے دردی سے شہید کر دیا گیا لیکن وہ دین حق پر قائم رہے۔اسی طرح سید الصابرین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ مؤمنین نے بھی دین اسلام کے لیے ایسی ایسی قربانیاں دیں جن کی مثال نہیں ملتی۔

کبھی ان کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹایا گیا......کبھی صحرائے عرب کی بھڑکتی ہوئی ریت پر برہنہ جسم لٹایا جاتا......گھوڑوں کے ساتھ باندھ کر جسم کو درمیان سے چروایا گیا......کبھی جلتے ہوئے تیل میں کود جانا......اپنے جگر کے ٹکڑوں کو بخوشی میدان جنگ میں بھیج کر ان کی شہادت پر شکر الٰہی بجالانا......گھربار......مال واسباب......خاندان و اہل وعیال......اوراپنے آبائی وطن کو چھوڑ کر ہجرت کر جانا......دشت کربلا میں خاندان

نبوت کے لاڈلوں کا بھوک پیاس کی حالت میں ایک ایک کر کے شہید ہو جانا...... اپنے دودھ پیتے بچوں کو اپنے سامنے تیروں سے چھلنی ہوتا دیکھنا...... الغرض پہلی امتوں نے جتنی قربانیاں دیں اس سے کہیں زیادہ قربانیاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں نے دیں یہ سب بارگاہ رسالت کا فیض تھا کہ انہوں نے ایسے ایسے مصائب پر صبر کیا جن کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

؎ کر دتا ہے اسدے تائیں بدر کمال نبی نے
جس نوں الفت نال کرایا پاک جمال نبی نے
نہیں سڑیا وچ اگ جو پھڑیا ہتھ رومال نبی نے
دوزخ وچہ کیوں جاسی صائم جینوں رکھیا نال نبی نے

(i) بیٹے کی وفات پر...... صبر عظیم

حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک صاحبزادہ بیمار تھا۔ آپ گھر سے باہر تشریف لے گئے تو بچے کا انتقال ہو گیا۔ واپس آ کر بچے کا حال پوچھا تو بچے کی والدہ حضرت سیدتنا ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کہا کہ پہلے سے زیادہ پرسکون ہے۔ پھر ان کے سامنے کھانا رکھا۔ انہوں نے کھایا اور پھر بیوی سے ہمبستر ہوئے اس کے بعد ام سلیم نے کہا: بچے کو دفن کرو۔

پھر صبح کے وقت حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ سنایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: کیا تم نے رات کو ہمبستری کی؟ عرض کی: ہاں! آپ نے دعا مانگی: اے اللہ عزوجل! ان دونوں کو برکت دے۔

چنانچہ ان کے ہاں بچہ پیدا ہوا۔ حضرت سیّدنا انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا: اسے اٹھا کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے جاؤ۔ ساتھ ہی کچھ کھجوریں بھی دیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے

پوچھا: اس کے ساتھ کچھ ہے؟ عرض کی: جی ہاں! چند کھجوریں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چبایا اور پھر بچے کے منہ میں رکھ دیں اور یوں اس کی تحنیک فرمائی اور اس کا نام عبداللہ رکھا۔ (صحیح بخاری: ۴/ ۱۷۰۷، الرقم: ۵۱۵۳، صحیح مسلم: ۳/ ۱۶۹۰، الرقم: ۲۱۴۴)

درسِ ہدایت

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے کس درجہ صبر کا مظاہرہ کیا۔ آج اس قسم کے صبر کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ نفوس قدسیہ بارگاہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے پروردہ تھے۔ آپ کی نگاہ کرم سے فیض یافتہ تھے۔ اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر رحمت نے ان کے باطن کو اتنا اجلا اور مصفا کر دیا تھا کہ انہیں سب سے افضل اور سب سے بالا تر اسلامی تعلیمات نظر آتی تھیں اور حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات و فرامین پر عمل ان کی زندگی کا مقصد رہ گیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے صبر پر جو اجر و ثواب عطا فرمایا کہ

انہیں ایک فرزند عطا فرمایا پھر اس فرزند کی قسمت میں پہلی غذا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب مبارک ہے یہ لعاب مبارک کس درجہ برکات و خیرات سے لبریز ہے کہ اگر کسی کھاری کنویں میں ڈالا جائے تو وہ کنواں سب سے میٹھا ہو جائے اور اگر یہی لعاب کسی دکھتی آنکھ میں ڈالا جائے تو وہ آنکھ تندرست ہو جائے۔ یہ لعاب بیمار بولا سے شفاء ہے اس نیک بخت و صالح بچے کے دہن میں جب پہلی غذا یہی لعاب جاتا ہے تو اس لعاب نے اس کے باطن کو کس درجہ طیب و طاہر کر دیا ہوگا اور اس کے من میں کتنا نور بکھیرا ہوگا اور اس کے بختوں کو کہاں تک بلند کیا ہوگا۔

اللہ رب العزت کے لطف و کرم پر قربان جائیں کہ ان نوجوان کو پھر اللہ تعالیٰ نے اولاد کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ان کی اولاد میں سے ۹ لڑکے حافظ قرآن دیکھے۔ سبحان اللہ! جس کا بیٹا اور اولاد قرآن سے محبت رکھتی ہو ان کی عظمتوں کا اندازہ کون لگا سکتا ہے اور اس باپ کے بختوں کا اندازہ کون کر سکتا ہے جس کو ایسی اولاد ملی ہو...

جس کے ۹ بیٹے ہوں اور وہ سب کے سب حافظ قرآن ہوں پھر ساری زندگی قرآن پڑھتے پڑھتے گزر دیں ملکہ

قرآن پڑھنے سے	عزت ملتی ہے
قرآن پڑھنے سے	عظمت ملتی ہے
قرآن پڑھنے سے	رحمت ملتی ہے
قرآن پڑھنے سے	جنت ملتی ہے
قرآن پڑھنے سے	راحت ملتی ہے

(ii) ام سلیم کا مقام...... جنت میں

ام سلیم کا نام رمیصا تھا پیارے مدنی آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں نے (شب معراج) خود کو جنت میں دیکھا تو وہاں ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کی زوجہ رمیصاء رضی اللہ عنہا کو دیکھا۔" (بخاری: ۲/۵۲۵، الرقم: ۳۶۷۹)

(iii) سیدنا بلال رضی اللہ عنہ...... صبر کی عظیم مثال ہیں

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ وہ صحابی رسول ہیں جو بالکل آغاز اسلام میں مشرف بہ اسلام ہوئے۔ ایسے خوفناک ماحول میں جب اسلام لانے کی پاداش میں سخت ترین مصائب وآلام سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔

حضرت سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کو کفار مکہ سخت اذیتیں دیتے تھے۔ ان کا آقا امیہ بن خلف تپتی ہوئی دھوپ میں ان کو مکہ کے صحرا میں پیٹھ کے بل لٹاتا اور ایک بڑا پتھر ان کے سینہ مقدس پر رکھوا دیتا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کہتا: میں تمہیں ایسے ہی سزا دیتا رہوں گا یہاں تک کہ مر جاؤ گے یا پھر تم اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر دو اور لات و عزیٰ کی عبادت کرو لیکن اس قدر تکلیف جھیلنے کے بعد بھی حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی زبان پر احد احد کی صدا جاری رہتی۔ (اسد الغابہ: ۱/۴۹۲)

(iv) مضبوط دیوار...... آگ سے بچا لے گی

ایک عورت اپنے بچے کے ساتھ بارگاہِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئی: اے اللہ عزوجل کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم: ''میرے لیے دعا کیجئے کیونکہ میں اپنے تین بچوں کو دفنا چکی ہوں۔'' نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کیا تو تین بچوں کو دفنا چکی ہے؟'' عرض کی جی ہاں۔ فرمایا: ''بے شک تو نے آگ سے حفاظت کے لیے ایک مضبوط دیوار تیار کر لی ہے۔'' (صحیح مسلم، ص:۱۴۱۶، الرقم:۲۶۳۶)

(v) روزِ محشر...... نعمتوں کے بارے میں سوال ہوگا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، فرماتے ہیں: ایک دن یا رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرات ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے ہوئی۔ آپ نے ان سے پوچھا: اس وقت تمہیں اپنے گھر سے کس چیز نے نکالا ہے؟ انہوں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھوک نے، آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، مجھے بھی اسی چیز نے گھر سے نکالا ہے جس نے تمہیں نکالا ہے۔ لہٰذا اٹھو۔ وہ دونوں آپ کے ساتھ ہو لیے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری کے گھر تشریف لے گئے۔ وہ انصاری اپنے گھر پر نہیں تھے۔ جب ان کی بیوی نے ان (معزز مہمانوں) کو دیکھا تو انہیں خوش آمدید کہا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے (اس انصاری کا نام لے کر) پوچھا کہ وہ کہاں ہیں۔ عورت نے بتایا کہ وہ میٹھا پانی لینے کی خاطر گئے ہیں۔ اسی اثناء میں وہ انصاری بھی آ گئے۔

راوی کہتے ہیں: وہ انصاری گئے اور کھجور کا ایک خوشہ لے آئے جس میں نیم پختہ اور پختہ (ملی جلی) کھجوریں تھیں۔ انہوں نے عرض کیا: یہ کھجوریں تناول فرمایئے۔ انہوں نے چھری پکڑی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شیر دار بکری ذبح نہ کرنا۔ انہوں نے ان مہمانوں کے لیے جانور ذبح کیا۔ ان (معزز ہستیوں نے) بکری کا گوشت کھایا۔ کھجور

کے خوشے سے کھجوریں کھائیں اور (ٹھنڈا) پانی پیا۔ جب وہ سیر اور سیراب ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما سے فرمایا: اس ذات کی قسم، جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ قیامت کے دن تم سے ان نعمتوں کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ تم بھوک کی وجہ سے گھر سے نکلے تھے اور تم اس وقت تک اپنے گھروں کو نہیں لوٹے جب تک اللہ تعالیٰ نے تمہیں یہ نعمتیں عطا نہیں فرمائیں۔ (صحیح مسلم: ۲/۱۷۷)

(vi) اس شکم کی قناعت پہ...... لاکھوں سلام

یہ حقیقت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں محض چند مواقع ایسے نہیں آئے جب آپ کو بھوک کے تجربے سے گزرنا پڑا ہو بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل خانہ کو زندگی بھر اس قسم کے تلخ تجربات سے واسطہ رہا لیکن صبر کا دامن اس عظیم کنبے نے کبھی نہ چھوڑا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، فرماتے ہیں: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل خانہ مسلسل کئی راتیں فاقے کی حالت میں گزارتے تھے اور انہیں کھانے کو کچھ میسر نہ ہوتا تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوراک اکثر جو کی روٹی ہوتی تھی۔ (جامع ترمذی: ۲/۵۹)

کبھی جو کی موٹی روٹی تو کبھی کھجود پانی
ترا ایسا سادہ کھانا مدنی مدینے والے

تیری سادگی پہ لاکھوں تری عاجزی پہ لاکھوں
ہوں سلام عاجزانہ مدنی مدینے والے

دعوتِ عمل

قابل قدر بہنو!

اللہ کریم نے ہمیں طرح طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے لیکن ہم قدم قدم پر ناشکری کرتے ہیں۔ اگر کبھی مصیبت کا وقت آ جائے تو ہم صبر نہیں کرتے نعمتوں پر شکر نہیں

کرتے۔

ذرا غور کیجئے!

ہم طرح طرح کے پھل کھاتے ہیں	مگر ہم شکر نہیں کرتے
تازہ سبزیاں ہم کھاتے ہیں	مگر شکر نہیں کرتے
گوشت، ترکاریاں ہم کھاتے ہیں	مگر شکر نہیں کرتے
گندم کی روٹی ہم کھاتے ہیں	مگر شکر نہیں کرتے
ٹھنڈا پانی ہم پیتے ہیں	مگر شکر نہیں کرتے

یہ نعمتیں اللہ نے انسان کو عطا کی ہیں اور ان نعمتوں کا حساب بھی لیا جائے گا مگر ہم مشکل وقت میں صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ کر ناشکری کرتے ہیں۔

ہمیں کریم آقا صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی سے آپ کے اسوہ حسنہ سے یہ سبق سیکھنا چاہئے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیٹ پر پتھر باندھ کر بھی	صبر کیا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی کئی دن فاقوں میں گزار کر بھی	صبر کیا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو کی روٹی کھا کر بھی	صبر کیا
حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دشمنوں کی سختیوں پر بھی	صبر کیا

اللہ کریم ہمیں بھی ایسا عظیم صبر کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین۔

(vii) منافقین کا دل آزاری کرنا......اور صبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کفار مکہ کے علاوہ عرب کے اکثر مزاج اور گنوار بھی ایسی ایسی ناشائستہ حرکتیں کرتے تھے جن سے درگزر کرنا ہر ایک کے بس کا روگ نہ تھا۔ وہ صرف ذات پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے جو ان دل آزاریوں پر صبر کا مظاہرہ فرماتی تھی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

اَبْصَرَتْ عَیْنَایَ وَسَمِعَتْ اُذُنَایَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

وَسَلَّمَ كَانَ بِالْجِعْرَانَةِ وَفِيْ ثَوْبِ بِلَالٍ فِضَّةٌ وَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُهَا عَلَى النَّاسِ وَيُعْطِيْهِمْ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ اِعْدِلْ يَا رَسُوْلَ اللهِ فَقَالَ وَيْلَكَ فَمَنْ يَعْدِلُ اِذَا لَمْ اَعْدِلْ لَقَدْ خِبْتُ وَخَسِرْتُ اِنْ لَمْ اَعْدِلْ۔

"کہ یہ واقعہ میری دو آنکھوں نے دیکھا اور میرے دو کانوں نے سنا کہ اللہ تعالیٰ کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وسلم جعرانہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت بلال کی چادر میں چاندی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے تقسیم فرما رہے تھے۔ ایک آدمی نے کہا یا رسول اللہ تقسیم میں عدل وانصاف فرمایئے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا: تیرا خانہ خراب ہو اگر میں عدل نہیں کروں گا تو اور کون عدل کرے گا۔ اگر میں عدل نہ کروں تو میں خائب و خاسر ہوں۔"

یہ گفتگو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

دَعْنِیْ اَقْتُلْ هٰذَا الْمُنَافِقَ

مجھے اجازت دیجئے کہ میں اس منافق کو قتل کر دوں۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَعَاذَ اللهِ اَنْ يَّتَحَدَّثَ النَّاسُ اَنِّىْ اَقْتُلُ اَصْحَابِىْ

میں اللہ سے پناہ مانگتا ہوں کہ لوگ میرے بارے میں یہ گفتگو کرنے لگیں کہ اب میں نے اپنے صحابہ کو قتل کرنا شروع کر دیا ہے۔

پھر اس منافق کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ هٰذَا وَاَصْحَابَهٗ يَقْرَءُوْنَ الْقُرْاٰنَ لَا يُجَاوِزُ حُلُوْقَهُمْ اَوْ حَنَاجِرَهُمْ يَمْرُقُوْنَ مِنَ الدِّيْنِ مُرُوْقَ السَّهْمِ مِنَ الرَّمِيَّةِ

یہ (شخص) اور اس کے ساتھی ایسے لوگ ہیں جو قرآن کی تلاوت کرتے

ہیں لیکن قرآن ان کے گلے سے نیچے نہیں اترتا۔ یہ لوگ دین سے اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح تیر اپنے ہدف سے۔"

(ضیاء النبی: ۵/۳۰۵-۳۰۶؛ ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، سبل الہدیٰ: ۷/۴۷)

(viii) شدید بخار میں...... صبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ان مشکلات ہی پر صبر نہیں کرنا پڑا جو تبلیغ حق کی راہ میں آپ کو پیش آئیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان تمام مشکلات سے واسطہ پڑا جو اس دار المحن میں انسانوں کا مقدر بنتی ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مرض کی شدت سے بھی واسطہ پڑا۔ ہر حال میں آپ صبر کا عظیم نمونہ بنے رہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں: میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی حالت میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ میں نے آپ کے جسد انور کو اپنے ہاتھ سے مس کیا تو میں نے عرض کیا:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو شدید بخار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، مجھے (تنہا) بخار کی اتنی شدت برداشت کرنی پڑتی ہے جتنی شدت تم میں سے دو آدمی برداشت کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا: اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کو دوہرا اجر ملتا ہے؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس مسلمان کو بھی مرض یا کوئی اور مصیبت پہنچتی ہے۔ اس مصیبت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو یوں مٹا دیتا ہے جیسے درختوں کے پتے گرتے ہیں۔

(صحیح بخاری: ۲/۸۴۵)

(v) بچے کی وفات پر...... صبر کا صلہ

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"جس مسلمان جوڑے کے تین بچے انتقال کر جائیں اللہ عزوجل ان بچوں

پر فضل و رحمت کرتے ہوئے ان دونوں کو جنت میں داخل فرمائے گا۔"

صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کی: اور دو بچے؟

فرمایا: اور دو بچے بھی۔ پھر عرض کی اور: ایک؟ فرمایا: ایک بھی، پھر فرمایا: اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جس عورت کا کچا بچہ فوت ہو جائے (یعنی حمل ضائع ہو جائے) اور وہ اس پر صبر کرے تو وہ بچہ اپنی ماں کو اپنی ناف کے ذریعے کھینچتا ہوا جنت میں لے جائے گا۔ (مسند امام احمد: ۸/۲۵۴، الرقم: ۲۲۱۵۱)

(vi) نبی مکرم کی کرم نوازیاں

حسن اخلاق کے پیکر، نبیوں کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میری امت میں سے جس کے دو بچے پیشوائی کرنے والے ہوں گے (یعنی فوت ہو چکے ہوں گے) اللہ عزوجل ان کے سبب اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔"

ام المؤمنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی: اور جس کا ایک بچہ پیشوائی کے لیے گیا ہو تو؟ فرمایا: "وہ ایک بچہ بھی پیشوائی کرے گا۔"

عرض کی: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں جس کی پیشوائی کے لیے کوئی نہ ہو تو؟

فرمایا: "ایسوں کی پیشوائی میں کروں گا اور وہ میرے جیسا پیشوا ہرگز نہ پاسکیں گے۔" (ترمذی: ۲/۳۳۳، الرقم: ۱۰۶۴)

جس کا بھری دنیا میں کوئی بھی نہیں والی
اس کو بھی میرے آقا سینے سے لگاتے ہیں

دامان کریمی کی وسعت تو ذرا دیکھو
مجھ جیسے نکمے کو کملی میں چھپاتے ہیں

(vii) سیدنا خباب کو۔۔۔۔کوئلوں پر لٹایا گیا

حضرت سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کی پوری پیٹھ پر زخموں کے سفید نشان تھے۔ امیر

المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے پوچھا! اے خباب رضی اللہ عنہ! یہ زخموں کے نشان کیسے ہیں؟ عرض کی: اے امیر المومنین رضی اللہ عنہ! جب میرے دل میں محبت رسول کی شمع روشن ہوئی اور میں دامن اسلام سے وابستہ ہوا تو کفار مکہ نے مجھے دہکتے ہوئے کوئلوں پر پیٹھ کے بل لٹا دیا اور میری پیٹھ کی چربی سے انگارے بجھائے گئے۔ میں کئی گھنٹے بے ہوش رہا۔ رب کعبہ کی قسم! جب مجھے ہوش آیا تو سب سے پہلے میری زبان سے یہ کلمہ نکلا:

"لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ"

حضرت سیدنا خباب رضی اللہ عنہ کے یہ حالات سن کر امیر المومنین حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھیں بھر آئیں، فرمایا: اے خباب رضی اللہ عنہ! کرتا اٹھاؤ میں تمہاری پیٹھ کی زیارت کروں گا۔ اللہ اللہ! یہ پیٹھ کتنی مبارک و مقدس ہے جو محبت رسول میں جلائی گئی ہے۔ (الطبقات الکبریٰ: ۳/۱۲۳)

صابرین کا مقام و مرتبہ

(i) اللہ صابرین کے ساتھ ہے

اللہ رب العزت اپنے بندوں کو بے شمار نعمتیں عطا فرما کر ان پر احسان عظیم فرماتا ہے تو کبھی انہیں مصائب و آلام کی آزمائش میں ڈال کر کامیابی کی صورت میں اعلیٰ و ارفع درجات کے علاوہ ان گنت دنیاوی اور اخروی انعامات سے بھی نوازتا ہے۔ ایسے خوش بخت لوگوں کو سب سے بڑا انعام اللہ عزوجل کا یہ فرمان ملتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ۝

بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ (پ۲، البقرۃ: ۱۵۳)

سب کائنات کا قرب وہ عظیم نعمت ہے کہ جس کے حصول کے لیے انبیائے کرام

علیہم السلام واولیاء عظام رحمہم اللہ نے ایسی ایسی تکالیف پر صبر کیا کہ جن کے تصور سے ہی لرزہ طاری ہو جاتا ہے۔ اللہ عزوجل ان بزرگ ہستیوں کے صدقے ہمیں دین ودنیا کی بھلائیاں عطا فرمائے اور جو مصائب ہمارے مقدر میں ہیں ان پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس دنیا میں

جس کے ساتھ — کوئی وزیر اعظم ہو
جس کے ساتھ — کوئی تھانیدار ہو
جس کے ساتھ — کوئی M.N.A، M.P.A ہو
جس کے ساتھ — اعلیٰ عہدے دار ہوں
جس کے ساتھ — کوئی وکیل ہو
جس کے ساتھ — کوئی جج ہو

تو وہ اپنے آپ کو محفوظ (Safe) محسوس کرتا ہے مگر

جس کے ساتھ — رب کائنات ہو
جس کے ساتھ — والی کائنات ہو
جس کے ساتھ — غفور ورحیم رب ہو
جس کے ساتھ — جبار وقہار رب ہو
جس کے ساتھ — ستار وغفار رب ہو

وہ شخص نہ صرف اس دنیا میں محفوظ (Safe) ہوتا ہے بلکہ آخرت میں بھی اسے کوئی خوف اور ڈر نہ ہوگا۔

(ii) صابرین کے لیے...... جنت ہوگی

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى مَا لِعَبْدِى الْمُؤْمِنِ عِنْدِىْ جَزَآءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِيَّهُ مِنْ

اَهْلِ الدُّنْيَا ثُمَّ احْتَسَبَهُ اِلَّا الْجَنَّةُ

''حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: جب میں اپنے مومن بندے سے اس کی کوئی دنیوی محبوب چیز لے لوں، پھر وہ صبر کرے تو میرے پاس اس کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں۔''

(بخاری: ۴/۲۲۵، الرقم: ۶۴۲۴، شعب الایمان: ۷/۱۶۶، الرقم: ۹۸۶۲)

(iii) صابرین......فضیلت والے لوگ ہیں

حضرت محمد، نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اللہ عزوجل قیامت کے دن لوگوں کو جمع فرمائے گا تو ایک منادی (پکارنے والا) ندا دے گا۔

''فضیلت والے لوگ کہاں ہیں؟''

تو تھوڑے سے لوگ کھڑے ہوں گے اور جلدی جلدی جنت کی طرف چل دیں گے۔

فرشتے پوچھیں گے: ہم تمہیں بہت تیزی کے ساتھ جنت کی طرف جاتا دیکھ رہے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ وہ کہیں گے: ہمیں دوسروں پر فضیلت حاصل ہے۔ فرشتے پوچھیں گے: تمہاری فضیلت کون سی ہے؟ وہ جواب دیں گے کہ

''جب ہم پر ظلم کیا جاتا تھا تو ہم صبر کرتے تھے۔ جب ہم سے برا سلوک کیا جاتا تو ہم معاف کر دیا کرتے تھے۔ جب ہم سے جہالت کا برتاؤ کیا جاتا تو ہم حوصلے اور بردباری سے کام لیتے تھے۔''

اس وقت ان سے کہا جائے گا: ''جنت میں داخل ہو جاؤ! عمل کرنے والوں کا کتنا اچھا اجر ہے۔'' (احیاء العلوم: ۳/۲۲۰)

(iv) صابرین......نکھرے لوگ ہیں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتّٰى نَعْلَمَ الْمُجٰهِدِيْنَ مِنْكُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ

اور ہم ضرور تمہاری آزمائش کریں گے یہاں تک کہ تم میں سے (ثابت قدمی کے ساتھ) جہاد کرنے والوں اور صبر کرنے والوں کو (بھی) ظاہر کر دیں۔(پ:۲۶،محمد:۳۱)

فائدہ

اہل ایمان کی ساری زندگی جہاد سے عبارت ہوتی ہے...... وہ ظاہری دشمن کے خلاف بھی جہاد کرتا ہے...... اور خواہشات نفس کے خلاف بھی جہاد میں مصروف رہتا ہے...... وہ ظاہری دشمن کے وار سے بھی بچتا ہے...... اور باطنی دشمن کے قید و مکر سے اپنا دامن بچالیتا ہے۔

یہی بندہ مؤمن ساری زندگی شکر و صبر کا پیکر رہتا ہے۔

اگر انعام ملے	تو شکر کرتا ہے
اگر آزمائش آئے	تو صبر کرتا ہے
اگر خوشحالی ہو	تو شکر کرتا ہے
اگر تنگدستی ہو	تو صبر کا پیکر بن جاتا ہے

اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کو شکر و صبر کا پیکر بنائے اور حق پر چلتے رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

(۷) صابرین...... عزم الامور والے ہوتے ہیں

صبر کرنے والا	قناعت کا پیکر ہوتا ہے
صبر کرنے والا	محبت و شفقت کا پیکر ہوتا ہے
صبر کرنے والا	حلم و بردباری کا پیکر ہوتا ہے
صبر کرنے والا	تواضع و انکساری کا پیکر ہوتا ہے
صبر کرنے والا	اطاعت و فرمانبرداری کا پیکر ہوتا ہے

صبر کرنے والا　　　　عزم وہمت کا پیکر ہوتا ہے

ارشادِ خداوندی ہے:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

اور یقیناً جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے تو بے شک یہ بلند ہمت کاموں میں سے ہے۔ (پ:۲۵، الشوریٰ:۴۳)

(vi) صبر کرنے والی عورت...... جنتی ہے

حضرت عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

اَلَا اُرِيْكَ امْرَاَةً مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ؟

کیا میں تجھے اہلِ جنت سے ایک عورت نہ دکھاؤں؟

میں نے عرض کی: ضرور دکھائیے۔

آپ نے فرمایا:

هٰذِهِ الْمَرْاَةُ السَّوْدَآءُ اَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یہ سیاہ فام عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔

اور عرض کرنے لگی:

اِنِّيْ اُصْرَعُ، وَاِنِّيْ اَتَكَشَّفُ، فَادْعُ اللّٰهَ تَعَالٰى لِيْ .

مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے جس کی وجہ سے میں بے پردہ ہو جاتی ہوں۔ اللہ عزوجل سے میرے لیے دعا کیجئے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ، وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ تَعَالٰى اَنْ يُّعَافِيَكِ .

اگر صبر کر سکو تو تمہارے لیے جنت ہے اور اگر چاہو تو میں تمہاری صحت کے

لیے اللہ عزوجل سے دعا کروں۔

اس نے کہا:

اَصْبِرُ

میں صبر کروں گی۔

پھر عرض کی:

اِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰہَ اَنْ لَّا اَتَکَشَّفَ

میں بے پردہ ہو جاتی ہوں، دعا کیجئے میں بے پردہ نہ ہوا کروں۔

چنانچہ، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دعا فرمادی۔

(صحیح بخاری:۴/۱۸۰۹، الرقم:۵۶۵۲، صحیح مسلم:۴/۱۸۲، الرقم:۲۵۷۶، مسند احمد بن حنبل:۳/۲۸۴، الرقم:۳۲۴۰)

ے جہڑی صبر صحابیہ کر گئی اے
اوہ اعلیٰ درجے چڑھ گئی اے
اوہ سلامتی والے گھر گئی اے
پڑھو لا الٰہ الا اللہ ہے محمد پاک رسول اللہ

پردہ اور تعلیم مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَتَحَ قُلُوْبَ الْعُلَمَاءِ بِمَفَاتِیْحِ الْاِیْمَانِ ○ وَشَرَحَ صُدُوْرَ الْعُرَفَاءِ بِمَصَابِیْحِ الْاِیْقَانِ ○ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ عَلَّمَهُ الْبَیَانَ ○ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی بَدْرِ التَّمَامِ ○

اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ؕ ذٰلِكُمْ اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ○

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَا نُوْرَ اللّٰہِ

نعت رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

دھیاں مشکل کی بلکہ محال ترا اے بچنا زہریلی ہوا کولوں
ایہہ وی سچ اے بچنا ہے بہت مشکل نویں فیشن دی دلکش بلا کولوں

ایہہ وی سچ اے کہ لئی شیطان جاوے سانوں دور راہ مصطفیٰ کولوں
اے پر ایس ماحول وچہ بچن والے شاناں پون گے رب العلیٰ کولوں

بھلنا سبق نہیں چاہیدا مومناں نوں ملیا جو احمد مجتبیٰ کولوں
چیتے دھیاں نوں رکھنا چاہی دا اے ملیا درس جو خیر النسا کولوں

لا کے سینے تقدس پاکیزگی نوں اپنی فیر پہلی پیدا شان کر لو
رشک تساں تے جنت دیاں کرن حوراں ایسی صاف پاکیزہ زبان کر لو

پردے اندر بتول دے وانگ رہ کے اپنی عصمت دے اچے نشان کر لو
دن چار ہے زندگی وانگ زہرا شب و روز تلاوت قرآن کر لو

مسلماناں دیو دھیو واسطہ ہے بچ جاؤ فیشن دی گندی بلا کولوں
اپنی حول مقصود دا پتہ پچھو زہرا پاک اپنی رہنما کولوں

عرشاں فرشاں تے تساں دے دون چرچے ایسا اعلیٰ کردار ذیشان کر لو
پیدا کرکے مجاہد مثال ماں دی اپنی شان تے آن کر لو

ابتدائیہ

(الف)

اللہ رب العزت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ تا کہ آپ تمام انسانوں کو ان کے غالب وستودہ صفات پروردگار کے حکم کے مطابق اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔ دین اسلام کے خصائص میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کو پردے کا حکم دے کران کی عصمتوں کو محفوظ کر دیا۔

لیکن اس دور میں جبکہ کچھ لوگوں نے پردے کے متعلق نامناسب انداز میں گفتگو شروع کی ہے۔ ان لوگوں کو دیکھ کر جو پردے کے قائل ہی نہیں یا کم از کم چہرے کو کھلا رکھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے۔ ہمارے ہاں بھی کچھ لوگ شریعت مطہرہ کے اس حکم بالخصوص چہرہ ڈھانپنے کے متعلق غلط فہمی کا شکار ہونے لگے ہیں۔ ان کی طرف سے یہ سوال کیا جانے لگا ہے کہ پردہ واجب ہے یا مستحب؟ یہ شرعی حکم ہے یا اس معاملہ میں ماحول، عادات اور رسم ورواج کو پیش نظر رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیۓ؟ کیا ایسا تو نہیں کہ اس کی کوئی شرعی حیثیت ہی نہ ہو کہ اس کے واجب یا مستحب ہونے کا حکم لگایا جا سکے؟ اس قسم کے شکوک وشبہات، غلط فہمیوں کے ازالے اور حقیقت حال کی وضاحت کے لیے قرآن پاک سے دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

پردے کی اوٹ میں سوال کرنے کی ہدایت

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

وَاِذَا سَاَلْتُمُوْهُنَّ مَتَاعًا فَسْـَٔلُوْهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۭ ذٰلِكُمْ

اَطْهَرُ لِقُلُوْبِكُمْ وَقُلُوْبِهِنَّ ؕ

ترجمہ: اور جب تم مانگو ان سے کوئی چیز تو مانگو پس پردہ ہو کر۔ یہ طریقہ پاکیزہ تر ہے۔ تمہارے دلوں کے لیے نیز ان کے دلوں کے لیے۔

(پ:۲۲، الاحزاب:۵۳)

یہی وجہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔ یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے۔ اس آیت میں جس چیز کے مانگنے کا ذکر فرمایا، اس سے مراد برتنے کی چیزیں ہیں جن کو لوگ عاریۃً مانگتے ہیں ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد فتویٰ یعنی دینی مسائل کا پوچھنا ہے۔ ایک اور قول یہ ہے کہ اس سے مراد قرآن مجید کی آیات ہیں۔ اور زیادہ صحیح یہ ہے کہ اس سے مراد دین اور دنیا کی وہ تمام چیزیں ہیں جن کی ضرورت پیش آتی ہے۔

نیز اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ مسلمان ازواج مطہرات سے پردے کی اوٹ سے دینی مسائل بھی معلوم کر سکتے ہیں۔ اور دنیاوی ضرورت کی چیزیں بھی طلب کر سکتے ہیں۔ اس اجازت میں عام مسلم خواتین بھی داخل ہیں۔ کیونکہ عورتیں مجسم چھپائی جانے والی جنس ہیں۔ ان کا بدن اور ان کی آواز سب مستور ہے۔ بلکہ واجب الستر ہے اور سوا شہادت یا علاج کے ان کے لیے اپنے جسم کے کسی حصہ کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔

درس عبرت

ہمارے زمانہ میں اسکولوں...... کالجوں...... یونیورسٹیوں میں مخلوط تعلیم کا رواج ہے...... دفتروں...... اور نجی...... اور سرکاری اداروں میں عورتیں...... اور مرد ایک ساتھ کام کرتے ہیں...... ان کا آزادانہ میل جول ہوتا ہے...... اور وہ بے تکلف ایک دوسرے کے ساتھ گپ شپ کرتے ہیں...... بعض کہتے ہیں کہ یہ اسلام میں منع نہیں ہے...... اور چہرے کا پردہ اسلام میں نہیں ہے...... اور بعض کہتے ہیں...... بس دل میں پاکیزگی اور

خوف خدا ہونا چاہئے...... اور پردہ کی ضرورت نہیں ہے...... یہ اس آیت کے خلاف ہے...... اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حجاب میں رہنے کا حکم دیا ہے...... عورت کے چہرہ کا ستر واجب نہیں ہے...... یعنی وہ چہرے کو نماز میں کھلا رکھ سکتی ہے...... اور محارم کے سامنے ظاہر کرسکتی ہے...... لیکن اجنبی مردوں کے سامنے چہروں کو چھپانا واجب ہے...... اور یہی حجاب ہے......

جس کا اس آیت میں حکم دیا گیا ہے۔ اسی لیے فرمایا ہے کہ جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو حجاب کی اوٹ سے مانگو حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے متعلق کس کے دل میں کوئی برا خیال آسکتا ہے؟

نیز فرمایا یہ تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لیے نہایت پاکیزگی کا باعث ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی کا چہرہ دیکھ کر انسان کے دل میں اچانک اور غیر اختیاری طور پر کوئی بے ہودہ خیال آ جاتا ہے۔ یا کوئی ناجائز خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ اور جب تم ازواج مطہرات پر نگاہ نہیں ڈالو گے تو تمہارا دل و دماغ اس قسم کے خیالات اور خواہشوں سے محفوظ رہے گا۔

پردہ کے خلاف بعض کہتے ہیں ——— یہ ترقی میں رکاوٹ ہے
پردہ کے خلاف بعض کہتے ہیں ——— یہ عورت پر ظلم ہے
پردہ کے خلاف بعض کہتے ہیں ——— یہ قید ہے
پردہ کے خلاف بعض کہتے ہیں ——— یہ جدید تقاضوں کے خلاف ہے
پردہ کے خلاف بعض کہتے ہیں ——— یہ پرانی سوچ ہے
پردہ کے خلاف بعض کہتے ہیں ——— یہ پردے کا ثبوت کہاں ہے
پردہ کے خلاف بعض کہتے ہیں ——— یہ پریشانی کا باعث ہے

ذرا تاریخ کا مطالعہ کیجئے! اگر تو نے انسانی تاریخ کا مطالعہ کیا ہوتا تو تجھے معلوم ہوتا کہ اس چہرے نے کس کس کو گھائل اور تباہ و برباد کر دیا۔ دنیا کے [illegible]

وجہ سے ہوئے ہیں جب کوئی مرد کسی عورت کی عزت داغ دار کرتا ہے تو کیا اس کا سبب عورت کا برہنہ چہرہ بنتا ہے یا کوئی دوسرا عضو؟ اگر مرد کا ابتدائی میلان کسی لڑکی کی طرف ہوتا ہے تو اس کا اصل محرک چہرہ ہی ہوتا ہے۔ اگر ہم ان عورتوں کا سروے کریں جو جنسی حملوں کا شکار ہوئی ہیں تو معلوم ہوگا کہ برہنہ چہرے والی خواتین ہی طرح طرح کے جنسی آشوب اور گینگ ریپ کا شکار ہوتی ہیں۔

میں سوال کرتی ہوں کہ کیا اللہ تعالیٰ یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ چہرے کا پردہ نہ کیا جائے؟ نہیں! ہرگز نہیں! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرگز ایسا کوئی حکم نہیں دیا۔ وہ اللہ تعالیٰ جو عورتوں کو زمین پر زور سے پاؤں مارنے کی اجازت بھی نہیں دیتا۔ مبادا عورتوں کے پازیب کی جھنکار سن کر کوئی جنس زدہ اس کی طرف مائل ہو جائے۔ بھلا وہ چہرہ کھلا رکھنے کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید فرقان حمید میں ارشاد فرمایا:

وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ؕ

ترجمہ: اور نہ زور سے ماریں اپنے پاؤں (زمین پر) تا کہ معلوم ہو جاوے وہ بناؤ سنگھار جو وہ چھپائے ہوئے ہیں۔ (پ:۱۸، النور:۳۱)

اللہ تعالیٰ تو چاہتا ہے کہ لوگوں کو پاؤں کے پوشیدہ زیورات دکھانا تو درکنار ان کی آواز تک سنائی نہ دے۔ اس کے برعکس یہ خواہش کی جاتی ہے کہ خوبصورتی کے سب سے بڑے مظہر چہرے کو ننگا رکھا جائے اور آوارہ نگاہوں کی ہوس کا نشانہ بنا جائے۔

مگر اللہ تعالیٰ چہرہ ظاہر کرنے کی اجازت کس طرح دے سکتا ہے جبکہ وہ اس زیور کے پوشیدہ حصے (ٹخنے) سے نکلنے والی آواز کو بھی پوشیدہ رکھنے کا حکم دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ

وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝

ترجمہ: اگر تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ پس ایسی نرمی سے بات نہ کرو کہ طمع کرنے لگے وہ (بے حیا) جس کے دل میں روگ ہے۔ اور گفتگو کرو تو باوقار انداز سے کرو۔ (پ:۲۲،الاحزاب:۳۲)

معلوم ہوا کہ:

پردہ کرنے سے دل	پاکیزہ رہتا ہے
پردہ کرنے سے دماغ	پاکیزہ رہتا ہے
پردہ کرنے سے سوچ	پاکیزہ رہتی ہے
پردہ کرنے سے ہوش	پاکیزہ رہتی ہے
پردہ کرنے سے جسم	پاکیزہ رہتا ہے
پردہ کرنے سے گھر	پاکیزہ رہتا ہے
پردہ کرنے سے زندگی کا اختتام	پاکیزہ ہوتا ہے

(ب) پیکر حیا بن کر نکلنے کی تلقین

تمام جاہلی تہذیبوں میں خواہ شرقی ہوں یا غربی، قدیم ہوں یا جدید، عورت کو ایک کھلونا ہی سمجھا جاتا ہے۔ ہوسناک نگاہیں اس کا تعاقب کرنے میں ذرا شرم محسوس نہیں کرتیں۔ جب تک عورت اپنے حقوق سے بے خبر اور محروم تھی۔ اس وقت تک حکما اسے محفل رقص و سرود کی زینت بننے پر مجبور کیا جاتا رہا۔ اور جب اسے اپنے حقوق سے آگاہی ہوئی تو پرانے شکاریوں نے اسے پھانسنے کے لیے نیا جال بچھانا شروع کردیا۔

انہوں نے اپنا سارا فلسفہ اور زور قلم اس کو یہ باور کرانے میں مصروف کردیا کہ اب تو آزاد ہے۔ تجھے حق پہنچتا ہے کہ تو بن سنور کر سات سنگھار کر کے گھر سے باہر نکل۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ لِكُلِّ دِيْنٍ خُلُقًا وَخُلُقُ الْإِسْلَامِ الْحَيَاءُ

ترجمہ: ہر دین کا کوئی نہ کوئی اخلاقی پہلو ہے۔ اور اسلام کا اخلاقی پہلو حیا ہے۔ (ابن ماجہ: ۴۱۸۱-۴۱۸۲)

نیز ایک اور جگہ ارشاد فرمایا:

اَلْحَيَاءُ مِنَ الْإِيْمَانِ وَالْإِيْمَانُ فِي الْجَنَّةِ

ترجمہ: حیاء ایمان سے ہے۔ اور ایمان جنت میں جانے کا سبب ہے۔

(جامع ترمذی، الرقم: ۲۰۰۹، مسند احمد، ۲/۵۰۱)

اَلْحَيَاءُ وَالْإِيْمَانُ قُرِنَا جَمِيْعًا فَإِذَا رُفِعَ اَحَدُهُمَا رُفِعَ الْاٰخَرُ .

ترجمہ: حیا اور ایمان دونوں جوڑے گئے ہیں۔ اگر ان دونوں میں سے ایک اٹھ جائے تو دوسرا خود بخود اٹھ جاتا ہے۔ (اخرجہ الحاکم، صحیح الجامع: ۳۲۰۰)

قرآن کی روشنی میں

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

ترجمہ: اے نبی مکرم! آپ فرمایئے اپنی ازواج مطہرات کو، اپنی صاحبزادیوں کو اور جملہ اہل ایمان کی عورتوں کو کہ (جب وہ باہر نکلیں تو) ڈال لیا کریں اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو اس طرح وہ بآسانی پہچان لی جائیں گی پھر انہیں ستایا نہیں جائے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا، ہر دم رحم فرمانے والا ہے۔ (پ ۲۲، الاحزاب: ۵۹)

امام رازی متوفی ۶۰۶ھ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں آزاد عورتیں اور باندیاں چہرہ کھول کر باہر نکلتی تھیں۔ اور فساق اور فجار ان کے پیچھے دوڑتے تھے۔ تب اللہ تعالیٰ نے آزاد عورتوں کو چادر سے چہرہ ڈھانپنے کا حکم دیا۔ (تفسیر کبیر: ۹/۱۸۴)

جلباب کی تحقیق

آیئے سنئے! جلباب سے مراد باریک دوپٹہ نہیں...... جلباب سے مراد چھوٹی سی پٹی نہیں...... جلباب سے مراد کٹا پھٹا دوپٹہ نہیں...... جلباب سے مراد برائے نام دوپٹہ نہیں...... پھر اس سے مراد کیا ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: جلباب اس چادر کو کہتے ہیں جو دوپٹے کے اوپر سے عبا (گاؤن) کی طرح اوڑھی یا پہنی جائے۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو انصاری خواتین گھروں سے نکلتے وقت اس سکون واطمینان سے چلتیں گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں۔ اور انہوں نے سیاہ رنگ کی چادریں لپیٹ رکھی ہوتیں۔ (تبیان القرآن: ۹/۵۶۱، البحر المحیط: ۸/۵۰۴، دارالفکر)

نتیجہ کیا نکلے گا! وہ بے آبرو ہونے سے محفوظ رہیں گی...... وہ بدنام ہونے سے محفوظ رہیں گی...... وہ بدکار ہونے سے محفوظ رہیں گی...... وہ زنا کار ہونے سے محفوظ رہیں گی...... وہ اللہ کی ناراضگی سے محفوظ رہیں گی...... وہ دوزخ میں جانے سے محفوظ رہیں گی۔

ننگے سر اور بغیر پردے کے رہنا...... زمانہ جاہلیت کی عورتوں کا طریقہ

علامہ ابوالحیان اندلسی متوفی: ۷۵۴ھ لکھتے ہیں:

زمانہ جاہلیت میں یہ طریقہ تھا کہ آزاد عورتیں اور باندیاں دونوں قمیص اور دوپٹے میں چہرہ کھول کر نکلتی تھیں اور جب وہ رات کے وقت قضاء حاجت کے لیے کھجوروں کے جھنڈ اور نشیبی زمینوں میں جاتیں تو بدکار لوگ بھی ان کے پیچھے جاتے اور بعض اوقات وہ آزاد عورت پر بھی دست درازی کرتے اور یہ کہتے کہ ہم نے اس کو باندی گمان کیا تھا۔

تب آزاد عورتوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ باندیوں سے مختلف وضع قطع اختیار کریں بایں طور کہ بڑی چادروں اور کمبلوں سے اپنے سروں اور چہروں کو ڈھانپ لیں تا کہ وہ باحیاء اور معزز رہیں اور کوئی شخص ان کے متعلق بری خواہش نہ کرے۔

(تبیان القرآن:۹/۵۶۰،البحر المحیط:۷/۲۵۵،دارالفکر بیروت)

چادر اوڑھنے کا فائدہ

آج بھی یہی طریقہ ہے جو عورت مکمل پردہ میں باہر نکلتی ہے وہ کسی شخص کی ہوا و ہوس کا نشانہ نہیں بنتی اس پر کوئی بری نظر نہیں ڈالتا۔ نہ کوئی آواز کستا ہے نہ اس کا پیچھا کرتا ہے۔

اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے کا نقصان

جو عورت بے پردہ تنگ اور چست لباس پہن کر سرخی پاؤڈر سے میک اپ کر کے اور اپنے لباس پر پرفیوم اسپرے کر کے خوشبوؤں کی لپٹوں میں گھر سے نکلتی ہے وہ تمام ہوس ناک نگاہوں کا ہدف بنتی ہے اوباش لوگ اس پر آوازیں کستے ہیں اور چھیڑ خانی کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات اس کی عزت لوٹ لی جاتی ہے۔ العیاذ باللہ ان لوگوں پر حیرت ہوتی ہے جو کہتے ہیں اسلام عورت کو پردے کی بو بو بنانا چاہتا ہے! مغربی ممالک میں جہاں کوئی پردہ ہے نہ کوئی حدود و قیود ہیں۔ لڑکیاں نیم عریاں لباس میں برسر عام پھرتی ہیں۔

اور راہ چلتے برسر عام مرد اور عورت بوس و کنار کرتے ہیں...... پارکوں...... اور تفریح گاہوں میں بغیر کسی پردے اور حجاب کے حیوانوں کی طرح مرد اور عورتیں...... ہم آغوش ہوتے ہیں...... اور جنسی عمل کرتے ہیں...... ایک لڑکی کئی کئی بوائے فرینڈز رکھتی ہے...... دفتروں...... کارخانوں...... ہوٹلوں...... اور سیر گاہوں...... میں ہر جگہ مرد اور عورت ساتھ ساتھ رہتے ہیں...... ایک ساتھ کام کرتے ہیں...... جس کے نتیجے میں ناجائز بچوں سے ان کی سڑکیں بھری رہتی ہیں...... اور ہسپتالوں میں اسقاط حمل کرانے والی عورتوں کی

بھرمار رہتی ہے۔اور اس جنسی بے راہ روی سے ان کا ذہنی سکون جاتا رہتا ہے اور لوگ مالیخولیائی کیفیات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

پھر وہ سکون...... اور اطمینان کی تلاش میں سستے نشوں کی تلاش میں پھرتے ہیں...... پہلے وہ اپنے آپ کو شراب میں ڈبو دیتے ہیں...... لیکن اس سے بھی ان کو سکون نہیں ملتا...... اب وہ چرس...... کوکین...... ہیروئن...... اور واکٹ کی پناہ لیتے ہیں...... وہ ایسا تیز سے تیز نشہ چاہتے ہیں...... جو ان کے ذہن کو زیادہ سے زیادہ دیر کے لیے سلا دے...... بے حس کر دے...... اور دنیا...... اور مافیہا سے بے خبر کر دے...... مغربی ممالک کی حکومتیں ان منشیات پر پابندیاں لگا رہی ہیں...... اس کے باوجود منشیات کی کھپت بڑھتی جا رہی ہے...... پابندیوں سے کام نہیں چلے گا...... لوگ سکون چاہتے ہیں...... ان کو سکون مہیا کیجئے...... واکٹ اور مافیہا کا سکون ناپائیدار اور عارضی ہے...... صحت کے لیے تباہ کن ہے...... حقیقی سکون صرف اللہ تعالیٰ کے احکام کی اطاعت میں ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور ایمان کے ساتھ انہوں نے گناہ نہ کیے (یعنی اسلامی احکام کی مخالفت اور ان سے بغاوت نہیں کی) انہی کے لیے امن اور سکون ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ (پ:۷، الانعام:۸۲)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جنسی بے اعتدالی اور بے راہ روی انسان کے ذہنی سکون کو ختم کر دیتی ہے۔ اس لیے اگر ہم دنیا کو ذہنی سکون فراہم کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو جنسی بے راہ روی اور بدچلنی کو ختم کرنا ہوگا۔ اور اس کی پہلی بنیاد پردہ اور حجاب ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ ؕ

ترجمہ: اس طرح وہ بآسانی پہچان لی جائیں گی پھر انہیں ستایا نہیں جائے گا۔ (پ:۲۲،الاحزاب:۵۹)

(ج) تبرج الجاہلیہ کی ممانعت

اسلام کے نزدیک عفت وعصمت کی جو قدر ومنزلت ہے اس کے پیش نظر یہ احکام صادر فرمائے جارہے ہیں۔ ان راستوں کو ہی بند کیا جارہا ہے۔ ان اسباب کا ہی قلع قمع کیا جارہا ہے جن کے ذریعہ اس متاع گرانمایہ کے لٹنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ کوئی زیرک قیمتی جواہرات رکھ کر اپنے گھر کے دروازے چوروں کے لیے نہیں کھولتا۔ جو لوگ اس زعم باطل میں مبتلا ہیں کہ ان کے گھروں کی خواتین ان کی بچیاں نہیں پختہ کردار کی مالک ہیں۔ وہ اگر چہ قیمتی اور بھڑکیلے ملبوسات پہن کر بے پردہ گھومتی رہیں۔ تو ان کی عزت وآبرو پر کوئی آنچ نہیں آسکتی انہیں ہم نرم سے نرم الفاظ میں ''بھولا'' کہہ سکتے ہیں۔ اور ان کا یہ بھولا پن انہیں ایک روز ایسے گڑھے میں پھینک دے گا جس سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ فطرت انسانی کے حیوانی تقاضوں کی شدت سے ان کی دانستہ چشم پوشی انہیں ایسے بھیانک نتائج سے دوچار کردے گی کہ ان کا قلبی سکون برباد اور ذہنی توازن بگڑ کر رہ جائے گا۔ اس وقت وہ پچھتائیں گے جب چڑیاں کھیت چگ گئی ہوں گی۔ اس وقت وہ زار زار روئیں گے۔ لیکن ان کو اپنے درد کا درماں نہیں ملے گا۔

قرآن کی روشنی میں

ارشاد خداوندی ہے:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ

ترجمہ: اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں۔ (پ:۲۲،الاحزاب:۳۳)

وَقَـــرْنَ: یہ لفظ یا قرار سے ماخوذ ہے۔ یا وقار سے، دونوں سے مقصد یہ ہے کہ

امہات المؤمنین کو اپنے گھروں میں سکون و وقار سے ٹھہرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ اور بلا ضرورت گھروں سے نکلنے کی ممانعت فرمائی جارہی ہے اور زمانہ جاہلیت میں عورتیں جس طرح بن ٹھن کر بازاروں میں بے حجاب پھرا کرتی تھیں۔ اور اپنے حسن و جمال کی نمائش کیا کرتی تھیں۔ اس سے سختی سے روکا جارہا ہے۔ اگرچہ یہاں خطاب صرف ازواج الرسول سے ہے لیکن امت کی ساری خواتین کے لیے یہی حکم ہے۔

قابل قدر بہنو!

بے مقصد گھر سے نکلنا	جائز نہیں ہے
بے اجازت گھر سے نکلنا	جائز نہیں ہے
ننگے سر گھر سے نکلنا	جائز نہیں ہے
باریک کپڑوں میں گھر سے نکلنا	جائز نہیں ہے
خوشبو لگا کر گھر سے نکلنا	جائز نہیں ہے
بن سنور کر گھر سے نکلنا	جائز نہیں ہے
دھوم دھام سے گھر سے نکلنا	جائز نہیں ہے

یارسول اللہ! ساری فضیلتیں تو مرد لے گئے

بزاز نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ عورتیں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئیں اور عرض کی:

یارسول اللہ! مرد ساری فضیلتیں لے گئے۔ جہاد میں شرکت کا شرف بھی صرف انہیں نصیب ہوتا ہے۔ کیا کوئی عمل ایسا ہے جو ہم کریں اور ہمیں مجاہدین کا درجہ حاصل ہو۔

فَقَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ۔ مَنْ قَعَدَتْ مِنْكُنَّ فِيْ بَيْتِهَا فَإِنَّهَا تُدْرِكُ عَمَلَ الْمُجَاهِدِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ ۔

ارشاد فرمایا: تم میں سے جو عورت اپنے گھر میں بیٹھے گی اسے مجاہدین کی فضیل

اللہ کا درجہ ملے گا۔ (روح المعانی)

امام ترمذی اور بزاز نے حضرت ابن مسعود سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورت کا مستور اور باپردہ رہنا ہی بہتر ہے۔ جب وہ گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے جھانکنے لگتا ہے۔ جب تک وہ اپنے گھر کی چار دیواری میں رہتی ہے تو وہ رحمت الٰہی سے قریب تر ہوتی ہے۔ (ضیاء القرآن، ۴/۴۶)

پردہ صحابیات کے معمول میں سے ہے

پردہ کرنا اور اپنے جسم کو مکمل طور پر ڈھانپنا صحابیات رضی اللہ عنہن کے معمول میں سے تھا۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا زمانہ تمام زمانوں سے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے زیادہ منزلت رکھتا ہے۔ وہ اخلاق و آداب میں بلند، ایمان میں کامل اور اعمال میں زیادہ صالح تھے۔ وہی قابل اتباع نمونہ ہیں۔ کہ خود ان کو اور ان کی بطریق احسن پیروی کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خوشنودی کی نوید سنائی۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۝

ترجمہ: اور سب سے آگے سب سے پہلے ایمان لانے والے مہاجرین اور انصار سے اور جنہوں نے پیروی کی ان کی عمدگی سے راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ ان سے اور راضی ہو گئے وہ اس سے اور اس نے تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغات، بہتی ہیں ان کے نیچے ندیاں ہمیشہ رہیں گے ان میں ابد تک یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ (پ:۱۱، التوبہ:۱۰۰)

عہد رسالت میں صحابیات کا پردہ

امام ابن ماجہ روایت کرتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ

رسول صلی اللہ علیہ وسلم (خیبر سے) مدینہ تشریف لائے۔ درآں حالیکہ آپ نے حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا سے شادی کی ہوئی تھی۔ انصار کی عورتوں نے آ کر حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بیان کیا۔ میں نے اپنا حلیہ بدلا اور نقاب پہن کر (انہیں دیکھنے) گھر سے نکلی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری آنکھ کو دیکھ کر پہچان لیا۔ میں واپس تیزی سے دوڑی۔ آپ نے مجھے پکڑ کر گود میں اٹھالیا اور فرمایا: تم نے (ان کو) کیسا پایا۔ میں نے کہا اس یہودی عورت کو یہودیوں میں بھیج دیجئے۔ (سنن ابن ماجہ: الرقم: ۱۹۸۰)

اس حدیث میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نقاب پہننے کا ذکر ہے۔ اور یہ کہ ازواج مطہرات اور مسلم خواتین جب کسی ضرورت سے گھر سے باہر نکلتی تھیں تو نقاب پہنتی تھیں۔ یا چادروں سے اپنے چہروں کو ڈھانپ لیتی تھیں۔

مقام غور

جب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے مبارک عہد میں عورتوں کا طریقہ یہ تھا (جو اوپر ذکر کیا گیا) تو ہمارے لیے کس طرح مستحسن ہو سکتا ہے کہ اس طریقے سے ہٹ جائیں جس پر چلنے ہی سے اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا حصول ممکن ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا ۝

ترجمہ: ”اور جو شخص مخالفت کرے (اللہ کے) رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اس کے بعد کہ روشن ہوگئی اس کے لیے ہدایت کی راہ اور چلے اس راہ پر جو الگ ہے مسلمانوں کی راہ سے تو ہم پھیر دیں گے اسے جدھر وہ خود پھرا ہے۔ اور ڈال دیں گے اسے جہنم میں اور یہ بہت بری پلٹنے کی جگہ ہے۔“

(پ: ۵، النساء: ۱۱۵)

ذرا سوچیے!

جہنم میں جانا آسان ہے	یا	پردہ کرنا
روزِ محشر پریشان ہونا آسان ہے	یا	پردہ کرنا
قبر کے عذاب میں پھنسنا آسان ہے	یا	پردہ کرنا

یقیناً پردہ کرنا آسان ہے۔ اور ان مشکلوں کا سامنا کرنا مشکل ہے۔ اس لیے تمام مسلمان ماؤں، بہنوں کو چاہئے کہ وہ مکمل پردہ کر کے گھر سے باہر نکلیں۔ تاکہ کوئی غیر محرم ان پر نظر نہ ڈال سکے۔ ورنہ عنقریب عذابِ الٰہی میں گرفتار ہو جائیں گی۔

دعوتِ فکر

شرعی پردہ کرنے والیوں کی بڑی شانیں ہوتی ہیں۔ چنانچہ اخبار الاخیار میں ہے: سخت قحط سالی ہوئی۔ لوگوں کی بہت دعاؤں کے باوجود بارش نہ ہوئی۔ حضرت سیّدنا بابا نظام الدین ابوالمؤید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی امی جان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے کپڑے کا ایک دھاگہ ہاتھ میں لے کر عرض کی: یا اللہ! یہ اس خاتون کے دامن کا دھاگہ ہے جس (خاتون) پر کبھی کسی نامحرم کی نظر نہ پڑی، میرے مولیٰ! اسی کے صدقے رحمت کی برکھا (بارش) برسا دے! ابھی دعا ختم کی ہی تھی کہ رحمت کے بادل گھر گئے اور رم جھم رم جھم بارش شروع ہو گئی۔ (اخبار الاخیار ص:۲۹۸)

یہی مائیں ہیں جن کی گود میں اسلام پلتا تھا
حیا سے ان کی انسان نور کے سانچے میں ڈھلتا تھا

قابلِ احترام بہنو!

دیکھا آپ نے صحابیات اور صالحات کس قدر پردے کا اہتمام کرتی تھیں۔ جی ہاں! یہی وہ پردہ نشیں مائیں تھیں جنہوں نے بڑے بڑے بہادر جرنیل، سپہ سالار، عظیم حکمران، علماء ربانیین اور اولیائے کاملین کو جنم دیا۔ جن کی بدولت اسلام چار دانگ عالم میں پھیل گیا۔ تمام امہات المؤمنین، جملہ صحابیات سید المرسلین سب باپردہ تھیں۔ حسنین

کریمین کی والدہ ماجدہ خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا باپردہ تھیں......
سرکار بغداد حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ محترمہ سیدتنا ام الخیر فاطمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا باپردہ تھیں...... الغرض جب تک پردہ قائم تھا اور عفت مآب خواتین چادر اور چار دیواری کے اندر تھیں مسلمان خوب ترقی کی منازل طے کرتا جارہا تھا۔

غیر مسلموں پر غالب آرہا تھا۔ جب سے غیر مسلموں کے زیر اثر آکر مسلمانوں نے بے پردگی کا سلسلہ شروع کیا۔ مسلمان مسلسل تنزلی کے گہرے گڑھے میں گرتا جارہا ہے۔ کل تک جو غیر مسلم مسلمانوں کے نام سے لرزہ براندام تھے آج مسلمانوں کی بے پردگیوں، بداعمالیوں کے باعث غالب آچکے ہیں مگر مسلمان ہوش کے ناخن نہیں لے رہا...... سوچتا نہیں ہے کہ یہ کیا ہورہا ہے۔

؎ اے خاصۂ خاصان رسل وقت دعا ہے
امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

جو دین بڑی شان سے نکلا تھا وطن سے
پردیس میں وہ آج غریب الغربا ہے

جس دین کے مدعو تھے کبھی قیصر و کسریٰ
خود آج وہ مہمان سرائے فقرا ہے

وہ دین ہوئی بزم جہاں جس سے فروزاں
اب اس کی مجالس میں نہ بتی نہ دیا ہے

پردے کی فرضیت پر ایک عظیم دلیل

ارشاد خداوندی ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَیَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰی جُیُوْبِهِنَّ وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ

بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ ۚ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

ترجمہ: ”اور آپ حکم دیجئے ایماندار عورتوں کو کہ وہ نیچی رکھا کریں اپنی نگاہیں، اور حفاظت کیا کریں اپنی عصمتوں کی۔ اور نہ ظاہر کیا کریں اپنی آرائش کو مگر جتنا خود بخود نمایاں ہو اس سے اور ڈالے رہیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر اور نہ ظاہر ہونے دیں اپنی آرائش مگر اپنے شوہروں کے لیے یا اپنے باپوں کے لیے یا اپنے شوہروں کے باپوں کے لیے یا اپنے بیٹوں کے لیے یا اپنے خاوندوں کے بیٹوں کے لیے یا اپنے بھائیوں کے لیے یا اپنے بھتیجوں کے لیے اور اپنے بھانجوں کے لیے یا اپنی ہم مذہب عورتوں پر یا اپنی باندیوں پر یا اپنے نوکروں پر جو (عورت) کے خواہشمند نہ ہوں۔ یا ان بچوں پر جو (ابھی تک) آگاہ نہیں۔ عورتوں کی شرم والی چیزوں پر اور نہ زور سے ماریں اپنے پاؤں (زمین پر) تا کہ معلوم ہو جاوے وہ بناؤ سنگھار جو وہ چھپائے ہوتے ہیں۔ اور رجوع کرو اللہ تعالیٰ کی طرف سب کے سب ایمان والو! تا کہ تم (دونوں جہانوں میں) بامراد ہو جاؤ۔“

(پ:۱۸، النور:۳۱)

ہر مسلمان کو معلوم ہونا چاہیے کہ غیر محرم مردوں سے عورت کا پردہ کرنا اور منہ ڈھانپنا فرض ہے اس کی فرضیت کے دلائل رب العزت کی کتاب عظیم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ میں موجود ہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

كَانَ الرُّكْبَانُ يَمُرُّوْنَ بِنَا وَنَحْنُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُحْرِمَاتٌ فَاِذَا حَاذَوْا بِنَا سَدَلَتْ اِحْدَانَا جِلْبَابَهَا مِنْ رَأْسِهَا عَلٰى وَجْهِهَا فَاِذَا جَاوَزُوْنَا كَشَفْنَاهُ ۔

ترجمہ: جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت میں احرام باندھے ہوئے ہوتیں تو اونٹ سوار قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے۔ وہ جس وقت سامنے ہوتے تو ہم اپنے سروں کے اوپر سے چادر چہرے پر لٹکا لیتیں۔ جب وہ آگے گزر جاتے تو ہم پھر سے چادر کو چہرہ پر سے ہٹا لیتیں۔

(سنن ابی داؤد، الرقم: ۱۸۳۳، سنن ابن ماجہ، الرقم: ۲۹۳۵)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ فرمانا کہ "جب وہ (سوار) ہمارے سامنے ہوتے تو ہم اپنے چہروں پر چادریں ڈال لیتیں" واضح دلیل ہے کہ عورت کا چہرہ ڈھانپنا واجب ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا فرمان اور موجودہ معاشرہ

اصل میں ہمارا معاشرہ بے حیائی (Shamelessness) کی لپیٹ میں آچکا ہے۔ فحاشی و عریانی (Obsoenity & Nudity) کی تند و تیز ہوائیں شرم و حیا کی چادر کو تار تار کر رہی ہیں۔ دور جدید کی چکا چوند نے غیرت (Modesty) کا جنازہ نکال دیا ہے۔ اس نام نہاد ترقی نے بے حیائی کو فیشن کا نام دے کر میڈیا کے ذریعے گھر گھر میں پہنچا دیا ہے۔ ذرا غور فرمایئے! اگر آپ کے گھر کے باہری دروازے پر کوئی جوان لڑکی اور لڑکا آپس میں ناشائستہ حرکتیں کر رہے ہوں تو شاید آپ شور مچا دیں گے کہ یہ بے حیائی کر رہے ہیں بلکہ انہیں مارنے کو دوڑ پڑیں! اس میں کوئی شک نہیں کہ یہاں کا غصہ حیا کی وجہ سے ہے۔ لیکن جب آپ نے گھر میں ٹی وی آن کیا جس میں ایک رقاصہ

اور رقاصہ (Dancers) ناچ رہے ہیں۔ ایک دوسرے کو اشارے کر رہے ہیں چھو رہے ہیں تب آپ کی حیا کہاں سو جاتی ہے؟ خدا عزوجل کے لیے سوچئے! کیا یہ بے حیائی کا منظر نہیں ہے؟ یہ آپ کی کیسی الٹی منطق ہے؟ گھر کے باہر ہو رہا تھا تو آپ نے اسے بے حیائی قرار دے کر احتجاج کیا اور یقیناً وہی کام گھر کے اندر آپ کی بہنوں، بیٹیوں کی موجودگی میں T.V کے پردہ سکرین پر ہو رہا ہے تو گویا بے حیائی نہ رہا! توبہ! توبہ! آپ کے سامنے لڑکا اور لڑکی ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے ناچ رہے ہیں اور آپ ہیں کہ آنکھیں پھاڑ کر مزے سے دیکھ رہے ہیں۔ اور اس کی داد دے رہے ہیں! آخر اس طرح خدا عزوجل کے قہر و غضب کو کب تک ابھارتے رہیں گے؟

اور اب تو عجیب دور آ گیا ہے کہ اگر پردے کی بات کی جائے بے حیائی سے روکا جائے تو معاذ اللہ عزوجل کہنے والے کہتے ہیں کہ جناب یہ پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے! ہمیں آگے بڑھنا ہے دنیا بہت آگے نکل گئی ہے۔ خدا کی قسم! موجودہ روش میں نہ ترقی ہے نہ کامیابی، ترقی اور کامیابی تو صرف اور صرف اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرتے ہوئے اس مختصر ترین زندگی کو سنتوں کے مطابق گزار کر ایمان سلامت لئے قبر میں جانے اور جہنم کے ہولناک عذاب سے بچ کر جنت الفردوس پانے میں ہے۔ غیر مسلموں کی الٹی ترقی کی ریس کرتے ہوئے بے پردگی اور بے حیائی کا بازار گرم کرنے والے ذرا غور تو فرمائیں یورپ اور امریکہ اور ان سے متاثر ہونے والے ملکوں میں کیا ہو رہا ہے؟ رقص گاہوں میں لوگ اپنی آنکھوں سے اپنی بہو، بیٹیوں کو دوسروں کی آغوش میں دیکھتے ہیں اور ٹس سے مس نہیں ہوتے بلکہ وہ دیوث فخر سے اتراتے ہوئے داد دے رہے ہوتے ہیں، بے پردہ اور فیشن ایبل (Fashionable) عورتوں کے منہ کالے ہونے کی حیا سوز خبریں آئے دن اخباروں میں چھپتی ہیں۔ وہ عورت جو مرد کی شہوت رانی کا شکار ہوتی ہے۔

آخر ہمیں کیا ہو گیا ہے؟ آہ! ایسا لگتا ہے کوئی سمجھانے والا، کوئی روکنے والا ہے ہی

نہیں اور اگر کوئی سمجھائے بھی تو یہاں سمجھنے کو کون تیار ہے؟ بس بے حیائی کے سیلاب میں بہتے چلے جا رہے ہیں۔ جبکہ اسلام میں حیا کی بڑی اہمیت ہے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

”بے شک ہر دین کا ایک خلق ہے۔ اور اسلام کا خلق حیا ہے۔“

(ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب الحیاء: ۴/۴۶۰، الرقم: ۴۱۸۱)

(ج) پردے کی اہمیت

اسلام بلاشبہ ایک مکمل نظام حیات ہے جو انسان کے فطری تقاضوں کا احترام بھی کرتا ہے۔ اور ان کی تکمیل کا انتظام بھی کرتا ہے۔ لیکن اس طرح کہ انسان کا دامن اس چمن کے کانٹوں سے تار تار نہ ہونے پائے۔ انسانیت کی تذلیل نہ ہونے پائے۔ انسان جانوروں جیسی زندگی اختیار نہ کرنے پائے۔ اسی لیے اسلام نے اُن تمام چیزوں کو حرام قرار دیا جو انسان کے لیے مہلک، مضر اور تکلیف دہ ہیں۔ اسلام عیش و عشرت و آرام کی زندگی بسر کرنے کو ممنوع قرار نہیں دیتا' بلکہ عیش و عشرت میں جو کانٹے ہیں ان کے قریب جانے سے روکتا ہے۔ اسلام میں پردے کی بہت اہمیت ہے۔

۔ میاں مشکل کی بلکہ محال تراا اے بچنا ایس زہریلی ہوا کولوں
ایہہ وی سچ اے بچنا ہے بہت مشکل نویں فیشن دی دلکش بلا کولوں
ایہہ وی سچ اے کہ لئی شیطان جاوے سانوں دور راہ مصطفیٰ کولوں
اے پر ایس ماحول وچہ بچن والے شاباں یون گے رب اعلیٰ کولوں
بھلنا سبق نہیں چاہیدا مومناں نوں ملیا جو احمد مجتبیٰ کولوں
چیتے بیبیاں نوں رکھنا چاہی دا اے ملیا درس جو خیر النسا کولوں

پردے کی اہمیت..... صحابیہ کی نظر میں

ایک مرتبہ ایک سیاہ فام عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی

اورعرض کیا: اے اللہ کے رسول! مجھے مرگی کا دورہ پڑتا ہے تو میں بے پردہ ہو جاتی ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے میرے حق میں دعا کیجئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَكِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ اَنْ يُعَافِيَكِ.

ترجمہ: اگر تو چاہے تو صبر کر۔ اور (بدلے میں) تیرے لیے جنت ہوگی اور اگر تو چاہتی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے تیرے لیے عافیت کی دعا کر دیتا ہوں؟

اس عورت نے عرض کیا: میں صبر کا دامن تھامے رکھوں گی لیکن آپ اتنی دعا ضرور کر دیجئے کہ دورہ پڑنے کی حالت میں بے پردہ نہ ہونے پاؤں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے بے پردہ نہ ہونے کی دعا فرمائی۔ (صحیح بخاری، الرقم: ۵۶۵۲، صحیح مسلم، الرقم: ۲۵۷۶)

حکم ربانی اور سنت کے خلاف اپنا طرزِ عمل دیکھ اور اس سیاہ فام صحابیہ کا عمل دیکھ کہ جو بیماری اور معذوری میں بھی بے پردہ ہونا گوارا نہیں کرتی تھی۔ اور اس جلیل القدر خاتون کے برعکس ایک تو ہے کہ نہایت اہتمام اور التزام سے شمع محفل بنی پھرتی ہے۔

پردہ دلیل حیا ہے

پردہ جہاں ایمان کی دلیل ہے وہاں شرم وحیا کی بھی دلیل ہے۔ یعنی حیا اور ایمان دونوں لازم وملزوم ہیں۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كُنْتُ اَدْخُلُ الْبَيْتَ الَّذِيْ دُفِنَ فِيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ وَاضِعَةً ثَوْبِيْ وَاَقُوْلُ: اِنَّمَا هُوَ زَوْجِيْ وَاَبِيْ فَلَمَّا دُفِنَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَاللّٰهِ مَا دَخَلْتُهُ، اِلَّا مَشْدُوْدَةٌ عَلَيَّ ثِيَابِيْ حَيَاءً مِنْ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ.

ترجمہ: میں اس گھر میں داخل ہوتی تھی۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور میرے باپ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ مدفون ہیں۔ تو میں اپنے اوپر سے کپڑے ہٹا دیتی تھی۔ اور کہتی تھی کہ یہاں تو میرے خاوند اور

میرے خاوند مدفون ہیں۔لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ کو دفن کیا گیا تو اللہ کی قسم! میں عمر رضی اللہ عنہ سے شرم وحیاء کرتے ہوئے بدن پر اپنے کپڑوں کو خوب لپیٹ لیتی تھی۔ (اخرجہ الامام احمد:۶/۲۰۲)

لہٰذا حیاء اور پردہ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ اگر حیا نہیں تو پردہ کہاں۔ اور اگر پردہ ہوگا حقیقی معنوں میں تو حیاء بھی ضرور ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

اَلْحَیَاءُ لَا یَاْتِیْ اِلَّا بِخَیْرٍ ۔

ترجمہ: ''حیا صرف خیر ہی لاتی ہے۔'' (بخاری:۶۱۱۷، مسلم:۳۷)

مسلم کی روایت ہے:

اَلْحَیَاءُ کُلُّہٗ خَیْرٌ ۔

ترجمہ: ''حیاء ساری کی ساری خیر اور بھلائی ہے۔''

(مسلم، کتاب الایمان، باب بیان عدد شعب الایمان وافضلھا وادناھا......الخ، ص:۴۰، الرقم:۳۷)

درس عبرت

میری عزیز بہنو!

یاد رکھو! پردہ چلا جائے تو...... ایمان چلا جاتا ہے...... حیا چلی جائے تو...... ایمان چلا جاتا ہے...... ایمان چلا جائے تو...... نماز کا کوئی فائدہ نہیں رہتا...... ایمان چلا جائے تو...... روزے کا کوئی فائدہ نہیں رہتا...... ایمان چلا جائے تو...... حج کا کوئی فائدہ نہیں رہتا...... ایمان چلا جائے تو...... تلاوت کا کوئی فائدہ نہیں رہتا...... ایمان چلا جائے تو...... عبادت کا کوئی فائدہ نہیں رہتا......

پردہ دلیل ایمان ہے

پردہ جہاں حیاء کی دلیل ہے وہاں ایمان کی بھی دلیل ہے۔ اس لیے ارشاد خداوندی ہے:

وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ

ترجمہ:"اور کہہ دو مومن عورتوں کو۔" (پ:۱۸،النور:۳۱)

اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ

ترجمہ:"اور مومنوں کی عورتوں کو۔" (پ:۲۲،الاحزاب:۵۹)

تو ان دونوں جگہ خطاب اللہ تعالیٰ نے مومن عورتوں سے کیا ہے۔ اور دونوں آیات پردے کے صحیح احکام میں ہیں۔ تو معلوم ہوا کہ پردہ ایمان کی دلیل ہے۔ اس لیے ایمان والیوں سے خطاب کیا گیا ہے۔ عام عورتوں سے نہیں۔ چنانچہ جب بنی تمیم کی عورتیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئیں اور انہوں نے باریک کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا تھا کہ:

اِنْ كُنْتُنَّ مُؤْمِنَاتٍ فَلَيْسَ هٰذَا بِلِبَاسِ الْمُؤْمِنَاتِ وَاِنْ كُنْتُنَّ غَيْرَ مُؤْمِنَاتٍ فَتَمَتَّعْنَ بِهٖ .

ترجمہ: اگر تم مومن عورتیں ہو تو یہ مومن عورتوں کا لباس نہیں اور اگر تم مومن نہیں ہو تو پھر اس لباس کا فائدہ لے لو (پہنے رکھو)

چنانچہ پردہ ایمان کی دلیل ہے۔

پردہ دلیل غیرت مندی ہے

پردہ جہاں حیا کی رسید و سند ہے وہاں غیرت مندی کی دلیل ہے۔ عبدالخیر بن ثابت بن قیس بن شماس اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ

جَاءَتِ امْرَأَةٌ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُقَالُ لَهَا اُمُّ خَلَّادٍ وَهِيَ مُنْتَقِبَةٌ تَسْاَلُ عَنِ ابْنِهَا وَهُوَ مَقْتُوْلٌ فَقَالَ لَهَا بَعْضُ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جِئْتِ تَسْاَلِيْنَ عَنِ ابْنِكِ وَاَنْتِ مُنْتَقِبَةٌ فَقَالَتْ اِنْ اُرْزَاَ ابْنِيْ فَلَنْ اُرْزَاَ حَيَائِيْ .

ترجمہ: ایک عورت ام خلاد نامی اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے

پاس آئی اور وہ پردے میں لپٹی ہوئی تھی۔اور اپنے مقتول بیٹے کے بارے میں پوچھنے لگی تو اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ نے کہا کہ تو اپنے بیٹے کے بارے میں پوچھنے آئی ہے اور پھر بھی پردے میں ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ میرے بیٹے کی مصیبت ہی آئی ہے۔میری حیا تو باقی ہے۔وہ تو قتل نہیں ہوئی۔(اخرجہ ابوداؤد:۲۴۸۵)

(3) پردے کی فضیلت

عورت کے معزز و باوقار ہونے اور رہنے میں شرعی پردے کا بہت بڑا دخل ہے۔جو بہن پردہ دار ہوتی ہے وہ معزز ہوتی ہے۔اس کا معاشرے میں بھی مقام ہوتا ہے۔اور بارگاہ رب الانام میں بھی۔پیکر عفت و عظمت حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نقش قدم پر چل کر چادر اور چار دیواری کو اپنے اوپر لازم کر لینے والی بہن انشاء اللہ خاتون جنت کے جلو میں جگہ پائے گی اور جسے اپنے پردے کا خیال نہیں۔تو اس کے لیے معاشرے میں عزت پانا اور اپنا مقام بنانا بہت مشکل ہے۔کیونکہ معاشرہ اور افراد معاشرہ اسی کو عزت دیتے ہیں۔جو اپنی عزت کا خیال رکھتا ہے۔جو جس خصلت کا عادی ہوتا ہے لوگ اس کی اسی خصلت کا لحاظ رکھتے ہیں۔عزت اسی کی ہوتی ہے جو اپنی عزت سنبھالتا ہے۔

پردہ......اللہ کریم اور اس کے رسول کی اطاعت ہے

پردہ کرنا عورت کے لیے کوئی اسلام میں شدت نہیں بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہے۔ارشاد خداوندی ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ؕ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا

ترجمہ: نہ کسی مومن مرد کو یہ حق پہنچتا ہے اور نہ کسی مومن عورت کو کہ جب فیصلہ فرمادے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول کسی معاملہ کا تو پھر انہیں کوئی اختیار ہو اپنے اس معاملہ میں اور جو نافرمانی کرتا ہے اللہ اور اس کے رسول کی تو وہ کھلی گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔ (پ:۲۲، الاحزاب:۳۶)

تو جو عورت پردہ نہیں کرے گی اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو جاننے کے بعد تو وہ کھلی گمراہی میں ہے۔ اس لیے ہر عورت کو چاہئے کہ وہ پردہ کرے۔

جامعہ الازہر کے شعبہ امراض جلد کی پروفیسر ڈاکٹر نجوی حسن عبدالعال نے بے پردہ خواتین سے ملاقاتیں کرکے ان کی جلدوں کے مابین فرق جاننے کا سروے کیا اور ایک رپورٹ مرتب کی۔ وہ فرماتی ہیں: تحقیق کرنے پر یہ بات سامنے آئی ہے کہ سر کے بال چھپانے والی خواتین کے بال ننگے سر پھرنے والی خواتین کی نسبت اعلیٰ معیار کے ہیں۔

یادرکھیں!

ننگے بالوں کا معیار	گر جاتا ہے
ننگے بالوں کا وقار	گر جاتا ہے
ننگے بالوں کی زینت	ختم ہو جاتی ہے
ننگے بالوں کی عزت	ختم ہو جاتی ہے
ننگے بالوں کی رونق	ختم ہو جاتی ہے
ننگے بالوں کا حسن	زوال پذیر ہو جاتا ہے

دعوتِ فکر

میری ماؤ اور بہنو! اگر یہیں بات ختم ہو جاتی تو قابل برداشت تھی۔ لیکن ہوتا یوں ہے کہ بے پردہ خواتین اس حسن کے چھن جانے پر حصول حسن کے لیے بے قرار ہو کر مصنوعی حسن میک اپ اور شیمپو وغیرہ کا استعمال کرتی ہیں۔ اس کا مالی نقصان تو بہر حال

ہوتا ہی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ مصنوعی عمل تجھے اعصابی بیماریوں اور پریشانیوں میں بھی مبتلا کرتا ہے۔ مغربی لندن سے تعلق رکھنے والے ڈاکٹر نیقولا اس باریک کہتے ہیں:

عورت سرشام آدھ گھنٹے کے لیے غائب رہنے کے بعد میک اپ کر کے جب واپس آتی ہے تو اس نے اپنا چہرہ میک اپ کے رنگوں کے پیچھے چھپایا ہوا ہوتا ہے۔ جب عورت چہرے کو اس حد تک نمایاں کرنے کے لیے بے چین اور پریشان رہتی ہے تو جان لیجئے کہ اسی کیفیت سے اس کی ذہنی اور اعصابی بیماریوں کی ابتدا ہوتی ہے۔ جبکہ دوسری خواتین جو میک اپ نہیں کرتیں وہ ذہنی طور پر مطمئن اور پُراعتماد رہتی ہیں۔

پردہ اور اسوۂ صالحات

پس منظر

تاریخ اسلام اس بات کی شاہد ہے کہ قرآن پاک کی نامور اور بلند کردار مسلمان خواتین نے صالح معاشرے کی تشکیل اور معاشرتی اقدار کے فروغ کے لیے قابل ذکر خدمات سرانجام دی ہیں۔ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا تربیت اولاد کے لیے خدمات، حالات سے مایوس اور بھٹکی ہوئی خواتین کے لیے روشنی کا مینار ہیں۔ سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا کسمپرسی اور فقر و فاقہ کے ایام میں اولاد کی پرورش اور کردار سازی ایک بہترین نمونہ ہیں۔ سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا احکام و مسائل اور دینی و علمی راہنمائی کے لیے ایک دانش گاہ اور مرکز علم و عرفان کی حیثیت رکھتی ہیں۔ انہوں نے پردے کی وہ مثال قائم کی جو رہتی دنیا تک کامل نمونہ ہے۔

نہ دیکھ رشک سے تہذیب کی نمائش کو
کہ سارے پھول یہ کاغذ کے ہیں خدا کی قسم

وہی ہے راہ ترے عزم و شوق کی منزل
جہاں ہیں عائشہ و فاطمہ کے نقش قدم

تری حیات ہے کردار رابعہ بصری
ترے فسانے کا موضوع عصمت مریم

حضرت سیدتنا سودہ رضی اللہ عنہا کا پردہ

حضرت سیدتنا سودہ رضی اللہ عنہا فرض حج ادا کر چکی تھیں۔ جب آپ رضی اللہ عنہا سے دوبارہ نفلی حج وعمرہ کے لیے عرض کی گئی تو فرمایا کہ: میں فرض حج کر چکی ہوں۔ میرے رب عزوجل نے مجھے گھر میں رہنے کا حکم فرمایا ہے۔ خدا عزوجل کی قسم! اب میرا جنازہ ہی گھر سے نکلے گا۔ راوی فرماتے ہیں۔ خدا کی قسم! اس کے بعد زندگی کے آخری سانس تک آپ رضی اللہ عنہا گھر سے باہر نہیں نکلیں۔ (تفسیر درمنثور: ۶/ ۵۹۹)

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے ہمیں ہدایت حاصل کرنی چاہیے کہ اتنے پاکیزہ زمانے میں بھی آپ رضی اللہ عنہا کی پردے کے معاملے میں اس قدر احتیاط تھی۔ لیکن آج کے زمانے میں ہمارے معاشرے سے پردے کا نام ونشان ہی ختم ہو گیا ہے۔ ہر طرف بے پردگی ہی بے پردگی ہے۔ مردوں اور عورتوں کی آپس میں بے تکلفی کو کوئی عیب نہیں سمجھا جاتا۔ ہماری مائیں، بہنیں بغیر دوپٹہ لئے ہی گھر سے باہر چلی جاتی ہیں۔ کھلا منہ لے کر بازاروں میں گھومتی ہیں۔ اس طرح بے پردگی عام ہوتی جا رہی ہے۔ جو کہ بہت بڑا گناہ اور جہنم میں لے جانے والا عمل ہے۔ اللہ تعالیٰ میری تمام ماؤں، بہنوں کی عزت کی حفاظت فرمائے۔ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا کی سیرت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

جنگ مول لے لی...... مگر نقاب نہ اتارا

مسلمانوں کی ایک عورت چہرے پر نقاب ڈالے ہوئے اپنی کچھ چیزیں فروخت کرنے کے لیے بنی قینقاع کے بازار میں آئی۔ اس نے اپنا سامان بیچا اور ایک یہودی

سنار کی دکان پر آکر بیٹھ گئی۔ یہودی نے باتوں باتوں میں بڑی کوشش کی کہ وہ اپنے چہرے سے نقاب کھول دے۔ لیکن اس نے انکار کر دیا پھر اس نے اس خاتون کے ساتھ شرارت کی۔ یہ دیکھ کر یہودی قہقہے لگانے لگے۔ اس خاتون نے بلند آواز سے فریاد کی: ایک مسلمان اس یہودی زرگر (سنار) پر جھپٹا اور اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ اس بازار کے یہودی جمع ہو گئے اور اس مسلمان کو شہید کر دیا۔ اور اس کے نتیجے میں مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان ایک زبردست جنگ ہوئی جسے تاریخ میں غزوہ بنو قینقاع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ (السیرۃ النبویۃ ابن ہشام: ۳/۴۴)

یہود و نصاریٰ کو مغلوب کر دے
ہو ختم ان کا جور و ستم یا الٰہی

انصاری خواتین کا پردہ

ام المؤمنین سیدہ صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا بیان ہے:

ایک مرتبہ ہم فقیہہ امت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مجلس میں تھیں کہ خواتین قریش کے مناقب وفضائل کا ذکر ہوا۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان کے مقام و مرتبہ اور شرف وفضیلت کا اعتراف کیا اور فرمایا:

قریش کی عورتیں بڑی فضیلت والی ہیں، مگر میں نے واللہ! انصار کی عورتوں سے بڑھ کر اللہ کی کتاب کی تصدیق کرنے والی اور اس کے احکامات پر فوری عمل کرنے والی خواتین نہیں دیکھیں۔ سورۃ النور میں جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی:

وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۠

ترجمہ: اور ڈالے رہیں اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر۔ (پ:۱۸، النور:۳۱)

جیسے ہی کوئی انصاری صحابی اپنی بیوی، بیٹی، بہن یا رشتہ دار خواتین میں سے کسی کو جا کر یہ آیت سناتا، تو سنتے ہی وہ خاتون اٹھتی اور اپنے اوپر ایک موٹی چادر اوڑھ لیتی۔ حالانکہ اس وقت انہیں گھر سے باہر نکلنے کی ضرورت درپیش نہ ہوتی۔ وہ صرف اللہ کی

کتاب پر عمل کرنے کے لیے ایسا کرتی۔
(تفسیر ابن کثیر: ۳/۲۸۴، وفتح الباری للحافظ ابن حجر: ۸/۴۹۰)

دعوتِ عمل

اللہ تعالیٰ مہاجرین کی نیک طینت پر رحم فرمائے۔ ان کا ایمان کس قدر پختہ تھا۔ وہ حق کے نزول کے فوراً بعد کس خوبصورتی سے اس کے سامنے سر تسلیم خم کر دینے والی عظیم شخصیات تھیں۔ آج کے دور میں بھی اللہ اور اس کے رسول پر سچا ایمان رکھنے والی ہر خاتون کے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ وہ ان اعلیٰ کردار والی مہاجرات اور انصاریات کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ویسا ہی ممتاز اسلامی لباس اختیار کرے۔ جو اسے عریانی، بے پردگی اور جسمانی نمائش جیسے عیوب سے بچا کر رکھے۔

میں نے بیٹا کھویا ہے.....حیا نہیں کھوئی

حضرت سیدتنا ام خلاد رضی اللہ عنہا کا بیٹا جنگ میں شہید ہو گیا۔ آپ رضی اللہ عنہا اپنے بیٹے کے بارے میں معلومات حاصل کرنے چہرے پر نقاب ڈالے باپردہ بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئیں۔ اس پر کسی نے حیرت سے کہا: اس وقت بھی آپ نے منہ پر نقاب ڈال رکھا ہے۔ آپ کہنے لگیں: میں نے اپنا بیٹا ضرور کھویا ہے حیا نہیں کھوئی۔
(ابوداود، کتاب الجہاد، باب فضل قتال الروم علی غیرہم من الامم: ۳/۹، الرقم: ۲۴۸۸)

درسِ عمل

دیکھا آپ نے! بیٹا شہید ہو جانے کے باوجود سیدتنا ام خلاد رضی اللہ عنہا نے "پردہ" برقرار رکھا۔ حق بات یہ ہے کہ دل میں خوف خدا عزوجل اور احکام شریعت پر عمل کرنے کا جذبہ ہو تو مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہو جاتا ہے اور جو نفس کی حیلہ سازیوں میں آ جائے اس کے لیے آسان سے آسان کام بھی مشکل ہو کر رہ جاتا ہے۔ یقیناً اللہ عزوجل کے عذاب سے ڈر کر تھوڑی بہت تکلیف اٹھا کر پردے کی پابندی کر لی جائے تو یہ کوئی بہت زیادہ مشکل کام نہیں۔ ورنہ جہنم کے عذاب کی تکلیف ہرگز سہی نہیں

جائے گی اگر کوئی حکم الٰہی عزوجل پر عمل کرنے کا عزم مصمم کرلے تو بے شک اللہ عزوجل اس کے لیے آسانی فراہم کر دیتا ہے۔

پردے کے بارے میں قابلِ عمل مثال

ابوالقعیس کی زوجہ نے ام المومنین حضرت سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو بچپن میں دودھ پلایا تھا۔ لہٰذا ابوالقعیس حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے رضاعی والد اور ابوالقعیس کے بھائی افلح آپ رضی اللہ عنہا کے رضاعی چچا ہوئے۔ جب پردے سے متعلق آیات مقدسہ نازل ہوئیں تو افلح نے حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آنا چاہا تو آپ رضی اللہ عنہا نے پردے کی احتیاط کے پیش نظر منع فرما دیا۔ چنانچہ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت سیدتنا عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرلوں کہ دودھ کے رشتے کی وجہ سے افلح کا مجھ سے پردہ ہے یا نہیں۔ کیوں کہ میں یہ سمجھتی ہوں کہ دودھ تو میں نے ابوالقعیس کی زوجہ کا پیا ہے۔ افلح سے کیا رشتے داری؟ اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے عائشہ افلح کو اجازت دے دو وہ تمہارے رضاعی چچا ہیں۔ (بخاری: ۳/۲۹۰، الرقم: ۴۷۵۹)

سیّدہ کا پردہ

پردہ ایناں کہ جس دی زمین نے وی
کدی ویکھی نہ پیراں دی تلی ہووے

صائم کون پہنچے اس دی شان تیکر
جو محمد ﷺ دی گود وچہ پلی ہووے

قیامت کے دن منادی کی ندا

حافظ الحدیث حضرت سیدنا امام عبدالرحمٰن جلال الدین سیوطی شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی

ہے:

جب قیامت کا دن ہوگا تو ایک منادی ندا کرے گا۔اے اہل مجمع! اپنی نگاہیں جھکا لوتا کہ حضرت فاطمہ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پل صراط سے گزریں۔

(الجامع الصغیر مع فیض القدیر،حرف الہمزۃ:۱/۵۴۹،الرقم:۸۲۲)

وہ رداء جس کی تطہیر اللہ رے
آسماں کی نظر بھی نہ جس پر پڑے
جس کا دامن نہ سہواً ہوا چھو سکے
جس کا آنچل نہ دیکھا مہ و مہر نے
اس ردائے نزاکت پہ لاکھوں سلام

جنتی عورتوں اور حوروں کا جنت میں بھی پردہ

معزز ومکرم بہنو! دین اسلام نے عورت کے حق میں پردے کو کس قدر اہمیت دی کہ جنت جہاں کسی بدنگاہی اور بدکاری کا وہم وگمان تک نہیں وہاں بھی جنتی عورتیں اور حوریں پردے میں ہوں گی۔ جیسا کہ حضرت سیّدنا عبداللہ بن قیس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان عالیشان ہے: (مومن کے لیے) جنت میں ایک کھوکھلے موتی کا خیمہ ہوگا۔جس کی چوڑائی یا لمبائی 60 میل (تقریباً 96.54 کلومیٹر) کی ہے۔اس کے ہر گوشے میں اس کے گھر والے ہوں گے کہ دوسروں کو نہ دیکھ سکیں گے۔مومن اس خیمے میں گھومیں پھریں گے۔

(صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب حور مقصورات فی الخیام،ص:۱۲۵،الرقم:۴۸۷۹)

بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے کفن کا پردہ

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد خاتون جنت، شہزادیٔ کونین حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا پر غم مصطفیٰ کا اس قدر غلبہ ہوا کہ آپ رضی اللہ عنہا کے لبوں سے مسکراہٹ ہی ختم ہوگئی! اپنے وصال سے قبل صرف ایک ہی بار مسکراتی دیکھی

گئیں۔حضرت سیدتنا خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو تشویش یہ تھی کہ عمر بھر تو غیر مردوں کی نظروں سے خود کو بچایا رکھا ہے۔اب کہیں بعد وفات میری کفن پوش لاش ہی پر لوگوں کی نظر نہ پڑ جائے! ایک موقع پر حضرت سیدتنا اسما بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے کہا: میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ جنازے پر درخت کی شاخیں باندھ کر ایک ڈولی کی سی صورت بنا کر اوپر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ پھر انہوں نے کھجور کی شاخیں منگوا کر انہیں جوڑ کر اس پر کپڑا تان کر سیدہ خاتون جنت رضی اللہ عنہا کو دکھایا۔آپ رضی اللہ عنہا بہت خوش ہوئیں اور لبوں پر مسکراہٹ آ گئی۔بس یہی ایک مسکراہٹ تھی جو سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال ظاہری کے بعد دیکھی گئی۔(جذب القلوب (مترجم)،ص:۲۳۱)

سیدہ پاک — جان رسول ہیں
سیدہ پاک — شان رسول ہیں
سیدہ پاک — عزت رسول ہیں
سیدہ پاک — عصمت رسول ہیں
سیدہ پاک — عفت رسول ہیں

بے پردگی کے نقصانات

پاکستان جس کی بنیاد اسلام پر ہی رکھی گئی تھی یہ بھی بیگمات اور بے پردہ خواتین کی نذر ہو گیا اور آج تک اسلامی نظام کی برکتوں سے محروم ہے۔غرضیکہ تاریخ اس حقیقت کو ثابت اور واضح کرتی ہے کہ پردہ نہ صرف عورت کے لئے سکون وطمانیت اور عزت و عصمت کی حفاظت کا ذریعہ ہے بلکہ پوری قوم پر اس کا اثر ہوتا ہے کہ وہ ترقی کرتی ہے۔عروج پاتی ہے۔عزت پاتی ہے۔اور جب عورت بے پردہ ہو کر شمع محفل بن جاتی ہے تو وہ خود بھی ذلیل وخوار ہو جاتی ہے۔اتنی کمزور ہو جاتی ہے کہ اپنی عزت و آبرو کی حفاظت بھی نہیں کر پاتی۔اور پوری قوم اس سے متاثر ہوتی ہے کہ عیش وعشرت میں مبتلا ہو کر وہ اپنے گھروں ہی کے امن وسکون سے محروم نہیں ہوتے بلکہ اپنے ملک کی سرحدوں کی

حفاظت کے قابل بھی نہیں رہتے۔ جو چاہتا ہے ان کی عزت لوٹ کر چل دیتا ہے۔ اور جو چاہتا ہے ان کا ملک چھین لیتا ہے۔ وہ بے ہوش، ذلت وخواری کے شب وروز بسر کرتے رہتے ہیں۔

یہ شرح آیۂ عصمت ہے جو ہے بیش نہ کم
دل و نظر کی تباہی ہے قرب نامحرم
حیا ہے آنکھ میں باقی نہ دل میں خوف خدا
بہت دنوں سے نظام حیات ہے برہم
یہ سیر گاہیں کہ مقتل ہیں شرم و غیرت کے
یہ معصیت کے مناظر ہیں زینت عالم
یہ نیم بازسا برقع یہ دیدہ زیب نقاب
جھلک رہا ہے جھلاجھل قمیص کا ریشم

بے پردگی کی ہولناک سزا

حضرت سیدنا شہاب الدین احمد بن محمد بن مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ حدیث پاک نقل فرماتے ہیں۔ معراج کی رات سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بعض عورتوں کے عذابات کے ہولناک مناظر ملاحظہ فرمائے۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ایک عورت بالوں سے لٹکی ہوئی تھی۔ اور اس کا دماغ کھول رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی گئی یہ عورت اپنے بالوں کو غیر مردوں سے نہیں چھپاتی تھی۔

(الزواجر عن اقتراف الکبائر، الکبیرہ: ۲۸۰، نشوز المراۃ: ۲/۸۶)

درسِ ہدایت

اس واقعہ سے ہمیں عبرت حاصل کرنی چاہئے کہ بے پردگی کی کس قدر دردناک سزا ہے۔ اگر ہم ایسے ہی کرتے رہے تو جہنم میں داخلہ لازمی ہے۔ مگر ہم ہرگز جہنم کے عذاب کو برداشت نہیں کرسکیں گے۔ اس کی ہولناکیاں ہم برداشت نہیں کرسکیں گے۔ نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جہنم میں عورتیں زیادہ ہیں۔''

(صحیح مسلم، ص: ۱۲۱۸، الرقم: ۲۷۳۷)

اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم آج سے ہی اپنے اعمال درست کریں۔ اور بے پردہ بازاروں میں نہ گھومیں۔ تمام غیر محرموں سے پردہ کریں۔ ورنہ عذاب الٰہی سے بچ نہیں سکیں گی۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمان عورتوں کو پردہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

تین بہنوں نے خودکشی کرلی

پاکستان کے صوبہ پنجاب کے ایک شہر میں تین نوجوان بہنوں نے زہریلی گولیاں کھا کر اجتماعی خودکشی کرلی۔ 17 سالہ بہن فرسٹ ایئر، 19 سالہ بہن تھرڈ ایئر اور 26 سالہ بہن ایم اے کی طالبہ تھی۔ رات گئے ان کا اپنی والدہ کے ساتھ پسند کی شادی اور معاشی مسائل پر جھگڑا ہوا تھا۔ اور ورثا کے بیان کے مطابق تینوں بہنوں کے مابین تلخ کلامی ہوتی رہتی تھی۔ والدہ ان کے رشتے اپنی پسند کے مطابق کرنا چاہتی تھی۔ گزشتہ شب بھی معاشی مسائل اور ان کے رشتوں کی وجہ سے ان کی اپنی والدہ کے ساتھ تلخی ہوئی۔ رات کو تینوں نے ایک کمرے میں بند ہو کر زہریلی گولیاں کھالیں۔

انہیں طبی امداد کے لیے ہسپتال پہنچایا گیا۔ جہاں وہ تقریباً نصف گھنٹہ موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا رہنے کے بعد دم توڑ گئیں۔ تینوں بیوہ ماں کے ساتھ رہائش پذیر تھیں۔ ان کی نعشوں کا پوسٹ مارٹم 8 گھنٹے بعد ہوا۔ تینوں بہنوں کو ہزاروں افراد کی موجودگی میں آہوں سسکیوں میں سپرد خاک کر دیا گیا۔ اخبار میں دیئے ہوئے ناموں سے اندازہ ہوا کہ یہ مسلمان تھیں۔ اس لیے دعا ہے اللہ تعالیٰ ان تینوں مرحومہ بہنوں کی مغفرت فرمائے۔

؎ غیراں ول نہ عورت دی پوے جھاتی ایتھوں تیک پردہ اچیا دا اے
مرض ودھی اے تائیوں بے پردگی دی چھیتے رہیا نہ نسخہ شفا دا اے

چھڈ کے زہرا دی سنت نوں بیبیاں نے کم پھڑ لیا الٹی ادا دا اے
پردے داریاں دے پردے چاک کر کے اثر لیا فرنگی ہوا دا اے

بے پردگی ہے وبا بڑی، بڑا عذاب اس وبا دا اے
کرے فضل اپنا اللہ پاک صائم ہن تے وقت بس ایس دعا دا اے

بے پردگی......خودکشی کا سبب بنتی ہے

بے پردگی کی سب سے بڑی وجہ آج کل کے اکثر مسلمانوں میں اسلامی معلومات کی کمی اور سنتوں سے دوری ہے۔ اسی سبب سے ہر طرف گناہوں کا سیلاب امڈ آیا ہے! V.C.R، T.V اور انٹرنیٹ وغیرہ میں عشقیہ فلموں اور فسقیہ ڈراموں کو دیکھ کر یا عشق بازیوں کی مبالغہ آمیز اخباری خبروں نیز ناولوں، بازاری ماہناموں، ڈائجسٹوں میں فرضی عشقیہ افسانوں کو پڑھ کر یا کالجوں اور یونیورسٹی میں مخلوط کلاس میں بیٹھ کر نامحرم رشتے داروں کے ساتھ خلط ملط ہو کر آپسی بے تکلفی کے دلدل کے اندر اتر کر اکثر کسی نہ کسی سے عشق ہو جاتا ہے۔ پہلے یکطرفہ ہوتا ہے۔ پھر جب فریق اول فریق ثانی کو مطلع کرتا ہے تو بعض اوقات دوطرفہ ہو جاتا ہے۔ اور پھر عموماً گناہ وعصیاں کا طوفان کھڑا ہو جاتا ہے۔ فون پر جی بھر کر بے شرمانہ بات بلکہ بے حجابانہ ملاقات کے سلسلے ہوتے ہیں۔ مکتوبات وسوغات کے تبادلے ہوتے ہیں۔ شادی کے خفیہ قول وقرار ہو جاتے ہیں۔ اگر گھر والے دیوار بنیں تو بسا اوقات دونوں فرار ہو جاتے ہیں۔ بعدہٗ اخبار میں ان کے اشتہارات چھپتے ہیں۔ خاندان کی آبرو سر بازار نیلام ہوتی ہے۔ کبھی ''کورٹ میرج'' کی ترکیب بنتی ہے تو معاذ اللہ عزوجل کبھی یوں ہی بغیر نکاح کے...... نیز ایسا بھی ہوتا ہے کہ بھاگتے نہیں بنتی تو خودکشی کی راہ اختیار کر لی جاتی ہے۔ جس کی خبریں آئے دن اخبارات میں چھپتی ہیں۔

اس لیے ہمیں ان واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہئے۔ یہ سب چیزیں بے

پردگی کے سبب ہوتی ہیں۔ اگر ہمارے معاشرے میں پردہ ہوگا۔ اور تمام مسلمان عورتیں اور مرد اگر سنت نبوی پر عمل کریں گے تو ہمارا معاشرہ ان تمام برائیوں سے بچ جائے گا۔

؎ محبت غیر کی دل سے نکالو یا رسول اللہ
مجھے اپنا ہی دیوانہ بنا لو یا رسول اللہ

اللہ عزوجل اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی

اللہ عزوجل نے قرآن مجید میں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان سے پردہ کا حکم دیا۔ اس لیے جو عورت پردہ نہیں کرتی اس نے اللہ عزوجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی۔ اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے وہ اپنے نفس کو ہی نقصان پہنچاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا کچھ نہیں بگاڑتا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

كُلُّ اُمَّتِيْ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ اَبٰى فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ يَّاْبٰى؟ قَالَ: مَنْ اَطَاعَنِيْ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَانِيْ فَقَدْ اَبٰى ۔

ترجمہ: میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی مگر جس نے انکار کیا (وہ داخل نہیں ہوگا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! (جنت میں جانے سے) کون انکار کرے گا؟ تو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے (جنت میں جانے سے) انکار کیا۔

(البخاری: ۶۸۵)

گویا جنت کے داخلے کو اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اطاعت کے ساتھ معلق کیا ہے۔ اور رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود قرآن پاک میں ارشاد فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ

ترجمہ: جس نے اطاعت کی رسول کی تو یقیناً اس نے اطاعت کی اللہ کی۔

(پ:۵، النساء:۸۰)

اس کا فائدہ بندہ مومن کو یہ ہوتا ہے کہ:

فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا٥

ترجمہ: تحقیق اس نے بہت بڑی کامیابی حاصل کر لی۔(پ:۲۲، الاحزاب:۷۱)

اور جس نے نافرمانی کی اس کے متعلق قرآن پاک میں ارشاد ہوتا ہے۔

فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيدًا٥

ترجمہ: تو وہ گمراہ ہوا۔ اور گمراہی میں دور نکل گیا۔(پ:۵، النساء:۱۱۶)

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے رسول کی اطاعت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دنیا و آخرت کی کامیابی نصیب فرمائے۔ اور قیامت کے دن کامیاب لوگوں کے گروہ میں شامل فرمائے۔(آمین)

لمحہ فکریہ

عورت کی آزادی کے متوالے کہتے ہیں کہ پردے کا دور گزر چکا ہے۔ نہیں! اب ہی تو اس کی زیادہ سختی کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اب مسلمانوں کی غیرت اور حیاء آخری لبوں پر ہے۔ اگر اب کنٹرول نہ کیا گیا تو پھر یاد رکھنا کف حسرت ملتے رہ جائیں گے۔ لیکن افسوس کہ مردوں کی عقل پر پردہ پڑ گیا ہے۔ جو اپنی محارم کو غیر محارم کے سامنے لے جانے میں ذرا بھی عیب نہیں سمجھتے۔ جیسا کہ اکبر الہ آبادی نے کہا تھا کہ:

بے پردہ نظر کل جو آئیں چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا

پوچھا یہ میں نے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

موجودہ معاشرے میں......بے پردگی کا میلہ

آج کل اخبارات...... جرائد......اور مختلف قسم کے ہفتہ وار میگزینوں...... میں عورتوں کی نیم عریاں تصاویر بھی...... فحاشی و برائی پھیلانے......اور مردوں کو فتنے میں ڈالنے کا بہت بڑا سبب ہیں...... اس طرح مختلف انداز سے دی گئی مردوں کی تصویریں...... بہت سی خواتین کے لیے ہیجان کا باعث بنتی ہیں......انہی اخبارات...... اور جرائد کی پھیلائی جانے والی فحاشی کی وجہ سے نوجوانوں کی نسل کے ہاں اس گناہ کی سنگینی کا احساس ناپید ہوتا جا رہا ہے......اور وہ اپنی محفلوں......اور مجلسوں میں بے تکلف لڑکیوں کے محاسن......اور اوصاف بیان کرتے ہیں...... یقیناً یہ ہماری نسل نو کی بدقسمتی اور تباہی کا پیش خیمہ ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

فَاعْتَبِرُوْا یٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ ۝

ترجمہ: اے آنکھ والو عبرت حاصل کرو۔

ایک قابل فخر اور دلچسپ داستان

آیئے فلسطین کی یونیورسٹی کی ایک طالبہ کی آپ بیتی سنیئے۔ فلسطین میں جگہ جگہ پولیس یا فوج کی چوکیاں لگی ہوئی ہیں، یہاں فلسطینی مسلمانوں کو تفتیش کے نام پر روکا جاتا ہے۔ انہیں بعض اوقات لمبی قطاروں میں کھڑا ہونا پڑتا ہے ان کی تلاشی لی جاتی ہے۔ ان کو ڈرایا دھمکایا جاتا ہے۔ عورتوں کو بھی معاف نہیں کیا جاتا انہیں بھی تفتیشی مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی عورت نقاب پہنے ہوئے ہو تو اس کی خوب شامت آتی ہے۔ اس کا نقاب اتارا جاتا ہے۔ اس کے چہرے کی شناختی کارڈ کے ساتھ مطابقت کرنے کے بہانے اس کو بے پردہ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ فلسطین کی ایک یونیورسٹی کی طالبہ جو اپنے والدین کی مرضی کے خلاف پردہ کرتی ہے وہ اپنی داستان کچھ اس طرح سناتی ہے اس کا کہنا تھا کہ

میرا موقف یہ تھا کہ ساری باتیں درست ہیں۔ پولیس والے، انٹیلی جنس والے یا فوجی اہلکار ضرور روکیں گے مگر یہ کوئی نئی بات تو نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر حال میں اپنے بندوں کی مدد فرماتا ہے۔ جس رب نے مجھے پردہ کرنے کا حکم دیا ہے وہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ مجھے ان شریروں کے شر سے محفوظ رکھے اور اگر وہ تنگ کرتے بھی ہیں تو یہی تو عزیمت کا راستہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا ہے:

قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○

کہہ دیجئے: ہمیں تو صرف وہ مصیبت پہنچے گی، جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے مقدر میں لکھ دی ہے۔ وہی ہمارا کارساز ہے اور مؤمنوں کو اللہ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ (پ:۱۰، التوبۃ:۵۱)

اگر اللہ نے ہمارے مقدر میں لکھا ہوا ہے کہ آج ہمارے ساتھ فلاں چیک پوسٹ پر بدتمیزی ہونی ہے تو وہ ہو کر رہے گی۔ چاہے آپ نے نقاب پہنا ہوا ہو یا نہ پہنا ہوا ہو۔ اور پھر مجھے یہ یقین ہونا چاہئے کہ اگر میں اس کی شریعت کی پیروی میں نقاب پہنے ہوئے ہوں تو پھر میرا اللہ مجھے کیسے بے یارومددگار چھوڑ دے گا۔

جب میں نقاب کے بعد پہلی مرتبہ نقطۂ تفتیش سے گزری۔ اس دن میں گھر سے نکلی تو سخت خوفزدہ تھی میں نے اپنے رب سے خوب دعا کی کہ میرے رب! میرے مولا! یہ اسرائیلی فوجی مجھے کوئی تکلیف نہ پہنچا سکیں میری وجہ سے نہیں بلکہ میرے نقاب کی وجہ سے اگر ان لوگوں نے مجھے روک لیا تو لوگ نقاب کو برا بھلا کہیں گے، میرے رب! میری حفاظت فرما۔ واقعی ایسا ہوا جب میں وہاں سے گزری تو کسی نے بھی میری طرف نہیں دیکھا، نہ ہی کسی نے میرا شناختی کارڈ طلب کیا، میں وہاں سے بغیر کسی تردد اور رکاوٹ کے گزر گئی۔

ایک دن میں نقطۂ تفتیش سے گزر رہی تھی۔ ایک اسرائیلی فوجی ہر آنے والے کو روک

روک کر چیک کر رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک خاتون اسرائیلی فوجی بھی کھڑی تھی۔ جو اس کی مدد کر رہی تھی۔ جب اس نے مجھے برقعہ میں ملبوس دیکھا تو اس کی نظریں مجھ پر مرکوز ہو گئیں۔ بڑے تعجب سے اس نے مجھے دیکھ کر اشارہ کیا کہ اپنا نقاب اتارو، اسے ایسے لگ رہا تھا کہ میں پرانے دور سے اٹھ کر چلی آرہی ہوں، جو مکمل ان پڑھ اور جاہل ہے، اسی لیے اس نے اشارہ کی زبان استعمال کی، اس وقت بہت سارے فلسطینی نوجوان قطاروں میں کھڑے تفتیش کے مراحل سے گزر رہے تھے۔ ایک جانب کچھ نوجوانوں کو بطور سزا کھڑا کیا گیا تھا انہوں نے فوجی کے ساتھ بحث کی ہوگی یا قطار کو توڑا ہوگا اور فوجی ناراض ہو گیا تھا۔ سب کی نظریں میری طرف تھیں کہ اس پردہ دار لڑکی کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔

میں نے فوجی کی طرف دیکھا اور اسے انگریزی میں کہا کہ میں نقاب نہیں اتاروں گی، ہاں تمہارے ساتھ جو فوجی خاتون کھڑی ہے اسے کہو کہ مجھے ساتھ والے کمرے میں لے جائے اور وہاں میں اسے اپنی شناخت کرادوں گی۔ جہاں تک تمہارا تعلق ہے تو تم میرا چہرہ نہیں دیکھ سکو گے، فوجی کو پہلا دھچکا تو اس وقت لگا جب اسے معلوم ہوا کہ میں انگریزی جانتی ہوں، ہکلاتے ہوئے کہنے لگا: تمہیں انگریزی آتی ہے؟ شدید تعجب کی وجہ سے اس نے تفتیش چھوڑ دی اور مجھ سے کہنے لگا: رک جاؤ میں نے تم سے کچھ سوال و جواب کرنا ہیں۔

وہاں کھڑے فلسطینی اور دوسرے اسرائیلی فوجی ہماری طرف دیکھ رہے ہیں، ہماری گفتگو انگریزی میں ہو رہی ہے اس نے میرے لباس کی طرف اشارہ کر کے پوچھا کہ یہ نقاب کیوں پہنتی ہو؟

کیونکہ میں اس لباس میں بڑی مطمئن ہوں۔

کیا یہ تمہارا دین ہے جس نے تمہیں یہ لباس پہننے کا حکم دیا ہے؟

اس میں کیا شک ہے...... اسلام نے ہی مجھے پردہ کرنے کا حکم دیا ہے۔

لیکن تم اس لباس سے کیسے مطمئن ہو؟ ذرا اپنی طرف دیکھو...... کیا ہیئت بنا رکھی ہے۔

میں جو کچھ کر رہی ہوں اس پر بہت خوش اور راضی ہوں بلکہ مجھے اپنے نقاب پہننے پر فخر ہے۔

ارے تم کہہ رہی ہو کہ تمہیں فخر ہے؟

ہاں! بالکل مجھے اس پر فخر ہے...... اور تمہاری معلومات میں اضافے کے لیے میں اپنے خاندان میں سب سے پہلی لڑکی ہوں جو مکمل نقاب کرتی ہوں...... اس لیے تمہیں یہ شک نہیں ہونا چاہئے کہ ہمارے ہاں کی خاندانی روایات یا عادات کی وجہ سے پردہ کرتی ہوں۔ نہ تم یہ سمجھو کہ میرا خاندانی پس منظر ہی ایسا ہے کہ میں پردہ کرنے پر مجبور ہوں نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے بلکہ یہ میں نے اپنے والدین سے خوب لڑائی کر کے پردہ کرنے کی اجازت حاصل کی ہے۔

تم اپنے خاندان میں پہلی لڑکی اور آخری لڑکی ہو جو پردہ کرتی ہو؟ واقعی اکیلی ہو...... لیکن آخر کیوں...... سارے خاندان میں صرف تم اکیلی؟

جب اس نے اپنے سوالات ختم کر لیے تو میں نے پورے عزم اور ارادے سے اسے کہا: سنو!

کیا تم سمندر میں پائے جانے والے قیمتی موتی کو جانتے ہو؟

کہنے لگا: ہاں...... کیوں نہیں جانتا۔

کیا تم جانتے ہو کہ وہ قیمتی کیوں ہوتا ہے؟ اس کا سبب یہ ہے کہ اس کا حاصل کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے، وہ قیمتی موتی سمندر کی تہہ میں چھپا ہوا ہوتا ہے۔ مسلمان عورت ایک ایسے ہی موتی کی طرح ہے لہٰذا اس کی حفاظت کی جاتی ہے۔ اسے غیروں سے چھپا کر رکھا جاتا ہے کہ کہیں کوئی بد بخت انسان اس موتی کو چوری نہ کر لے۔

میرے ان سوالات کے جواب میں اس نے ایک طویل خاموشی اختیار کی......

ادھر فلسطینی جو قطار میں کھڑے ہماری گفتگو سن رہے تھے۔ انہوں نے بلند آواز میں نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ یہ خاتون بڑی بہادر اور شجاع ہے۔ ماشاء اللہ! کیا کہنے! اس کی عظمت کو سلام...... خاتون ہو تو ایسی ہو...... وہ نعرہ تکبیر بلند کرتے اور ساتھ ہی میری تعریف میں باتیں کرتے جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ میں کبھی اتنی بہادر اور شجاع تو نہ تھی مگر نقاب نے مجھے قوت ارادی، ہمت اور طاقت فراہم کر دی تھی۔

فوجی نے اپنی ساتھی خاتون فوجی سے کہا: جاؤ اس کو ساتھ والے کمرے میں لے جاؤ اور اس کی تلاشی لو۔ یہ ایک معمول کی چیکنگ تھی میں چند منٹ میں واپس آ گئی۔ جب وہاں سے رخصت ہوئی تو تفتیشی مرکز کے دوسرے کونے پر ایک اور فوجی نے مجھے روک لیا اس کا خیال تھا کہ میری چیکنگ نہیں ہوئی۔ اس نے مجھ سے شناختی کارڈ مانگا تو جس فوجی نے مجھے پہلے روکا تھا اس نے پیچھے سے آواز دی...... اسے جانے دو اس کا شناختی کارڈ دیکھنے کی ضرورت نہیں۔

کتنی ہی ایسی لڑکیاں اور خواتین تھیں جو میرے ساتھ بات کرنا گوارا نہ کرتی تھیں، مگر اس نقاب کی بدولت میرے ساتھ دوستی کرنا اور میرے ساتھ گفتگو کرنا سعادت سمجھتی ہیں۔ مجھے حیرت ہوئی کہ میری ایک دوست کہنے لگی کہ تمہارے حجاب کی وجہ سے بعض لڑکیاں تم پر رشک کرتی ہیں۔

آخر میں اپنی بہنوں سے یہ کہنا چاہوں گی کہ آپ کا نقاب آپ کے سر کا تاج ہے...... آپ کی عزت اور وقار کا سبب ہے...... یہ دنیا و آخرت کا نور ہے۔

(مسلم خواتین کی اعلیٰ اقدار کے روشن تذکرے، ص: ۸۳ تا ۸۹ مطبوعہ دارالسلام لاہور)

الحمد للہ! آج مورخہ ۲۱ اکتوبر ۲۰۱۴ء کو یہ کتاب مکمل ہوئی۔ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل و خصائل ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ میں نے وقفے وقفے سے درسِ ہدایت بھی لکھے ہیں اور اپنی بہنوں کے نام اصلاحی پیغام بھی عرض کرتی رہی ہوں۔ اللہ کریم ہمیں عمل کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔

اِس کتاب میں آپ پڑھیں گے

- آمدِ مصطفیٰ ﷺ
- برکاتِ مصطفیٰ ﷺ
- اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ
- بچپن مصطفیٰ ﷺ
- روضہ مصطفیٰ ﷺ
- صبرِ مصطفیٰ ﷺ
- میلادِ مصطفیٰ ﷺ
- شہرِ مصطفیٰ ﷺ
- پردہ اور تعلیم مصطفیٰ ﷺ
- الف جمالِ مصطفیٰ ﷺ
- حیاتِ مصطفیٰ ﷺ
- ب جمالِ مصطفیٰ ﷺ